باسمہ تعالیٰ شانہٗ

مکتوباتِ شیخ الاسلام

جلد دوم

مرتبہ

مولانا نجم الدین صاحب اصلاحی

شائع کردہ

مکتبہ دینیہ دیوبند

باسمہٖ تعالیٰ شانہٗ

مکتوباتِ شیخ الاسلام

جلد دوم

یعنی

قطب الارشاد شیخ العرب والعجم حضرت مولانا الحافظ الحاج السید حسین احمد صاحب مدنی
قدس اللہ سرہٗ العزیز (سابق صدر جمعیۃ علماء ہند و شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند) کے اُن
خطوط کا مجموعہ جو اُنھوں نے اپنے دوستوں، عزیزوں اور ارادتمندوں کو لکھے جن میں مذہبی، علمی
فقہی، ملکی، سیاسی خیالات وافکار اور مسائل کا بڑا عظیم الشان ذخیرہ موجود ہے

مرتبہ

مولانا نجم الدین صاحب اصلاحی

ناشر

مکتبہ دینیہ دیوبند ضلع سہارن پور

قیمت:۔
غیر مجلد: چھ روپے
مجلد: سات روپے

مطبوعہ
الجمعیتہ پریس
دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ!

(از مرتب مکتوبات)

اللہ تبارک و تعالیٰ کا بڑا ہی احسان ہے کہ اس نے ہم کو مکتوبات شیخ الاسلام کے جمع و ترتیب اور نشر و اشاعت کی توفیق بخشی، اور اس کا فضل شامل حال رہا کہ کتاب مذکور اہل علم اور اہل دل دونوں میں مقبول ہوئی، احباب اور بزرگوں کا اصرار ہوا کہ دوسری جلد بھی جلد از جلد شائع کر دی جائے، ساتھ ہی اخبار و رسائل میں مفید مشورے بھی دیئے گئے، اور تحسینی کلمات سے حوصلہ افزائی بھی کی گئی اور بعض حضرات نے تقریظ کے سلسلہ میں ہماری بعض باتوں پر تنقید بھی فرمائی، ہم ان تمام حضرات کے تہ دل سے شکرگزار ہیں۔

مدنی برادری سے ہم کو خصوصی طور پر یہ شکایت ہے کہ انہوں نے خطوط کے بھیجنے میں پوری فیاضی سے کام نہیں لیا، ضرورت تھی اور ہے کہ جو خطوط بغرض اشاعت بھیجے جائیں تو سوال کو بھی ضرور لکھا جائے، کیونکہ مکتوبات شیخ الاسلام کی اشاعت گویا حضرت مولانا مدنی مدظلہ العالی کے حالات زندگی کی اشاعت اور ایک خاص طرح کی سوانح حیات کی داغ بیل ہے اور جس کی تالیف بھی اپنے پیش نظر ہے اسی لئے حواشی اور دیباچہ وغیرہ میں عام روش کے خلاف حضرت شیخ مدظلہ العالی کی زندگی کے مختلف چھپے ہوئے گوشوں کو زیادہ اجاگر کرنا پڑا اور بعض جگہ متوسلین اور عقیدت کیشوں پر بھی کچھ روشنی ڈالنی پڑی یہ دوسری جلد بھی گوناگوں مشکلات کے تحت شائع ہوئی، اسکے بعد انشاء اللہ تعالیٰ تیسری جلد بھی گویا آخری جلد ہوگی، کیونکہ خطوط کی رفتار اب وہ نہیں رہی جو پہلے تھی تاہم ابھی لوگوں کے پاس اتنے خطوط

ہوں گے کہ تیسری جلد مکمل ہو جائے پاکستانی حلقہ سے خطوط بہت کم آئے مدنی برادری سے ہماری یہ پُرزور اپیل ہے کہ جس صورت بھی ممکن ہو لوگوں سے خطوط حاصل کر کے ہماری مدد فرمائیں تاکہ تیسری جلد کے بعد انہیں خطوط کو مضامین کے لحاظ سے ترتیب دیکر افادات مدنی کے عنوان سے بطور امانی شائع کر دیا جائے امید ہے کہ ہماری یہ درخواست بھی شرف قبول حاصل کرے گی۔

ناچیز کو اپنی نااہلی کا واقعی اعتراف ہے، کجا اپنی پستی اور کجا مولانا مدنی جیسی عظیم المرتبت ہستی کی بلندی مولانا پر کچھ لکھنا بڑا نازک کام ہے بلکہ خواص شخصیتوں کے متعلق لکھنا ہی بڑی ذمہ داری کی بات ہے مولانا کے یہ خطوط آپ کی زندگی کے اصلی نقوش ہیں جو ان مکتوبات میں ابھرے ہوئے ہیں جن سے مولانا کی زندگی پر کافی روشنی پڑتی ہے، اور کہیں کہیں علمی بلندی کا بھی سراغ ملتا ہے مگر یہ عجیب بات ہے کہ مولانا مدنی مدظلہ العالی نے بھول کر بھی اپنے علمی کمالات اور روحانی مقامات کو ظاہر کرنے سے حتی الوسع احتراز فرمایا ہے، حالانکہ جن لوگوں کو ایک دن بھی صحبت نصیب ہو چکی ہے، وہ اس صحبت کے روحانی اثرات کا انکار نہیں کر سکتے، بخاری اور ترمذی کی تقریریں بہت حد تک لوگوں نے محفوظ کی ہیں جنہیں سے بعض کو ناچیز نے بھی دیکھا ہے، بخاری کی کتاب التفسیر اور مغازی کی عقدہ کشائی ہر مدرس کا کام نہیں ہے، لیکن مولانا مدنی کے نزدیک ایسے اہم مباحث کتاب الطہارۃ اور کتاب الصلوٰۃ کی طرح صاف اور بے غبار ہیں، کاش اہل علم ان تقریروں کی اشاعت پر متوجہ ہو جاتے۔

مکتوبات شیخ الاسلام اور امام العصر دامت برکاتہم کو اگر سمجھنا اور صحیح حالات کو جاننا اور پرکھنا ہے تو مندرجہ ذیل امور کو مدنظر رکھنا ضروری ہے، تاکہ فرق مراتب کیساتھ بزرگوں کے شیون اور حالات عزائم اور نیات احوال اور مقامات میں تمیز کیساتھ علماء کرام یعنی صوفیاء کرام اور علماء رسوم یعنی منفذین میں تفریق نہ کرنے سے جو خرابی رونما ہوئی اس کا سدباب ہو جائے، اور مولانا مدنی متع اللہ المسلمین بطول بقائہ کے سوانح زندگی کو ایک ایسی دستاویز ہاتھ آجائے کہ اسکی روشنی میں آپ کی حیات طیبہ کے سرخط و خال کو پوری طرح نمایاں کیا جا سکے، یہ حقیقت ہے کہ میری آنکھوں نے حسین احمد کو دیکھا دل نے پہچانا مگر قلم انکی روحانیت کا خاکہ کھینچنے سے معذور ہی رہا۔

ما یرجع الطرف عنہ عند رویتہ حتی یعود الیہا الطرف مشتاقا

احوال و مقامات امام العصر | منازل تصوف و سلوک طے کرنے کے بعد انسان کے اندر متعدد وصاف روحانی پیدا ہو جاتے ہیں، جن کو تصوف کی اصطلاح میں مقامات اور احوال کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہی اوصاف تصوف اور فلسفۂ اخلاق میں مابہ الامتیاز ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اسپر تفصیلی بحث کی ہے اور ہر مقام اور ہر حال کی مثال صحابۂ کرام کے اوصاف روحانی سے دی ہے مقامات اور احوال کے پیدا ہونے کی صورت یہ ہے۔

جب کوئی شخص خدا کی کتاب اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات پر ایسا ایمان لاتا ہے جو اس کے قوائے قلبیہ اور نفسیہ کی رگ و پے میں سرایت کر جاتا ہے اور پھر ذکر و فکر میں مشغول رہتا ہے اور اعضاء و جوارح کے ساتھ حق عبودیت ادا کرتا ہے، اور مستمراً ان اعمال کو بجالاتا ہے، تو ان لطائف ثلاثہ یعنی عقل. قلب اور نفس کے اندر عبودیت کی روح حلول کر جاتی ہے، گویا خشک پودے کو خوب سینچ دیا جاتا ہے اس لئے اسکی تمام شاخوں اور پتیوں میں رطوبت موجزن ہو جاتی ہے پھر اس سے پھول نکلنے لگتے ہیں اسیطرح یہ تینوں لطیفے عبودیت میں شرابور ہو جاتے ہیں اور ان کے رذیل ترین طبعی اوصاف صفات ملکوتیت سے بدل جاتے ہیں، اب اگر ان صفات کو ملکات راسخہ کی حیثیت حاصل ہو گئی ہو، اور انکے افعال میں مستمراً ہمواری اور یکرنگی پائی جاتی ہو تو انہیں کا نام مقامات ہے اور اگر وہ بجلی کیطرح کوند کر پھر نظروں سے غائب ہو جاتے ہیں اور ان میں ثبات و قرار نہیں پیدا ہوتا ہے مثلاً خواب یا غیبت کی آواز، تو ان کو احوال اور اوقات کہتے ہیں (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ازالۃ الخفاء وغیرہ)

مقامات اور احوال کے اندر صوفیاء میں اختلاف ہے سبب اختلاف تشابہ و تداخل کا پایا جانا ہے ورنہ کوئی واقعی اختلاف نہیں ہے مثلاً رضا کے بارے میں مشائخ عراق و خراسان میں اختلاف بیان کیا جاتا ہے میرے نزدیک بات صرف اتنی سی ہے، کہ رضا کی ابتدا بندے کے کسب سے ہوتی ہے اسیئے مقامات کہدیا گیا ہے، اور رضا کی انتہا احوال میں سے ہے جو کسب نہیں

پھر اختلاف ہی کیا رہا؟

بہرحال مندرجہ ذیل امور کو احوال کہا گیا ہے، وہ یہ ہیں شوق اتصال قبض بسط فنا، بقا، تجلی استتار تجرید، تفرید، وجد، تواجد وجود غلبہ، مسامرہ سکر، صحو، محو، اثبات علم یقین، عین یقین حق الیقین، وقت، غیبت، شہود، ذوق، شرب، رے، محاضرہ مکاشفہ، مشاہدہ، فاوح، طوالع، لوامع، لوائح، تلوین تمکین وغیرہ

ان چیزوں کو مقامات کہا گیا ہے، مثلاً توبہ، ورع، زہد، صبر، فقر، شکر، خوف، رجا توکل، رضا وغیرہ۔

خلاصہ یہ کہ ان تمام مراحل اور مقامات کو طے کرنے کے بعد یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ سالک کا سفر ختم ہو گیا، بلکہ اس کے بعد روحانی ترقی کی اور منزلیں باقی رہتی ہیں، اور سالک یکے بعد دیگرے ترقی کرتا ہوا وہاں پہنچ جاتا ہے، کہ جہاں خالق کی عظمت سالک کے دل کا اس طرح احاطہ کر لیتی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی چیز اس کو نظر نہیں آتی، یہاں تک کہ بیچ سے خود اپنا وجود بھی غائب ہو جاتا ہے، اس وقت اللہ تعالیٰ کے قول "وانیبوا الی ربکم و اسلموا لہ" کی اصلی لذت و حلاوت سالک پر پوری طرح منکشف ہو جاتی ہے اور تب اس پر کھلتا ہے کہ مشائخ نے جو ان کلمات یعنی ما فی الجبۃ الا اللہ، ما اری غیر اللہ لا انظر الی غیر اللہ وغیر ذالک کو کہا تھا۔ اس کا کیا مقصد تھا، اور اس کی تعبیر کیا تھی؛

مشائخ کے مذکورہ بالا کلمات کی توجیہ اگر ہم مولانا رومؒ اور شیخ اکبرؒ کی زبان سے بیان کریں تو کوئی خاص بات نہ ہو گی، کیونکہ یہ حضرات تو جاسوس القلوب، اور لسان القوم ہونے کے باوجود علماء رسوم کے نزدیک ہدف ملامت بنے ہوئے ہیں، البتہ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ جو مخالف تصوف و سلوک سمجھے جا رہے ہیں اور غیر شعوری مشہور ہیں ان کی تحقیق کو ہم نقل کرتے ہیں تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو رسالہ عبودیت۔

ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ مشائخ صوفیہ کی مراد ان اقوال سے یہ ہے کہ میرا اللہ کے سوا کسی کو

کائنات کا پروردگار یا خالق یا مدبر نہیں ماننا اور نہ دیکھنا اور میں کسی غیر کی طرف محبت یا خوف یا امید کی نگاہیں نہیں ڈالتا۔ پس یہ ایک حقیقت ہے اور نہایت قابل ستایش حقیقت ہے کہ بزرگان دین مخلوقات پر اسی حیثیت سے نظر ڈالتے تھے اور ان کے اقوال مذکورہ کا یہی مدعا ہے وہ ان جملوں میں توحید اور اخلاص کی اس کامل اور بے آمیز حقیقت کا اعلان فرماتے ہیں کہ بندہ کو غیر اللہ کی طرف التفات نہ کرنا چاہیئے اور نہ کسی ماسوا کی طرف محبت یا خوف یا رجا کی آنکھ اٹھانی چاہیئے۔ بلکہ اس کے دل کو تمام مخلوقات کے ذکر و فکر سے خالی اور بے نیاز ہونا چاہیئے اور جب بھی ان کی طرف دیکھے اللہ کے نور سے دیکھے حق کی نظروں سے دیکھے، حق کے کانوں سے سُنے، حق کے ہاتھوں سے پکڑے۔ حق کے پاؤں سے چلے اس کائنات کی انہیں چیزوں سے محبت رکھے جنسے خدا کو محبت ہو اور ان سے نفرت کرے جنسے خدا کو نفرت ہو۔ اس دنیا کو برتنے میں اللہ سے ڈرے اور اللہ کی رضا کے معاملہ میں ساری مخلوق کی مخالفتوں اور عداوتوں سے بے خطر ہو۔

شیخ بو علی سینا اور حضرت ابو سعیدؒ کے باہمی مکالمہ میں شیخ کے جواب میں حضرت ابو سعیدؒ کا فرمانا۔ "آنچہ تو می گوئی من می دانم و آنچہ تو می دانی من می بینم" کے اندر جو چیز بول رہی ہے آخر اس کا محرم اسرار کون ہے، علماء رسوم؟

اس کے بعد مثنوی شریف کو پڑھیے، مولانا رومؒ نے ان باتوں کو نہایت بلیغ تشبیہ کے ذریعہ سمجھایا ہے کہ انسان شراب کی حالت میں جب کوئی بدمستی کی بات کہتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ اس وقت یہ شخص نہیں بولتا بلکہ شراب بول رہی ہے۔ فرماتے ہیں۔

(۱) در سخن پرواز و از نو یا کہن	تو بگوئی بادہ گفتست این سخن
(۲) بادۂ را می بود این شرو شور	نور حق را بنیست این فرہنگ و زور
(۳) گرچہ قرآن از لب پیغمبر است	ہر کہ گوید حق نگفتست او کافر است

ایک شبہ کا ازالہ | بعض مستشرقین یورپ اور دوسرے نام نہاد لوگوں کا خیال ہے کہ فنا

نے جس حالت کو فنا سے تعبیر کیا ہے یہ بعینہ وہی چیز ہے جس کو بدھ مت میں یزوان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ان بت پرستانہ مزعومات کے اندر جو گمراہیاں اور حماقتیں چھپی ہوئی ہیں ان کی تفصیل کا یہ موقع نہیں، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہمارا رسالہ "دلائل السلوک" البتہ یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ ہمارے صوفیائے کرام کا فنا اس سے بالکل علیحدہ چیز ہے، صوفی اپنے نفس اور تمام حیوانی صفات سے خدا کی محبت میں علیحدہ ہوتا ہے اور علیحدگی کے لئے جو شے بطور وسیلہ اختیار کرتا ہے وہ اپنے نفس کی تہذیب و تربیت ہے نہ کہ تعذیب اور تنکیل خوب سمجھ لیا جائے۔

پس جنید بغدادی ہوں یا مولانا روم، ابن عربی ہوں یا مولانا مدنی، جو شخص بھی صحیح تصوف اختیار کریگا، وہ بالآخر روحانی ترقی کی آخری منزل پر پہنچ کر رہیگا اور اس کا قلب تقوی کے انوار سے جگمگا اٹھے گا، وہ شہوانی آمیزشوں نفسانی خواہشوں سے بالکل پاک ہو جائیگا، عجب، نمائش، کبر و ریا، و نفاق و حسد اور طمع وغیرہ دنی صفات اس کے اندر سے یکسر معدوم ہو جائیں گی، صداقت، مروت، بلند نظری، طہارت، محبت اور رافت سے اس کا قلب سمندر بن جائے گا، وہ اللہ کے تمام بندوں بلکہ مخلوقات کے لئے ماں کی طرح شفیق ہوگا، یہاں تک کہ چرند و پرند بھی اس کی شفقت سے محروم نہ رہیں گے۔ شیخ محی الدین ابن عربی کے ان اشعار میں اسی مقام کے احوال بیان ہوئے ہیں۔

(۱) لقد کنت قبل الیوم انکر صاحبی اذا لم یکن دینی الی دینہ دانی

آج سے پہلے میرا یہ حال تھا کہ اگر کسی شخص کا مذہب میرے مذہب سے الگ ہوتا تو میں اسکو بیگانہ خیال کرتا

(۲) وقد صار قلبی قابلاً کل صورۃ فمرعی لغزلان ودیر لرھبان

اور اب میرے دل کا یہ حال ہے کہ ہر صورت قبول کرنے کے لائق ہو گیا ہے، اب وہ ہرنوں کی چراگاہ بھی ہے اور راہبوں کا صومعہ بھی۔

(۳) وبیت لاوثان وکعبۃ طائف والواح توراۃ ومصحف قرآن

آتش پرست کا آتشکدہ بھی، اور عازم حج کا کعبہ بھی، لوح توراۃ بھی اور مصحف قرآن بھی۔

(۴) ادین بدین الحب انی توجہت رکائبہ فالحب دینی وایمانی

میں مذہب عشق کا پیرو ہوں وہ جہاں بھی لیجائے عشق ہی میرا دین او عشق ہی میرا ایمان ہے،

اس حقیقت کو سمجھنے میں اگر کسی کو شک ہو وہ سلسلہ چشتیہ، صابریہ، امدادیہ، رشیدیہ کے خاتم شیخ الاسلام وامام العصر حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی متع اللہ المسلمین بطول بقائہ و نفعنا وسائر الطالبین باقوالہ وافعالہ واحوالہ کی صحبت اختیار کرے، انشاء اللہ اس آخری دور میں آپ کے وجود کو مغتنمات باردہ متصور کرے گا، اور جن امور کی جانب اوپر اشارہ کیا گیا ہے، آنکھوں سے مشاہدہ کے بعد قلب کو ہر طرح مطمئن پائے گا بلکہ شاہ ولی اللہ کی زبان میں پکار اٹھے گا، کہ "وقت وقت تست وائے بر کسے کہ زیر لوائے تو نہ باشد"

ممکن ہے میری یہ باتیں کسی سرپھرے کو مبالغہ معلوم ہوتی ہوں، اس لئے اس موقع پر ہم امام العصر کے ایک مکتوب کو درج کر دینا ضروری سمجھتے ہیں، جو خلاصہ ہے ساری شریعت و طریقت کا، ارشاد ہوتا ہے۔

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

تصوف کا ضروری اور مضبوط اصول جو کہ نفس پر شاق بھی بہت ہوتا ہے یہ ہے کہ اپنے نفس کے ساتھ بدظنی اور دوسروں کے ساتھ حسن ظن رکھا جائے، اسی کے ماتحت حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

معرفت خدائے تعالیٰ ابراں کس حرام است کہ خود را از کافر فرنگ بہتر داند فکیف از اکابر دین۔

اپنے نفس کے کید و مکر سے کسی وقت بھی مطمئن نہ ہونا چاہیئے۔ ع

فانک تعرف کیف الحضر والحکم

وَمَا اُبَرِّیُٔ نفسی ان النفس لامارۃٌ بالسوء ۔ الخ پورا خط مکتوبات شیخ الاسلام جلد اول کے اندر ملاحظہ ہو۔

اس مکتوب عالی کے شانِ نزول کے متعلق حیات شیخ الاسلام صفحہ ۲۷ ملاحظہ ہو۔

والانامہ کے مذکورہ بالا فارسی فقروں کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت ایسے شخص کو نصیب نہیں ہوتی جو اپنے کو کافر فرنگی سے بہتر سمجھے" یہ تو ہوئی عبارت مذکورکی ظاہری صورت لیکن جب ذرا گہرائی سے نصوص شرعیہ پر غور کیا جاتا ہے تو دو چیزیں ایسی ملتی ہیں جو ایک دوسرے کی ضد ہیں جن میں سے ایک کی پستی کی کوئی حد نہیں اور دوسری کی رفعت و بلندی سے برتر کوئی مقام نہیں یعنی ایک تواضع اور دوسرے کبر۔

تواضع کے معنی فروتنی و عاجزی کرنا، ارباب طریقت کے نزدیک تواضع نام ہے انقیاد و فرمانبرداری اللہ سبحانہٗ تعالیٰ خوف و رجا کے ساتھ کرنا اور مقام عبودیت میں اپنے نفس کو ہیچ سے نکال دینا، اور مخلوق کیساتھ انصاف سے پیش آنا ہے جسکی علامت یہ ہے کہ اگر بندے پر غصہ کیا جائے یا اس کے خلاف کوئی بات ظاہر کیجائے یا اس کا رد و انکار کیا جائے تو وہ بندہ ہر ایک کو بخوشی قبول کرلے، اسی لئے کہا گیا ہے کہ تواضع و خاکساری ایسی نعمت ہے کہ اس پر کوئی شخص حسد نہیں کرتا ہے اور اسی کے مقابل کبر یعنی بڑائی اور بزرگ بننا ایسی مصیبت ہے کہ جس پر کوئی شخص رحم کرنے کو تیار نہیں، کیونکہ اپنے تئیں عالی قدر اور معزز خیال کرنا اور نفس پرور ہونا، اپنے مقابل دوسروں کو ذلیل سمجھنا۔ خود سری کرنا، ایسے مذموم اوصاف ہیں کہ دنیا دشمن بن جاتی ہے، چنانچہ سارا گھمنڈ دنیا ہی میں ناک کی راہ سے نکل جاتا ہے اور آخرت کا عذاب تو جو کچھ ہوگا وہ اللہ ہی بہتر جانے وجہ یہ ہے کہ عظمت و بزرگی، کبریائی اور ہر طرح کی بڑائی اللہ تعالیٰ کے مخصوص صفات میں سے ہے، یہی کبر ذات باری کے ساتھ لگ جاتا ہے، تو اسکی عظمت و رفعت اور بڑائی کی کوئی انتہا نہیں رہتی، لیکن جب یہی کبر مخلوق کے اندر آجاتا ہے تو ساری بلندی کا مفہوم

پستی میں تبدیل ہو جاتا ہے، اسی طرح تواضع کی نسبت ذات واجب الوجود کے ساتھ کرنا صحیح نہیں، اور بندے کے لئے عین ایمان و اسلام بن جاتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہم نقل کرتے ہیں، جس سے تواضع اور کبر کی اہمیت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے برسر ممبر ارشاد فرمایا کہ اے لوگو فروتنی کرو، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص لوگوں کے ساتھ اللہ کے لئے تواضع کرے تو اللہ اس کا مرتبہ بلند کرتا ہے پس وہ اپنی نظر میں حقیر ہے اور لوگوں کی آنکھوں میں بزرگ ہے۔ اور جو کوئی تکبر کرے پست کرتا ہے اللہ تعالیٰ مرتبہ اس کا، ایسا آدمی لوگوں کی آنکھوں میں حقیر ہے، اور اپنی نظر میں بزرگ ہے، بلکہ وہ خوار و ذلیل تر ہے، لوگوں کے نزدیک کتے اور سور سے (مشکوٰۃ بحوالہ بیہقی)

حدیث مذکور کے الفاظ پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کبر بدترین گناہ اور شرک کے مرادف ہے، اور یہ جو صوفیہ نے فرمایا ہے کہ تمام عبادات کا سر امخالفتِ نفس ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ تواضع کے پیدا ہونے میں جو چیز مانع ہوتی ہے وہ محض نفس کی خواہشات، جہاں اسکی مخالفت ہوئی فروتنی و خاکساری نے اپنا ڈیرہ ڈالا اور جہاں اسکی خواہشات پر عملدرآمد شروع ہوا، کبر، غرور، گھمنڈ نے اپنا ہاتھ پیر پھیلانا شروع کر دیا، خوب بات فرمائی حضرت سری سقطیؒ استاد جنید اور شاگرد معروف کرخیؒ نے "معصیتے کہ از شہوت خیزد امید آمرزش تواں داشت وآنچہ از کبر خیزد امید مغفرت نیست کہ نافرمانی ابلیس از کبر بود و زلت آدم از شہوت"

حضرت ابو ہاشمؒ جو سب سے پہلے لفظ صوفی سے موسوم ہوئے، اور جنہوں نے سب سے پہلے رملہ میں خانقاہ کی بنیاد رکھی، کوفہ کے رہنے والے تھے اور قیامگاہ شام تھی، فرماتے ہیں۔

نقلع الجبال بالابرۃ ایسر من اخراج یعنی سوئی سے پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا دینا بہت آسان ہے

الکبر من القلب ۔ لیکن قلب سے کبر اور غرور کا نکلنا کارے دارد ۔

قرآن مجید میں ہے ۔

وَاِذَا قِیْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ۔ (بقرہ)

اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر تو آمادہ کرے اسکو غرور گناہ پر، سو کافی ہے اسکو دوزخ اور وہ بیشک برا ٹھکانہ ہے ۔

ان معروضات کے بعد کہنا پڑتا ہے کہ آج سب سے زیادہ جو جنس نایاب بلکہ کمیاب ہے وہ تواضع و خاکساری، عاجزی اور فروتنی ہے، اور جس چیز کی سب سے زیادہ کثرت و بہتات ہے وہ کبر اور غرور کی لعنت ہے۔ حضرت مسیح کی زبان میں جو زمین کا نمک ہیں، یعنی علماء اور مشائخ اور جن پر امت کی رہنمائی کے ساتھ خود شناسی اور خدا شناسی کا اہم فریضہ عوام سے زیادہ عائد ہوتا ہے، ان میں اختلاف و شقاق، تفرق و تشتت (جو قرآن کی زبان میں کفر ہے) پایا جانا صاف پتہ دے رہا ہے کہ تواضع مفقود اور کبر رگ و پے میں سرایت کر چکا ہے، اس لئے امت کا شیرازہ پراگندہ اور اتفاق و اتحاد کی دولت رخصت ہو چکی ہے، جس کا اعتراف بلکہ عجیب و غریب انکشاف دادا پیر عارف باللہ حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے، ارشاد ہوتا ہے ۔

"اتفاق و اتحاد کی جڑ تواضع ہے، اگر ہر شخص دوسرے کو اپنے سے افضل سمجھنے لگے جو تصوف کی تعلیم و تربیت کا لازمہ ہے تو پھر نااتفاقی کی نوبت ہی نہ آئے، کیونکہ نااتفاقی اسی سے تو پیدا ہوتی ہے کہ ہر شخص اپنے کو دوسرے سے افضل سمجھتا ہے اور اس سے بڑھنا چاہتا ہے ۔ (معارف)

حضرت حاجی صاحبؒ جو فن کے امام ہیں، آپ کا یہ پیغام حق خصوصاً تمام علماء و مشائخ کے نام وقت کا سب سے اہم پیغام ہے، اور عطر ہے اسلامی تعلیمات کا جس پر عمل کئے بغیر انسان ہونا محل بحث ہے صوفی اور سجادہ نشین ہونا تو غیر ممکن نہیں، یہ اور بات ہے کہ اپنی دوکانداری اور عزت رفتہ کے لئے بزرگوں کے شرف و مجد کو استعمال کیا جائے جیسا کہ

مشاہدہ ہے، لیکن تواضع اور بے نفسی جو لازمہ تصوف وسلوک ہے، وہ خاصہ ہے امام العصر دامت فیوضہم کا نہ کہ عہدِ حاضر کے دوکانداروں کا ؎

جلالِ عشق مصافِ خودی جہاد وستیز حسین مایہ مقام محمدی محکم

حضرت مولانا مدنی اور اتباع اساتذہ و مشائخ

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ پر ہزاروں رحمتیں نازل ہوں کہ آپ نے ہندی مسلمانوں کے لئے جو علمی اور عملی پروگرام مرتب فرمایا تھا اس میں اتباع سلف صالحین ہی کو اصل اور اساس قرار دیا تھا۔ اس کو شاہ صاحب کے علوم و معارف کے شناسا اچھی طرح جانتے ہیں، اگر اس حقیقت کو نظر انداز نہ کیا گیا ہوتا تو علماء کے اندر سے بہت سا اختلاف خود ختم ہو گیا ہوتا، علماء دیوبند کی اکثریت نے اپنے شیوخ اور اساتذہ کی سیاسی اور اعتقادی مسلک کو مضبوطی سے پکڑا، ان میں حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی مدظلہ العالی کا مقام بہت بلند بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ خصوصی امتیاز آپ کو حاصل ہے تو عین حقیقت ہو گی، تاہم افادہ کے طور پر چند باتیں ذکر کرنا ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ حضرت شیخ الاسلام کو اپنے استاذ اور شیخ طریقت سے کس درجہ گہرا رابطہ اور کس درجہ گہری عقیدت و مماثلت ہے۔

(۱) حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ اپنے کو کمترین مخلوقات سمجھنا۔ (امداد المشتاق)

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ الہندؒ کے حالاتِ زندگی پڑھئے اور اس کے بعد مکتوبات شیخ الاسلام جلد اول و دوم پڑھئے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت شیخ الاسلام کی تواضع اور خاکساری کی دوسری نظیر حضرت حاجی صاحبؒ اور مولانا گنگوہی اور شیخ الہندؒ کے تلامذہ اور مریدین میں نہیں ہے اور اگر بھی اور ہے تو بہت کم۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو حکیم الامت ص ۹۱)

(۲) حضرت حاجی صاحب مہمانوں کی ضیافت بخوشی فرماتے تھے، اور آپ کی

غیرت نہیں چاہتی کہ کسی اور کو موقع دیا جائے۔ (حوالہ مذکورہ)

مکتوباتِ شیخ الاسلام کو پڑھیئے، اور اسی کے ساتھ شیخ الہندؒ کی زندگی کو ملاحظہ فرمائیے اور پھر مدنی ضیافت اور حضرت ابراہیم خلیلؑ کی سنت کو سامنے رکھیئے تو کیا شیخ الاسلام سے بڑھ کر کوئی اور ہستی اس خلق نبوی صلعم میں آپ کی شریک و سہیم ہے؟

(۳) ایک شخص نے حاجی صاحب کی شان میں ایک قصیدہ مدحیہ لکھا تھا اور پڑھنا شروع کیا، حضرت حاجی صاحب کے چہرے سے برابر آثار کراہت کے ظاہر ہو رہے تھے۔ (حوالہ مذکور)

مکتوباتِ شیخ الاسلام کو پڑھیئے اور جی میں آئے آپ کی تعریف نثر اور نظم میں آپ کے سامنے کیجئے، خود فیصلہ ہو جائے گا کہ کس درجہ اپنی تعریف سے نہ صرف احتراز بلکہ نفرت اور کراہت کا اظہار فرماتے رہتے ہیں۔

(۴) حاجی صاحب اپنی خوش اخلاقی سے بے وقت آنے والوں اور وقت ضائع کرنے والوں کو کچھ نہیں کہا کرتے۔ اس درجہ کی شفقت اعلیٰ درجہ کی شان مشیخت ہے۔ (امداد المشتاق)

حضرت شیخ الاسلام کی بارگاہ میں حاضری کا شرف جن کو حاصل ہوا ہے یا جن کو بیعتِ ارادت کی سعادت نصیب ہو چکی ہے وہ تو خیر سب سے بڑے شاہد ہیں جن کو محض کبھی کبھار خدمت میں آنے جانے کا وقت اور بے وقت اتفاق ہوا ہے پوچھ لیجئے ان کی کیا شہادت ہے؟ آخر یہ اعلیٰ شان مشیخت کا کون حکم صادر فرما رہا ہے؟

(۵) تصوف کا یہ مسئلہ مسلم ہے کہ صاحب نسبت ہونے کے بعد منتہی کو شیخ کے ہر فعل کا اتباع ضروری نہیں، جیسا کہ مبتدی کو۔ (امداد)

مکتوباتِ شیخ الاسلام میں حضرت شیخ مدنی مدظلہ العالی کا بھی یہی فیصلہ ہے، اور اسی کو حق سمجھتے ہوئے، پھر بھی اپنے اساتذہ اور مشایخ کے طریق سے تجاوز گوارا نہیں ہے۔

(۶) حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ کیا نماز روزہ ہی عبادت ہے اور دوستوں کا دل خوش کرنا عبادت نہیں۔ (امداد المشتاق)

حضرت شیخ الاسلام اس وصف میں بھی اپنے اساتذہ اور مشائخ سے پیچھے نہیں ہیں بلکہ خدام کی دلجوئی وغیرہ میں اپنے معمولات تک کو ترک فرمانا اور مؤخر کرنا ہر وارد و صادر کا مشاہدہ ہے،

(۷) حب ایمانی اور حب عشقی میں حضرت حاجی صاحب حب عشقی کو ترجیح دیتے ہیں (امداد)
یہی مسلک عملاً حضرت شیخ الاسلام کا ہے، البتہ حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ وغیرہم اکابر نقشبند حب ایمانی کو بہتر خیال کرتے ہیں، ملاحظہ ہو۔ (صراط مستقیم)

(۸) حضرت حاجی صاحبؒ کا عقد ساٹھ ریال پر ہوا تھا یعنی ۱۲۵ روپیہ ہندی، (امداد)
حضرت شیخ الاسلام مدظلہٗ اس معاملہ میں بھی حضرت حاجی صاحبؒ حضرت نانوتویؒ اور شیخ الہندؒ کے نقش قدم پر سختی سے عامل ہیں، ملاحظہ ہو مکتوبات شیخ الاسلام۔

(۹) مکتوبات شیخ الاسلام کو پڑھئے، جو انداز تحریر، استدلال، عقیدہ، مسلک اور تصوف و سلوک وغیرہ کی تعلیم میں حضرت مولانا مدنی مدظلہ العالی کا رنگ ہے، وہ بھی اپنے استاد اور مربی حضرت شیخ الہندؒ وغیرہم اکابر ہند کا کامل اتباع ہے ملاحظہ ہو مکتوب سامی حضرت شیخ الہند جو مولانا حافظ حبیب الرحمٰن صاحب سیوہارہ کے نام مالٹا سے شرف صدور ہوا تھا، اور جو قارئین کرام کے افادہ کے لئے درج ذیل ہے، ہم مولانا سیوہاروی کے بہت شکرگذار ہیں کہ اصل کی زیارت کا شرف مجھ جیسے سراپا تقصیر کو بخشا، جزاہ اللہ خیر الجزاء

نقل مکتوب شیخ الہندؒ

سراپا عنایت و کرم عافاکم اللہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا جوابی کارڈ جس پر تاریخ و مہینہ کچھ نہ تھا، موسم حج کے بعد آخر ذی الحجہ پر بندہ کو ملا، اول تو ہمارے پاس جو خط آتا ہے، اس کا محصول معاف ہے، آپ نے ناحق

دو۲ کارڈ ضائع کئے، دوسرے ہم لوگ بجز اس کارڈ کے جس پر آپ کو خط لکھ رہا ہوں کسی دوسرے کاغذ پر خط نہیں لکھتے، اس لئے آپ کا جوابی کارڈ تبرکاً رکھ کر اسپر آپ کو جواب لکھ رہا ہوں۔

مکرما! آجکل جو تغیرات عالم میں پیش ہیں ان پر بے تکلف مقولہ حضرت شیخ علیہ رحمہ کہ،

یاران فراموش کردند عشق

صادق آتا ہے لیکن حسب ارشاد قرآنی ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ۔ عالم میں ان حوادث کے ظاہر فرمانے سے حق سبحانہ تعالیٰ رحیم وکریم کی یہی حکمت ہوتی ہے کہ جو بندے دنیا اور معاصی میں منہمک ہیں ان کو تنبیہ ہو، اور دنیاوی خرافات سے ہٹ کر فکر آخرت کی طرف رجوع کریں اور دنیا کی محبت سے باز آئیں، سہ

انقلاباتِ جہاں واعظِ رب ہیں سُن لو ہر تغیر سے ندا آتی ہے فافہم فافہم

ان حوادثِ گوناگون کو دیکھ کر بھی اگر ہم کو تنبیہ نہ ہو تو پھر ہم سے زیادہ بدقسمت اور محروم کون ہوگا، ہم کو نظرِ عبرت سے اور غور سے ان کو دیکھنا چاہیے، اور ہمت اور استقلال کے ساتھ اس کی اطاعت میں کمربستہ ہو جانا چاہیئے اور جملہ معاصی سے متنفر اور یکسو ہونے میں کوشش کرنی چاہیئے اور دعاء توفیق میں مشغول رہنا چاہیئے، بندہ آپ کے لئے دعاءِ خیر کرتا ہے، آپ بھی دعاءِ خیر سے یاد رکھیں، آپ سے ہوسکے تو لاحول ولاقوۃ الا باللہ ولاملجا، ولامنجا من اللہ الا الیہ، تین تسبیح روزانہ باطمینان پڑھ لیا کریں، معلوم نہیں آپ حج کو گئے یا نہیں، خدا کرے آپ بامراد واپس ہو چکے ہوں، باقی سب خیریت ہے، والسلام، فقط سب رفقاء سب کو سلام فرماتے ہیں۔ مولوی رضا حسن صاحب کو معلوم ہو کہ مکرم رفیق مولوی سید نصرت حسین صاحب بماہِ ذیقعدہ مرض نمونیہ میں وفات پاچکے، انا للہ ولہ ما اخذ۔ ماللہ ۱۳۳۶ھ محمود حسن ۲۳۱۹

اس والانامہ کے اوپر حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی مدظلہٗ العالی کے ہاتھ سے ذیل کے دو شعر تحریر ہیں ؎

گفتن آن طوطی کہ آنجا طوطیاں چون بہ بینی کن زحال من بیان

کہ فلاں طوطی کہ مشتاق شما است از قضاء آسماں در حبس ما است

ان دونوں شعروں میں ساری داستان آگئی جس کی تفصیل کیلئے دفتر ناکافی ہے، شیخ الہندؒ کا ایک اور والانامہ بھی ملاحظہ ہو جو فوائد سے خالی نہیں۔

مکرم بندہ سلمکم اللہ تعالیٰ،

بندہ محمود سلام مسنون کے بعد ملتمس ہے، عنایت نامہ موصول ہوا حضرت رائے پوری رحمہ اللہ نے جو آپ کو تعلیم فرمایا، اس کو بالالتزام کرنا ضروری ہے، اگر طبیعت کاہلی کرے تو بالجبر اپنے معمولات کو پورا کرو، کسی وقت طبیعت نہ لگے تو بھی اپنے معمولات کو ناغہ مت ہونے دو، کسی وقت پریشانی زیادہ ہو تو غسل کرنا ٹھنڈے پانی سے مفید ہے، نیز پریشانی کے وقت اس دعا کو چند بار پڑھ لیا کرو۔

اللھم باعد بینی وبین خطایای کما باعدت بین المشرق والمغرب اللھم نقنی من الذنوب کما نقیت الثوب الابیض من الدنس اللھم اغسل خطایای بالماء والثلج والبرد۔

بالجملہ ہمت اور شوق سے کام کرو، اور کاہلی دفع کرنے میں جد وجہد سے کام لو، دعا بندہ بھی کرتا ہے، مولوی حسین احمد صاحب، مولوی عزیز گل صاحب سفر پر گئے ہیں۔ حافظ حبیب الرحمٰن صاحب کو سلام مسنون، والسلام۔

بندہ محمود دیوبند ۱۰ ذیقعدہ۔

یہ والانامہ مولوی عبد الغفور صاحب سیوہارہ کے نام ہے جو حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہیں، موصوف نے اپنے قلبی حالات حضرت شیخ الہندؒ کو تحریر کئے تھے

جواب میں یہ مکتوب گرامی شرف صدور رہوا۔ ناظرین خود انصاف فرمائیں گے کہ مولانا مدنی مدظلہٗ سلوک و تصوف میں بھی کس درجہ اپنے اساتذہ اور شیوخ بالخصوص حضرت شیخ الہندؒ کے نقش قدم پر ہیں، شیخ الہندؒ کے ان ہر دو والا ناموں سے یہ بات ظاہر ہے کہ سالک کی تربیت اور تعلیم میں وہی طریقہ اختیار فرمایا ہے جو فطرت کے قریب اور مزاجِ شریعت کے مطابق ہے، نہ کوئی فلسفیانہ تمہید ہے، نہ بو علی سینائی موشگافی بلکہ وہی کتاب و سنت کا آزمودہ نسخہ جو ایک ماہرِ فن ہی تجویز کر سکتا ہے، بتلایا جا رہا ہے مکتوبات شیخ الاسلام میں مدنی مطب کی یہ خوبی نمایاں ہے، جو پر تو ہے محمود و رشید اور حاجی صاحبؒ کا

(۱۰) حضرت شیخ الاسلام کا سیاسی مسلک وہی ہے، جو حاجی صاحبؒ، قطب گنگوہیؒ حجۃ الاسلام نانوتوی اور حضرت شیخ الہندؒ کا جانا بوجھا مذہب تھا، شیخ الاسلام متع اللہ المسلمین بطول بقائہٖ کی لازوال مسکراہٹ اور دلنواز بذلہ سنجی میں ایک گہرے غم کی تلخی بھی شامل ہے علم و عمل کے اس محشرستان میں حسین احمد کا دل خاموش مزار بنا ہوا ہے، کیونکہ آپ کا تعلق دنیا کے اس خاندان سے ہے جس کو بات اور انسانیت کہتے ہیں، مگر تاریخ کا یہ سب سے بڑا حادثہ ہے کہ ۱۹۴۷ء اور ۱۹۴۸ء کے درمیان ہندوستان میں مسلمانوں کی قیادت عظمیٰ کا دور کم و بیش اس دور سے مشابہت رکھتا ہے، جو یورپ میں ایک بے پناہ آمریت کا گذرا، اور قیادت عظمیٰ نے اپنی قیادت کی عظمتوں کا ایک مینار تعمیر کر لیا، لیکن دنیا کا آنے والا مورخ کس طرح اس حقیقت کو بھول جائے گا کہ پاکستان جب قیادت عظمیٰ کی کوششوں سے آباد اور آراستہ ہوا تو ساتھ ہی خود قائدِ اعظم کے ہم قوموں کے کروڑوں گھر بے چراغ اور کروڑوں دل ویران ہو گئے، اور راوی کے کنارے سے گنگا اور جمنا کے ساحل تک خون کی ندیاں بہ گئیں، ان کا تذکرہ ہی شرمناک ہے، حالانکہ آزادی ہند کی تاریخ شاہد ہے کہ مولانا مدنی ایک مخصوص فکر کے شاندار ترجمان ہیں، جو برطانوی سامراج کے خلاف ایک مستقل بغاوت بن کر آئے، ہندوستان، ملایا، انڈونیشیا، افغانستان، ایران، مصر، ٹیونس اور

الجزائر وغیرہ پر برطانوی استعمار غالب تھا، ان ملکوں اور قوموں کی طرف سے اگر واقعی کوئی فرض کفایہ بن سکتا تھا تو وہ مولانا مدنی ہی کی ذات تھی، اور بقول ایڈیٹر پیام مشرق دہلی یہ فرض اس طرح ادا ہوا کہ پیرانہ سالی کے باوجود اس مجاہد اعظم اس بطل جلیل کی ریڑھ کی ہڈی میں آج تک خفیف سا بھی خم پیدا نہ ہوا۔ انگریزوں نے ہندوستان میں مسلمانوں کے اقتدار کو للکارا تھا، اور حکومت مغلیہ کا خاتمہ دنیا کے چالیس پچاس کروڑ مسلمانوں سے زیادہ کے لئے اہم ترین واقعہ تھا، انگریز ہمارے طریقے، ہمارے فکر، ہماری معاشرت ہماری زبان بدلنا چاہتا تھا، اس سے لڑائی بالکل اصولی تھی، اور یہی وجہ تھی کہ علمائے کے ایک بیدار طبقہ نے جس کی رہنمائی کا شرف بعد کو حضرت شیخ الہندؒ اور ان کے شاگرد رشید مولانا حسین احمد مدنی کو حاصل ہوا۔ مولانا مدنی نے سوچا کہ برطانیہ جیسی قہرمان طاقت کا مقابلہ گنتی کے کچھ علماء نہیں کر سکتے بلکہ اس کیلئے مختلف فرقوں، مختلف جماعتوں کا ایک ہندوستان گیر و عالمگیر متحدہ محاذ قائم ہونا چاہیئے اور اگر یہ محاذ ہندوستان میں مضبوط ہوگیا تو برطانوی استعمار کی گرفت ایشیا میں" ڈھیلی پڑجائے گی۔ مولانا مدنی کے سامنے انتیس مسلمانوں کے چھین نیصدی حقوق کا معاملہ نہیں تھا، بلکہ استخلاص وطن یا ہندوستان کی آزادی کا معاملہ تھا۔ جو ایشیا اور افریقہ کی آزادی کا ایک بنیادی نکتہ ہو سکتا تھا، ایشیا میں مولانا مدنی کی وہ یکہ اور تنہا ذات تھی، جس کی نگاہ کا مرکزی نکتہ صرف انگریزی سامراج تھا، اور چاروں طرف سے آنکھیں بند کر کے انہوں نے انگریزوں اور صرف انگریزوں سے ٹکر لی، اور اس مقصد میں بڑی حد تک کامیابی ہوئی اور بیسویں صدی میں انگریزی سامراج کے دشمن مولانا مدنی ہوئے، نہ کہ نیادت عظمیٰ۔

ایک مجاہد جو اپنی زندگی کی آخری سانس تک مجاہد رہے گا، وہ مولانا مدنی ہیں جس کے خلوص کے آگے بڑے سے بڑے فرعون کی اکڑی ہوئی گردن جھک سکتی ہے، اس پیرانہ سالی کے باوجود اب بھی آپ کی آنکھوں میں ترک مجاہد کا عزم وارادہ کا خمار

پایا جاتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ معصوم بچہ ابھی ابھی نیند سے بیدار ہوا ہے اور بالکل شگفتہ ہے، "یہ مخصوص مقام اسی کو حاصل ہو سکتا ہے جو اپنے مشائخ اور اساتذہ کے علم و عمل اعتقاد و مذہب اور سیاسی مسلک میں بھرپور ہو اور جس کے لئے قدرت نے سلسلہ امدادیہ چشتیہ، صابریہ اور رشیدیہ کا خاتم ہونا لکھدیا ہو، مولانا مدنی کے علوم و فنون پر میرے جیسا طالب علم کیا خامہ فرسائی کر سکتا ہے، ہاں جن بزرگوں کو حق تھا اور ہے ان میں حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عاشق الٰہی مرحوم، مولانا سید اصغر حسین صاحب مرحوم کے تاثرات اور شہادتیں آپ کے محقق ہونے پر پیش کی جاتی ہیں اور بہت سی جلد اول میں اور جلد دوم کے حواشی میں آ چکی ہیں۔

(۱) مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی کو حضرت تھانویؒ ہدایت فرماتے ہیں۔

"کوئی مضمون دینی بدون ملاحظہ مولانا حسین احمد صاحب کے شائع نہ کیا جائے۔ حکیم الامت ۱۰۳

ایسی تحقیقات کیلئے مولانا حسین احمد صاحب، مولانا انور شاہ صاحب کیطرف توجہ دلاتا ہوں، ص ۱۳۳

(۲) مولانا حسین احمد صاحب کا درس حرم نبوی میں بحمداللہ بہت عروج پر ہے اور عزت و جاہ بھی حق تعالیٰ نے وہ عطا فرمایا ہے جو ہندی علماء کو کیا معنی یمنی و شامی بلکہ مدنی علماء کو بھی وہ بات حاصل نہیں، ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ۔ (تذکرۃ الرشید)

(۳) ۱۳۳۵ھ میں حضرت شیخ الہندؒ کے حلقہ درس میں دوسری مرتبہ جامع ترمذی اور صحیح بخاری شریف پڑھی، مولانا مدنی کی شرکت اور حسن سوال کی وجہ سے حضرت شیخ الہندؒ سبق میں وہ مضامین عالیہ بیان فرماتے تھے جن کو عام طور سے ہمیشہ درس میں ذکر فرمانے کی عادت نہیں تھی" (حیات شیخ الاسلام)

مگر ہمارے مخدوم مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی مدظلہ، جو اپنے بیتے ہوئے دن کی روداد رسالہ دارالعلوم میں شائع فرما رہے ہیں، جب آپ کا قلم حضرت مولانا مدنی پر پہنچا ہے تو اس طرح گذر گیا، گویا مولانا موصوف کوئی غیر دیوبندی بزرگ تھے ہمکو تعجب ہے حالانکہ ہ

علا عن المدح حتی مایزان بہ کانما المدح من مقدارہ یضع

ترجمہ:- مادحین کی مدح ان کے ہمرتبہ نہیں ہوسکتی، اس لئے کہ مدح ان کے رتبہ سے نیچے رہ جاتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ مولانا مدنی کے اوصاف میں اخلاق یعنی وہ حقوق جو باہم ایک دوسرے پر قانونی حیثیت سے فرض نہیں ہیں، مگر روح کی تکمیل اور معاشرت کی ترقی کے لئے ناگزیر ہیں، بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں اس میں استقامتِ عمل، حسن خلق، حسن معاملہ، عدل وانصاف جود وسخا، مہمان نوازی گداگری سے نفرت صدقہ سے پرہیز، عدم تشدد، عیب جوئی اور مداحی کی ناپسندیدگی، سادگی اور بے تکلفی، شرم وحیا، عزم واستقلال، راست گفتاری، ایفائے عہد، زہد وقناعت، عفو وحلم، دشمنوں سے درگذر، کفار اور مشرکین کے ساتھ برتاؤ، غریبوں کے ساتھ محبت، بچوں سے شفقت، رقیق القلبی، عیادت وتعزیت، لطف طبع، بڑوں کی تعظیم، علماء کی صحبت، اپنے نفس پر جبر، جاہلوں کو نصیحت، تواضع ومساوات ایثار، اخلاق کے وہ خط وخال ہیں، جو ایک شیخ طریقت میں صحیح طور پر موجود ہونے چاہئیں اور انسان کی اسی عملی سیرت کا دوسرا نام کتاب وسنت کی اصطلاح میں خلق ہے ایک شیخ وقت اور امام عصر جو وراثت ونیابتِ انبیاء کے مقام پر فائز ہوتا ہے، اگر اس کے اندر صداقت پاکدامنی، نماز کی پابندی، خدمت خلق، اور اہل قرابت کے حقوق کی ادائگی میں کمزوری پائی جائے، تو وہ شیخ کامل نہیں بلکہ ناقص ہے، یہی اوصاف صوفیاء قدیم کی زندگی کا لاینفک جزو ہیں، اور یہی چیز صحیح تصوف وسلوک اور متصوفین عہد قدیم وجدید میں ما بہ الامتیاز ہے، جو امام العصر اور شیخ الاسلام کا طغرائے امتیاز ہے ؎

درکفِ جام شریعت درکفِ سندان عشق ہر ہوسناکے نداند جام وسندان باختن

صوفیائے کرام اور اشاعت اسلام تاریخ سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ ترویج احکام شرعیہ اور توسیع اسلام کا کام ہندوستان میں علماء حق اور صوفیاء برحق ہی نے جس ہوشمندی اور جانفکاہی سے کیا ہے وہ ان کا مخصوص کارنامہ ہے، چنانچہ سندھ کے بعد شمالی ہندوستان

میں ارشاد و ہدایت کا سرچشمہ سب سے پہلے لاہور میں پھوٹا اور اولاً اس شہر میں جس بزرگ نے اشاعت اسلام کا کام شروع کیا وہ حضرت شیخ اسمٰعیل لاہوری تھے، آپ کے بارے میں علمائے ہند کے تذکروں میں لکھا ہے۔

"از عظمائے محدثین و مفسرین بود اول کسے است کہ علم تفسیر و حدیث بہ لاہور آوردہ ہزار ہا مردم در مجلس وعظ وے مشرف باسلام شدند، در سال چہار صد و ہشت ہجری در لاہور گذشت"

شیخ اسمٰعیل لاہوری سے پہلے بعض عربی کتابوں میں لاہور کے نو مسلم فقیر بابا رتن ہندی، بابا خاکی، بی بی پاکدامن کا ذکر ملتا ہے، حتیٰ کہ اول الذکر فقیر کے بارے میں صوفیہ کے علاوہ ابن حجرؒ جیسا محدث اسکی صحابیت کی طرف مائل ہے، حالانکہ ابن حجر کے علاوہ جملہ محدثین انکار صحبت کرتے ہیں نہ کہ انکار وجود، شیخ مجدالدین فیروزآبادی صاحب قاموس بچشم خود دیکھنا بیان فرماتے ہیں، اور صحابیت کے شدت سے بدلائل منکر ہیں اور یہی حق ہے، یہی صوفیاء کرام جن کا اسلامی نام علماء حق ہے، انہیں کی مساعی جلیلہ اور شیم جمیلہ سے لاہور، اجمیر، ملتان، دہلی، مالابار، گجرات، کچھ، بنگال، کشمیر وغیرہ کے گرد و نواح میں اسلام پھیلا، اور حسب بیان انڈین اسلام از ٹائی ٹس صوفیاء کی آمد اور مسلمانوں کی حکومت کے قیام سے ہندوستان کو بیش از بیش فائدے پہنچے جن کی تفصیل میں ہم پڑنا نہیں چاہتے کیونکہ خاک ہند کا چپہ چپہ اس صداقت کا گواہ ہے، اور سلسلۂ چشتیہ کے سرخیل سلطان الہند حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے سلسلہ کے متوسلین اور مریدین کے کارنامے رہتی دنیا تک یادگار رہیں گے، جنہوں نے جماعت سازی اور فرقہ بندی سے بہت بلند ہو کر اسلام کی ہمہ گیر تعلیم کو محدود نہیں کیا۔ بلکہ … مسلمانوں کی زندگی کے ہر ہر گوشہ کو اس سے منور کیا اور اعلاء کلمۃ الحق میں بلا خوف تو لائم اپنے کو ڈال کر باطل کا رخ موڑ دیا، اپنے کردار کی بلندی اور خلق نبوی کی طاقت سے لوہے کو

سوم، زہر کو تریاق، نفرت اور عداوت کو پریم ومحبت میں تبدیل کر دیا، صدیاں گزر گئیں، مگر آج بھی ہزاروں لاکھوں مخلوق الٰہی باوجود غیر مذہب ہونے کے انہیں بزرگوں کے آستانوں پر حاضری دیتی اور غیر معمولی ادب واحترام، عقیدت ونیازمندی سے پیش آتی ہے، چنانچہ تاریخ کا یہ مشہور واقعہ ہے کہ حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کے شہید کرنے والوں میں ۱۹ ہندو ریاستیں شریک تھیں لیکن باوجود اس کے آپ کی رحلت کے بعد وہی لوگ آپ کے مزار پر آپ کی صداقت، خلوص وللہیت کے اعتراف کیساتھ برابر حاضری دینے اور اب تک نذر عقیدت کے پھول چڑھانے میں دوسروں سے پیش پیش ہیں، صوفیاء کا قدیم مذہب صلح کل خدمت خلق، اور محبت مخلوق الٰہی پر مبنی تھا یہی وجہ ہے کہ جو ان کو کامیابی ہوئی آجتک دوسروں کو کامیابی نہ ہوسکی ؎

رقص وسرود میں ہے نہ بادہ کشی میں ہے لذت جو سوز ودرد غم عاشقی میں ہے

سلوک بالنبوت میں تصوف وسلوک کے بارے میں علماء رسوم اور ارباب ظاہر میں سے تغیر اور آمیزش بعض کو نام سے اور بعض کو کام سے نفرت ہے اس نفرت کی وجہ میں جہاں ان کی جہالت کو دخل ہے وہیں متصوفین کے کچھ کارنامے بھی ہیں جو قدیم صوفیاء سے بہت دور کر دیتے ہیں تفصیل کے لئے ہماری کتاب "دلائل السلوک" کا انتظار کرنا چاہیئے، جن لوگوں کو نام سے چڑھ ہے، ان کا کہنا ہے کہ تصوف کا لفظ غیر اسلامی ہے جو لغوی اور صرفی اعتبار سے نہ تو صفا اور صفہ سے مشتق ہے اور نہ اس کی کوئی صحیح تحقیق سمجھ میں آتی ہے، حالانکہ طوسی صاحب اللمع صاحب عوارف اور علامہ ابن خلدون وغیرہم کی تحقیق یہ ہے کہ اس لفظ کا اطلاق ان زاہدین اور عرفاء پر ہوتا ہے: جو صوف (اون) کے لباس زیادہ تر پہنا کرتے تھے اور اشتقاق لغوی پر ان کا یہ استدلال بالکل حق ہے اہل عربیت بولا کرتے ہیں، تصوف اذالبس الصوف جیسے کہا جاتا ہے، تقمص اذالبس القمیص"، صاف بات ہے کہ صوفی اسکو کہا جانے لگا جو عموماً حضرات انبیاء اور صحابہ

کی پیروی میں موٹے اور ادنی کپڑے پہنا کرتے تھے اور یہ بات عام طور پر تمام امتوں اور زبانوں میں جانی بوجھی حقیقت ہے کہ بہت سی اشیاء کے اسماء محض قاصی توافق کے بناپر بولے جاتے اور سمجھے جاتے ہیں، اسی بناپر متصوفین محض بلاد عربیہ اور حدود فارس ہی کے اندر صوف پوشی کی بناپر مشہور تھے، لیکن فارس کے اندر اور ترکستان اور ہند میں ان کا نام عدم صوف پوشی کی بناپر درویش اور فقراء تھا، حواریین حضرت عیسٰی وغیرہ اس استدلال حق کے موئد ہیں، نیز امام احمد کتاب زہد میں بسند صحیح روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام بالوں کا کپڑا پہنتے تھے، خواجہ حسن بصری کا قول ہے، کہ میں نے ستر بدری صحابیوں کو پایا کہ جن کا لباس صوف تھا اسکو فقیہ اور محدث ابوعبداللہ حسین شافعی نے مجمع الاحباب میں بروایت ابی نعیم اصفہانی بیان کیا ہے امام طحاوی مشکل الآثار میں بسند جید حضرت ابن مسعود سے روایت لکھتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام سابق میں صوف پہنتے تھے، ترمذی اور حاکم حضرت عائشہؓ سے روایت کرتی ہیں کہ آپ کے پاس جبہ صوف کا ہونا ثابت ہے، اور اسکی تصحیح بھی ترمذی نے کردی ہے، حتی کہ ابن ماجہ، بیہقی وغیرہ میں بھی صوف پوشی پر روایتیں موجود ہیں اسی کے ساتھ البذاذۃ من الایمان جس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے، سامنے رکھا جائے، جس کے معنی لباس میں تواضع شان ایمان میں سے ہے لگے ہاتھوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد "من رق ثوبہ رق دینہ" یعنی جس نے باریک کپڑے پہنے اسکا دینی احساس بھی کمزور ہو جاتا ہے بڑی ہی گہری نفسیات کی حکیمانہ غمازی ہے۔

عارف باللہ حضرت شاہ ولی اللہ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین میں آیت سورہ جمعہ ھوالذی بعث فی الامیین۔ الخ کی تشریح کے تحت ارشاد فرماتے ہیں:۔

علم احسان یعنی از قوالب عبادات بارواح آن و از صور طاعات بانوار آن ترقی نمودن و نام احسان امروز طریقت و معرفت است۔ عـــہ ۴۳

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں ۔

اما اتصاف شیخین بصفات کاملہ قلبیہ کہ آنرا در عرف زماں ما طریقت گویند از خوف و خشیت و محبت و فنا در مرضی خدا تعالیٰ و رسول او صلعم و تعظیم جانب خدا تعالیٰ و رسول او صلعم و نصیحت قرآن وایستادن نزدیک اوامر و نواہی او ورع و زہد و اعراض از دنیا و تقلل از معاش و مانند آن پس طریق اتم بود الخ۔ صـ۹۳ ۔

علم تصوف کو علم سلوک، علم اخلاق، علم حقائق، علم معاملہ علم اخلاص، علم قلوب علم معارف، علم اسرار اور علم اشارہ سے تعبیر اور موسوم کرتے ہیں، ملاحظہ ہو مجمع السلوک فلا مشاحۃ فی الاصطلاح ۔

پس حدیث جبرئیل جو بخاری میں ہے اس کے اندر احسان کو دین کہا گیا ہے اسلئے جو اسمار احسان کہ اوپر ذکر ہوئے ، سب کے سب علم دین ہیں اگرچہ اس کے اصطلاحی نام میں فرق ہے، لیکن مقصد اور روح ہر جگہ ایک ہی ہے ۔ ع

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی "

پس یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ صوفیار کرام کا اصلی موضوع شریعت کے اسرار اور طریقت و حقیقت کے مسائل کا بیان کرنا ہے، وہ یہ کہتے ہیں کہ شریعت علم ہے، طریقت عمل ہے، حقیقت عمل کا اثر ہے، یا مثلاً ایک شخص نے علم طب پڑھا یہ شریعت ہے، دوا استعمال کی یہ طریقت ہے، مرض سے افاقہ ہو گیا یہ حقیقت ہے، خلاصہ یہ نکلا کہ شریعت چار چیزوں کا نام ہے، اقرار زبانی، اعتقاد قلبی، تزکیہ اخلاق و اعمال، یعنی اوامر و نواہی، اسی تزکیہ اخلاق کے جو احکام شریعت میں مذکور ہیں انکا نام شریعت ہے، لیکن محض احکام کے جاننے سے تزکیۂ اخلاق نہیں ہوتا، علمار ظاہر اخلاق کی حقیقت و ماہیت سے بخوبی واقف ہوتے ہیں، لیکن خود ان کے اخلاق پاک نہیں ہوتے، یہ مرتبہ مجاہدات اور فنائے نفس سے حاصل ہوتا ہے، اور اسی کا نام

طریقت ہے، تعمیل فرائض اور اجتناب منہیات کا بھی یہی حال ہے، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ شریعت اور طریقت دو متناقض چیزیں نہیں، بلکہ دونوں میں جسم و جان، جسد و روح ظاہر و باطن، پوست و مغز کی نسبت ہے اور اسی علم و عمل کے مرکب کا نام تصوف ہے، حضرات صوفیہ کہتے ہیں کہ جس طرح علوم ظاہری کے سیکھنے کا ایک خاص طریقہ ہے، اسی طرح اس علم کا بھی پس یہ امر مسلم ہے کہ بہت سے مسائل علمی ایسے ہیں جنکو کسی خاص حکیم یا عالم نے دریافت کیا اور لوگ صرف انکی شہادت کی بنا پر ان مسائل کو تسلیم کرتے ہیں اسی قیاس پر جب ہزاروں بزرگ جنکے فضل و کمال، صدق و دیانت دقت نظر اور حدت ذہن سے کوئی انکار نہیں کر سکتا نہایت وثوق اور اذعان سے اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ علم باطن جو اس سے بالکل جداگانہ چیز ہے تو انکی شہادت پر کیوں نہ اعتبار کیا جائے سیکڑوں ایسے علماء گذرے ہیں جن کو علم باطن سے قطعاً انکار تھا، لیکن جب وہ اس کوچہ میں آئے اور خود ان پر وہ حالت طاری ہوی تو وہ سب سے زیادہ اس کے معترف بنگئے، اسکا انکار وہی کریگا جو پہلے درجے کا احمق اور جاہل ہوگا، مرزا غالب مولانا روم کے اس شعر پر سر دھنا کرتے تھے۔

بزیر کنگرۂ کبریاش مرد انند　　　فرشتہ صید و پیمبر شکار یزداں گیر

یہ جلال اور بلند آہنگی صوفیہ کے سوا کس کے کلام میں ہے؟۔

جن حضرات کو تصوف کے غیر اسلامی نام سے چڑ ہے انکی تسلی خاطر کیلئے اوپر کچھ عرض کر دیا گیا ہے، جو اہل دیانت کے لئے کافی ہے، البتہ تصوف کے کاموں سے نفرت کے سلسلہ میں ذرا کسی قدر تفصیل کی ضرورت ہے۔

اصل یہ ہے کہ تصوف کا لفظ اب مدت سے دو معنوں میں بولا جاتا ہے، ایک مذہبی تصوف اور دوسرا فلسفیانہ تصوف مذہبی تصوف سے مقصود مذہبی روح یعنی اخلاص، محبت، زہد تقویٰ، عبادت اور شریعت پر سنت نبوی کے مطابق عمل ہے اور اسی کا نام احسان ہے، پہلی اور دوسری صدی میں زہاد اور عباد اسی قسم کے تھے، عام مسلمانوں سے الگ انکے

کچھ خاص عقائد وخیالات نہ تھے، وہ فلسفے سے بھی ناآشنا تھے، وہ صرف قرآن اور حدیث سے توغل رکھتے تھے۔ اور روزہ، نماز، تلاوتِ قرآن اور نوافل انکا شب وروز کا شغل تھا اور اخلاصِ عمل اور خلق کی خدمت پر انکے ہاں سب سے زیادہ زور تھا۔ غرض پہلے تصوف کا مرکزِ خیال نبوت ہے، اور اس میں انبیاء کے احوال کی پیروی ہوتی ہے دوسرے تصوف یعنی فلسفیانہ تصوف میں فلاسفہ اور حکماء کے احوال کی پیروی کیجاتی ہے۔ فلسفیانہ خیالات کی وجہ سے تصوف کے اندر جو تحول اور تبدیلی ہوئی اس کا صحیح اندازہ کرنا ہے تو حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے خیالات دربارۂ توحید باری اور صانع عالم کے وجود پر غور فرمایا جائے کہ کس طرح ہر دو بزرگ استدلال اور استشہاد فرماتے ہیں، حضرت جنیدؒ اس طرح زمزمہ سنجِ معرفت ہیں۔

اول مایحتاج الیہ العبد من عقد الحکمۃ معرفۃ المصنوع صانعہ والمحدث کیف کان احداثہ فیعرف صفۃ الخالق من المخلوق وصفۃ القدیم من المحدث ویذل لدعوتہ ویعترف بوجوب طاعتہ فان لم یعرف مالکہ لم یعترف بالملک لمن استوجبہ (قشیریہ)

حضرت ذوالنونؒ۔

"ھو ان تعلم ان قدرۃ اللہ تعالیٰ فی الاشیاء بلا مزاج وصنعہ للاشیاء بلا علاج وعلۃ کل شیئ صنعہ ولا علۃ لصنعہ ولیس فی السموات العلی ولا فی الارضین السفلی مدبر غیر اللہ وکل ماتصور فی وھمک فاللہ بخلاف ذالک" (رسالہ قشیریہ)

ان دونوں استشہاد پر اگر اہلِ علم توجہ فرمائیں گے تو صاف ظاہر ہوجائیگا کہ ان دونوں کے طریقِ فکر اور طریقِ استدلال میں زمین آسمان کا فرق ہے، حضرت جنیدؒ فلسفی اور متکلم ثابت ہونگے حضرت ذوالنونؒ سیدھے سادے مومن اور مسلم نظر آئیں گے۔

شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے تذکرۃ الاولیاء میں شیخ ابوالحسن خرقانی المتوفی ۴۲۵ھ اور شیخ بوعلی سینا المتوفی ۴۲۸ھ کی باہمی ملاقات کے تذکرے کے بعد لکھتے ہیں:

"بعد ازاں طریقت (تصوف) بفلسفہ کشید چنانچہ معلوم ہست ۲۰۵ نصف ثانی نیز دبستانِ مذاہب کا مصنف فانی کشمیری المتوفی ۱۰۸۱ھ بھی اور علامہ ابن تیمیہؒ اور علامہ ابوریحان بیرونی وغیرہم کی یہی تحقیق ہے ، اسی فرق کو نہ کرنے بلکہ نہ سمجھنے کی بناپر نہ جانے کتنے خیالات ، عقائد اور رسمیات تصوف میں نہ صرف داخل بلکہ جان تصوف ہوگئیں اور اس کی نسبت بھی اسلامی سلوک و تصوف سے کیجانے لگی اور اس چیز کا اثر تصوف کے کاموں پر بھی پڑا اور ہر دور میں محققین صوفیہ نے اصلاح فرمائی ، مگر کچھ باتیں رہ بھی گئیں جنکا تصوف سے دور و قریب کا تعلق کبھی بھی نہیں رہا ، متاخرین میں حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ ان بے سروپا امور کی پردہ دری کرتے ہیں ۔

مدار کار طریقہ اکابر استقامت است کشف و کرامت ، وجد و سماع ، عرس و چراغان ، خلافت و شجرہ و کلاہ در سوم را ہیچ اعتبارے نیست در پیش کتاب و سنت ، آثار و احوال عرفی را قدرے و مقدارے نیست ۔

متقدمین اور متاخرین صوفیہ میں جن حضرات نے نماز ، روزہ ، حج وغیرہ کو دین سمجھا اسیطرح انسانی تمدن و سیاست ، معیشت ، عدالت اور ایسے دوسرے امور دنیا کو بھی دین سمجھا جس پر سوسائٹی کا نظام اور ملک کا انتظام چلایا جاتا ہے اور جنہوں نے صرف عام مذہبی معنوں میں خدائے واحد کی عبادت کرانے اور محض چند مخصوص عقائد کی پابندی ہی کو سلوک اور تصوف یقین کرلیا اس کا اثر صوفیا کی زندگی پر پڑکر رہا ، ازدین کے قیام کی سعی اور جد و جہد ان بدن کمزور ہونا شروع ہوگئی اور اعلائے کلمۃ اللہ جو مجاہدین متقین اور صوفیائے کرام کا نصب العین تھا یکسر ختم ہوکر ہر دور میں مسلمانوں کی راہ میں سنگ گراں حائل ہوگیا ، اور جہاد جو فرائض دینیہ میں سب سے اہم مقام رکھتا تھا ، اس کی کسی قسم کو ان حضرات نے اپنے تصوف و سلوک کا جز بننا گوارا نہ کیا کیونکہ یہ چیزیں ان کی راہبانہ زندگی کے منافی تھیں خدمت خلق کا جذبہ چند رسمی طور و طریقے میں منحصر ہوچکا تھا اور عبادت کا ہمہ گیر تصور چند نوافل اور واجبات کے اندر سمٹ کر رہ گیا

اور اوراد و وظائف ہی کے ذریعہ سارے مدارج و مقامات طے ہونا انکا منتہائے نظر اور مبلغ تحقیق قرار پا چکا تھا، ان متصوفین کے سامنے سے صدر اول بالخصوص خلفائے راشدین کے واقعات یا تو فراموش ہو چکے تھے یا ان کے اندر من مانی تاویلات باردہ اور توجیہات رکیکہ عین دین کی خدمت بن چکا تھا، حالانکہ صحابۂ کرامؓ کی زندگی کا نقشہ یہ تھا کہ دین کی اشاعت میں محض خدا کی رضا، خدمت خلق انکا نصب العین تھا، ذکر اللہ اور محاسبۂ نفس کو پیش نظر رکھتے ہوئے جزیرہ نمائے عرب سے نکلکر اپنی باطل شکن روحانی قوت اور صداقت شعاری سے دنیا کے گوشہ گوشہ میں دین کو پہنچایا اور خوف الٰہی میں روتے ہوئے راتیں گذار دیں، اور "حب الدنیا راس کل خطیئۃ" کے فلسفہ کو اچھی طرح سمجھ کر دنیا کو یہ پیغام دیدیا تھا کہ خاموشی، سکون، خلوت نشینی اور منفردانہ زندگی اسلام نہیں ہے، اسلام جد و جہد سعی و عمل اور سرگرمی ہے۔ وہ موت نہیں وہ حیات ہے، وہ سراپا جہاد اور مجاہدہ ہے لیکن خلوت میں بیٹھ کر نہیں بلکہ میدانوں میں نکل کر، مگر ان کی یہ پاک زندگی جو بنیاد اور اساس دین اور تصوف و سلوک کی روح تھی، دوسری صدی کے بعد سے کمزور ہونا شروع ہوئی اور تصوف کے اندر تبدیلی شروع ہو گئی۔

بغداد کا واقعہ ہے جس کو غالباً صاحب بحر ذخار نے لکھا ہے کہ حضرت جنیدؒ کے زمانہ میں کرخ کے اندر ایک جماعت صوفیوں کی آئی اور اپنے ہو حق سے بغداد کے اندر کافی شہرت حاصل کر لی اور عوام جوق در جوق خدمت میں باریاب ہوتے رہے، یہ خبر حضرت جنیدؒ المتوفی ۲۵۸ھ کو بھی پہنچائی گئی کہ بڑے مرتبہ اور مشرب تصوف کے مخصوص عرفاء آئے ہوئے ہیں، حضرت بھی تشریف لے چلیں آپ نے حضرت شبلیؒ کو تحقیق حال کیلئے بھیجا، حضرت شبلیؒ گئے اور دور و قریب سے گھس بیٹھکر مشاہدہ کیا اور حضرت جنیدؒ کی بارگاہ عالی مرتبت میں عربی کا ایک شعر پڑھا جو کتاب میں غلط تحریر ہو چکا ہے مفہوم اس کا یہ ہے کہ میں نے اس جماعت کو اندر و باہر سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ خیمہ لیلی کا ہے اسکی طنابیں لیلی کی ہیں رنگ ڈھنگ لیلی کا ہے مگر لیلی خود اسکے اندر نہیں ہے، حضرت جنیدؒ نے انا للہ پڑھا اور جانے کا ارادہ فسخ کر دیا۔

اسی زمانہ میں تصوف کا اور صوفیوں کا یہ حال ہو چکا تھا اور خود صوفیار کرام کو یہ کہنا پڑ گیا تھا ۔

اہل التصوف قد مضوا　　صار التصوف مخـرقہ

چنانچہ پانچویں صدی ہجری کا قصہ ہے جس کو شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے عوارف میں ظاہر فرمایا ہے ۔ کہ بعض صالحین نے اپنے بھائیوں اور دوستوں کو خط کے ذریعہ جہاد کے لئے آمادہ کرنا چاہا تو صوفی صاحب نے اپنی راہبانہ ذہنیت کا ثبوت دیا اور علمار حق نے مجاہدانہ روش اختیار کی ، اہل علم ذیل کی عبارت سے خود فیصلہ کریں ، خط ملاحظہ ہو ۔

یا اخی کل الثغور مجمعة لی فی بیت واحد و الباب علی مردود فکتب الیہ اخوہ لو کان الناس کلھم ۔ لزموا ما لزمته اختلت امور المسلمین و غلب الکفار فلا بد من الغزو والجہاد) فکتب الیہ الصوفی یا اخی لو لزم الناس ما انا علیہ و قالوا فی زوایاھم علی سجادا تھم اللہ اکبر انھدام سور قسطنطنیہ)

اس تبدیلی کا یہ اثر ہوا کہ اسلامی حمیت ، شجاعت و بسالت ، غلو فی العبادۃ اور نوافل کی کثرت اور جہاد سے نفرت میں بدل گئی اور بعض فلسفیانہ نظریات وغیرہ کی ترویج و اشاعت ہی تصوف اور وہ بھی شاہانہ تصوف سے تعبیر کی جانے لگی اور پھر تصوف ایک اجنبی چیز بن کر رہ گیا جس کا نہ اسلام سے کوئی تعلق ہوا اور نہ رشتہ و ناتہ ، اسی بنا پر حنابلہ نے تصوف کی کتنی کتابوں کو نذر آتش کر دیا اور اصحاب تصوف کے طور و طریق سے بیزاری ظاہر کی اور اس کے مناہج اور طریق پر سخت نکتہ چینی کی ، بلکہ حسب تصریح مستشرق جبور عبدالنور کے کہ ابن تیمیہؒ نے ایک دوسری راہ سے تصوف پر نکتہ چینی کی اور اس کی جائز حمایت بھی ، اور یہ انکشاف فرمایا کہ کتب تصوف میں جو فقر کا ذکر آیا ہے وہ مسیحی تعلیم سے ماخوذ ہے ، کیونکہ قرآن میں یہ لفظ اس مفہوم میں کہیں نہیں آیا ہے ۔ البتہ لفظ زہد ایک ایسا لفظ ہے جس کا ماخذ کتاب و سنت میں بھی موجود ہے اور مفہوم بھی اہل تصوف کے منشا کے مطابق ہے ۔

ابھی باقی لگے حضرت محی الدین ابن عربی المعروف بشیخ اکبر المتوفی ۶۳۸ھ جن کے بارے میں

نادانوں نے بڑی غلط فہمی پھیلا رکھی ہے، جب ہم شیخ کی زندگی کو سامنے رکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو مخلوق الہی کے ساتھ کس درجہ ہمدردی اور مسلمانوں کی اصلاح و فلاح کا کس قدر خیال تھا، سلطان صلاح الدین ایوبی کے صاحبزادے حلب کے بادشاہ ملک ظاہر غازی کو آپ نے ۱۸ النصائح تحریر فرمائے جس کو اس نے منظور کر لیا۔

روم ایشیائے کوچک کے سلطان عزالدین کیکاؤس کے جواب میں ایک منظوم مکتوب لکھا جس کا یہ شعر مدعا کے لئے کافی ہے۔

اریدارى دين النبى محمداً یقام و دین المبطلین یزول

مفہوم یہ ہے کہ دین محمدی قائم ہو اور سارے ادیان باطلہ مٹ جائیں۔

اسی بادشاہ کے کسی نائب السلطنت کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں۔

لکم نائب فی الامر اصبح ملحداً واضحی لاھل الدین یقطعھم قطعاً

یعنی تمہاری حکومت میں تمہارا نائب بے دین ہو گیا ہو ارباب دین کو اسنے ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھدیا ہے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جب شیخ اندلس سے روانہ ہو کر جبل الطارق کی آبنائے سبتہ نامی شہر میں آئے تو ایک صوفی سے مکالمہ ہوا، آخر میں درویش نے کہا کہ میاں ایسا آدمی ذلیل ہو جاتا ہے جس کی اعانت کوئی ظالم نہ کرے، شیخ نے فرمایا جی ہاں ایسا بادشاہ بھی گمراہ ہو جاتا ہے جس کی رہنمائی کوئی عالم نہ کرے، صوفی صاحب نے فرمایا نرمی نرمی: شیخ نے فرمایا کہ جب تک اصل پونجی پر آنچ نہ آئے، یعنی دین محفوظ ہو۔ صوفی صحیح کہتے ہو زملاحظہ ہو معارف) اس طرح کے بیسیوں واقعات ہیں کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ابتدائے صوفیا کے دو گروہ ہو گئے تھے ایک کا مقصد محض گوشہ میں بیٹھ کر تعلیم و تعلم اور مخصوص قسم کے لوگوں کو تیار کرنا تھا اور ایک جماعت کا منتہائے نظر تصوف و سلوک کی اس روح کو باقی رکھنا تھا جو احسان کے اندر شارع نے ودیعت فرمائی تھی شیخ اکبر انہیں بزرگوں میں سے تھے جن کا مطمح زندگی خدمت خلق اور اعلاء کلمۃ الحق عند السلطان جائر تھا۔ ابن عربی

کے متعلق بہت غلط فہمیاں بعض اہل علم میں بھی پیدا ہوگئی ہیں جن کو ہم نے اپنی کتاب ..... دلائل السلوک میں صاف کر دیا ہے، وہی ہمارے اصلی مخاطب ہیں نہ کہ مودودی جماعت کے نام نہاد رسمی مولوی۔

واقعات مذکورہ کو سامنے رکھتے ہوئے یہ نتیجہ آسانی سے نکل آتا ہے کہ صوفیا رکرام کی نگاہیں بادشاہوں کے تخت اور حکومتوں کے اس طرز عمل پر بھی رہتی تھیں جن کا اثر اس پیغام پر پڑتا تھا جسے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان بزرگوں نے وراثتاً پایا تھا ہر قسم کے مصائب اور آفات کا مقابلہ کرتے ہوئے انہیں صوفیا نے اس پیغام کی اصلی روح کو ایک نسل سے دوسری نسل تک پہونچایا اور ہر دور میں ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں رہی، جن کا خلوت اور عزلت کے نام پر تن آسانی شیوہ ہوگیا تھا، اسی کے ساتھ ایسے صاحب عزیمت بزرگ بھی ہر زمانہ میں رہے جنہوں نے عزلت اور خلوت کے باوجود ایک لمحہ کے لئے تن آسانی کو اپنی بارگاہ کی ہوا لگنے نہیں دی انہیں میں سے اس دور تصوف و سلوک کے آخری سرخیل سلسلہ امدادیہ چشتیہ صابریہ کے خاتم اور حضرت خواجہ اجمیری رح کے بواسطہ شاگرد و مرید حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی مدظلہ کی ذات گرامی اپنے گوناگون کمالات اور اپنی سیاسی مذہبی خدمات کے لحاظ سے ان بزرگوں میں ہیں جن کی مساعی سے اسلام ہند میں جنم لیکر صدیوں پھولتا رہا، چنانچہ مشائخ کرام اور اسلاف کا یہ سچا جانشین آج بھی اپنی پیرانہ سالی اور شبانہ روز مشاغل علمیہ کے باوجود مسلمانوں کی اصلاح حال اور تزکیہ نفوس کی جانب ہمہ تن متوجہ ہے، ایک طرف دار الحدیث میں قال اللہ اور قال الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے طالبان علوم دین کو بہرہ ور کرتا ہے تو دوسری طرف حال رسول کے سرچشمہ سے تشنگان معرفت کو آب حیات پلاتا ہے اور نامساعد حالات سے سینہ سپر ہوکر اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کر رہا ہے۔

جو ڈٹ گئے قہری دوراں کے مقابل اے دوست مرد کامل ہے کہ جو سینہ سپر آج بھی ہے

حضرت مولانا مدنی کی زندگی نمونہ ہے، حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کی زندگی کا، جو لوگ جانتے ہیں وہ جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جس طرح امام صاحب کے علم وزہد نے دین وملت کی سیاسی ضرورتوں سے ان کو بے حس بناکر نہیں چھوڑا تھا، بلکہ حلقۂ درس اور تسبیح ومصلی کے ساتھ آپ کی نگاہیں کسی اور طرف بھی رہا کرتی تھیں اسی طرح آج جس کو اس صداقت میں کوئی شبہ ہو وہ مولانا کی اسّی سالہ زندگی میں سلف صالحین کی سچی، جیتی اور جاگتی تصویر آکر دیکھے اور مشاہدہ کرے انشاء اللہ یہ کہنے پر مجبور ہوجائیگا۔

سیاست را نقاب چہرہ کردی دگرنہ عاشق مستانہ بودی

حضرت مولانا مدنی مدظلہ العالی اپنے پیشرو مجاہدین کی صف میں جو علو وسربلندی اور عزیمت رکھتے ہیں اس کا انکار وہی کرسکتا ہے جس کے جسم کے اندر سر تو ہے مگر وہ عقل وخرد سے خالی ہے اس روشن ضمیر پیر مرد نے ہر دور میں اپنی طاقت کے مطابق مسلمانوں کی خدمت کی اور مسلمانوں نے اپنی طاقت کا جتنا سرمایہ اس کے سپرد کیا تھا اس مجاہد جلیل نے اسے مسلمانوں کی زندگی کے ہر محاذ پر لگا دیا، نادان لوگ یہ تو کرسکتے ہیں کہ آپ کی خدمات کا انکار کردیں مگر چار کروڑ انسانوں کی تباہی کے ویرانے کو گلستان بنا دینا بہت مشکل ہے ایک فوج کا بنانا آسان ہے مگر ایک قوم کی فرقہ پرستی کے طوفان کے تیز دھارے کے سامنے کھڑا ہو جانا اور طوفان کا منہ پھیر دینا مذاق نہیں ہے، ملک کی تقسیم کے بعد پنجاب میں چالیس لاکھ تلواریں یوپی کے مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لئے بڑھ رہی تھیں، ایسے نازک وقت میں مولانا مدنی سہارنپور پہونچے یہ وقت وہ تھا جب مسلمانوں کے لاشے سڑکوں پر تڑپ رہے تھے ریلوں میں قتل جاری تھا، اور نام ونہاد بدعتی مولوی اور جماعت اسلامی کے نوخیز بچے اور مالا جپنے والے صوفی اپنی چارپائیوں کے نیچے چھپے ہوئے تصوف وسلوک کے مقامات طے کر رہے تھے، ٹھیک اس وقت مولانا مدنی نے حکومت یوپی کو چیلنج دیا، مولانا نے ینتھ کے منہ پر فرمایا مسلمانوں کے

متعلق آپ کے دل میں کیا ہے؟ آج آپ بھی اپنے دل کی بات کہہ دیجئے، میں بھی اپنے دل کی بات مسلمانوں سے کہہ دوں آخری فیصلہ ہو جائے، یہ چیلنج حکومت یو پی کے لئے کافی ہوا اس طرح یو پی کے مسلمان قتل عام سے بچ گئے۔ اسیطرح دہلی میں حضرت مولانا آزاد مولانا حفظ الرحمٰن اپنی تاریخی قربانیوں کا سرمایہ جھونک نہ دیتے تو آج دہلی کا نقشہ اور ہوتا بس اے مسلمانوں اپنے ان ستونوں کو گرنے نہ دو اور مولانا مدنی کی عالمگیر روحانیت سے پورا پورا فائدہ اٹھاؤ۔ اور خود کو اللہ کے حوالہ کرکے قرآن کی بولی میں وہ زندگی حاصل کرو جسکا نام حیاۃً طیبۃً ہے ساتھ ہی اس نکتہ کو ملحوظ رکھو کہ انبیاء علیہم السلام کی جنگ جن میں اللہ والے شریک ہوں وہ قطعاً خدائی جنگ ہے اور اس شبہ کی ذرا گنجائش نہیں کہ یہ جنگ صحیح ہے یا نہیں؛ بلکہ خالص خدا پرستی اور اعلاء کلمۃ الحق اس جہاد وستیز کا زریں عنوان ہے۔ مگر ان تمام باتوں کے باوجود انبیاء اور اولیاء کی سیرت اور کردار کی رفعت کا یہ حال اور مقام ہے کہ زبان سے یہی نکلتا ہے۔ ربنا اغفر لنا ذنوبنا واسرافنا فی امرنا۔ آج جو حضرات دماغی اور قلمی عیاشی کے خوگر ہیں کیا انہیں بھول کر بھی اپنی مذہبی سیاسی جدوجہد کی کمزوری اور غلطی کا کبھی بھی احساس ہوتا ہے، اور اپنی ہی شامتِ اعمال کا تصویر سامنے آتا ہے؛ آؤ میں تمہیں اللہ کا ایک بندہ ایسا بھی بتاؤں جس کی آہ نیم شبی فرش خاکی سے اٹھ کر عرش عالی تک پہنچتی ہے، دنیا سوتی ہے اور یہ اللہ کا بندہ غیر معمولی کیف ومستی اور بیخودی ووارفتگی کے عالم میں انتہائی سوز وگداز کے ساتھ اپنی کمزوری اور تقصیرات پر روتا اور مناجات میں امت محمدی کے لئے دعائیں کرتا مغفرت اور نجات کے لئے الحاح وزاری میں کوئی کور کسر باقی نہیں رکھتا ہے، حضرت مولانا مدنی کی ان کیفیات کا وہ نقشہ آنکھوں نے دیکھا، جس کا تصور بھی کسی کو شاید بہت کم ہوا ہو، ناچیز کو بھی اس کا موقع اب تک ۲-۳ بار مبارکپور وغیرہ میں سحر خیزی کے صدقہ میں حضرت کی لاعلمی اور سیر الی اللہ وفی اللہ ومن اللہ وسیر باللہ کے سلسلہ میں حاصل ہوا۔ فللہ الحمد والمنۃ۔

اللہ والوں کی راز و نیاز کی باتوں میں خیر خواہی بنی نوع انسان کا جو مقام ہے وہ علمار رسوم اور ارباب ظاہر کی دنیا سے ورار الورا ہے، بھلا یہ چیز کسی کے تصور میں بھی آسکتی ہے ؟ ؎

چہ بودے کہ دوزخ زمن پر شدے   مگر دیگراں را رہائی شدے

ہاں علمار حق اور صوفیار برحق جن میں ہمارے حضرت شیخ مدنی متع اللہ المسلمین بطول بقاؔ اپنے اساتذہ اور مشائخ کے سچے جانشین اور وراثت و نیابت انبیار کے مقام پر فائز اور مسلمانوں کی سب سے بڑی متاع گرانمایہ ہیں، متاخرین میں ہماری نظر سے کوئی نہیں گذرا واللہ علی مانقول وکیل

مقدمہ مکتوبات جلد دوم : پہلی جلد کے بعد سے میرا یہ خیال ہوا کہ آئندہ جلدوں پر مقدمات ہندوستان کے مشہور اہل علم اور صاحب نسبت بزرگوں سے لکھواؤں تاکہ تنوع خطوط کیساتھ ہر ایک کے تاثرات میں بھی جدت اور تنوع ہو، اس طرح حضرت مولانا مدنی مدظلہ العالی کے کمال و جمال کے مختلف گوشے اور علم و عمل، سیاست اور مذہب کے مخفی پہلو سب سامنے آجائینگے، چنانچہ اس کام کیلئے میری نگاہ دو ندوی بزرگوں پر جاکر رک گئی، ان میں سے ایک ملک کے مشہور عالم اور محتاط مصنف ہمارے مخدوم حضرت علامہ سید سلیمان ندوی تھے اور دوسرے ہمارے محب کرم مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ہیں۔

حضرت سید صاحبؒ اپنے ۲۰ نومبر ۵۲ء کے والا نامہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

برادرم حفظکم اللہ تعالیٰ   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ....

"مکتوبات پر مقدمہ لکھنے کی اہلیت تو نہیں، البتہ چند سطریں لکھی جاسکتی ہیں، ضرور لکھوں گا۔

(سید سلیمان ندوی)

مولانا ابوالحسن علی صاحب اپنے ۸ دسمبر ۵۲ء کے والا نامہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

محب محترم   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

جس سعادت کے لئے آپ نے اس نااہل کا انتخاب فرمایا ہے.... میں اس کو عمل خیر سمجھ کر انجام دوں گا...... : والسلام علی

آہ اول الذکر مخدوم کی وفات حسرت آیات سے علم و تحقیق کی ایک ایسی مسند خالی ہوگئی جو شاید خالی ہی رہ جائے، انا للہ وانا الیہ راجعون، جاننے والے جانتے ہیں کہ ندوۃ العلماء ایک مخصوص تحریک علمی لیکر اٹھا تھا، تاکہ جدید و قدیم کے سنگم سے ایسے اہل علم پیدا کئے جائیں جو علم و تحقیق کے ساتھ یورپ کے الحاد و زندقہ اور ایشا کی اشتراکیت کا مقابلہ سلوک و احسان کی اس روح سے بھرپور ہو کر کریں، جو مقصود اسلام اور کمال انسانیت ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ مولانا ابوالحسن علی اور علامہ ندوی دونوں ہی ندوہ کے ایسے نمونہ بنکر نکلے جو ندوی علماء کے تعارف سے بے نیاز کر دیتے ہیں، مولانا ابوالحسن علی کا جلد دوم پر مقدمہ آپ حضرات کے سامنے ہے، جو اپنی جامعیت کے اعتبار سے مولانا مدنی کی ایک مختصر سوانح حیات ہے، جسکی تفصیل آئندہ سوانح نگار کا فرض ہے، کہ وہ اسی روشنی میں شیخ الاسلام سے دنیا کو آشنا کرائے، ہم مولانا ندوی کے تہ دل سے شکر گزار ہیں، ساتھ ہی امید وار ہیں کہ وہ اپنی علمی صلاحیتوں اور عملی خدمات کے ذریعہ حضرت سید صاحبؒ کی خالی جگہ کو پُر کرنے اور انکے چھوٹے ہوئے کاموں کے پورا کرنے کی طرف خصوصی توجہ فرمائیں گے اور سید صاحبؒ کے انتقال سے جو علمی نقصان ہوا ہے اور دار المصنفین اعظم گڈھ کی علمی ساکھ ختم ہو چکی ہے اس کو واپس لانے کی سعی سے دریغ نہ فرمائیں گے، وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

بزرگوں اور احباب کا شکریہ مکتوبات شیخ الاسلام کی اشاعت میں جن احباب اور اکابر نے حصہ لیا ہے ان میں حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب، حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب دینی بھائی حضرت مولانا اسعد صاحب، خلف الصدق حضرت مدنی، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مئو اعظم گڈھ، مولانا حاجی احمد حسین صاحب لاہر پور، مولانا فخر الدین صاحب گیا، مولانا عبد الحمید صاحب اعظمی۔ مولانا عبد الجبار صاحب بنارسی، حکیم اعظمی صاحب بمبئی، مولانا طاہر صاحب کلکتہ، مولانا ابوسعید صاحب ملتان۔ مولانا حامد میاں صاحب سلمہٗ، مولانا شمس الدین صاحب مبارکپور حاجی ولی محمد صاحب جون پور، بابو سراج الحق صاحب سید معاری، حضرت مولانا قاری

اصغر علی صاحب دیو بند؛ غیرہم کے اسمار گرامی انشاء اللہ العزیز رہتی دنیا تک یادگار رہیں گے خصوصاً اول الذکر بزرگ کی محبت اگر میرے شریک حال نہ ہوتی تو یہ جلد ابھی شائع نہ ہوسکتی، اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے اور آیندہ جلدوں کی اشاعت کی توفیق بخشے، آمین۔ آخر میں قارئین سے یہ کہتا ہوا رخصت ہوتا ہوں ؎

زریں کتاب پریشاں نہ بینی از ترتیب
عجب مدار کہ چوں حال من پریشان است

والسلام

ننگ حیات.......... نجم الدین اصلاحی کان اللہ لہٗ

رجب ۱۳۷۳ھ
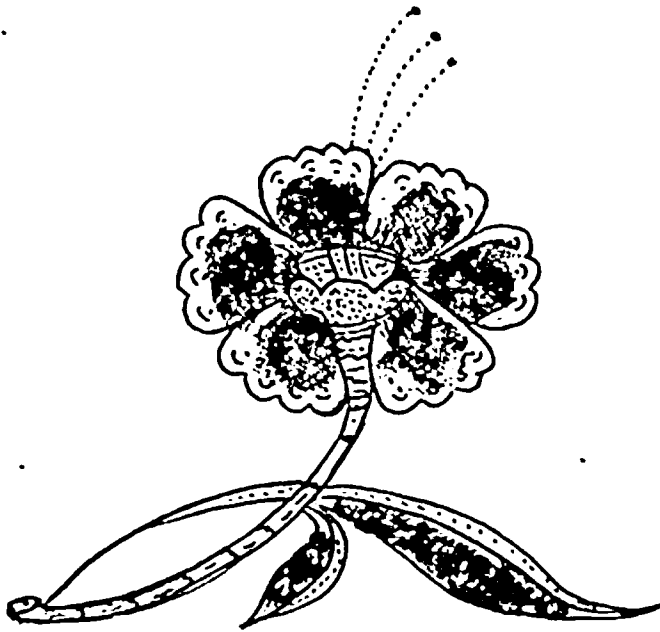
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ و تعارف

(مولانا سید ابو الحسن علی مد ظلہٗ کے تاثرات)

کسی صاحبِ کمال ہستی کے کمالات و خصوصیات شخصیت وصفات کا تعارف کرانا اہلِ نظر کا کام ہے لیکن کسی صاحبِ کمال شخصیت کے متعلق اپنے ذاتی مشاہدات، نقوش و تاثرات کے اظہار کے لئے خود صاحبِ کمال اور صاحبِ نظر ہونا قطعاً ضروری نہیں، ایک دیہاتی اور ایک مبتدی طالب علم بھی بڑے سے بڑے شخص کے متعلق اپنے تاثرات بیان کرسکتا ہے اور ایک مبصر، مورخ اور سوانح نگار اس سے بعض ایسے بے تکلف حقائق اور واقعات اخذ کرسکتا ہے جو نامور معاصرین اور پرجوش معتقدین کے بیانات میں بعض اوقات نہیں ملتے۔

۳۲ء کی بات ہے لکھنؤ کی مشہور سفید بارہ دری میں آل پارٹیز کانفرنس ہو رہی تھی، اور نہرو رپورٹ پیش تھی، شب کی نشست میں مرحوم تصدق احمد خاں شروانی نے کسی تجویز پر تقریر کی اور اسمیں کچھ اعداد و شمار پیش کئے، ان کی تقریر کے بعد ایک بزرگ کھڑے ہوئے، جبہ و دستار میں ملبوس، عربی مسلح اور ہندوستانی عمامہ، لیکن عجیب بات یہ کہ شروانی مرحوم دجو ایک کہنہ مشق سیاسی لیڈر تھے، کے پیش کردہ بعض اعداد و شمار کی تصحیح فرمائی، متجسس نگاہوں کا جواب تھا۔ "مولانا حسین احمد مدنی"

اس کے بعد دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ایک جلسہ میں جو طلبہ کے درس قرآن کی تکمیل کی تقریب و مسرت میں منعقد ہوا تھا، مولانا کو خالص دینی و علمی تقریر کرتے سنا جسمیں آپ نے قرآن کے فضائل

وآداب بیان کئے اور اس کی توجیہ فرمائی، کہ بعض فرقوں کو قرآن مجید کیوں یاد نہیں ہوتا نیز قدیم نصاب درس میں معقولات کی زیادتی اور قرآن مجید کے درس و مطالعہ کی کمی اور اس کی حق تلفی پر تنقید فرمائی ایک دوبار لاہور کی طالب علمی کے زمانہ میں مولانا کی حج سے واپسی کے موقع پر زیارت کی، حافظہ پر زور ڈالا، تو یہی ابتدائی نقوش ابھرے ایک سبزہ آغاز طالب العلم جس نے عقیدت و ارادت کے حلقہ سے دور نشو و نما پایا ہو، اور سیاسی میدان سے نہ فطری مناسبت رکھتا ہو نہ طبعی وہ ایک نامور عالم اور ایک معروف خادم قوم کی زیارت و دید سے اتنا ہی مشرف اور سعادت اندوز ہو سکتا ہے۔

۱۳۰۳ء سے ہمارا مکان لکھنؤ میں مولانا کی مستقل قیام گاہ قرار پایا، راقم سطور کے برادر معظم حکیم ڈاکٹر مولوی سید عبد العلی صاحب ؒ ظلہ دار العلوم دیوبند کے فارغ التحصیل اور شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ رشید ہیں، حضرت سید احمد شہیدؒ سے نسبت خاندانی کی بدولت بزرگان دیوبند اس خاندان کے افراد سے ہمیشہ سے محبت و شفقت و یگانگت کا معاملہ کرتے رہے، بھائی صاحب جب تک دیوبند رہے شیخ الہندؒ کے الطاف و عنایات سے سرفراز رہے بیعت و ارادت کا اگر کبھی خیال آتا تو نظر حضرت ہی کی طرف جاتی، ابھی اس ارادہ کی تکمیل نہیں ہونے پائی تھی، کہ حجاز کا سفر اور مالٹا کی منزل پیش آگئی، واپسی میں بھی اس کا موقع نہیں مل سکا، اب اس ارادہ کی تکمیل اس سے ہوئی، جس کو حضرت کے بہت سے ارادوں کی تکمیل کرنی تھی لکھنؤ بہت سے اسباب و خصوصیات کی بناء پر قومی و سیاسی تحریکوں کا ایک بڑا غالباً سب سے بڑا مرکز تھا کانگریس سے لے کر معمولی کمیٹیوں اور سیاسی انجمنوں کے اجلاس لکھنؤ میں ہوتے تھے، اور مولانا کو اکثر ان میں شرکت کرنی ہوتی تھی، سیاسی انہماک کانگریس کے جلسوں اور کانفرنسوں کی ہمہ وقت شرکت بھی کبھی مولانا کے مزاج، افتاد طبع اور معمولات میں فرق نہیں پیدا کر سکی سیاسی رہنماؤں اور مندوبین کی قیامگاہ لکھنؤ میں عموماً بڑے ہوٹل قیصر باغ کے پرانے محلات یا امراء کی کوٹھیاں ہوتی تھیں، مولانا کو اس ماحول سے کبھی مناسبت نہیں رہی، انکو ایک سادہ

بے تکلف، مخلصانہ قیامگاہ جہاں سے مسجد قریب ہو اور جہاں معمولات آسانی سے پورے ہو سکتے ہوں، اور جہاں رہنے اور کھانے میں تکلفات نہ ہوں، ہزار درجہ پسند ہے، ہمارا محلہ (بازار جھاؤلال) ہمیشہ سے اس بارہ میں ممتاز رہا ہے کہ وہاں صحیح العقیدہ غریب مسلمان رہتے ہیں (والد صاحب مولانا حکیم سید عبد الحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کی وجہ سے اور ندوہ کے تعلق سے یہ محلہ و اس کی مسجد ہمیشہ علماء و فضلا کا مرکز رہی ہے، مولانا نے اس محلہ اور ہمارے مکان کو لکھنؤ کے قیام کیلئے منتخب فرمالیا، اور آج بیس۲۰ برس ہوتے ہیں کہ ایک مرتبہ بھی اس وضع داری اور معمول میں فرق نہیں آیا، ایسا بھی ہوا ہے کہ سلیم پور ہاؤس یا شاہی بارہ دری کی شاندار ایوان کے جلسہ اور مباحثوں میں ایک گھنٹہ شریک رہے، اور کھانا ہمارے "شیرازی" دسترخوان پر کھایا، خواہ کتنی دیر لگ جائے مسلم پارلیمنٹری بورڈ کے زمانہ میں کسی حلقۂ انتخاب میں تشریف لے گئے، دیر رات گئے تشریف لائے، معلوم ہوا ابھی کھانا نہیں کھایا، ما حضر تناول فرمایا، اور استراحت کی، اس گھر کی یہی ادا (سادگی) آپکو پسند ہے، اگر کبھی کچھ تکلف کیا گیا تو شکایت فرمائی۔

مسلم پارلیمنٹری بورڈ، تحریک مدح صحابہ وغیرہ کے موقع پر آپ کا قیام کئی کئی دن مسلسل یا محدود و مختصر قیامگاہ، اور سادہ طرز رہائش میں گھر والوں کو معزز مہمانوں کو قریب سے دیکھنے اور ان کا مطالعہ کرنے کا موقع زیادہ ملتا ہے، جو چیز خاص طور پر محسوس کی وہ ذہن میں انکی شگفتگی مستعدی و بیداری، ہر ایک کیطرف توجہ و التفات اور شب کے معمولات کی پابندی و مشغولی ان آنکھوں نے متضاد مناظر بھی دیکھے ہیں، بعض مقامی تحریکوں میں عقیدت و ارادت کا جوش بھی دیکھا، ان کی نیازمندی اور اظہار جانثاری بھی دیکھی، پھر انہیں آنکھوں نے زود رنج طوطا چشم عوام کو سخت برہم اور مغلوب الغضب بھی دیکھا اور ان کے ذمہ داروں کو تند و تلخ الفاظ رد و در رد کہتے بھی سنا، لیکن مولانا کی حالت یکساں پائی، بعض سیاسی تحریکوں کے زمانہ میں بھی مشاہیر کو نیازمندانہ حاضر ہوتے اور تعارفی و سفارشی خطوط لکھواتے بھی دیکھا، پھر ان کی تلخ نوائیاں اور احسان فراموشیاں بھی دیکھیں، اس کو تنقیدی ذہن کہئے یا حقیقت

بینی کر طبیعت نے یہ محسوس کیا کہ آنے والوں اور بیٹھنے والوں میں مولانا کے اصل ذوق اور اصل فن سے استفادہ کرنے والے بہت کم نظر آئے زیادہ وقت اشخاص یا جماعتوں کے تذکرہ یا سطحی تبصرہ یا تعویذ دعا کی فرمایش میں گذرتا، مولانا اپنی فطری عالی ظرفی سے کسی کو گرانی یا ناگواری کا احساس نہ ہونے دیتے، مگر جہاں کوئی تصوف وسلوک کا کوئی مسئلہ پوچھ لیتا یا کوئی علمی بحث چھیڑ دیتا، یا اہل اللہ کا تذکرہ کرنے لگتا، تو فوراً چہرہ پر بشاشت ظاہر ہوتی، اور ایسا معلوم ہوتا کہ دل کا ساز کسی نے چھیڑ دیا۔

صرف باہر ہی نہیں اس ناچیز نے مولانا کو اپنے مستقر پر بھی دیکھا، چار مہینے دیوبند قیام رہا، تقریباً مہینہ بھر خاص مولانا کے دولت کدہ پر، پھر اپنے اصرار سے دارالشفا کے ایک حجرہ میں (جو مولانا کے دروازہ سے متصل اور گذرگاہ پر واقع ہے) منتقل ہوگیا، یہ قیام گاہ بھی زیر سایہ ہی تھی، آتے جاتے ملاقات چمن میں صبح وشام نشست وبرخاست، اخیر میں صبح کی چاء میں پابندی سے حاضری (جس کی مولانا نے شرط فرمادی تھی) اس زمانۂ قیام میں مہمانوں کی کثرت اور اس پر مولانا کی مسرت وبشاشت بچشم خود دیکھی، مہمانوں کی کوئی تعداد مقرر نہیں تھی، مستقل مہمان خاصی تعداد میں الگ تھے، بعض اوقات خود اندر سے کھانا لاتے، مہمانوں میں ہر طبقہ کے لوگ تھے، ارکانِ جمعیت، مشاہیر علماء سیاسی کارکن، نوجوان ورکر جیل سے آنے والے خفیہ پولیس کے خفیہ اشخاص، بیعت کے خواہشمند، تعویذ کے طالب وغیرہ وغیرہ۔

یہیں مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی زیارت ہوئی، کئی ہفتے ان کی ہمسائگی رہی، اور ان کے محاسن کا علم ہوا، بخاری و ترمذی کے درس میں شرکت کرتا تھا مولانا کا استحضار اور مسئلہ کی مبسوط تقریر ان لوگوں کے لئے نئی بات ہے، جو مولانا کی سیاسی مصروفیتوں اور سفروں کی کثرت سے واقف ہیں، ایک مسئلہ پر بعض اوقات تین تین چار چار دن مسلسل (۶۰ منٹ کے تعلیمی گھنٹہ میں) تقریر جاری رہتی اور مسئلہ کا ماله وما علیه، آئمہ کا اختلافات مذاہب اور ان کے دلائل وماخذ، متن واسناد و رجال کی بحثیں، برجستہ ان سب پر مولانا کی

کی قرأۃ حدیث. مولانا کا مخصوص دلکش لہجہ اور دارالحدیث کی روحانی و پرسکینت فضا ابھی تک آنکھوں میں ہے، اور گویا اس وقت بھی وبالسند المتصل الی امیر المومنین فی الحدیث.. کی آواز کانوں میں گونج رہی ہے، درمیان میں طلبہ کے سوالات کا (جن میں بعض غیر متعلق بھی ہوتے) تحمل کے ساتھ جواب دیتے جاتے، آخر سال میں درس کی مصروفیت اتنی بڑھ جاتی کہ عصر کے بعد بھی درس، عشاء کے بعد دیر رات تک درس، صبح کی نماز کے بعد درس اچھے اچھے مستند طالب علموں کی ہمت جواب دے جاتی ہے۔ لیکن مولانا کی مستعدی نشاط اور قوت میں فرق نہ آتا۔

یہ ۳۲ء کا زمانہ تھا، مولانا کے سفر کے پروگرام پہلے سے مرتب ہوتے، اکثر جمعہ باہر ہی گزرتا، اللہ تعالیٰ نے جس طرح داؤد علیہ السلام کے لئے لوہے کو موم کر دیا تھا والنا لہ الحدید مولانا کے لئے سفر سہل فرما دیا ہے ع ما آب من سفر الا الی سفر
مجھے قرآن مجید کی تفسیر کے مطالعہ کا شوق تھا، اس میں اشکالات پیش آتے تھے۔ جو بعض مرتبہ کسی کتاب سے حل نہ ہوتے، مولانا نے جمعہ کی نماز کے بعد کا وقت مرحمت فرمایا تھا، کہ اپنے اشکالات کو پیش کروں، مگر تھوڑے ہی جمعہ میرے حصہ میں آئے، مطالعہ کے لئے بعض سیاسی کتابیں حکومت خود اختیاری وغیرہ اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے رسائل عنایت فرمائے، دیوبند کے قیام کی برکت تھی کہ انگریزوں سے نفرت میں (جس کے جراثیم میرے اندر موروثی طور پر تھے،) شدت پیدا ہوئی، بعد میں اس میں اتنا اضافہ ہوا، کہ ایک انگریز ہی نہیں سارا یورپ ہی اس وقت کفر و مادیت کا علمبردار ہے اور اس کے زوال کے بغیر دین و اخلاق کا عروج اور اسلام کی دعوت کا کھلنا پھولنا مشکل ہے یہ صرف کسی ایک حکومت اور کسی ایک ملک کی غلامی کا سوال نہیں، سوال ایک پوری تہذیب ایک مستقل نظام فکر اور ایک عالمگیر دعوت کا ہے، جو پیغمبروں کی لائی ہوئی تعلیمات اور ان کے نتائج و اثرات کے بالکل ضد واقع ہوئی ہے، وہ کیا وقت

اور ماحول تھا، جس میں حضرت موسیٰؑ نے بڑے اضطرار سے یہ دعا کی تھی ربنا انک آتیت فرعون وملاہ زینۃ واموالا فی الحیوۃ الدنیا ربنا لیضلوا عن سبیلک ربنا اطمس علی اموالھم الآیۃ۔ یہ بات یورپ کے عالمگیر اقتدار اور اس کی سحر انگیز ترقی ہی کو دیکھ کر سمجھ میں آئی، انگریز مشرق میں اپنی لادین، مادہ پرست یورپ کا ایک کامیاب ایجنٹ تھا، اور ہم اہل مشرق کو سب سے پہلا اور سب سے بڑا واسطہ اسی سے پڑا اس لئے اس سے ہماری نفرت بالکل قدرتی امر ہے، لیکن الکفر ملۃ واحدۃ ع

ایں خانہ تمام آفتاب است

اس تہذیب اور اس دعوت کے علمبردار امریکہ، روس اور خود ایشیا کے وہ لادینی ممالک اور ریاستیں ہیں جنھوں نے یورپ کے نظام فکر اور نظام حیات کو پورے طور پر اپنا لیا ہے نیز یورپ سے عالم اسلامی کو جو دینی ایمانی، اخلاقی نقصان پہنچا ہے، وہ ان مادی نقصانات سے کہیں بڑھ کر ہے، جو غیر ملکی حکومت سے ان ممالک کو پہنچا ہے بہرحال انگریز سے یہ مخصوص نفرت بھی قابلِ قدر چیز تھی، اور اس میں شبہ نہیں کہ اس میں اس ماحول، مولانا کی ... صحبت اور مطالعہ کو خاص دخل تھا۔

دیوبند کے قیام میں میرے لیے دل بستگی کا واحد ذریعہ مولانا کی ذات گرامی تھی میری ذہنی و تعلیمی پرداخت اس انداز سے ہوئی تھی کہ میرے لئے وہاں کے مذہبی و مدرسی ماحول میں دلچسپی کا کم سامان تھا، لیکن مولانا کی ایک نگاہِ التفات ایک تبسم کسی وقت شفقت سے کچھ پوچھ لینا سارا بوجھ ہلکا کر دیتا، اور دل دیر تک اسکا مزہ لیتا رہتا۔

رجب کے آخر یا شعبان کی ابتدا میں مکان واپس آگیا۔ مولانا کی آمد و رفت اور قیام کا سلسلہ جاری رہا، اور ہم لوگوں کو خدمت کا شرف حاصل ہوتا رہا ۱۹۳۶ء سنہ پارلیمنٹری بورڈ کے زمانہ میں ایک حلقۂ انتخاب میں معیت و ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا، مولانا ہمارے ضلع (رائے بریلی) میں دورہ کرنیوالے تھے مسلسل سفروں سے خستہ ہو رہے تھے، لوگوں کو

اپنے کام سے کام ہوتا ہے، کسی کی صحت و راحت کی پرواہ نہیں کرتے، بھائی صاحب نے خستگی و تکان محسوس کر کے مجھے ساتھ کر دیا کہ رائے بریلی پہنچکر ایک دو روز کے لئے اپنے یہاں... (دائرہ شاہ علم اللہ) میں مولانا کے آرام کا اہتمام کرنا اور اس کی کوشش کرنا کہ مولانا کچھ وقت سکون و راحت کے ساتھ گزار دیں، جائس و نصیر آباد کے حلقہ میں دورہ تھا، کار کا سفر تھا، امیدوار صاحب بھی جو یو پی کے ایک مشہور مسلمان بیرسٹر ہیں ہمراہ تھے، اس سفر سے اندازہ ہوا کہ مولانا اس کام کو اپنا ایک دینی فرض سمجھ کر اور ایک عقیدہ دارادہ کے ماتحت کر رہے ہیں، وہی بے غرضی، وہی مستعدی، وہی جفاکشی جو ایک سپاہی میں میدان جنگ کے اندر ہوتی ہے، جمعہ کی نماز ایک قصبہ کی جامع مسجد میں پڑھی، خطیب صاحب حضرات دیو بند کی تکفیر کرنے والوں میں تھے انہوں نے موقع سے فائدہ اٹھا کر بعض بزرگوں کے متعلق بہت کچھ کہا، مولانا سنتوں سے فارغ ہو کر خاموش بیٹھے تھے، نماز ہوئی خاموش تشریف لے آئے، سفر کے آخر تک کبھی بھول کر بھی، خطیب صاحب کا تذکرہ نہیں کیا امیدوار صاحب نے کھانے کا پر تکلف اہتمام کیا تھا، (جیسا کہ امیدوار صاحبان کرتے ہیں اور حلقۂ انتخاب کے مقررین توقع رکھتے ہیں) مولانا نے مجھے اپنے ساتھ ایک ہی پلیٹ میں شریک کیا، اور اس قدر جلد ہاتھ اٹھا لیا کہ میں سمجھ گیا کہ وہ قوت لایموت کے طور پر اس کھانے کا استعمال جائز سمجھتے ہیں رائے بریلی میں ایک شب قیام فرمایا، حضرت شاہ علیم اللہؒ جد امجد حضرت سید احمد شہیدؒ کی مسجد میں دیر تک تنہا مراقب رہے، نکلنے کے بعد گھر میں کچھ دیر بیان فرمایا جو محض عالم آخرت عالم ارواح اور برزخ کی زندگی سے متعلق تھا، چلتے وقت اس مقام کے متعلق اپنے باطنی تاثرات کا اظہار کیا اور طویل قیام کی خواہش ظاہر کی جسکی مولانا کی مصروف و متحرک زندگی میں بہت کم گنجایش ہے۔

پھر وہ ہنگامہ خیز دور آیا جب مولانا کی رائے اور سیاسی بصیرت عام مسلمانوں کی خواہش اور جذبات اور وقت کی مقبول قیادت کے سیاسی فکر سے بالکل مختلف تھی مولانا نے پوری قوت اور بیباکی کیساتھ اپنی رائے کا اظہار کیا تقسیم کے خطرات و نقصانات بیان کئے اور اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ اپنے

خیالات کی دعوت و تبلیغ کیلئے سارے ملک کا دورہ کیا جابجا تقریریں کیں متعدد رسائل و مقالات شائع کئے، اس وقت مسلمانوں پر ایک اعصابی کیفیت طاری تھی، جس کے دو بڑے محرک تھے، ایک برادرانِ وطن کی تنگ نظری اور کم حوصلگی کا طویل و مسلسل تجربہ جو انگریزی حکومت میں برسہابرس سے ہو رہا تھا چنانچہ اس تحریک میں وہی طبقہ پیش پیش تھا، جس کو دفتروں، تعلیم گاہوں اور شہری زندگی میں اس سے سابقہ پڑتا تھا، دوسرا محرک مسلمانوں کی قومی قیادت کا مزاج تھا اس لیڈر شپ نے مسلمانوں کے جذبات کو اتنا متحرک و مشتعل کر دیا تھا کہ ان میں کسی مخالف رائے کے سننے اور برداشت کرنے کی صلاحیت باقی نہیں رہی تھی، اور کسی مسئلہ پر ٹھنڈے دل دماغ سے غور کرنے اور اس کے نشیب و فراز کے سوچنے کے وہ روادار ہی نہیں رہے تھے، مولانا کے خلوص، عزم اور احساس فرض نے اس کیفیت کو جو ایک واقعہ تھا، تسلیم کرنے اور اس کے سامنے سپر ڈالنے سے انکار کر دیا، اور انہوں نے اپنے عقیدہ اور ضمیر کے مطابق رائے عامہ کی اس طاقت کے سامنے کلمۂ حق کہنے کو اپنا فرض اور افضل الجہاد سمجھا، نتیجہ یہ ہوا کہ سفروں اور جلسوں میں وہ سب کچھ پیش آیا، جو مولانا کی شخصیت انکی سابقہ خدمات، ان کے علمی و دینی مقام کے بالکل شایانِ شان نہ تھا، اس وقت ایک طبقہ تھا جو سطح کی چیزوں کے علاوہ باطنی کیفیات کا بھی ادراک رکھتا ہے، وہ ان واقعات سے جو مختلف مقامات پر پیش آرہے تھے، سخت تکلیف محسوس کرتا تھا، اور مولانا کے علو مقام للٰہیت و بے نفسی کی کھل کر شہادت دیتا تھا، اور ان واقعات کو مسلمانوں کے حق میں بعض نامبارک سمجھتا تھا، مجھے یاد ہے کہ ایک ایسی ہی مجلس میں جب سید پور کے اسٹیشن کا واقعہ کسی اخبار سے پڑھ کر سنایا جا رہا تھا تو بعض اہلِ دل فرط تاثر سے رو پڑے، مشکل سے کوئی ایسا تھا جس کی آنکھیں نم نہ ہوں، اس وقت مولانا کی عقیدت و محبت اور ان کے خلوص و للٰہیت پر اعتماد ایک جزیرہ سا بن کر رہ گیا تھا، جس کے چاروں طرف ناراضگی... برہمی و بدنامی کا سمندر پھیلا ہوا تھا جس کی موجیں اس جزیرہ کے کنارہ سے آکر ٹکراتیں، اور

واپس جائیں، اس جزیرہ پر وہ ہزاروں لاکھوں مسلمان آباد تھے جن کو اب بھی مولانا کے خلوص و للّٰہیت پر اعتماد تھا، اور جو اس پر ایمان رکھتے تھے کہ مولانا سے تمام اصحاب اجتہاد کی طرح خطار اجتہادی تو ممکن ہے، لیکن خود غرضی، موقع پرستی، سربلندی اور قیادت کی خواہش حُبِ جاہ وہ چیزیں ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے مولانا کو بہت بلند کر دیا ہے، لکھنؤ میں ہمارا مکان بھی اس جزیرہ پر واقع تھا، اور چونکہ لکھنؤ اس قومی تحریک کا بہت بڑا مرکز تھا اس لئے ہمیں بھی ناراضگی کی ان لہروں کا تجربہ کرنے کا موقع ملا۔

آخر وہ دور آیا کہ جن لوگوں نے مسلمانوں کے جذبات میں یہ تحریک پیدا کی تھی، وہ انکو بے یار و مددگار چھوڑ کر اپنی بنائی ہوئی دنیا میں چلے گئے، مسلمانوں میں سخت مایوسی، مستقبل سے ناامیدی اور اپنے بارہ میں بے اعتمادی اور احساس کمتری رونما تھا، ان کا کوئی پرسانِ حال نہ تھا، ہر شخص ایک یتیمی و کسمپرسی کی سی کیفیت محسوس کرتا تھا، اب مولانا اور ان کے رفقار کی جماعت تھی کہ انہوں نے مسلمانوں میں خود اعتمادی، مستقبل کی طرف سے اطمینان اپنے وطن میں رہنے اور ناسازگار حالات کا مقابلہ کرنے کا عزم پیدا کرنے کی تبلیغ کی شمالی ہندوستان اور بالخصوص یوپی جو ہندوستان کے مسلمانوں کا ذہنی، علمی اور سیاسی مرکز ہے مسلمانوں کی قسمت اور ان کے قیام کا انحصار یوپی کے مغربی، سرحدی اضلاع (سہارنپور مظفرنگر، میرٹھ) کے برقرار رہنے اور مسلمانوں کے اپنی جگہ قائم رہنے پر تھا، سہارنپور جو یوپی اور مشرقی پنجاب کا درمیانی ضلع ہے، اکھڑ جاتا تو مسلمانوں کا کسی ضلع میں باقی رہنا مشکل تھا سہارنپور اور اس کے متصل اضلاع میں مقامی حالات اور مشرقی پنجاب کے قرب کی وجہ سے ترک وطن اور انخلاء کی طاقتور تحریک اور رجحان پایا جاتا تھا، علماء دیوبند اور سہارنپور کا یہ بڑا احسان ہے کہ ان حضرات نے ترک وطن کی تحریک و ترغیب کا سختی سے مقابلہ کیا اور اس کو دینی و سیاسی حیثیت سے مسلمانوں کیلئے اقدام قتل کا مرادف بتلایا اور مسلمانوں کے رک جانے اور ان کے قدم جمانے کی سخت جدوجہد کی، اس میں بھی مولانا کا بہت بڑا حصہ تھا، خود ان کے قیام نے

پھر ان کی ایمان آفریں تقریروں نے ان اضلاع کے مسلمانوں میں دینی روح اور نیا حوصلہ پیدا کر دیا، ترک وطن کا سلسلہ رک گیا، بہت سے لوگوں کو میری طرح یہ احساس ہوگا کہ مولانا کی صحت زیادہ جدوجہد کے لائق ہوتی، ماحول اور رفقاء کچھ بھی مساعد ہوتے اور خلاف توقع حالات و واقعات نے طبیعت کو افسردہ اور دل کو شکستہ نہ کر دیا ہوتا تو مولانا اب بھی اسی عزم اور طاقت کے ساتھ اس بدلے ہوئے دور کی رہنمائی کرتے اور وقت کے غلط رجحانات کا مقابلہ کرتے ؎

ولو أنّ قومی انطقتنی رماحهم　　نطقت ولکنّ الرماح اجرّت

جوانی کی بہترین طاقتیں اور قلب و دماغ کی پوری توجہات اور ہمت قلبی انگریزی حکومت کے مقابلہ میں اور انگریزوں کے اخراج پر صرف ہوئی جس کے لئے شیخ الہندؒ کی صحبت اور تجربہ و مطالعہ نے آپ کو تیار کیا تھا، جب نیا انقلاب (۴۷ء) اپنے نئے تقاضوں اور عزورتوں کے ساتھ آیا تو وہ عمر کے انحطاط، قویٰ کے اضمحلال اور مصروفیتوں کی زیادتی کا زمانہ تھا اور عام طور پر یہ خیال غالب تھا کہ مسلمانوں کا اس ملک میں کسی نہ کسی طرح رہ جانا ہی ایک بڑی کامیابی اور فتحمندی ہے، اب یہ ان لوگوں کی خدمت و عزیمت کا زمانہ ہے، جو اس انقلاب کے دوربین اثرات سے واقف ہیں اور علمی و فکری طور پر اس کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔

ایک جامع فضائل ہستی کے بارہ میں یہ اندازہ لگانا بہت مشکل ہوتا ہے کہ اس کے فضائل و کمالات میں مرکزی اور نمایاں صفت کون سی ہے، جس کو اس کی شخصیت کی کلید قرار دیا جائے، اور جس سے اس کی زندگی اور خصوصیات کو سمجھنا آسان ہو جائے مولانا کو بہت سے لوگ، ایک عالم اور محدث کی حیثیت سے جانتے ہیں بہت سے لوگ ایک شیخ طریقت اور سالک کی کی حیثیت سے جانتے ہیں، بہت سے لوگ ایک سیاسی رہنما اور مجاہد کی حیثیت سے جانتے ہیں اور اسمیں شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپکی ذات کو ان سب فضائل سے آراستہ کیا ہے۔ لیکن میری کوتاہ نظر

ہیں دو صفتیں آپ کی زندگی میں کلیدی حیثیت رکھتی ہیں جنھوں نے آپ کو اپنے معاصرین میں ممتاز بنایا ہے، ایک عزیمت، دوسرے حمیت، عزیمت کا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہوگا، کہ آپ نے علماء و اہل درس کے حلقہ سے باہر قدم نکالا اور اس مسئلہ کی طرف توجہ کی جو وقت کا اہم مسئلہ تھا، اور عین انگریزی حکومت کے عروج کے زمانہ میں اعلان حق کر کے کلمۂ حق عند سلطان جائر کے افضل جہاد کا شرف حاصل کیا، مالٹا میں اسیری کے دن گزارے اور ہندوستان کے جیلوں میں برسوں رہ کر سنت یوسفی ادا کی اور دنیا کی عظیم ترین سلطنت کے مقابلہ میں سینہ سپر رہے، یہاں تک کہ آپ کا مقصد پورا ہوا، پھر یہ عزیمت آپ کی پوری زندگی میں نمایاں ہے، فرائض کی ادائیگی، نوافل و مستحبات کی محافظت، مخالف ماحول میں معمولات کی پابندی اس زمانہ میں بڑی استقامت ہے، دعوتوں کے ایفاء اور دراز جلسوں اور اجتماعات میں شرکت اور اس کے لئے ہر طرح کی صعوبتیں برداشت کرنا مستقل عزیمت ہے، پھر اس سب کے ساتھ دارالحدیث کے اسباق کی پابندی اور کتابوں کی تکمیل ایک مستقل مجاہدہ مہمانوں کی میزبانی اور مختلف الطبائع اشخاص کے ساتھ معاملہ اور ان کی مزاجی خصوصیات کا تحمل مستقل جہاد، پھر مریدوں کی تربیت اور نگرانی، کثیر التعداد خطوط کا جواب دینا اور سب اس ضعف و پیری اور مصروفیت میں یہ سب آپ کی غیر معمولی عزیمت و علو ہمت کی دلیل ہے، حقیقت یہ ہے کہ آپ نے اپنی زندگی میں ان اللّٰہ یحب معالی الامور ویکرہ سفاسفہا پر عمل کر کے دکھا دیا۔

حمیت آپ کی کتاب زندگی کا نہایت روشن عنوان ہے، اسی حمیت نے انگریزوں کی مخالفت کا جذبہ پیدا کیا، جس کی آسودگی اس وقت تک نہیں ہوئی، جب تک کہ انگریز اس ملک سے چلے نہیں گئے۔ تحریک خلافت اور جمعیۃ علماء کی جدوجہد میں یہی روح کام کر رہی تھی، اور یہی آپ کو سدا جوان، مستعد و سرگرم رکھے ہوئے تھی، اور اسی نے سیکڑوں، ہزاروں آدمیوں کو متحرک بنا رکھا تھا، یہی حمیت تھی جس نے آپ سے مہینوں دشمن اسلام طاقتوں کے

خلاف قنوت نازلہ اس جوش و زلزلہ کے ساتھ پڑھوائی کہ معلوم ہوتا تھا کہ محراب میں شگاف پڑ جائیں گے، اور الفاظ نہیں ہیں بلکہ شرارے ہیں، جو آپ کے دل سے نکل رہے ہیں یہی حمیت ہے جو کسی منکرِ شرعی اور خلاف سنت فعل کو آپ دیکھنے کے روادار نہیں اور جس کی حرارت اور آنچ پاس بیٹھنے والوں کو اکثر محسوس ہوتی، جن لوگوں نے آپ کے اس جذبہ کو پہچان لیا ہے، اور سمجھ گئے ہیں کہ حمیت آپ میں کس قدر کوٹ کوٹ کر بھری ہو وہ بعض اوقات اس سے غلط فائدہ اٹھا لیتے ہیں، اسی طرح مولانا کی شرافت و مروت سے جو آبائی ورثہ اور سادات کرام کا شیوہ ہے بہت سے لوگ غلط فائدہ اٹھا کر آپ کے مخلص محبین اور نیاز مندوں کے لئے شرمندگی کا باعث بنتے ہیں اور اپنی اغراض پوری کر کے اپنی ہوشیاری اور موقع پرستی کا ثبوت دیتے ہیں اور مولانا کی ذات کو نقصان پہنچاتے ہیں افسوس یہ تھا کہ ایک ایسی جلیل القدر شخصیت کے حقیقی مقام اور اس کے علمی و عملی کمالات و محاسن کے معلوم کرنے کے ذرائع مفقود تھے جو لوگ صحبت سے محروم رہے یا بعد میں آئینگے ان کے لئے یہ جاننے کا کوئی موقع نہ تھا، کہ اللہ تعالیٰ نے مولانا کو کیسی جامعیت علمی استحضار مسائل و سلوک و تصوف پر نگاہ اور علمی رسوخ عطا فرمایا ہے، اس کا اندازہ نہ آپ کی عوامی تقریروں سے ہو سکتا ہے، نہ آپ کے سیاسی مقالات و رسائل اور خطباتِ صدارت سے بلکہ اس بات کا اندیشہ ہے کہ یہ خطبات اور رسائل آپ کی ذات کے متعلق غلط فہمی اور کوتاہ نظری پیدا کرنے کا باعث ہوں اسلئے کہ آپ کی ذات اس سے کہیں زیادہ جامع اور وسیع ہے جیسی آثار علمیہ و سیاسیہ میں نظر آتی ہے، صدیق محترم مولانا نجم الدین اصلاحی نے مولانا سے محبت و عقیدت رکھنے والوں پر بڑا احسان کیا اور آنے والے مورخین و سوانح نگاروں کی بڑی مدد فرمائی کہ مولانا کی ان خصوصیات سے بلا واسطہ اور باوثوق طریقہ پر واقف ہونے کا ایک ایسا ذریعہ پیدا کر دیا جس سے زیادہ مستند اور یقینی ذریعہ عرصہ تک کی... رفاقت و معیت کے بعد کوئی اور نہیں ہو سکتا، مولانا کے مکتوبات کا مجموعہ اس وقت تک

مولانا کی شخصیت وسیرت اصلی خیالات وافکار حقیقی ذوق ومزاج اور دینی وعلمی خصوصیات کا سب سے زیادہ جامع مرقع ہے جو منظر عام پر آیا ہے، پہلے ہی حصہ سے میں نے اندازہ لگالیا تھا کہ اس کی اشاعت مولانا کے صحیح تعارف کے لئے بہت ضروری تھی اور میں نے جامع کتاب کو اس مجموعہ کی اشاعت پر مبارکباد دی، دوسرا حصہ ابھی پریس میں ہے میں اسکے مطالعہ سے مشرف نہیں ہو سکا لیکن مجھے توقع ہے کہ وہ بھی کافی زخیم پراز معلومات اور شریعت وطریقت کے بہت سے علوم وحقائق پر مشتمل ہوگا، میری یہ بھی تمنا تھی کہ یہ حصہ معاصر اشخاص اور وقتی تاثرات کے تذکرہ سے بھی خالی ہو کہ اس چمن کا بے خار ہونا باغبان کی شہرت اور گلچین کی قسمت دونوں کے لئے بہتر تھا۔

اس مقدمہ کی تحریر کے بعد اپنی ایک پرانی عربی تحریر یاد آئی، جو غالباً ۱۹۴۱ء ۴۲ء کے لگ بھگ لکھی گئی ہوگی، دارالعلوم کے طلبہ نے عربی کا ایک رسالہ "الاخلاق" کے نام سے نکالا تھا، اس کا وہ مولانا "حسین احمد نمبر" نکالنا چاہتے تھے، انہوں نے اس ناچیز سے بھی اس کے لئے کچھ لکھنے کی فرمائش کی، یہ فرمائش چونکہ دل کی خواہش کے مطابق تھی بغیر کسی تکلف وتکلیف کے ایک مضمون عربی میں لکھ کر ان کو بھیجدیا گیا، جس کا عنوان تھا صلتی بمولانا حسین احمد المدنی صفحۃ من صفحات حیاتی (مولانا حسین احمد صاحب مدنی سے میرا تعارف وتعلق اپنی تاریخ کا ایک ورق) یہ نمبر نکلنے کی تو شاید نوبت نہیں آئی، مگر اس بہانہ سے وہ مضمون لکھہ لیا گیا، اس میں اپنے دیوبند جانے اور وہاں کے قیام کے تاثرات اور مولانا کی شخصیت کے جو نقوش قلب ودماغ پر مرتسم ہوئے تھے ان کو اجاگر کیا گیا ہے جی چاہا کہ اس کا آخری پیراگراف یہاں بھی نقل کردیا جائے۔ اس لئے کہ بحمد اللہ اب بھی اس میں ایک نقطہ کی ترمیم کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

اما الشیخ فلا ازال علی صلتہ بہ — مولانا سے بحمد اللہ میرا ربط وتعلق قائم ہے

واجدد العهد بانفاسه ومجالسه
واتفق لی بعد ذالك ان صحبته
فی السفر فانكشفت لی ناحية
مهمة من نواحی الحياة
الانسانية وقرأت صفحة
جديدة من صفحات حياة
أطالها الله والانسان
فی السفر غيره فی الحضر
ولكنی رأيته فی بيته بل
واجمل نزاهة اخلاق
وعفة بطن، وعلو همة
وشهامة نفس، وصبر لا
يعرف السامة والملل وهمة
لا تعرف الفتور والكسل
سهر فی طاعة ويقظة فی شغل
ولومة فی اعتدال واكلة فی
اقتصاد وحياة كلها جد و
اجتهاد وتضحية وجهاد

اور مجھے انکے انفاس و مجالس سے استفادہ
کے مواقع وقتاً فوقتاً ملتے رہتے ہیں، مجھ
انکے ساتھ سفر میں رہنے کا اتفاق ہوا تو
انسانی زندگی کا ایک اہم گوشہ بھی سامنے
آگیا، اور میں نے ان کی مبارک زندگی کا
نیا ورق بھی مطالعہ کیا۔ انسان اکثر سفر
میں اس سے مختلف نظر آتا ہے جیسا قیام
کے زمانہ میں معلوم ہوتا ہے، لیکن میں نے
انکو سفر میں ویسا ہی پایا جیسا وہ گھر میں
نظر آتے ہیں، بلکہ کچھ بڑھا ہی ہوا پایا، پاکیزہ
اخلاق، محتاط و خود دار، بلند ہمت و عالی حوصلہ
ایسے جفاکش کہ اکتانا اور گھبرانا جانتے
نہیں، ایسے جوان ہمت کہ سستی اور کسلمندی
کے پاس نہیں جاتے، بیدار ہوں تو طاعت
اور کام میں مشغول آرام فرمانا کھانا تناول
فرمانا سب بقدر ضرورت ان کی زندگی
مسلسل جد وجہد اور سراپا قربانی و
مجاہدہ ہے۔

ابوالحسن علی لکھنو

۱۴؍ صفر ۷۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الذی لا نبی بعدہٗ

مکتوب نمبر (۱)[۱]

خاکسار مرتب کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اواخر اپریل میں دہلی کی گرفتاری سے واپسی کے بعد والا نامہ باعثِ سرفرازی ہوا تھا، مگر امروز فردا میں یہ وقت آگیا، واقعہ یہ ہے کہ ہجوم اشغال، توالی اسفار، توجہاتِ احباب، طبعی راحت طلبی، یہ امور عموماً مجکو کرم فرماؤں کی خدمت میں تحریری حاضری سے سدِ راہ ہوتے رہتے ہیں"

لہ حضرت شیخ الاسلام مدظلہ العالی ۱۹۳۲ء میں مبارکپور تشریف لائے تھے، مدرسۃ الاصلاح سرائمیر کے اساتذہ اور ناظم صاحب کی درخواست پر ایک دعوتی خط راقم الحروف کو دیکر بھیجا گیا حضرت شیخ مدظلہ العالی نے دعوت منظور فرمائی اور شام کو مدرسۃ الاصلاح تشریف لائے بعد نماز عشاء مدرسہ کے بورڈنگ میں حدیث بدء الاسلام غریباً الخ پر محققانہ سیر حاصل تقریر فرمائی جس سے اہل علم بہت محظوظ ہوئے، چونکہ یہ پہلا موقع تھا علامہ اقبال احمد خان صاحب سہیل مدظلہ نے خوش آمدید میں اپنے ہی دل کی نہیں بلکہ عالم اسلام کے جذبات کی ترجمانی بہترین عنوان سے فرمائی اور مقطع میں نام اس طالب علم کا ڈال دیا جس نے خوش الحانی سے نظم ذیل پڑھ کر سنائی تھی بقول مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی صحیح زبان میں اتنی صحیح مدح صحیح موقع پر صحیح

اہل سرائمبر نے مجھ نالائق کی بوقت حاضری جو کچھ عزت افزائی فرمائی ہے اس کا میں تہ دل سے شکرگذار ہوں، میں ہرگز اس کے عشر عشیر کا مستحق نہ تھا اور نہ ہوں، اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اطراء مادح سے بچائے۔

۱۷ اگست مقدمہ کی تاریخ ہے، واللہ یختار ما فیہ الخیر جملہ اساتذہ کرام حضرت ناظم صاحب اور طلبار کی خدمات عالیہ میں سلام مسنون عرض کر دیں، والسلام، ۹ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ از سہارنپور ریل،

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر (۱) شخص کے لئے شاعری کے عالم میں بہت کم دیکھنے میں آئی ہے، اللہ مادح کو جزائے خیر دے اور ممدوح کی عمر میں برکت نصیب فرمائے" (دیع) ۲۰ رمئی ۱۹۳۲ء نظم یہ ہے۔

اے سایۂ ت بال ہما خوش آمدی خوش آمدی	اہلاً و سہلاً مرحبا، خوش آمدی خوش آمدی
اے شمع ایوانِ حرم، اے سر بستانِ حکم	اے خضر ارباب ہدیٰ خوش آمدی خوش آمدی
اے خازن ارباب حق، اے مہبطِ انوار حق	اے حق پسند و حق نما، خوش آمدی خوش آمدی
سرکردۂ ارباب دیں، سر دفتر اہلِ یقیں	سرچشمۂ صدق و صفا، خوش آمدی، خوش آمدی
اے منتشارِ مؤمن اے مقتدائے ممتحن!	اے با دلِ درد آشنا، خوش آمدی خوش آمدی
اے قائم فیضِ کہن اے ظلِ محمود الحسن	اے یادگارِ اتقیا، خوش آمدی خوش آمدی
اے یوسفِ کنعانِ ما بادا فدایت جان ما	ہاں اے اسیرِ مالٹا، خوش آمدی، خوش آمدی
اے رایتِ فتح مبین، اے آیتِ علم و یقین،	اے شمع جمع اصفیا، خوش آمدی، خوش آمدی
اے کنز اخبار نبی مقبول سرکار نبی	اے پرتو شمع حرا، خوش آمدی، خوش آمدی
اے نازشِ خاکِ وطن اے مرجع ارباب فن	اے درد و اہارا دوا، خوش آمدی خوش آمدی
آئینۂ فیضِ ازل گنجینۂ علم و عمل	تصویر تسلیم و رضا، خوش آمدی، خوش آمدی
از مقدمت دل شاد شد، ویرانہ ام آباد شد	اے برتو جو من صد فدا، خوش آمدی، خوش آمدی

مکتوب نمبر ۲

حدیث شریف کا مذکورہ مشغلہ نہایت غنیمت ہے، قوتِ استقلال کے ساتھ اس کو انجام پر پہنچائیے، حضرت گنگوہی قدس سرہٗ العزیز کی تقریر الکوکب الدری علی جامع الترمذی جلد اول چھپ گئی ہے، اور ثانی زیر طبع ہے مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور سے منگا لیجئے، اثنار مطالعہ میں بہت کام آئے گی، حضرت مولانا دامت برکاتہم کی خدمت میں سلام مسنون عرض کر دیجئے اور دعوات صالحہ کی استدعا۔

مجھکو اپنے نکمے ہونے پر بار بار افسوس ہوتا ہے۔

در حیرتم کہ دہقان بچہ کار کشت مارا ‌ ‌ ‌ نہ شگوفہ نہ برگے نہ ثمر نہ سایہ دارم

آنجناب کی تصنیف عالی کے متعلق خیال تھا کہ پوری دیکھوں کئی مرتبہ لیکر بیٹھا مگر چند ہی صفحات

بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر (۱)

دلہا بہ اقدام تو در رہ زبانہا نام تو ‌ ‌ ‌ آید ز ہر سو ایں صدا خوش آمدی خوش آمدی

ایں گلشن علم و ہنر شد از قدومت مفتخر ‌ ‌ ‌ گوید ہمیں نور الہدیٰ خوش آمدی خوش آمدی

اس نظم کے بارے میں حضرت مولانا تھانوی نے اپنے تاثرات ان الفاظ میں ظاہر فرمایا تھا" واقعی نفیس ہے اور لطف یہ کہ سلیس ہے گویا سہل ممتنع ہے، میں نے نقل کر لی "۔ (حکیم الامت ص ۲۳۲)

حاشیہ مکتوب نمبر (۲) ۱۹۳۶ء میں حضرت مولانا ماجد علی مانی رحمۃ اللہ علیہ شاگرد رشید حضرت قطب گنگوہیؒ بیت العلوم میں بعد نماز ظہر درس بخاری و ترمذی شریف دیا کرتے تھے، راقم الحروف کو بخاری شریف دس پارے قرآۃ علیہ پڑھنے کی حرف بحرف سعادت نصیب ہوئی اور ترمذی میں کبھی قرأت اور کبھی سماعت کا موقع ہاتھ آیا، باوجودیکہ بخاری پڑھی تھی اور ترمذی پہلی جلد پڑھائی بھی تھی لیکن انصاف یہ ہے کہ ان کتابوں کا درس ان ہی بزرگوں کا حصہ رہا ہے، مجھکو خوب یاد ہے کہ حضرت استاد امام مولانا حمید الدین فراہیؒ مفسر قرآن نے بارہا فرمایا کہ "حدیث پڑھانے کے لئے مولانا ...... عبید اللہ سندھیؒ یا مولانا

دیکھنے پایا تھا کہ کوئی نہ کوئی عارض پیش آگیا، حضرت مولانا سید محمد امین صاحب، مرحوم و مغفور کی ذاتِ گرامی کا تعلق چونکہ ہمارے روحانی پیشواؤں اور نہ صرف ہندوستان کی مایۂ ناز ہستیوں سے تھا، بلکہ، عالم اسلام اور امت محمدیہ کی مخصوص اور قابلِ فخر ذوات حضرت سید احمد صاحب شہید اور ان کی خاص جماعت قدس اللہ اسرارہم سے بھی وابستہ تھا، اس لئے ان کے احوال پر مطلع ہونا میرے لئے ضروری تھا، امتثالاً للامر اجمالی طور پر کچھ لکھتا ہوں۔

میں نے حضرت مولانا نجم الدین صاحب کی تازہ تصنیف یادگارِ سلف جسمیں حضرت مولانا السید محمد امین صاحب نصیر آبادی قدس اللہ سرہٗ العزیز کے احوال اور مناقب ذکر کئے گئے ہیں دیکھی، مولانا نجم الدین صاحب کی یہ مساعی عالیہ ہر طرح مستوجب تشکرات ہیں جنہوں نے سلف صالح کی یادگار کے سلسلہ میں ایک بیش بہا ذخیرہ کا اضافہ فرما دیا۔ اور خلف کے لئے اسوۂ حسنہ کا عظیم الشان سرمایہ مہیا کر دیا، میں بارگاہ عالی میں دست بدعا ہوں کہ وہ کریم کارساز موصوف کو اس کے صلہ میں اجر جزیل اور ثواب جمیل سے نوازے اور اس تصنیف جلیل سے امتِ محمدیہ کو صراط مستقیم اور مسلک صحیح کے معین اور حاصل کرنے کا موقع اور نیض پہنچائے، آمین والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ سلہٹ ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۲) حسین احمد صاحب، بی مل جائیں تو البتہ حدیث کی مشکلات صاف ہوں ورنہ ورق گردانی کہاں نہیں ہوتی، بہرکیف ناچیز کا یہ سلسلہ بہت جلد ختم ہوگیا، مولانا ماجد علی رحمۃ اللہ علیہ مکان تشریف لے گئے، اور معمولی علالت نے ہمیشہ کے لئے ہم سے چھین لیا، وفات سے چند ہفتہ پہلے ناچیز کو جو والا نامہ تحریر فرمایا تھا وہ یہ ہے،

محبی مولوی نجم الدین صاحب، سلام مسنون، ارادہ یہی تھا کہ بقیہ عمر اس علم شریف کی تدریس و تعلیم میں صرف کروں، مگر مشیت الٰہی۔ ایسا بیمار ہوا کہ قابل اس کے نہ رہا، مشیتِ باری مقدم ہے والسلام (ماجد علی از مانی کلاں) .... (باقی بر صفحہ آیندہ)

مکتوب نمبر۳

(۱) گھٹنوں کی تکلیف میں افاقہ ضرور ہے، مگر ابھی تک ازالہ نہیں ہوا۔ بجلی کا علاج جاری ہے اب ہفتہ میں دو مرتبہ مظفر نگر جانا اور بجلی لگوانا پڑتا ہے، سول سرجن کی رائے ہے کہ ابھی تک مادہ باقی ہے۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر۲) ناچیز کی جس تالیف کے متعلق حضرت شیخ مدظلہ العالی نے تقریظ تحریر فرمائی ہے، وہ حضرت مرشدنا و مولانا سید محمد امین نصیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مختصر لیکن مفید تذکرہ ہے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی صاحب مدظلہ سیرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ ص ۳۶۴ میں قمطراز ہیں،

"اس گروہ میں حضرت امام ربانی سید خواجہ احمد صاحب نصیر آبادی حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی، قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت سید ضیاء الدین رائے بریلوی رح حضرت مولانا سید محمد امین نصیر آبادی رح خاص طور پر قابل ذکر ہیں"

مرشدی حضرت مولانا سید محمد امین رحمۃ اللہ علیہ اتباع سنت اور امحاء بدعت میں آپ اپنی نظیر تھے بزرگوں کے کچھ شیون اور حالات مخصوص ہوتے ہیں، حضرت سید صاحبؒ کی زندگی میں نماز پنجگانہ اول وقت ادا کرنا ان کا مخصوص وصف تھا، انہیں کی توجہ سے یہ چیز بہت ہلکے طریقہ پر اپنے اندر بھی آئی۔ آپکی وفات کے بعد حضرت مولانا تھانویؒ رحمۃ اللہ علیہ سے ذریعہ خط بیعت کی درخواست ۸ صفر ۱۳۶۱ھ میں پیش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی، بارے الحمدللہ مولانا مرحوم و مغفور نے منظور و قبول فرما کر داخل سلسلہ کر لیا چنانچہ جواباً ارشاد ہوا۔

"مولانا السلام علیکم۔ گو میں اس کا اہل نہیں لیکن آپ کی دلجوئی کی بناء پر بیعت اور تعلیق قبول کرتا ہوں، والسلام۔ اشرف از تھانہ بھون۔

ابھی اسم ذات کے ذکر سے آگے نہیں بڑھا تھا کہ یہ شمع بھی بجھ گئی، لیکن تصوف و سلوک سے دلچسپی از خود اب پیدا ہونا شروع ہو گئی تھی اور اس سلسلہ کی کم و بیش بیسیوں کتابیں چھوٹی بڑی پڑھ ڈالی

(۲) بابو سراج الحق کی بھتیجی کے انتقال سے صدمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ اسکی مغفرت فرمائے المدفوق شہید بعض روایات میں موجود ہے۔

(۳) ذکر بالجہر اور اس سے تاثر بہت مفید ہے، اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے، خوش آوازی کا اثر بھی عشق اور جذب کا ذریعہ ہے، مگر خلاف شریعت سے بھی احتراز ضروری ہے، خوبصورتی کے متعلق اتنا عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ خوبصورت چہرہ اور انسان کے متعلق مبداء اور منتہا کا خیال کر لیا کریں کہ مبداء ماء مہین ہے، اور منتہیٰ موت اور پیپ و خون ہے اور اگر اس پر بھی دفع نہ ہو تو لا الٰہ کہتے ہوئے نفی میں اس کو بھی تحت نفی داخل کر لیا کیجئے انشاء اللہ دفع ہو جایا کریگا۔ غیر اللہ کو کوئی بھی ہو تحت نفی لایا کریں انشاء اللہ وہ بھی دفع ہو جائے گا، عرفت اللہ۔ ڈر اور طمع کا مرکز ہے، لاحول ولاقوۃ الا باللہ کا ورد فرمائیں کم سے کم روزانہ صبح شام ایک ایک تسبیح۔

قاری صاحب اور دیگر احباب و متعلقین سلام مسنون عرض کرتے ہیں، والسلام،

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ، ۷ جمادی الثانی ۱۳۶۰ھ

مکتوب نمبر ۴

(۱) مہربانانِ سکردر کا منشا اور حکم میرے زیر نظر ہے، اس طرف جب بھی پہنچنا ہوا ضرور ایک شب کے لئے انشاء اللہ حاضر ہوں گا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) گئیں، بہت سے شکوک و شبہات صاف بھی ہوئے اور بہت سے نئے پیدا ہوتے گئے حسن اتفاق یہ کہ سنہ ۱۹۴۳ء میں سیدھاری اعظم گڈھ کے آب و دانہ کی کشش نے یہاں بلا کسی مادی سہارے کے کھینچ بلایا قیام سنہ ۴۴ء کے دوران میں بسلسلہ جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم امام شریعت و طریقت شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی متع اللہ المسلمین بطول بقائہٖ و نفعنا بعلومہ و فیوضہ کی تائید غیبی کے طور پر... تشریف آوری ہوئی، اس پیکر عزیمت اور مجاہد جلیل کی ایمان افروز پیشانی نے آستانہ مدنی پر بے اختیار مائل کر دیا اور بیعت کی سعادت نصیب ہوئی للہ الحمد والمنۃ۔ ۵۴ ناچیز نے عرض کیا تھا کہ صبر مقدم ہے یا شکر، اس کے

(۲) صبر مقدمہ شکر ہے، اس لئے اس کو مقدم کیا جانا ضروری ہے، صبر میں نفس کے خلاف کوشش ہوتی ہے اس لئے اس کو بہت زیادہ مشکل سے مقابلہ ہوتا ہے، بدیں وجہ تاکید زیادہ ہونی لازم ہے، بخلاف شکر کے کہ اس میں اسقدر نفس پر مشقت نہیں ہے اور نماز عملی عبادت شکر ہے۔

(۳) جب ارشاد میں ان دنوں اسی تاریخی کام میں دیوبند کی پریس میں ہوں امید ہے کہ عنقریب انجام دیدوں گا۔ انشاء اللہ العزیز۔

(۴) اگر ہمارے ذنوب میں دنیا ہی میں خفت پیدا ہوجائے اور آخرت میں کسی قسم کے شدائد کی ضرورت نہ رہے یا کمی ہوجائے تو زہے نصیب۔ "من یرد اللہ بہ خیراً یصیب منہ" والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۳) جواب میں یہ والانامہ شرف صدور ہوا، اور اسی عریضہ میں یہ بھی لکھکر دریافت کیا گیا تھا کہ جو خود نوشت حالات حضرت والا قلمبند فرما رہے ہیں وہ کب تک پریس سے باہر آجائیں گے اس لئے اس کو جلد مکمل ہوجانا چاہیئے، خوشی کی بات ہے کہ یہ تاریخی دستاویز "نقش حیات" کے نام سے شائع ہوگئی، مگر اس کے ساتھ یہ معلوم کرکے افسوس ہے کہ حضرت اقدس مدظلہٗ نے اپنے حالات کو نظر انداز کرکے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ پر تفصیلی بحث فرمائی ہو کاش حضرت مولانا مدظلہٗ العالی اپنے حالات کو مفصل تحریر فرما دیتے تو بہت سے جھگڑے ختم ہوجاتے؛ اور تاریخ نگار کو سب سے اہم سند ہاتھ آجاتی اور یہ اسرار نہفتہ سینہ سے سفینہ میں منتقل ہوکر زندۂ جاوید بن جاتے اور اس وجہ سے اور بھی کہ حضرت والا کی زندگی کے بہت سے گوشے ایسے ہیں جو تاریکی میں ہیں مدینہ کی ۱۸ سالہ زندگی اور وہ بھی علمی زندگی، تلامذہ و مشائخ کی فہرست، مشائخ حرمین سے مذاکرہ گنبد خضرا کے انوار و برکات کا استفادہ اور عرفان محمدی کی بلا واسطہ تلقی وغیرہ ایسے مسائل و فضائل ہیں جو بعدہٗ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے آپ کے اور صرف آپ کے حصہ میں آئے ہیں اسی کیساتھ ملکہ تامہ یعنی رسوخ فی العلم کی جو دولت آپکو ملی، وہ آپکے معاصرین میں سے کسکو ملی ہے؟ بہت سی رطب یابس کتابوں کا لکھدینا کوئی بڑا کمال نہیں۔

مکتوب نمبر ۵

(۱) مہر فاطمی کے متعلق حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے سمجھنے سے قاصر ہوں (اولاً) حضرت نانوتویؒ، حضرت گنگوہیؒ، حضرت شیخ الہندؒ قدس اللہ اسرارہم نے اپنے اپنے متعلقین کا نکاح مہر فاطمی پر کیا ہے جو یقیناً حضرت تھانویؒ سے اعلیٰ وارفع تھے اور ان کے اساتذہ تھے (ثانیاً) ہندوستان کے رواجِ عامہ میں مہر وصول نہیں کیا جاتا ہے، اگر کبھی ضرورت ہوتی ہے تو طلاق یا موت تک کے بعد صاحبِ جائداد کے یہاں ہوتی ہے ورنہ عموماً مہر کا مانگنا، وصول کرنا قبل العقد نہ بعد العقد (جیسا کہ عرب کا دستور ہے) کبھی نہیں ہوتا بلکہ عادتاً نہایت معیوب شمار ہوتا ہے، کیا یہ حق تلفی نسواں نہیں ہے، اگر اس عادت کو چھوڑ دیا جائے اور مہر کے ادا کرنے کی رسم جیسی مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ وغیرہ میں ہے، جاری کر دی جائے تو یقیناً عورتوں کو بہت سی آسانیاں اور کشائش ہو جائے گی، یہ حق تلفی کیوں کی جا رہی ہے، (ثالثاً) مہر مثل بہت سی خاندانوں کے اتنے ہیں کہ موجودہ زمانہ کا مسلمان ہندوستانی اس کے ادا کرنے کا خیال

(حاشیہ مکتوب نمبر ۵) عرصہ ہوا جب مولانا سید سلیمان صاحب ندوی مدظلہ نے اپنی صاحبزادی کا نکاح مہر فاطمی پر خود پڑھا دیا تھا، اور حضرت مولانا تھانوی مرحوم کو اطلاع دی تھی کہ شکر ہے کہ باپ نے بیٹی کا عقد نکاح مہر فاطمی پر باندھ دیا اور بہ یک کرشمہ دونوں سنتوں پر عمل ہو گیا۔ حضرت تھانویؒ نے جواباً لکھا کہ سلیمان کی حکومت میں رعایہ کی حق تلفی کیوں کی گئی اور مہر مثل جو عروسہ کا شرعی حق تھا محروم رکھا گیا۔

یہ روایت راقم الحروف کو اعظم گڑھ ہی میں پہونچی تھی، حضرت مولانا مدنی مدظلہ العالی کا مہر فاطمی پر اصرار دیکھ کر خلجان ہوا۔ کہ یہ دونوں بزرگ مشائخ اور ائمہ وقت ہیں اس طرح کا اختلاف مسائل فقہ میں کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا تاہم رفع خلجان کے لئے بارگاہ مدنی میں رجوع کرنا پڑا اور یہ والانامہ حاصل ہوا۔

بھی نہیں کر سکتا۔ واقعیت تو در کنار، کتب فقہ میں یہ جزئیہ موجود ہے کہ اگر نکاح میں زوج کا ارادہ مہر ادا کر دینے کا نہ ہو تو زوجین کا اجتماع سفاح ہوگا۔ بتلائیے کہ وہ خاندان جو کہ زمانہ حکومت اسلامیہ میں لاکھوں بلکہ کروڑوں کے مالک تھے، آج بھی ان کے یہاں لاکھوں کی مقدار یا ہزاروں کی مقدار پر مہر چلے آتے ہیں اور بہت سے خاندان والے زیادہ سے زیادہ مہر کی عادت کئے ہوئے ہیں محض تفاخر اور نام آوری کے لئے اور اس پر بھی باراتوں میں ردو قدح اس قدر ہوتی ہے کہ جس کی حد نہیں، شرافت اور عالی خاندانی کا معیار ہی ان بیوقوفوں کے یہاں مہر کا غالی تر ہونا ہو گیا ہے، ان صورتوں میں زوج کیسے ارادہ ادائے مہر کر سکتا ہے اس کے گھر میں اتنے کھرے نہیں بھی نہیں جتنا مہر باندھا جاتا ہے، زبان زد یہ ہو گیا ہے کہ بیوی سے معاف کرالیں گے، بلکہ بعض بیوقوف تو یہ کرتے ہیں کہ بیوی کو پہلی ہی شب مجبور کر کے معاف کراتے ہیں، ایسی صورتوں میں ارادہ ادائے مہر کہاں پایا جاتا ہے، (رابعاً) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیوں نہ اس حق تلفی کا احساس کیا، اور مغالاۃ فی الصداق سے کیوں منع کیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج اور بنات کو نظیر میں پیش کیا، (خامساً) جس طرح غلط رسوم کی اصلاح کی کوشش کی گئی ہے، اس کی بھی ہونی چاہئیے، ایک سو بتیس تولہ چاندی (۵۰۰ درہم) ایسی مقدار ہے کہ عام طور پر مسلمان ادا کر سکتا ہے اور اس کا ارادہ بھی رکھ سکتا ہے، علاوہ ازیں یہ ایک متبرک طریقہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کا ہے، جس سے تال حسن اور برکات عظیمہ کا موقع حاصل ہوتا ہے ظاہر ہے کہ جب ہندوستانی ازدواج میں مہر کا وصول کرنا موجود ہی نہیں ہے اور نہ اس کو معاوضہ بُضع شمار کیا جاتا ہے، بلکہ شرعی رسم خیال کر کے اس کو ذکر کر دینا ضروری سمجھا جاتا ہے تو کیوں نہ وہ عدد لیا جائے جو سب میں برکت والا ہو، نہ ادنیٰ ترین مقدار مہر (۱۰ درہم) ہو اور نہ اعلیٰ ترین (قناطیر مقنطرہ ہو) شرافت اور عزت اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ سیدۃ نساء اہل الجنۃ رضی اللہ عنہا اور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسم مبارک کے ٹکڑے کا یہ مہر ہے، فاطمہ بضعۃ منی

حدیث پر غور فرمایئے۔

باوجود ان امور کے میں خود اگر کوئی نکاح پڑھتا ہوں تب تو یہ شرط ہوتی ہے اور اگر پڑھنے والا کوئی دوسرا ہوتا ہے تو شرط نہیں ہوتی شریک ہو جاتا ہوں۔

(۲) جن صاحب کے مرض دق میں مبتلا ہونے کی وجہ سے دعا کا حکم ہے، انشاء اللہ عمل کروں گا، مگر دعا تیر قضا کیجب رونتی ہے کہ نبی یا ولی کی ہو، ایک سگِ دنیا اخس الناس اجہل الناس، بندۂ شکم کا یہ حال کیونکر ہو سکتا ہے ؎

درویش نیست آنکہ بخسپد خورد چو خر ۔۔۔ درویش بِتر حق بود از روح پاک تر

یہاں دن رات یہی نفس پروری اور شکم پروری کا مشغلہ ہے۔

یظن الناس بی خیرا و انی ۔۔۔ لشر الناس ان لم یعف عنی

والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ رمضان المبارک ۱۳۷ھ

مکتوب نمبر ۶

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

میں خیال کرتا تھا کہ مبارکپور اور سکرور کے آنے میں موٹر کار کا بارِ عظیم دونوں جگہ میں صرف میری وجہ سے آپ حضرات کو اٹھانا پڑا ورنہ ریل اور جھکڑے یا پیدل میں اسکا آدھا تہائی بھی خرچ نہ ہوتا میں اپنے آپ کو ملامت کرتا تھا، آپ کو اور مولانا عبد الباری صاحب مبارکپوری کو بھی اس قدر زیر باری وغیرہ پر دل میں افسوس اور صدمہ ضرور ہوگا، اگرچہ زبان سے شرم کی وجہ سے کچھ نہ کہیں۔ میں نے بے حد ظلم کیا ہے اس لئے انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ کیلئے اب یہ حضرات کبھی اس کا نام بھی نہ لیں گے۔ مگر آپ کا والا نامہ دیکھ کر سخت تعجب ہوا جب کہ آئندہ کیلئے آپ حضرات ایسا پروگرام تجویز فرما رہے ہیں، اگر یہ میری طفل تسلی کیلئے ہے تو میں شکر گذار ہوں اور اگر واقعی ہے تو آپ کو مزید غور کرنا چاہیئے، ایسے مجھ جیسے ناکارہ کی وجہ سے

اس قدر زیر باری اور تکلیف برداشت کرنا بالکل غلط اور غیر صحیح ہے۔

خدا کرے کہ بابو فضل الرحمن صاحب اور ان کے متعلقین بخیر دعا نیت حج و زیارت سے واپس آئیں اور ان کے اعمال واخلاق ستودہ اور موجب رضائے باری عزوجل ہوں، مگر آپ کو ہمیشہ اصلاح و تبلیغ میں جناب باری عزوجل کا ارشاد (فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا الآیۃ)[۱] اور اُدْعُ اِلٰی سَبِيْلِ رَبِّكَ (الآیۃ)[۲] کا خیال رکھنا چاہیئے، اول الذکر حکم اس فرعون کے متعلق ہے جو کہ انا ربکم الاعلیٰ کا مدعی تھا اور ثانی الذکر فراعنہ عرب کے متعلق ہے۔

عن[۳] ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان للہ ملائکۃ یطوفون فی الطرق یلتمسون اھل الذکر فاذا وجدوا قوما یذکرون اللہ تنادوا ھلموا الی حاجتکم فیحفونھم باجنحتھم الی السماء الدنیا الیٰ ان قال فیقول انی اشھدکم انی قد غفرت لھم قال فیقول ملک من الملائکۃ فیھم فلان لیس منھم انما جاء لحاجۃ قال ھم الجلساء لا یشقی جلیسھم

(حدیث بخاری جلد ثانی ص ۹۴۸)

(حاشیہ مکتوب نمبر ۶) آیات و روایات کا ترجمہ یہ ہے۔

[۱] حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فقولا لہ الخ یعنی فرعون سے نرم بات کہنا ممکن ہے کچھ سمجھے غور کرے اور خدا کا خوف اسکے دل میں پیدا ہو۔

[۲] اپنے رب کے راستہ کی طرف بلا دانش مندی اور اچھی نصیحت کے ذریعہ (۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کتنے ہی فرشتے ہیں، جو اہلِ ذکر کی تلاش میں راستہ میں چکر لگاتے رہتے ہیں پس جب کچھ لوگوں کو اللہ کا ذکر کرتے ہوئے پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو آواز دیتے ہیں کہ آؤ جلدی اپنے مطلب کی طرف۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے ان کو اپنے پروں سے گھیر لیتے ہیں آسمانِ دنیا تک اس طویل حدیث کے آخر میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اپنے فرشتوں سے گواہ رہو میں نے ان کو بخشا۔ فرمایا حضرت نے کہ ایک فرشتہ ان میں سے کہتا ہے خداوندا فلاں شخص اس جماعت کا رکن نہیں ہے، وہ تو اپنی کسی

(۴) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ (تعالیٰ) انا عند ظن عبدی بی وانا معہ اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی وان ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملاء خیر منھم وان تقرب الی شبراتقربت الیہ ذراعا.... الحدیث (خ، م، ت، س، ماجہ)

(بقیہ حاشیہ مکتوب ۶) ضرورت سے آیا تھا، اللہ تعالیٰ جواب دیتا ہے کہ وہ ایسے بیٹھنے والے ہیں کہ انکا ہمنشین بدبخت اور محروم نہیں رہتا ہے۔ (بخاری)

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوں، جو میرے متعلق رکھتا ہے۔ اور میں اس کے ساتھ ہوں جب مجکو یاد کرتا ہے، پس اگر وہ تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی تنہا یاد کرتا ہوں اور اگر وہ جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو ایسی جماعت میں یاد کرتا ہوں جو اس کی جماعت سے بہتر ہوتی ہے اور جو میری طرف ایک بالشت آتا ہے تو میں اسکی طرف ایک گز قریب ہو جاتا ہوں۔

(۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر دو ایسی مجلسوں پر ہوا جو مسجد نبوی میں تھیں آپ نے فرمایا کہ یہ دونوں بہتر ہیں، لیکن ایک ان میں سے دوسری سے افضل ہے، یہ لوگ اللہ سے دعا کر رہے ہیں اسکی طرف راغب و مائل ہیں پس اللہ تعالیٰ اگر چاہے ان کی مراد پوری کرے چاہے تو ان کو محروم کر دے۔ لیکن یہ دوسری فقہ سیکھ رہے ہیں (یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فقہ کے بجائے علم کا لفظ فرمایا۔ کہ علم سیکھ رہے ہیں اور جاہل کو عالم بنا رہے ہیں، بہرحال افضل ہیں اور میں تو معلم بنا کر ہی بھیجا گیا ہوں۔ اس کے بعد آپ انہیں میں رونق افروز ہو گئے۔ (دارمی)

آیت سورہ آل عمران اور آیت سورہ احزاب کا ترجمہ کئی جگہ گذر چکا ہے ناچیز نے یہ سوال کیا تھا کہ مسند دارمی شریف میں ایک روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ ہم لوگ قبل نماز فجر عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر ان کے انتظار میں بیٹھتے، اور ساتھ ہو کر مسجد آتے، ایک روز ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ گھبرائے ہوئے آئے اور ہم سے پوچھا کہ عبداللہ بن مسعود نکلے یا نہیں۔ ہم نے کہا نہیں

(۵) عن عبد اللہ بن عمرو ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر بمجلسین فی مسجدہ فقال کلاھما علی خیر واحدھما افضل من صاحبہ اما ھولاء فیدعون اللہ ویرغبون الیہ فان شاء اعطاھم وان شاء منعھم واما ھولاء فیتعلمون الفقہ او العلم ویعلمون الجاھل فھم افضل وانما بعثت معلما ثم جلس فیھم ..... (دارمی)

(بقیہ حاشیہ مکتوب ۵) وہ بھی انتظار میں بیٹھ گئے۔ جب ابن مسعودؓ نکلے تو ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا کہ ابھی ابھی میں نے مسجد نبوی میں ایک امر منکر دیکھا ہے، لیکن دیکھنے میں بھلا معلوم ہوتا ہے۔ ابن مسعود! کیا دیکھا ہے؟ ابو موسیٰ میں نے ایک جماعت کو دیکھا کہ ہمارے انتظار میں مسجد نبوی میں حلقے باندھکر بیٹھی ہے، اور ان کے ہاتھوں میں کنکریاں ہیں، ہر حلقے میں ایک شخص ہے جو کہتا ہے کبر مائۃ تکبیرۃ فیکبرون مائۃ یعنی سو بار تکبیر کہو، وہ سو بار تکبیر کہتے ہیں، پھر کہتا ہے سو بار لاالٰہ الا اللہ کہو، وہ لاالٰہ الا اللہ کہتے ہیں، پھر اسی طرح سو بار سبحان اللہ کہنے کی ہدایت کرتا ہے، وہ سبحان اللہ کہتے ہیں، ابن مسعود! تم نے کیا کہا؟ ابو موسیٰ آپ کے انتظار میں میں نے کچھ نہیں کہا، بات کرتے کرتے دونوں صاحب مسجد میں پہنچ گئے، تو دیکھا کہ ابو موسیٰ کے بیان کے مطابق مسجد نبوی میں ذکر جاری ہے، ابن مسعودؓ نے ایک حلقہ والوں سے مخاطب ہوکر پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے؟ لوگوں نے کہا یہ کنکریاں ہیں ان پر اللہ کی تکبیر و تہلیل و تسبیح پکارتے ہیں۔ ابن مسعود نے فرمایا تم بجائے تکبیر تہلیل و تسبیح کے اپنے گناہوں کو شمار کرو میں ضمانت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے حسنات کو ضائع نہیں کرے گا۔ افسوس ہے تم پر اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر جلدی تمہاری خرابی پہنچ گئی، ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب تم میں کثرت سے موجود ہیں۔ ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استعمال کے برتن بھی نہیں ٹوٹے تو شاید تم ایسے طریقہ پر ہو جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے عمدہ اور زیادہ ہدایت والا ہے۔ لوگوں نے معذرۃً کہا، واللہ یا ابا عبد الرحمٰن ما اردنا الا الخیر خدا کی قسم اس سے ہم نے خیر ہی کا ارادہ کیا ہے، ابن مسعودؓ نے فرمایا، کم من مرید للخیر" کتنے خیر کے ارادہ کرنے والے ہیں جو ہرگز خیر کو نہیں پہنچے، (دارمی ص ۳۸)

یہ روایات اور ان کے ہم معنی شیخین وغیرہما کی مرفوعات صحیحہ ہیں ان کے مقابلہ میں دارمی کی وہ روایات جو آپ نے ذکر فرمائی ہے، کیا حیثیت رکھتی ہے جب کہ وہ موقوف ہے اور اس کے رواۃ متفق علیہ نہیں ہیں، اگرچہ ثقاۃ ہیں اس لئے اگر معارضہ کیا جائے گا تو احادیث مذکورہ بالا ہی کو ترجیح ہوگی، خصوصاً جب کہ اطلاق آیات ذکر ان کے مؤید ہے فاذکروا اللہ قیاماً و قعوداً وعلیٰ جنوبکم (الآیۃ) آل عمران) یا ایہا الذین آمنوا اذکروا اللہ ذکراً کثیراً و سبحوہ بکرۃ و اصیلا۔ (احزاب) وغیرہ جن سے اجتماع اور انفراد سب کا ثبوت ہوتا ہے، اور اگر کوئی صورت جمع کی نکالی جائے تو یہ کہنا ممکن ہے کہ کوئی چیز ہر دو صاحبوں نے اس جماعت میں ایسی مشاہدہ کی جو کہ زمانہ سعادت میں نہیں پائی گئی اور اسمیں افراط تفریط کا شائبہ تھا، اس بنا پر اس کو منع کیا نہ کہ نفس اجتماع بالذکر اور اس کی مباح کیفیات کو۔ خط کشیدہ عبارات پر تینوں روایتوں میں غور فرمایئے، اس روایت میں قرأت قرآن پر بھی تو نکیر ہے، پھر کیا اس میں مطلقاً ممانعت جاری ہو سکتی ہے اور اگر ایسا کیا جائے تو کیا آیات صریحہ اور احادیث صحیحہ کا خلاف لازم نہیں آئے گا۔ اور اگر اس میں کوئی تخصیص ایسی کیجائے جو کہ محط انکار ہو سکتی تو حلق ذکر میں کسی خاص کیفیت منکرہ پر یہ ممانعت محمول ہوگی واللہ اعلم،

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ دیوبند ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۷۰ھ

(بقیہ حاشیہ مکتوب ۶۱) اس روایت کو خدمت اقدس میں پیش کرکے یہ شبہ ظاہر کیا گیا تھا کہ صوفیاء کا موجودہ سلسلہ ایسا ہے جس میں اس طرح کے اشغال، وظائف اور ذکر کے حلقے پائے جاتے ہیں جو اس روایت کی روشنی میں محدث کہے جا سکتے ہیں اور ان پر نکیر کرنا جائز ہو جاتا ہے، امام العصر حضرت مولانا مدنی متع اللہ المسلمین بطول بقائہ نے اصولی بحث فرما کر جو توجیہ فرمائی ہے، اس سے اپنے شبہات بحمداللہ صاف ہو گئے)۔

سہ محط انکار یعنی محل انکار یعنی جس میں انکار کی گنجائش نکل سکے۔ سہ حلق ذکر یعنی ذکر کے حلقے۔

مکتوب نمبر ۵

امور مسئول عنہا کے متعلق حسب ذیل عرض ہے۔

(۱) ذکر کی مداومت سے خوشی ہوئی، خواہ تھوڑی مقدار ہو، مگر مداومت رہنی چاہیئے رزقنا ایاکم آمین۔

(۲) مکاتیب کے متعلق میں نے جو کچھ کہا ہے وہ اپنی بے بضاعتی اور جہالت کی بنا پر ہے، اس پر طرہ یہ کہ عملی حیثیت سے میں کورا ہی نہیں بلکہ بداعمالیوں کا مرکز بھی ہوں، نفس اور شیطان کا اڈا ہوں، احباب اللہ تعالیٰ کی پردہ پوشی کی بنا پر میرے ساتھ حسن ظن رکھتے ہیں اور معاذ اللہ ایسے ایسے القاب اور خطابات کے ساتھ یاد فرماتے ہیں، کہ بڑے بڑے اولیاء اللہ اور علمائے امت کے لئے سزاوار ہوں نہ کہ مجھ جیسے ناکارہ، جاہل، متبع ہوا وہوس کندۂ ناتراش کے لئے میں تو واقع میں اسلاف کرام کا بدنام کرنے والا اور ننگ عار ہوں یہ تو یقیناً میری خوش نصیبی ہے کہ ایسے ایسے اہل اللہ اور اکابر عظام کے در تک پہنچا یا کہ وہ نہ صرف نمونۂ سلف تھے بلکہ فخر اسلاف کرام تھے مگر میں اپنی بداعمالیوں اور کسلمندیوں کی بنا پر خالی ہی ہاتھ

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

اللہ تعالیٰ اگر اپنا فضل فرمائے تو نجات کی امید ہے، ورنہ انتہائی ہلاکت کا استحقاق ہے، ؎

از نکتۂ مقصود نہ شد فہم حدیثے لادین ولا دنیا بیکار. ما ندیم

(الف) میرا علم نہایت محدود اور بہت کم ہے اگرچہ حسن ظن اکابر کی بنا پر مجکو صدارت دارالعلوم

حاشیہ مکتوب نمبر۵) مکتوبات شیخ الاسلام جلد اول کی جمع و ترتیب کے سلسلہ میں راقم الحروف نے ٹانڈہ حاضر ہوکر اشاعت کی اجازت چاہی اور تحریری طور پر بھی درخواست پیش کی، فرمایا کہ تو اگر مفید سمجھتا ہے تو میں منع نہیں کرتا اور تحریری اجازت بھی اس نالانامہ کے اس جملہ سے نکل آتی ہے، ’’پھر اگر ان کو آپ مفید سمجھتے ہیں لیجئے‘‘ کفی بذالک لی فخرا و ثناء

کی جگہ دیدی گئی ہے گو واقعہ یہی ہے کہ مجھ میں اس کی قابلیت نہیں ہے، حافظہ نہایت کمزور، اور سمجھ بہت ہی گری ہوئی اور ناقص ہے، اخلاق اور اعمال بہت گندے جنکا خیال کرتے ہوئے شرم آتی ہے،

(ج) خطوط کے لئے چونکہ فرصت بہت کم ہوتی ہے اور کثرت ڈاک کی بہت زیادہ ہے، اسلئے خالی وقت کافی مقدار میں مکان پر نہیں ملتا اسلئے سفروں میں چلتی ہوئی ٹرین میں اکثر لکھنا پڑتا ہے۔ اس لئے مضامین میں غلطی کا احتمال بہت زیادہ ہے۔

ان وجوہ کی بنا پر میں نے کہا تھا کہ کوئی فائدہ سمجھ میں نہیں آتا، ان کا شائع ہونا اس دعوے کے مرادف ہے کہ ہم بھی تین یا پانچویں سو برسوں میں، مکاتیب حضرت مجدد قدس سرہ العزیز اور اس پایہ کے بزرگوں کے اس قابل ہیں، ہم جیسے ٹٹپونجیے تو اسی قابل ہیں کہ ہم کو گوشۂ گمنامی میں اس دار فانی میں رکھا جائے اور اسی میں انتقال ہو جائے یہ تو آپ احباب اور بزرگوں کا حسن ظن ہے کہ ایک بہروپیے کو آپ حقیقت کا درجہ دیتے ہیں اور اس کو اس درجہ بڑھا رہے ہیں، پھر اگر ان کو آپ مفید سمجھتے ہیں کیجئے۔

والسلام ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۱۲ ذی قعدہ ۱۳۷۰ھ

مکتوب نمبر ۵۰

محترم المقام زید مجدکم .... بابو سراج الحق صاحب کی کرم فرمائی سے بہت خوشی ہوئی اور عزت افزائی حاصل ہوئی، اللہ تعالیٰ موصوف کو دارین میں سرخرو اور فائز المرام فرمائے، آمین۔

محترما! آپ جانتے ہیں کہ اس دار دنیا میں محن اور مصائب کے وہ لوگ زیادہ نشانے بنائے گئے ہیں جن کو تقویٰ اور دیانت داری میں یدطولیٰ حاصل ہوتا ہے اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل ومن یرد اللہ بہ خیرا یصب منہ لمن لا یشاء۔ اس لئے بابو صاحب کو اور آپ کو نہ صرف یہ بلکہ شکر پر (بھی) قدم راسخ رکھنا چاہیئے اور کسی وقت میں بھی قلب میں قلق و اضطراب آنے

نہ دینا چاہیے۔ اور نہ مایوس ہونا چاہیے۔ [1]

الا لا تیأسن اخو البلیہ — فللرحمٰن الطاف خفیہ

اذا اشتدت بک البلوی — ففکر فی الم نشرح

فعسر بین یسرین — اذا فکرتہ فافرح

آپ نے حسن ظن سے جو اظہار مدح انتیاد فرمایا ہے وہ بالکل خلاف واقع ہے الا ان یتفضل اللہ تعالیٰ و یجعل لی ظنون الاحباب واقعۃ و نفس الامر۔

یظن الناس بی خیرا و انی — لشر الناس ان لم یعف عنی

اللہ تعالیٰ نے اپنی ستاریت کاملہ سے میری رذالتوں اور معائب و معاصی پر پردہ ڈال رکھا ہے، ورنہ احباب و اغیار اس سے بھی زیادہ نفرت کرتے جتنی کرتے ہیں، ولنعم ما قیل۔

واسود مشفرۃ نصفہ — یقال لہ انت بدر الدجی

(حاشیہ مکتوب نمبر [1]) پہلے شعر کا مفہوم یہ ہے کہ مصیبت کے وقت کبھی مایوس نہ ہونا چاہیے کیونکہ مصیبت میں اللہ تعالیٰ رحمن و رحیم کی مہربانیاں پوشیدہ ہوتی ہیں لیکن سب اس وقت ان کا احساس نہ ہو بعد میں ان کا احساس ہوتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے شعر کا مفہوم یہ ہے کہ جب کوئی شدید مصیبت پیش آئے تو سورہ الم نشرح کی آیات میں غور کرنا چاہیے۔ اس میں عسر (تنگی) اور یسر (فراخی) کے الفاظ آرہے ہیں، ایسے انداز اور ایسی ترتیب سے لائے گئے ہیں کہ عربی زبان کے قواعد کے لحاظ سے مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایک تنگی اور مصیبت پر دو فراخیاں اور راحتیں میسر آتی ہیں کیونکہ العسر الف لام کے ساتھ لایا گیا ہے تو دوسرے عسر سے بھی پہلا والا عسر ہی مراد ہوگا، اور یسر بغیر الف لام کے لایا گیا ہے۔ قاعدہ نحو کے لحاظ سے دوسرے یسر سے مراد پہلے والا یسر نہیں بلکہ دوسرا اور یسر مراد ہوگا یعنی بس عسر تو ایک رہا اور یسر دو ہو گئے۔ اسی لئے مصیبت مسرت میں تبدیل ہو جائیگی۔

[2] یہ متنبی کا شعر ہے جو کافور کی ہجو میں کہا گیا ہے، مفہوم یہ ہے ایسے حبشی کو جس کے موٹے ہونٹ اس کے تمام جسم کے آدھے کے برابر ہیں، خوشامد کی جاتی ہے تو اس کو کہتے ہیں کہ تو چودھویں کا چاند ہے۔

وفقنا اللہ وایاکم لما یحبہ ویرضاہ۔

والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ٹانڈہ ۵ر شوال ۱۳۷۱ھ

مکتوب نمبر ۹

آپ نہیں تشریف لائے تو لیجئے خدام ہی حاضر ہوتے ہیں، ۴ر اکتوبر کو دون اکسپریس سے انشاءاللہ ٹانڈہ پہونچونگا اور وہاں ایک روز ٹھیر کر سکرور کا قصد کرونگا۔ اطلاعاً عرض ہے۔ اگر ممکن ہو تو آپ ۴ر یا ۵ر اکتوبر کو ٹانڈہ میں آجائیں تاکہ آپ ہی کے زیر سایہ سفر سکرور وہاں سے کیا جائے۔

والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۵ر محرم ۱۳۷۲ھ

حاشیہ مکتوب نمبر ۹) ہندوستان میں جس طرح یوپی کو خاص اہمیت حاصل ہے اسی طرح یوپی میں ضلع اعظم گڑھ کا بھی علمی ودینی وسیاسی اعتبار سے ایک مقام ہے راجہ پور سکرور ضلع اعظم گڑھ کا مشہور مردم خیز گاؤں اور راقم الحروف کا وطن ہے۔ صدیوں سے بزرگانِ دین اور اکابرامت کی خصوصی توجہ کا مرکز رہا ہے، چنانچہ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ جب حضرت مولانا سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے بالاکوٹ میں جہاد کیا تھا تو راجہ پور سکرور سے بھی چار بزرگوں نے شرکت جہاد فرمائی تھی، دو تو شہید ہوئے اور دو غازی واپس آئے جن کے اسماء یادگار سلف میں درج ہیں، اسی وقت سے اس سلسلہ کی محترم ہستیاں برابر اس موضع کو اپنے شرفِ قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمایا کرتی رہیں۔ حضرت سید شہیدؒ کے جہادی سلسلہ کی اہم کڑی اور علمائے دیوبند کے کمالات کا عطر اور سلوک امدادی کے خاتم، امام العصر حضرت امامنا ومرشدنا سید حسین احمد مدنی شیخ العرب والعجم متع اللہ المسلمین بطول بقائہ نے ۱۹۵۲ء میں دوسری بار اس موضع کو اپنے فیوض وبرکات سے مالامال فرمایا۔ ناچیز نے غلطی سے بجائے صبح ۴ بجے کے ۱۰ بجے دن کو ٹانڈہ کا قصد کیا۔ ادھر حضرت مولانا مدظلہٗ صبح انتظار فرماکر سکرور کے لئے روانہ ہوگئے، راقم الحروف اکبرپور اترا اور حضرت مدظلہٗ سرائمیر پہنچ گئے اور اسٹیشن پر ٹھہر گئے کوئی موجود نہ تھا، کیونکہ میں کہہ گیا تھا کہ کل فلاں وقت سواری موجود رہے، بارے کچھ دیر کے بعد سکرور کے لوگوں کو خبر ملی، لوگ آئے اور ندامت کے ساتھ حضرت کو سکرور لے گئے، اکبرپور میں معلوم ہوا کہ

بقیہ بر صفحہ

مکتوب نمبر ۱۰[۱۰]

جناب باری عزاسمہ ہماری عقل و ادراک سے نہایت ہی زیادہ بلند اور بالا ہے۔ لیس کمثلہ شئی،

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و ہم — وز ہرچہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم

مگر تقریب و تفہیم کے لئے مندرجہ ذیل مثال پیش کرتا ہوں۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر۹) حضرت شاہ گنج کی طرف تشریف لے گئے ہیں، سنتے ہی زمین پیروں سے نکل گئی، اور ہوش جاتا رہا، قصہ مختصر ۱۲ بجے رات کو سکرور پہونچ گیا، جب کہ حضرت مدظلہٗ آرام فرما رہے تھے، ادھر اپنے اندر بار بار خیال آتا رہتا کہ حضرت کو تکلیف ہوگئی آخر کس منہ سے سامنے جاؤں صبح ہوئی ندامت اور شرمندگی سے بھرپور ڈرتے ڈرتے خدمت میں حاضر ہوا، مسکراتے ہوئے فرمایا کہ تم کو بڑی تکلیف اٹھانی پڑی، کیسے اور کب آئے، جواب میں اشک ندامت نے غمازی کی، واہ رے خلق حسینی کہ ساری کلفت راحت بنادی اور بجائے ایک دن قیام فرمانے کے دو دن قیام فرمایا، اور اپنے ارشادات سے اطراف و دیار کے مسلمانوں کو اپنی کمزوریوں کی اصلاح کا موقع بخشا، اللہ تعالےٰ اس سایہ کو تادیر قایم و باقی رکھے آمین ؎

اے بیش از آنکہ در قلم آید ثنائے تو — واجب بر اہل مشرق و مغرب دعائے تو

اے در بقائے عمر تو نفع جہانیاں — باقی مباد آنکہ نخواہد بقائے تو (سعدیؒ)

(حاشیہ مکتوب نمبر۱۰) مکتوبات شیخ الاسلام جلد اول ص ۳۲۰ پر مکتوب نمبر ۱۱۲ چونکہ بہت مختصر اور محتاج تفصیل تھا، راقم الحروف نے اس کی وضاحت حضرت اقدس مدظلہٗ العالی سے چاہی بارے صد شکر کہ یہ گنج گرانمایہ عرصہ کے بعد خمستانِ معرفت کے جرعہ نوشوں کے لئے شرف صدور ہوا، جو خود ہی متن اور خود ہی شرح ہے، یعنی حضرت اقدس مدظلہٗ العالی خود ہی ماتن ہیں اور خود ہی شارح ہیں — پھر کیا کہنا؟ تصنیف را مصنف نیکو کند بیاں، کی سچی نظیر ہے، مکتوب عالی میں اہل اللہ کا یہ ارشاد کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کی راہیں انفاس خلائق کے برابر ہیں، یعنی بے شمار ہیں، اس کی تشریح مزید یہ ہے کہ

ہر انسان میں ایک مرتبہ ذات کا ہے، اس درجہ میں وہ سب سے بے پرواہ اور غیر متعلق ہے دوسرا درجہ صفات کا ہے جو کہ تمام تعلقات خارجہ کا سبب ہے، اس کا وصف کرم اس کو داد و دہش پر آمادہ کرتا ہے۔ اسی پر وہ غریبوں اور فقراء، ارباب حاجات کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور یہ وصف اس کو مجبور کرتا ہے کہ وہ ان کی حاجت مندیوں پر بے چین ہو جائے اور اپنے مال و زر کو ان تک پہونچانے میں دریغ نہ کرے، وصف شجاعت قتل و قتال قہر و غلبہ پر مجبور کرتا ہے، و علیٰ ہذا القیاس تمام اوصاف یہی معاملہ رکھتے ہیں، تیسرا مرتبہ جوارح کا ہے جن کے وسیلہ سے وہ... مقتضیات صفات کو خارج میں انجام دیتا ہے، کریم شخص میں داد و دہش کی نوبت آتی اور ظہور پذیر ہوتی ہے، شجاع میں قتل و قتال قہر و غلبہ کی عالم خارج میں صورت بنتی ہے، اگر یہ جوارح نہ ہوتے تو مقتضیات صفات کے ظہور کی صورت نہ بنتی، اسی طرح بلا تشبیہ تمام ذات باری عزاسمہٗ تمام خلائق سے مستغنی اور غیر متعلق ہے اس کی صفات کاملہ جو کہ لا غیر اور لا عین ہیں، واسطہ بین القدیم والحادث ہیں وہی تعلقات پیدا کرنے والی ہیں، اس کے بعد مرتبہ اسماء کا ہے یہ اسماء عالیہ اپنے اپنے اقتضاءات کے موافق تمام عالم میں تصرف کرتے ہیں، جیسے کہ انسان کے جوارح اپنی اپنی قابلیت کے موافق تصرف کرتے ہیں، اسم رزاق مخلوقات کو رزق پہنچاتا ہے جیسے کہ انسان کا

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱) تمام عالم میں اللہ تعالیٰ کے افعال و صفات کا پھیلاؤ ہے، ہر فعل کو صفات کے ساتھ اور ہر صفت کو اسماء کے ساتھ لگاؤ ہے، اور اسماء سب ذات کے ساتھ وابستہ ہیں، اسلئے ہر ایک صفت ذات تک رسائی کا راستہ ہے، یا یہ مطلب ہے کہ طرق کی کثرت باعتبار کثرت مراتب کے ہے پس جس طرح ذات غیر محدود ہے اسی طرح اس کے مراتب وصول بھی غیر محدود ہیں، چنانچہ اس راستہ کی بھی انتہا نہیں اور اس راہ میں کوئی ایسی منزل نہیں جہاں راستہ ختم ہو جائے۔ یہی وہ بات ہے [illegible] نے اپنے اس شعر میں واضح کیا ہے۔

اے برادر بے نہایت درگہے است　　ہر چہ بروے می رسی بروے مایست

لا عین، لا غیر کی توجیہ ہم پہلے ذیل میں کر چکے ہیں۔

باتمہ داد ودہش کا کام انجام دیتا ہے، اسم خلاق ماہیات معلومہ بالعلم الازلی کو نعمت وجود بخشتا ہے اور اسی طرح تمام اسماء مقدسہ کے تصرفات ہیں، اسماء باری عز اسمہ ہمارے اسماء کی طرح تاثیر وقوت سے خالی نہیں ہیں، لاعین ولا غیر از ذات مقدسہ ہیں ان میں وہ قدرت جو کہ صفات ذاتیہ میں سے ظہور پذیر ہے، جس سے ان کے تصرفات عالم میں جاری ہیں جیسے کہ ہمارے جوارح ہماری صفات کے مظاہر ہیں، اسماء باری تعالیٰ کا تعلق ہر انسان کے ساتھ علیحدہ علیحدہ ہے، کسی شخص کا مربی اسم علیم ہے کسی کا مربی اسم قدیر ہے، کسی کا دوسرا اسم ہے اہل اللہ کا ارشاد ہے، طرق الوصول الی اللہ بعدد انفس الخلائق اس کا راز بھی یہی ہے، جو اسم کسی کا .... مربی ہے اس اسم کے ذکر اور تصور دائم سے اس کو جلد ترقی ہو سکتی ہے مگر اس کا تمیز کرنا ماہرین کو بھی مشکل ہے؛ اس لئے اسم جامع لفظ اللہ سالک کو تعلیم دیا جاتا ہے۔ سالک کی ترقی اس کے مربی اسم تک ہو سکتی ہے، واللہ اعلم۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ دیوبند

مکتوب نمبر ۱

جناب مولانا حافظ زاہد حسن صاحب مدظلہٗ امروہہ کے نام

مخدوم ومطاع بندہ: عالی جناب فیض مآب زید مجدکم السلام علیکم و علی من لدیکم۔ مزاج اقدس۔

والانامہ مرسلہ از دہلی بہ ماہ اگست ان دنوں باعث سرفرازی خدام ہوا، قبل ازیں کوئی

حاشیہ مکتوب نمبر ۱، مکتوبات شیخ الاسلام جلد اول میں راقم الحروف کے نام کے خطوط سب کے آخر میں کیجا درج کردیئے گئے تھے، اس لئے اس جلد دوم میں اسی ترتیب کو ملحوظ رکھتے ہوئے ناچیز نے سب سے پہلے اپنے خطوط کو رکھا ہے ورنہ مجھ مولانا نسیم احمد صاحب فریدی زاد شرفہ کے بھیجے ہوئے مجموعہ کی اہمیت اور افادیت کا تقاضا تھا کہ اسی کو درج کیا جاتا۔ میں مولانا فریدی ذاتی اس خود غرضی کی معافی کا خواستگار ہوں۔ (اصلاحی)

شرف نامہ باعث افتخار خدام نہیں ہوا تھا، دعاگو نے اب تک عریضہ خدمت اقدس میں فقط اس وجہ سے ارسال نہیں کیا تھا کہ ہم سب تو بلا جرم و بے خطا گرداب بلا میں پھنس گئے ہیں، مبادا کہ ہماری خط و کتابت کی وجہ سے کوئی دوسرا بے جرم مصائب میں گرفتار ہو جائے، اسی وجہ سے ہم نے خط و کتابت جملہ احباب سے قطع کر دی فقط اقارب کے پاس البتہ خط و کتابت کرتے رہے، کہ ان سے خط و کتابت میں عذر معقول موجود ہے، اور خود حکومت کو ان میں جائے شبہہ نہیں ہو سکتی، میں نے ہندوستان میں سوائے حکیم صاحب قبلہ کے ایک مدت دراز تک خط و کتابت نہیں کی، مگر بعض احباب کے خطوط آئے تو معلوم ہوا کہ کوئی حرج نہیں، اس لئے ان کا جواب دیدیا، مگر وہ بھی نہایت کم حکیم صاحب قبلہ نے اس مدت دو سال میں احقر کے نام کوئی بھی والا نامہ نہیں بھیجا، فقط سال گذشتہ میں ایک خط وحید کے نام بھیجا تھا، نہ معلوم کیا سبب ہے، احقر نے تقریباً بیس پچیس یا اس سے زیادہ خطوط ان کی خدمت میں بھیجے غالباً پہنچے ہوں گے۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱) حضرت مولانا مہر حسن صاحب مدظلہ العالی حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز ہیں تقریباً ۹۵ سال کی عمر ہوگی، حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں مکہ مکرمہ میں مثنوی مولانا روم کے درس میں شریک رہے ہیں حضرت قطب گنگوہی حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امروہوی اور حضرت شیخ الہند کے دیار کے خانہ باش اور صحبت یافتہ بزرگ ہیں دینی اداروں کو چلانے اور ان کو ترقی دینے کا بڑا سلیقہ ہے، اکابر ملت کے متوسلین اور متعلقین سے حافظ صاحب موصوف کا ربط ہمیشہ قائم رہا، حضرت شیخ الاسلام، مولانا مدنی دامت فیوضہم سے اور آپ کے بھائیوں سے اس وقت سے دید شنید تھی جب کہ یہ حضرات آستانۂ شیخ الہند پر تازہ وارد تھے، اور دارالعلوم میں ابتدائی تعلیم پاتے تھے، اسی تعلق قدیم اور ربط کی بناء پر حضرت شیخ الاسلام مدظلہ جب بھی امروہہ کی سرزمین کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے عزت بخشتے ہیں تو وضعداری کا یہ عالم ہوتا ہے کہ حافظ صاحب موصوف ہی کے یہاں قیام ہوتا ہے، دوسری جگہ قیام و طعام حافظ صاحب کے ایماء سے ہوتا ہے حافظ صاحب تقریباً ڈیڑھ سال سے فالج میں مبتلا صاحب فراش ہیں بیٹھے بیٹھے نماز ادا فرماتے اور رمضان کے روزے رکھتے ہیں، حضرت شیخ الاسلام مدظلہ کو خصوصی تعلق حافظ صاحب سے ہے، چنانچہ بیماری میں دو بار تشریف

آنجناب کے کپڑوں وغیرہ کے ارسال کرنے کی ضرورت نہیں، ہم لوگوں کے پاس کپڑے کافی مقدار میں پہلے سے موجود تھے، اور یہاں بھی برابر بناتے اور خریدتے رہے (حسب ضرورت) اور اب تو قوی امید ہوتی ہے کہ انشاء اللہ جلد قدمبوسی کی عزت حاصل ہوگی، کیونکہ صلح شروع ہوگئی ہے جس کے اختتام کی امید نہایت جلد ہے، غالباً آپ کو تفصیلی کیفیت ہمارے اعزہ و اقارب کی معلوم ہوئی ہوگی احقر کے جدا ہونے کے بعد تقدیر الٰہیہ نے وہ افتادیں ڈالیں کہ جن کا بیان مشکل ہے، اس میں چھ آدمی ہمارے خاندان کے راہی ملک عدم ہوئے، والد صاحب اور والدہ صاحبہ، والدہ

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۱) لا چکے ہیں، نیز اپنے والا ناموں میں کبھی

تم ہمیں بھول گئے ہو شاید ہم تمہیں یاد کیا کرتے ہیں

کبھی لکھا جاتا ہے یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے" یا میرے مخدوم و مکرم غافل حافظ صاحب"، غرض حافظ صاحب موصوف کے نام کے تمام خطوط بہت ہی پر لطف اور کیفیات میں ڈوبے ہوئے ہیں جس سے شیخ الاسلام مدظلہٗ کی زندگی اور جیل کے واقعات کے چند گوشے اچھی طرح اجاگر ہو جاتے ہیں۔

سابرمتی جیل سے جو خط صادر ہوا ہے، اس کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ صاحبؒ موصوف کو کیسی صاف صاف سنائی گئی ہے، ایک طرف تو موصوف کا غیر معمولی اعزاز و اکرام پیش نظر ہے اور دوسری جانب الدین النصیحۃ کو مدنظر رکھتے ہوئے از راہ خلوص و محبت حافظ صاحب مدظلہٗ کو ان کے اصل مقام کی یاد دہانی کرائی جا رہی ہے۔

راقم الحروف کو یہ تمام خطوط مولانا نسیم احمد صاحب فریدی سے پہنچے اور ان کو حضرت صاحب کے بڑے صاحبزادے مولانا حامد حسن صاحب اور چھوٹے صاحبزادے مولانا حافظ محمد طاہر صاحب سے ملے یہ دونوں صاحبزادگان ماشاء اللہ عالم باعمل اور اپنے والد بزرگوار کے نقش قدم پر ہیں، (اصلاحی)

۵ حکیم قاری غلام احمد صاحب بچھرایونی مرحوم، حضرت مولانا مدنی مدظلہٗ کے خسر تھے (مولانا اسعد میاں سلمہ کے نانا تھے) بڑے باکمال قاری و مجود تھے، ان کی کمال دینداری، انتہائی بصیرت اور اعلیٰ درجہ کی سیادت کا نتیجہ ہے کہ سرزمین بچھرایوں ضلع مرادآباد کو عالم اسلامی کی عظیم الشان شخصیت کے دوہرے

اخلاق[ک]، اخلاق احمد[ل] زوجہ بھائی سید احمد صاحب، دختر بھائی صاحب موصوف رحمہم اللہ تعالیٰ ہر[د] بھائی صاحبان مع والد مرحوم اڈریانوپل میں نظر بند تھے، فقط تمام خاندان میں محمود[م] احمد کی اہلیہ او جا[ن] دمزادی مدینہ منورہ میں زندہ بچکر بہزار مصیبت گذشتہ اواخر ماہ جمادی الثانی میں اڈریانوپل پہنچ گئے، فانا للہ وانا الیہ راجعون، جملہ رفقاء بخیریت ہیں، حضرت مولانا دام مجدہم خارق العادت استقامت کے ساتھ نہایت صابر و شاکر ہیں اشغال و اوراد میں مشغول رہتے ہیں، ایسی تنہائی[ش] کہاں ملی تھی، امیدوار ہوں کہ ہم سب کا سلام و نیاز جملہ اکابر کو پہنچا دیں، حکیم صاحب قبلہ اور ان کے جملہ متعلقین سے بھی شکایت و سلام عرض کر دیں، اگر قسمت میں ہے تو قدمبوسی جلد نصیب ہوگی، حضرت مولانا دام مجدہم اور جملہ رفقاء سلام کہتے ہیں، فقط والسلام

مالٹا سینٹ کلیمنٹ براکس اسیر الحرب حسین احمد ۲۲۱۷ ۱ر صفر ۳۷ھ

مکتوب نمبر ۱۲[لہ]

یادآوری والانامہ اور خیر و عافیت عالی جناب و وابستگان والا کا بارگاہ جل و علا میں شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ حسب تحریر والا آپ کے والا نامجات یہاں پر نہایت ہی کم موصول ہوئے جو کہ تین یا چار سے متجاوز نہیں ہیں اور وہ بھی بہت ہی مدت کے بعد ملے، ان سبھوں کے

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۱) رشتے کا فخر حاصل ہوا۔ [ک] حضرت مولانا کے بھتیجے مولانا وحید احمد مدنی مرحوم [ل] حضرت مولانا کی زوجہ دختر حکیم قاری غلام احمد صاحب بچھرایونی مرحوم جن کے انتقال کے بعد قاری صاحب کی دوسری دختر حضرت والا کو منسوب ہوئیں۔ [م] حضرت مولانا کے صاحبزادہ کا نام۔ [ن] حضرت مولانا کے چھوٹے بھائی جو مدینہ منورہ میں مقیم ہیں اور صاحب نعمت و ثروت ہیں رنریدی۔

[د] اپنی پر یہ بھی رحلت فرما چکی ہیں۔

[ش] خوب بات ہے سچ فرمایا مولانا محمد علی مرحوم نے۔

تنہائی کے سب دن تھے تنہائی کی سب راتیں
اب ہونے لگیں ان سے خلوت میں ملاقاتیں
(اصوحی)

جواب خدمت اقدس میں روانہ ہوتے رہے ہیں، مرسلہ پارسل جملہ موصول ہوئے جن کا شکریہ اور رسید متعدد خطوط میں عرض کرچکا ہوں، چونکہ متارکہ ہونے پر یقین قوی تھا اور اخبار وں وغیرہ سے بھی یہی معلوم ہوتا تھا کہ ملکی اُسرا[۱] نہایت جلد اپنے اپنے اوطان کو واپس کردیئے جائیں گے، اور یہاں کے حکام سے بھی ایسا ہی معلوم ہوا تھا، لہٰذا ہم یقین کررہے تھے کہ نہایت جلد ہندوستان پہونچکر بزرگوں کی قدمبوسی سے مشرف ہوں گے مگر خوش قسمتی سے آٹھ نو مہینے گذر گئے اور کوئی خبر نہیں نقط ڈیڑھ سو کے قریب مقدونیہ اور دیگر مقامات کے ملکی اسراء چھوڑے گئے ہیں، اور وہ بھی بدفعات متعددہ باقی ماندہ ملکی اور حربی اُسرا کی کوئی خبر نہیں، جناب حکیم غلام احمد صاحب کے مرسلہ والانامجات میں سے فقط ایک یا دو والانامے آئے ہیں، اس سے زیادہ بالکل نہیں، احقر برابر ارسال کرتا رہا لیکن چونکہ ہفتہ میں دو خط سے زیادہ کی اجازت نہیں، ادھر بھائی سید احمد[۲] صاحب کو دمشق میں اور محمد احمد کو اطیبنہ میں اور منشی محمد حسین صاحب کو مکہ معظمہ میں اور بعض احباب کو مدینہ منورہ میں لکھنا ضروری ہوتا ہے، لہٰذا ہندوستان خطوط ارسال کرنے کا موقع نہایت کم ملتا ہے، حکیم صغیر احمد صاحب[۳] مرحوم کا جانکاہ واقعہ مولوی محمد حنیف کے والانامہ سے معلوم ہوا، نیز مولوی مرتضیٰ حسن صاحب کا والانامہ بھی ان کے انتقال اور برادرم محمد احمد کے نکاح کا منظہر ہوا، تقدیر الٰہی میں جو کچھ ہے ناچار ظہور میں آرہا ہے، اللہ تعالیٰ عاقبت بخیر کرے، بھائی سید احمد صاحب ابھی تک غالباً دمشق میں ہیں، کیونکہ ۱۹ر شعبان کا خط والا آیا ہے، محمد احمد ابھی تک ان کے پاس نہیں پہونچا تھا، ہم سب یہاں نہایت خیر و عافیت اور آرام سے ہیں، مولانا دام مجدہم بھی مرضی مولیٰ میں خوش و خرم و شاکر و صابر ہیں، باطنی شغول

(حاشیہ مکتوب نمبر ۱۲) [۱] قیدی [۲] حضرت والا کے بڑے بھائی حضرت مولانا سید احمد صاحب فیض آبادی ثم مدنی رحمۃ اللہ علیہ بانی مدرسۃ العلوم الشرعیہ مدینہ منورہ [۳] حکیم نانی غلام احمد صاحب کے چھوٹے بھائی۔

نہایت بڑھ گئی ہے، ترجمہ ختم ہوگیا ہے نظرثانی فرما رہے ہیں، حاشیہ یعنی فوائد کو بوجہ نہ ہونے کتب تفسیر کے موخر فرمایا ہے۔

اس وقت ماہ رمضان میں احقر روزانہ ڈھائی پارہ نوافل میں سناتا ہے اور ایک شخص مصری حافظ ڈیڑھ پارہ پڑھتے ہیں، تراویح بوجہ اور لوگوں کے سورۃ کے ساتھ ہوتی ہے، ہم سب بہرحال صابر و شاکر ہیں، خوش ہیں، مرضئ مولیٰ از ہمہ اولیٰ، دنیا میں اگرچہ بعد ہے لیکن فضل الٰہی سے قوی امید ہے کہ اپنے بزرگان کے جملہ وابستگان کو آخرت میں ایک ہی سایہ میں جمع ہونا ہوگا جسمانی بعد بعید نہیں، کتابی صاحب اور جملہ واقفین بزرگان پرسان حال سے سلام کہدیں۔

مولانا دام مجدہم اور رفقاء سلام فرماتے ہیں، والسلام ٣ر رمضان ١٣٣٦ھ

جزیرہ مالٹا سینٹ کلیمنٹ براکس اسیر الحرب حسین احمد ٢٢١٧

مکتوب نمبر ١٣

والانامہ وارد ہوکر باعث سرافرازی ہوا، ابھی تک آپ کا مرسلہ پارسل دال گوشت نہیں پہونچے، جب پہونچیں گے اطلاع دیجائے گی، آپ نے احقر کے عرائض کا نہ تو جواب ہی بھیجا اور نہ والانامہ میں لکھا کہ وہ پہونچے کہ نہیں، ابن شیر خدا[١] ایک سال سے پوچھ رہے ہیں کہ وہاں کن چیزوں کی ضرورت ہے اور بھاؤ کیا ہے اور دعوئی مع وعدہ کر رہے ہیں کہ ہم ایسے ایسے

---

[١] حافظ زاہد حسن صاحب کی زوجہ محترمہ (والدہ مولانا حامد حسن امروہی) عرصہ ہوا کہ یہ حضرت والا سے بیعت ہوگئی ہیں۔ [٢] حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہٗ (فریدی)

(حاشیہ مکتوب نمبر ١٣) حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری مرحوم، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے تھے، مشہور مناظر اور کئی کتابوں کے مصنف تھے، تمام عمر اہل بدعت سے تحریری و تقریری مناظرہ کرتے رہے، مدرسہ امدادیہ مرادآباد میں مدرس رہے اور دارالعلوم دیوبند میں بھی

اور اتنے اتنے پارسل بھیجیں گے مگر نہ معلوم کہ یہ کافور ملک مصر کی سخاوت حسب قول تبنی کیا انہیں کی روح میں حلول کر گئی ہے تاہم ہم شکر گذار ہیں ہم کو اپنی آزادی کی ابھی تک کوئی خبر معلوم نہیں، عموماً اسراؤں کو سرکاری طور پر آزادی کی خبر دیجا چکی ہے۔ فقط آگبوٹ کا انتظار ہے، مولانا دامت برکاتہم بخیر و عافیت ہیں، وہ اور مولوی عزیر گل و وحید سلام کہتے ہیں، بھائی سید احمد بخیریت مدینہ منورہ پہونچ گئے، محمود احمد مع متعلقین خود شام میں بوجہ بعض اعذار رہ گئے، بہت سے اہل مدینہ ابھی تک شام ہی میں ہیں، حکیم صاحب کے خطوط آتے رہتے ہیں۔ نہ معلوم آپکا قیام مراد آباد میں کیوں ہے، مولوی قدرت اللہ صاحب مدرسہ شاہی سے علیحدہ ہو کر رنگون کیوں چلے گئے؟ ابن شیر خدا صاحب کو ہم سبھوں کا سلام اور نہ آنے والے موعودہ پارسلوں کا شکریہ پہنچا دیں، مولوی فخر الدین[۵۳] صاحب کی خدمت میں سلام عرض کر دیں، گھر میں سلام عرض کر دیجئے، فقط والسلام۔ ۲۰ محرم الحرام ۱۳۳۸ھ

مالٹا سینٹ کلیمنٹ براکس اسیر الحرب حسین احمد غفرلہٗ ۲۲۱۷

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر۳) ناظم تعلیمات کے عہدہ پر فائز ہو گئے تھے۔ چاند پور ضلع بجنور کے رہنے والے تھے ایک اعلیٰ درجہ کا کتب خانہ جمع کیا تھا، جو ان کے وطن میں ہے، کثیر التعداد کتابیں ہر علم و فن کی اس میں موجود ہیں پرائیوٹ کتب خانوں میں اتنا عظیم الشان کتبخانہ علاوہ نواب شروانی مرحوم کے کتبخانے کے احقر کے علم میں نہیں چند سال ہوئے مولانا چاند پوری رحلت فرما گئے، چونکہ سادات سے تھے اور شیر خدا حضرت علیؓ سے نسبی تعلق تھا، اس لئے ابن شیر خدا لکھے اور بولے جاتے تھے، میدان مناظرہ میں یہ لقب بہت کام آتا تھا، اس لقب سے باطل کو لرزانا اور ڈرانا بھی مقصود تھا۔ (فریدی)

[۵۲] مولانا حبیب احمد صاحب مدنی مہتمم مدرسہ علوم شرعیہ مدینہ منورہ کی ولادت شام ہی میں ہوئی تھی اسی جانب اشارہ ہے۔ (اصلاحی)

[۵۳] مولانا سید فخر الدین صاحب شیخ الحدیث مدرسہ شاہی مراد آباد۔

(فریدی)

مکتوب نمبر ۱۱۹

مزاج مبارک. آپ نے ایک مدت دراز سے سونٹھ کی ناس لے لی ہے کبھی ایک کارڈ تک لکھنے کی توفیق تک نہیں ہوتی، خدا جانے کس نیت سے پارسل گوشت و دال کے روانہ کئے تھے کہ وہ بھی دریا برد ہو گئے، ہاں گذشتہ ہفتہ میں مولانا دامت برکاتہم کی خدمت میں ایک والا نامہ پرانا پہونچا، شکریہ ادا کرتا ہوں، صبح کا بھولا ہوا الخ معاف فرمائیے مخدوم بندہ عموماً وہ اسراء جو قبل اختتام حرب پکڑے گئے تھے، یہاں سے روانہ ہو گئے، فقط بیس بائیس آدمی باقی رہ گئے ہیں جن میں مابدولت بھی ہیں، دیکھیں ہماری باری کب آتی ہے ہم کو اپنی نسبت متضاد خبریں معلوم ہوئیں، چند آفیسروں کی زبانی تو یہ معلوم ہوا کہ ہماری نسبت چھوڑ دینے اور ہندوستان روانہ کر دینے کا حکم آچکا ہے، فقط آگبوٹ کا انتظار ہے، اور بعض آفیسروں سے معلوم ہوا کہ ابھی تک کوئی حکم نہیں آیا، واللہ اعلم کیا واقعیت ہے، لوگوں کی کمی کی وجہ سے ہم اپنے قدیم کیمپ سے دراولہ براکس کو منتقل کر دیئے گئے، پھر اور بھی کمی ہو جانے پر اب ڈل فرشتہ میں مقیم ہیں، یہاں بہ نسبت دیگر مقامات کے اسائش کے سامان زیادہ ہیں، لوگوں کے بہت سے مرسلہ پارسل یہاں نہیں پہنچے، حافظ یعقوب صاحب مدتوں سے دو تین پارسل بھیج رہے ہیں مگر کوئی خبر نہیں بھائی سید احمد صاحب و محمود احمد مع اپنے متعلقین کے بخیر و عافیت مدینہ منورہ میں ہیں، اخیر ربیع الاول تک کے خطوط آچکے ہیں، ہم تو اب سردی سے بھی زیادہ آزاد ہیں، نے غم دزد نے غم کالا مولانا دامت برکاتہم بہ عافیت ہیں زیادہ بجز سلام مسنون کے اور کیا عرض کروں، مولوی عزیز گل صاحب وحیب بخیریت ہیں سلام مسنون عرض کرتے ہیں۔

بخدمت فیضدرجت جناب مولانا مولوی عبد الرحمن صاحب[1]: دیگر مدرسین مدرسہ امروہہ مراد آباد

(حاشیہ مکتوب نمبر ۱۱۹) [1] مفسر جلیل حضرت مولانا حافظ عبد الرحمن صاحب صدیقی امروہی رحمۃ اللہ علیہ جن کا مختصر تذکرہ آگے آرہا ہے۔ (فریدی)

سلام مسنون عرض کر دیں، گھر میں سلام مسنون عرض کر دیجئے، دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیے، خدا عاقبت بخیر فرمائے، دنیا تو خوب دیکھ لی فقط والسلام۔

۱۰ رجمادی الاولی ۱۳۳۸ھ ۔ مالٹا، دال فرشتہ۔ اسیر الحرب حسین احمد غفرلہٗ ۲۲۱۷

مکتوب نمبر ۱۵

تم ہمیں بھول گئے ہو شاید ہم تمہیں یاد کیا کرتے ہیں

میرے مخدوم و مکرم غافل حافظ صاحب زید عنایتکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج شریف، بہت دراز زمانہ گذر گیا ہے کہ آپ نے اپنی صحت وری سے بالکل خبر نہیں دی، خیر اب تو ہم برآت عاشقان بر شاخ آہو ہو رہے ہیں، مگر جب ہم مالٹا میں تھے وہاں بھی مدت دراز سے کوئی والا نامہ ہم کو باعث سرفرازی نہ ہوا تھا، آیا آپ سنگدل ہو گئے ہیں، یا پہلے ہی سے ایسے تھے، نہیں نہیں پہلے تو ایسے نہیں تھے، غالباً سیاسی مصلحتیں اس کی مقتضی ہوں گی، خیر صاحب ہرچہ بادا باد، ہم تو ہمیشہ آپ کے احسان مند و شکر گذار رہیں گے۔

مولانا! ہم تو دو ماہ سے آسیائے باد کی طرح چرخ کھا رہے ہیں مگر ابھی تک آپ کے در اقدس تک نہ پہونچ سکے، فلک بے رحم کوزہ پشت کو کہاں ایسی شفقت کہ بچھڑے ہوؤں کو ملنے دے، اور خلقت کی خوشی و خرمی پر خوشی منائے۔

ہم سویس میں بھی تقریباً ڈیڑھ ماہ سے بیابانی ہوا کھا رہے ہیں، مگر حضرت آکبوٹ تشریف نہیں لاتے، دیکھا ہماری خوش قسمتی، مگر حقیقت میں واللہ ہم خوش و خرم ہی ہیں (انشاء اللہ العزیز) کیا دجال کی جہنم آپ کو یاد نہیں، ہم اس حال میں بھی خوش و خرم ہیں۔ اور ہر طرح کی راحت سے مستفید ہیں، خدا عاقبت بخیر کرے۔ ضرب الحبیب زبیبؑ" باطنہ فیہ الرحمۃ وظاہرہ من قبلہ العذاب" مولانا دامت برکاتہم بخیر و عافیت ہیں۔

سلام مسنون فرماتے ہیں، تراجم ابواب بخاری شریف کے متعلق مختصراً یادداشت خود ہی تحریر فرمایا کرتے ہیں، مابدولت کو تو آرامِ تن سے ہی فرصت نہیں ہوتی کسبِ کمال کی رغبت کہاں ہوتی۔

"جیسے کنہیا گھر رہے ویسے رہے بدیش"

مولوی عزیز گل اور وحید بخیر و عافیت ہیں۔ سلام مسنون عرض کرتے ہیں۔ فقط۔ والسلام۔

۱۲؍ شعبان ۱۳۳۸ھ

داعیکم: حسین احمد غفرلہٗ من سویس برنجی کیمپ الاسرار،

مکتوب نمبر ۱۶

عنایت نامہ بے محل باعث سرفرازی خدام ہوا، عنایت کا تہ دل سے شکرگزار ہوں، جناب کے تعلق اہتمام سے خوشی ہوئی، خصوصاً اس وجہ سے اور بھی کہ وہاں طرق معاش اچھی طرح اور بڑی مقدار پر ہو سکتی ہے، میں آپ کی سابقہ اور لاحقہ عنایات کا کب منکر ہوں جو آپ اس کو ہمراہ رہے ہیں، میرے عرائض ارسال نہ کرنے کا شکوہ اگر مقصود ہے تو وہ بے موقع ہے، کیونکہ ہم کو پہلے تو فقط چار ماہ میں ایک خط کی اجازت تھی، اب تقریباً دو ماہ ہوئے ہیں کہ کراچی کے قیدیوں کے لئے بالخصوص پبلک کے بار بار تقاضوں پر گورنمنٹ بمبئی نے ماہوار ایک خط کے

حاشیہ مکتوب نمبر ۱۵) حافظ ابن قیمؒ شاگرد شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ ناقل ہیں کہ جب ابن تیمیہ قید خانہ کے اندر داخل ہوئے تو فرمایا باطنہ فیہ الرحمۃ وظاہرہ من قبلہ العذاب۔ اسی آیت کریمہ کو مالٹا کے قید خانہ میں شیخ الاسلام مولانا مدنی دامت برکاتہم نے بھی اپنے اس والا نامہ میں تحریر فرمایا ہے، یعنی بظاہر تو اس قید و بند کو عذاب سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، لیکن اللہ والوں کے لئے اس کے اندر رحمت اور معرفت الٰہی کی بارش ہوتی ہے اور وہ مدارج طے ہوتے ہیں جن کے واسطے صدیاں ناکافی ہوتی ہیں۔

اے گدایانِ خانقہ باز آکہ در دیرِ مغاں
می دہند آبے و دلہا را توانگر می کنند
(اصلاحی)

لکھنے اور جواب حاصل کرنے کی اجازت دی ہے، مارچ کے خط میں میں نے حکیم صاحب کو لکھا تھا کہ حافظ صاحب کی خدمت میں میرا سلام و نیاز لکھیں اور احوال سے اطلاع دیں چونکہ جو خط بذریعہ آفس بھیجا جاتا ہے وہ آفس میں پڑھا جاتا ہے، اس لئے بہت سے خطوط ایک خط میں رکھنا غیر مناسب ہوتا ہے، اس میں یہ ممنوع ہے کہ کوئی پولیٹیکل بات یا جیل کی حالت لکھی جائے، میں نے اپریل کے خط میں بھی جناب کو لکھنے کے لئے دو امور معلومہ استفسار کرنے کے لئے لکھا تھا، جس کی بنا پر محمد احمد نے آپ سے دریافت کیا اب آپ کو یہ خوف ہوا کہ حسین احمد الزام کے پہاڑ مجھ پر نہ ڈھادے، اس لئے حسب مثل مشہور ناکو آئے ناکو آئے مجھ پر ہی الزام کی دھواں دھار بارش شروع کردی، مگر مجھ کو کوئی شکایت نہیں۔

مخدوما! خدا کے فضل سے مجھ کو نہ یہاں اور نہ کراچی میں کوئی خاص تکلیف ہوئی اور نہ ہے، بعض اوقات اگر کوئی سختی ایک مدت تک پیش آئی تو وہ اختیاری تھی، اگرچہ حکام بالا کی ماتحت حکام کو سخت تاکید ہے اور ہوتی رہتی ہے کہ ان پولیٹیکل قیدیوں کے ساتھ معمولی قیدیوں کا معاملہ کیا جائے، کسی قسم کا کوئی امتیاز نہ ہو اور مع ہذا یہ لوگ .. معمولی قیدیوں سے بالکل علیحدہ رکھے جائیں، ان سے میل جول گفت و شنید کی نوبت نہ آنے پادے، یہ لوگ آپس میں بھی نہ ملیں، خوراک پوشاک وغیرہ وہی ہوں، مگر تاہم حسب گنجائش قانون ہمارے ساتھ بعض بعض مراعات برتی جاتی ہیں، سپرنٹنڈنٹ ان دنوں اگرچہ یورپین ہے، مگر بہ نسبت سابق سپرنٹنڈنٹ اور دیگر حکام کے اس میں آدمیت اور معقولیت زیادہ ہے، اس کو فی نفسہ قیدیوں کے ساتھ عموماً ہمدردی ہے انکے خورونوش پوشاک وغیرہ کا بہت لحاظ رکھتا ہے، اگرچہ یہاں عام قیدیوں کو گیہوں کی روٹی بلا عذر نہیں دی جاتی، مگر پولیٹیکل قیدیوں کو دونوں وقت گیہوں کی روٹی ملتی ہے ان روٹیوں میں ریت یا کنکریاں وغیرہ نہیں ہوتیں دال (جو کہ روزانہ ایک وقت) اور

ترکاری (جو کہ دوسرے وقت ملتی ہے) ایک درجہ تک اچھی ہوتی ہے، دال ہر روز بدلی جاتی ہے ہفتہ میں ایک قسم کی دال ایک روز ملتی ہے، بعض بعض قیدیوں کو دودھ بھی ملتا ہے چنانچہ مجھ کو روزانہ ایک پونڈ دودھ ملتا ہے، مشقت ہم لوگوں کی بہت سہل کام کی ابتدا سے ہے، پہلے تو پانچ چھ گھنٹہ کام کرنا ہوتا تھا۔ مگر اب تو دو ڈھائی گھنٹہ کرنا ہوتا ہے، اُون کے تاروں کا گولہ بنانا ہوتا ہے، اور پہلے سوت کے تاروں کو چرخ پر دوہرا کرنا ہوتا تھا، ہم کو عموماً مذہبی کتابوں کے استعمال کی اجازت ہے، پرائیوٹ مذہبی کتابیں منگا سکتے ہیں، جیل کے کتب خانہ کی کتابیں بھی استعمال کر سکتے ہیں، ہم یہاں پر ان دنوں اٹھارہ پولٹیکل قیدی ہیں، ہر ایک علیحدہ علیحدہ کمرہ میں رہتا ہے، میں بلا تکلف واقعی طور پر عرض کرتا ہوں کہ مجھ کو کسی قسم کی کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی، سوائے اپنے اکابر و احباب کی دوری کے سو وہ بھی عارضی ہے، جس کو الکتابۃ نصف الملاقاۃ دور کر دیتی ہے، مجھ کو بفضلہ تعالیٰ جو اطمینان و سکون یہاں حاصل ہے وہ عقلی مرتبہ میں مجھ کو مجبور کرتا ہے کہ یہاں سے نکلنے کی دعا تک بھی نہ کروں اور خواہش یا کوشش تو دوسری بات ہے، ہاں رضا بالقضا ضروری امر ہے، میں خدا کا ہزار ہزار شکر کرتا ہوں کہ اس قید میں مجھ کو ظاہری اور باطنی بہت سے انعامات سے نوازا، اور اگر میں بدنصیب نالائق و کاہل نہ ہوتا تو اب تک بہت کچھ الطافات الٰہیہ سے فیضیاب ہو چکا ہوتا، مگر اپنی بدقسمتی قسمت کا گلہ کس سے اور کیا کروں، میں قسمیہ کہتا ہوں کہ میرے لئے یہ قید رحمت ہی رحمت ہے اور پھر اگر خداوند کریم قبول فرمائے اور اخلاص ہو تو ہر ہر لمحہ آخرت کے لئے توشہ ہے۔[۱]

خاکیاں بے بہرہ اند از جرعۂ کاس الکرام این تطاول بیں کہ باعشاق مسکین کردہ اند

فللّٰہ الحمد والمنۃ۔ الحاصل ہر طرح افضال الٰہی شامل ہے اپنے ہر دو بزرگوں مرشدنا و مولانا حضرت گنگوہیؒ اور مولانا دیوبندی قدس اللہ اسرارہما کے الطاف بے غایات کو خاص

---

[۱] صحیح ہے۔ نالہ از بہر رہائی نہ کند مرغ اسیر خورد افسوس زمانے کہ گرفتار نبود (اصلاحی)

طور سے مبذول پاتا ہوں، پھر کیا غم ہے، اگرچہ ایسی قیدیں سالہا سال کے لئے ہوں خداوند کریم اپنی رضا اور اپنے پیاروں کی رضا عطا فرمائے۔

اذا صح منه الود فـا لكل هين ۔۔۔ وكل الذى فوق التراب تراب

میرے مخدوم و محترم! آپ اور ...... دوسرے اکابر اپنے نالائق و ناکارہ و گستاخ خادم کی طرف سے ادنیٰ درجہ بھی غمگین و متکدر نہ ہوں اور اگر بمقتضائے بشریت کوئی تذکرہ آجائے تو حسب قول اکابر بمصیبتے گرفتارم نہ بمعصیتے، شکر و ثنا سے رطب اللسان ہوں، غالباً آپ عید کرنے امروہہ جائیں گے۔ حامد کی والدہ ماجدہ کی خدمت میں میرا خاص طور سے سلام عرض کر دیجئے، علیٰ ہذا القیاس میاں اختر اور ان کے والدین ماجدین، مولوی معظم حسین ان کے والد ماجد صاحب مولوی یعقوب صاحب، مولوی احمد حسن صاحب مولانا عبد[2] الرحمٰن صاحب ....

---

[1] عربی شعر کا ترجمہ یہ ہے: اگر یہ ثابت ہو جائے کہ انہیں محبت ہے تو پھر سب کچھ آسان، مٹی (زمین) کے اوپر کچھ ہے وہ مٹی ہی ہے۔ (اصلاحی)

[2] مولانا حافظ عبد الرحمٰن صاحب صدیقی مفسر امروہی قدس سرہٗ، حضرت مولانا نانوتوی، حضرت مولانا گنگوہی اور حضرت مولانا امروہی رحمہم اللہ کے فیضیافتہ بزرگ تھے، مدرسہ شاہی مراد آباد میں صدر مدرس رہے پھر ۱۳۲۳ھ میں بعد وفات حضرت محدث امروہیؒ مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ میں اپنے استاذ معظم کی جانشینی کے فرائض انجام دیئے، اور تا وفات (۱۳۶۷ھ) باستثنائے چند سال (کہ مدرسہ اسلامیہ ڈابھیل سے تعلق ہو گیا تھا) اسی مدرسہ میں شیخ الحدیث رہے۔ البتہ ۱۳۳۹ھ میں چند ماہ کے لئے ریاست مینڈھو کے مدرسہ میں بھی رہے۔ اس مدرسہ میں حضرت شیخ الاسلام مدظلہ بایمائے حضرت شیخ الہندؒ مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ کے شیخ الحدیث رہے ہیں، حضرت حافظ صاحبؒ اسلاف کرام کی یادگار تھے تقریباً ستر سال تدریسی فرائض انجام دیئے، ترانوے سال کی عمر پائی، جامع مسجد امروہہ کے احاطہ میں اپنے استاذ حضرت محدث امروہی کے پہلو میں دفن ہوئے رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً، تفسیر بیضاوی، اکمل مطول، مختصر المعانی پر آپ کے حواشی ہیں، علم تفسیر میں خصوصیت کے ساتھ ید طولیٰ حاصل تھا، حضرت ... د

مولوی عبدالقیوم[۱] صاحب اور جو حضرات پرسانِ حال ہوں، یا آپ مناسب سمجھیں خصوصاً شیخ جی صاحب سب سے سلام عرض کر دیجئے، کلکتہ کے لئے اگرچہ خط کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی خصوصاً اس وجہ سے کہ اکثر زمانہ رمضان کا خط پہنچنے تک گذر جائے گا. مگر انشاء اللہ کچھ لکھتا ہوں. بنے میاں[۲] صاحب کے توجہ فرمانے پر کوئی ضرورت نہ تھی. مگر آپ کے چیں بجبیں ہونے کا خوف مجبور کرتا ہے الحاصل آپ نے ڈیڑھ[۳] اینٹ کی مسجد بنا ہی لی اور دوسرے مدرسہ کو بالکل ہی کمزور بنا دیا، مگر یہ نہ لکھا کہ آخر کار مولانا دام مجدہم کی گذر کس طرح ہوتی ہے، دوسرے مدرسوں کی آمدنی کہاں سے ہے، والسلام

۱۴ر رمضان المبارک بروز جمعہ۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۲۶) امداد اللہ مہاجر کی برد اللہ مضجعہ، اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ سے بیعت و اجازت کا شرف حاصل تھا، آپ کے مزید حالات احقر کے مقالے میں ملیں گے، جو ماہنامہ دارالعلوم دیوبند بابتہ رمضان و شوال ۱۳۸۰ھ میں شائع ہوا ہے، حضرت شیخ الاسلام مدظلہٗ اکابر کی نسبت اور ذاتی کمالات کے پیش نظر ان کا بہت اعزاز و اکرام فرماتے تھے۔ (فریدی)

[۱] مولانا عبدالقیوم ابن مولانا حافظ عبدالرحمٰن صاحب صدیقیؒ بڑے ذہین اور ذکی تھے، اعلیٰ درجہ کے مناظر اور مشہور شاعر تھے، نوجوانی میں ان کا انتقال ہوا۔

[۲] مولانا قاری سید محمد صاحب رضوی عرف بنے میاں مدظلہٗ، حضرت مولانا سید احمد حسن صاحب محدث امروہیؒ کے اکلوتے صاحبزادے ہیں، انہوں نے تکمیل حضرت مولانا حافظ عبدالرحمٰن صاحب صدیقی امروہیؒ سے کی، استاذ القراء حضرت مولانا قاری ضیاء الدین الہ آبادیؒ جنہوں نے تعلیم حدیث و تفسیر مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ میں حاصل کی، ان صاحبزادے کی تعلیم کے سلسلہ میں مدتوں امروہہ میں رہے، اور علم تجوید کا فیض جاری کیا، یہ صاحبزادے حیدرآباد دکن میں بسلسلہ ملازمت مقیم ہیں۔

[۳] ۱۳۲۹ھ میں امروہہ کے قدیم مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد جو قاسم العلوم والمعارف حضرت نانوتویؒ کے ایماء سے قائم ہوا، اور حضرت محدث امروہیؒ نے جس کو پروان چڑھایا) سے علیحدہ ہو کر کچھ

مکتوب نمبر ۱۷

جز یاد دوست ہر چہ کنی عمر ضائع است — جز سرِّ عشق ہر چہ بخوانی بطالت است
سعدی بشوے لوح دل از نقش غیر حق — علمے کہ راہ حق نہ نماید جہالت است

مخدومی و محترمی زید مجدکم۔ آمین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج شریف والا نامہ باعث سرفرازی ہوا، آپ نے اپنے وجوہ تشویش میں فقط دو ایک ہی باتیں ذکر فرمائی ہیں، جن سے مترشح ہوتا ہے کہ خدا جانے اس قسم کے امور وہاں کتنے ہوں گے۔

مخدوما! اگرچہ میں ہر طرح چھوٹا ہوں اور پھر نالائق و ناکارہ مگر آپ کے مکارم اخلاق نے مجھ کو گستاخ بنا دیا ہے، اسی بنا پر میں ہمیشہ آپ کے ساتھ لڑتا جھگڑتا رہا، آپ کی عمر عزیز دُر جوہر دار اوقات اکثر ایسے امور میں صرف ہوا کئے، اور ہو رہے ہیں آپ ہوا کے ساتھ لڑتے اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر جھگڑے مول لیتے اور اپنی جسمی طاقت اور قلبی جمعیت کو اس میں برباد کرتے رہے ہیں

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۶) حضرات نے ایک چھوٹا سا مدرسہ قائم کر لیا تھا، اور حافظ زاہد حسن صاحب مدظلہٗ کو اسکا مہتمم بنایا۔ جب اختلافات زیادہ بڑھ گئے اور قدیم مدرسہ کے نقصان کا اندیشہ ہوا تو حضرت شیخ الاسلام مدظلہٗ نے دونوں مدرسوں کو ایک کر دیا، حافظ صاحب موصوف مدرسہ قدیم میں نائب مہتمم ہو گئے اور اب تک اسی قدیم مدرسہ سے وابستہ ہیں، چند سال ہوئے کہ اس جدید مدرسہ کے ارباب حل وعقد نے پھر اپنے مدرسہ کو جدا کر لیا۔ اور افسوس کی بات یہ ہے کہ جدید مدرسہ کے مدرسین اہتمام باوجودیکہ اسی قدیم مدرسہ کے فیضیافتہ ہیں، لیکن مادر تعلیم کے حق کو فراموش کرتے ہوئے برابر قدیم مدرسہ کی بیخ کنی پر آمادہ رہتے ہیں، شیخ الاسلام نے "ڈیڑھ اینٹ کی مسجد" اسی دوسرے مدرسہ کو تحریر فرمایا ہے، اللہ تعالےٰ اس دور پرفتن میں تمام اہل علم حضرات کو اتفاق و اتحاد سے رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین،

(فریدی)

اور اب بھی وہی حال ہے، پھر اس پر نقصان مایہ اور شماتت ہمسایہ دوسرا بوجھ ہے نہ معلوم آپ کب ان فضولیات سے احتراز کریں گے اور اپنے مستقبل کی فکر میں مشغول ہو کر تاب کی سلامتی کی فکر کریں گے، مجھ کو ہرگز زیبا نہیں کہ اس قسم کی بات زبان سے نکالوں، مگر آپ کے گوناگون جنجالوں کو دیکھ کر دل کو بیتابی عارض ہو جاتی ہے الدنیا ملعونۃ وملعون ما فیہا الا ذکر اللہ وما والاہ۔ افسوس ہے آپ نہ اپنے اہل و عیال اور جسم و دماغ ہی کی خدمت بجالاتے ہیں اور نہ روحانی و قلبی ترقیات کی طرف متوجہ ہو کر رضا، ذوالجلال کے لئے سعی فرماتے ہیں، انگریزی عدالتوں میں فساق و کفار کے پاس جوتیاں چٹخاتے ہوئے ہر طرح کے نقصانات سر دھرتے ہیں، ان لوگوں کے بوجھ اور اثقال کو اپنے ذمہ رکھ لیتے ہیں، جن کی خدمت نہ عند اللہ اور نہ عند الناس ضروری ہو سکتی ہے اور نہ نافع، پھر طرح طرح کی کوفتیں اٹھاتے ہیں۔ پھر صاحبزادہ[1] صاحب یعنی حکیم صاحب کا یہ مبلغ کچھ کم نہیں، آخر اس کا کیا نتیجہ ہوگا، اگر کہیں سے آپ نے انتظام بھی کر دیا تو اس کی ادائیگی میں آپ کو کس قدر شقتوں کا سامنا کرنا ہوگا۔ خیر خداوند کریم آپ کی اعانت فرمائے، اور مقاصد میں کامیاب فرمائے۔

آپ اگر تغافل نہ فرماتے تو ایک طرف ہو کر تجارت[2] خود ہی کرتے تو آج یہ دن کیوں دیکھنا پڑتا اختر کے والدین اور دوسروں سے کیوں آپ کی یہ گت بنتی، نہ تو آپ تجارت ہی یکسو ہو کر کرتے

(حاشیہ مکتوب نمبر ۱) [1] حضرت مولانا حکیم مسعود حسن صاحب گنگوہیؒ صاحبزادہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

[2] احقر نے حافظ زاہد حسن صاحب مدظلہٗ سے براہ راست اس کی تفصیل معلوم کرنی چاہی، لیکن بوجہ اپنی معذوری و علالت کے اور فالج کی وجہ سے قدرے زبان پر بھی اثر ہو جانے کے باعث وہ مفصل نہ بتا سکے مختصر طور پر اتنا معلوم ہوا کہ حافظ صاحب موصوف نے صاحبزادہ حضرت گنگوہیؒ اور اپنے مشترکہ سرمایہ سے تجارت شروع کی تھی، اور اس میں ایک اور شخص کو بھی شریک کر لیا تھا، جس نے راس المال کو خرد برد کر دیا۔ نوبت مقدمہ تک پہنچی۔ حضرت شیخ الاسلام مدظلہٗ کو جب معلوم ہوا تو سابرمتی جیل ہی میں بیٹھے بیٹھے ایک دلسوز ہمدرد کی حیثیت سے یہ الفاظ تحریر فرمائے۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

ہیں اور نہ دوسرے کام استقلال سے کرتے ہیں، لاکھوں قسم کے جھگڑے سر باندھ رکھے ہیں جس کا نتیجہ طلب الکل فوت الکل ہوتا ہے، اور پھر مخلوق کی زبانیں دراز ہوتی ہیں، خسرالدنیا والاخرۃ کا سماں بندھتا ہے، اپنے اور پرائے سب طعن و تشنیع کرتے ہیں رفتہ رفتہ بڑوں کے دلوں پر بھی تکدر کا نقشہ ظہور کرتا ہے، مجھ کو تو خوف ہے کہ حکیم صاحب[۲] کے دل پر بھی کہیں ایسے اثرات اثر نہ ڈالیں۔

میں خدا کے فضل و کرم سے نہایت آرام اور دلجمعی سے ہوں، احباب و اکابر پر کسی قسم کا کوئی اثر نہ ہونا چاہیے، ہاں یہ فرمائیے کہ مولوی عبدالواحد[۳] خاں صاحب جے پوری کون بزرگ ہیں اور کیوں اور کس کی تقریب کی بنا پر انہوں نے غیر معمولی بوجھ میرے متعلقین کے مصارف کا تحمل کیا ہے، ان کو مجھ سے کوئی سابق تعارف نہیں اور نہ کوئی تعلق۔

مولوی قدرت اللہ[۴] کی اس عنایت کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں، اس کی وجہ سے جو بیرنگ خطوط جاتے ہیں وہ پیڈ ہو جائیں گے کیونکہ یہ غیر قانونی طریقہ کے خطوط خفیۃً آتے اور جاتے ہیں، ہمارے روپئے جو کہ آفس میں جمع ہیں ان سے کوئی مدد اس میں نہیں مل سکتی۔

حضرت مولانا[۶] قدس سرہٗ العزیز کی سوانح عمری لکھنے کا خیال مجھ کو ان کے وصال کے وقت سے تھا، جب مولوی عاشق الٰہی[۵] صاحب نے اشتہار دیا تو طبیعت خوش ہوئی کہ یہ بوجھ بوجہ اتم وہ اٹھا سکتے ہیں، ان کی تحریری قابلیت اور سامان طبع وغیرہ اس کے لئے پورے کافی ہیں، مگر ان دنوں دیوبند کے ان معزز حضرات نے جن کو مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے احوال سے

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۲) ۲ صاحبزادۂ حضرت گنگوہی رح۔ ۳ جے پور کے ایک مخلص رئیس جنہوں نے حافظ زاہد حسن صاحب کی تحریک پر خلافت کے زمانہ میں حضرت والا کے اسیر ہو جانے کے بعد گھر پر بوساطت حافظ صاحب موصوف امداد روانہ کی۔ ۴ مدرسہ شاہی مرادآباد کے مدرس تھے، انتقال فرما گئے۔

۶ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ۔

۵ مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی جن کو بزرگوں کے حالات جمع کرنے اور سوانح عمری مرتب کرنے کا خاص ملکہ تھا۔ تذکرۃ الرشید تذکرۃ الخلیل ان کی فن سوانح نگاری کے گواہ ہیں۔

بہت اچھی واقفیت تھی، تمام عمر ان ہی کی صحبت تھی، فرمایا کہ ہم لکھیں گے۔ باہر کے لوگوں کو کیا اطلاع ہو سکتی ہے، تجھ کو لازم ہے کہ ایک اشتہار اس مضمون کا لکھدے اور مالٹا کا احوال کو قلمبند کرے، ہم نہایت مکمل سوانح عمری[58] تیار کریں گے، میں نے اپنی ناتجربہ کاری سے اشتہار دیدیا اس پر مولوی عاشق الٰہی صاحب علیحدہ کشیدہ خاطر ہو گئے، مجکو کلکتہ کا سفر در پیش تھا ہی میں وہاں چلا گیا، اور وہاں سے تقاضے پر تقاضہ کرتا رہا، مگر وہاں امروز فردا ہوتا رہا، اور... کثرتِ اشغال اور قلتِ فراغ کی غیر متناہی طاقتوں نے آج کا دن دکھایا۔ جب میں تقاضے کرتے کرتے تھک گیا اور مایوس ہو گیا، تو پھر مولوی عاشق الٰہی صاحب سے کہا، انہوں نے انکار کر دیا، میں نے سفر مالٹا کے اس قدر حالات کو جن کو ظاہر کر سکتا تھا، اور جن پیرایوں میں ظاہر کرا سکتا تھا، کراچی سے لکھ کر مولوی مرتضیٰ حسن صاحب[59] کے ساتھ مولوی عزیز گل[60] کو بھیجا تھا، مگر معلوم ہوتا ہے کہ ان کا شائع کرنا مناسب نہیں جانا گیا، غیر مفید خیال کیا گیا۔

اب اگر میں یہاں کچھ لکھوں تو میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے پورے احوال سے جو کہ اوائل عمر کے ہیں بخوبی واقف نہیں، یہاں وہ اسباب اور سامان بھی فراہم نہیں جن سے مدد ملے، اگر دیوبند میں ہوتا تو پوچھ پوچھ کر لکھ سکتا تھا، کیونکہ وہاں حکیم صاحب[61]، مفتی صاحب[62] مولوی حبیب الرحمن صاحب[63] موجود ہیں، وہاں پر مجھ کو کبھی بھی فرصت نہ ہوئی، کہ اس طرف توجہ کروں، اس پر بھی قدر معلوم کی طرف توجہ کروں تو عبارت آرائی اور طریق تحریر سے میں سخت عاجز ہوں، یہ واقعی کیفیت ہے، آیندہ اگر کوئی بات سمجھ میں آگئی تو حسب اطلاع باتیں قلمبند کر لوں گا، جس کی تکمیل دیوبند میں ہو جائیگی مگر افسوس تو یہ ہے کہ اب وقت ہاتھ سے جاتا رہا، مولانا کی وفات کے قریب زمانے میں اگر یہ

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱) [58] حضرت میاں اصغر حسین صاحب دیوبندیؒ نے اس کے بعد حیات شیخ الہندؒ کے نام سے سوانح عمری لکھی۔ [59] مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری مرحوم۔ [60] حضرت شیخ الہندؒ کے رفیق مالٹا۔ [61] حکیم محمد حسن صاحب دیوبندی برادر حضرت شیخ الہندؒ۔ [62] حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب عثمانی نقشبندی مجددی مرحوم۔ [63] سابق مہتمم دار العلوم دیوبند۔

سوانح مکمل ہو جاتی تو مناسب ہوتا۔ اب لوگوں کو دلچسپی کم ہوگی، اس سے زیادہ افسوس کے قابل امر ترجمہ کا واقعہ ہوا ہے، جو یاروں کی عنایتوں کی بنا پر گال کھاتہ میں پڑ گیا، مولانا مرحوم نے اپنے نہایت قیمتی وقت کو اس پر صرف کیا تھا۔ مگر کوئی مفید صورت[۱۲] اب تک ظہور میں نہ آئی، انا ارید وانت ترید واللّٰہ یفعل ما یرید۔

مولوی احمد حسن صاحب سنبھلی کا صدر مدرسی کے کام کا بخوبی انجام نہ دے سکنا، قابل تعجب امر ہے جس کا تسلیم کرنا بھی بہ مشکل ہو سکتا ہے، مولوی شبلی[۱۳] صاحب کا پتہ مجھ کو معلوم نہیں انہوں نے جدا ہونے کے بعد مجھ کو اپنی کوئی اطلاع نہ دی، البتہ ان کے مکان کا پتہ حسب ذیل ہے، آپ ان سے دریافت کر سکتے ہیں دموضع نندادون ڈاکخانہ گھیر پور اعظم گڈھ اگر مولوی صاحب موصوف مل جاویں تو فبہا ورنہ آپ مولوی صاحب یعنی مولوی احمد حسن صاحب کو اپنے مشاہرہ پر بحال رکھ کر مولوی ابراہیم صاحب شیر کوٹی کو جو کہ اعظم گڈھ کے مشن ہائی اسکول میں ہیڈ مولوی ہیں اور مسجد تین کونی شہر اعظم گڈھ میں ان کا قیام ہے ان سے خط وکتابت کیجئے۔ مولوی صاحب موصوف نے کتابیں شوق اور کوشش سے پڑھی تھیں، طبیعت، قابل اور تیز پائی ہے، مگر عرصہ سے بوجہ عدم موجودگی روزگار کالج کی ... نوکری میں اپنے وقت کو ضائع کیا ہے، ان سے خط وکتابت کیجئے، دیوبند میں موصوف عرصہ تک رہے ہیں، اگر یہ آجائیں تو ان کو ان کے حسب طلب تنخواہ دے کر رکھیئے .... تھوڑے دنوں میں یہ بخوبی صدر مدرسی کا کام انجام دے سکیں گے، بالفعل نام اپنر

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۷) [۱۲] بعد کو مدینہ بجنور نے اس ترجمہ قرآن کو بڑے اہتمام کے ساتھ شائع کیا، (فریدی)

[۱۳] یہ مولانا شبلی حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد دیوبند کے فاضل اور مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم کے ہم عصر تھے۔ مولانا عثمانی مرحوم سے اشبہ تھے دونوں میں بڑے مولانا شبلی اور چھوٹے مولانا عثمانی تھے علم اور تقریر میں بھی مولانا شبلی مرحوم امتیاز نمایاں تھے، مگر پھر بعد کو ایسا گمنام ہوئے کہ کہا نہیں جا سکتا، مدرسہ آنغ سرگیر کے قیام کے زمانہ میں ناچیز نے مرحوم سے شرح معانی الآثار جلد اول پڑھی تھی اور شرح رسالہ بھی تشریف لائے تک، (اصلاحی)

صدر مدرسی کا نہ آنے دیجئے، مولوی احمد حسن[۱] کے ساتھ ایسا معاملہ جس سے ان کی دل شکنی ہو غیر مناسب معلوم ہوتا ہے، میرے نزدیک مولوی صاحب موصوف نے اپنے پیر و مرشد کے متعلق جو اعلانات شائع کئے ہیں اس میں نہایت فاش غلطی کھائی ہے، اور اس کے برے نتائج کا خوف ہے، مگر اس کو ان سے ذکر کرنے کا موقع مجھ کو ہاتھ نہ لگا۔ کہ میں پکڑا گیا، اگرچہ اس میں ان کی نیت بخیر ہوگی، مگر میرا ذاتی خیال ہے کہ یہ غیر مناسب ہوا اور وہ مولوی صاحب کے لئے شاید بہت مضر ہو، واللہ یحمینا وایاہ وسائر المسلمین من حوادث الدھر وسوء العواقب، آمین جن کتابوں .... کے متعلق آپ کا خیال ہے کہ وہ ان کا تحمل نہ کرسکیں گے، مجکو امید ہے کہ مولوی ابراہیم صاحب یا مولوی شبلی صاحب تحمل کریں گے، ہاں یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ مولوی احمد حسن صاحب کا طرز علم و تعلیم کتب حدیث وغیرہ اپنے ہر دو بزرگوں مولانا دیوبندی اور مولانا امروہی رحمہما اللہ تعالیٰ

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱) [۱] مولوی احمد حسن صاحب سنبھلی، ان کے تفصیلی حالات معلوم نہیں، اجمالی طور پر اتنا معلوم ہے کہ یہ ذی استعداد عالم تھے اور تحقیق و تنقید میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے، حضرت تھانویؒ کے مرید اور غالباً خلیفہ تھے اور امروہہ کے دوسرے مدرسہ نے ان کو اپنے یہاں صدر مدرس کر دیا تھا، دورِ خلافت میں سیاسی اختلافِ رائے کی بنا پر اپنے شیخ و مرشد سے علیحدگی اختیار کر لی تھی، لیکن اتنا ہی نہیں کیا بلکہ تحریر کے ذریعہ اپنے پیر کی تغلیط سخت الفاظ میں کی اور براہ راست حضرت مولانا تھانویؒ کو بھی نامناسب الفاظ لکھ کر بھیجے، اختلافِ رائے تک کوئی بات نہ تھی، لیکن اختلاف کے دائرہ کو اتنا وسیع کرنا کہ کسی کی عظمت اور بزرگی کا بھی خیال نہ رہے یقیناً مذموم ہے جبکہ اختلاف امتی رحمۃ فرمایا گیا تھا، اس مکتوب کے اس حصے کو ذرا غور سے وہ بھی پڑھیں جو حضرت شیخ الاسلامؒ کے دامن سے وابستہ ہیں اور وہ بھی جو حضرت مولانا تھانویؒ سے تعلق رکھتے ہیں، خلافت کا زمانہ ہے خانقاہ تھانہ بھون اس تحریک سے اپنی بے تعلقی کا اظہار و اعلان کر چکی ہے، حکومت اور حکومت کے حامی اس بے تعلقی سے فائدہ اٹھا کر تحریک کو نقصان پہونچا رہے ہیں یا تحریک کا ناطقہ بند کر رہے ہیں، حضرت شیخ الہندؒ اور ان کے رفقاء تحریک میں سر تن کی بازی لگا رہے ہیں، ایسے موقع پر کوئی مرید مرشد کی خانقاہ بھون سے بیزار ہو گیا تھا، تو اچھا تھا، اس کو اور شہ دی جاتی، لیکن نہیں ایسا نہیں کیا گیا، بلکہ اپنے پرائیویٹ مکتوب

کے خلاف ہے، اور اتباع مذہب حنفی میں بھی وہ ایسے مستقیم الرائے نہیں ہیں جیسے اپنے اکابر تھے، مجکو چونکہ کوئی طویل موقع ان کی صحبت میں رہنے کا نہیں ملا جس کی بنا پر میں کچھ ان سے تفصیلات معلوم کرتا اور تنقیدی انظار کی نوبت آسکتی۔

مولوی اصغر حسین صاحب نے جو کچھ تحریر کیا ہے اس کی بھی مجکو اطلاع نہیں، آپ اسکو میرے پاس بشمول کتب دیگر جن کو مولوی عزیز گل صاحب ہفتہ عشرہ میں لا دیں گے، اور بوقت ملاقات جو کہ ۱۰ رشوال کے بعد ہوگی دیں گے بھجوا دیجئے،

مولوی قدرت اللہ دوسرے کے کندھے پر بندوق چلانا چاہتے ہیں خود کیوں کام نہیں کرتے، عالم کو فیض پہنچانے سے ان کو کیوں انکار ہے، اچھا مجھ کو اس لائق بنوا دیں پھر اسی وقت ایسے احکام جاری کریں، قبل از وقت ایک نالائق و ناکارہ کو ایسے احکام سے مکلف کرنا کیسی بے انصافی ہے، میرا خیال ہے کہ اہل امروہہ کو خط لکھوں کہ اس حالت پر بھی وہ متنبہ ہوں اور آپس میں اتفاق کر کے دونوں مدرسوں کو ایک کر لیں، اور قدیمی مدرسہ کی زندگی میں ایک آواز ہو کر کوشش کریں، سابقہ خیالات اور احوال سے گریز کریں، نہ معلوم آپکی

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۰) میں جس کے شائع ہونے کا تصور بھی نہیں تھا، شیخ الاسلام مدظلہ یہ فرمارہے ہیں کہ مولوی احمد حسن سنبھلی کے کار تدریس میں کمزور ہو جانیکا سبب انکا اپنے پیر و مرشد کے خلاف اعلان شایع کرنا ہے اور اس میں انہوں نے سخت غلطی کی ہے، حضرت مولانا تھانوی کو بھی حضرت والا سے جو قلبی تعلق تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ کچھ ایوں کی تقریر کے بعد انگریزی حکومت کے ختم ہو جانے کے چند سال پہلے جب حضرت والا گرفتار ہوئے، تو حضرت مولانا تھانوی نے گرفتاری کی خبر سن کر اپنے اس دن کے خانقاہ کے معمولات کو ترک فرما دیا، اور فرمایا کہ مجھے اب محسوس ہوا ہے کہ مولانا حسین احمد کی میرے دل میں اتنی محبت ہے، اسی قسم کے الفاظ تھے، اس بات کو احقر نے حضرت مولانا تھانوی کے بعض خلفا کی زبانی سنا ہے، اس گرفتاری کے بعد حضرت والا مراد آباد جیل اور نینی جیل میں رہے اور اسی زمانے میں حضرت مولانا تھانوی کا وصال ہوا ہے۔ غالباً اسی وجہ سے اس گرفتاری پر زیادہ تاثر حضرت مولانا تھانوی کو ہوا۔

اس میں کیا رائے ہے، ہمارا خیال تو یہ ہے کہ الصلح خیر وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا

آپ اپنی بڑائی ثابت کرنے کے لئے بہت سی باتیں تکلفات کی لکھ رہے ہیں مگر میں ان کے دھوکے میں نہیں آسکتا، مجھ میں کوئی قابلیت کسی بزرگ کی جانشینی کی نہیں ہے، بلکہ بخلاف اس کے اپنے بزرگوں سے انتساب میں بھی مجھ کو سخت ندامت کا سامنا ہوتا ہے، میں بجائے اسکے کہ ان کے آثار قدم کا متبع ہوتا، بلکہ ان کے خلاف عملی حالت کھلا رہا ہوں، اس لئے بجز اس کے کہ ننگ اکابر کہوں اور کیا ہو سکتا ہے، مجھ کو نہ اپنے کو محمودی لقب رکھنا بھاتا ہے اور نہ رشیدی نہ قاسمی نہ امدادی اور نہ کبھی اس پر جرأت ہوئی، ہاں خداوند کریم اگر اپنے فضل و کرم سے کوئی جرعہ ان کرام کے کاس معرفت و اخلاص اور عمل و تقویٰ میں سے نصیب فرمادے تو اس وقت کوئی مضائقہ نہیں، میں ان بزرگوں کا بدنام کرنے والا ہوں، نیک نام کرنے والا نہیں تکلیف دینے والا ہوں، راحت پہونچانے والا نہیں، اللہ تعالیٰ رحم فرمائے، آمین۔

ہاں ایک ضروری بات یہ ہے کہ مولوی مشتاق احمد تاجر کتب قومی محلہ کوٹلہ میرٹھ کو لکھدیجئے کہ اگر کراچی کے مقدمے کی کارروائی سشن عدالت کی (اردو) ان کے پاس ہو تو وہ مع پیغام اسیر مالٹا جلد وی پی کر کے یہاں بھیجدیں، اور اسی طرح لاہور میں سوانح عمری انور بیگ اور مصطفےٰ کمال یہ دونوں نسخے چھپے ہوئے ہیں، وہاں پر ابھی لکھدیجئے، ان دونوں کو، اور اگر اردو میں کوئی تاریخ آل عثمان کی ہو تو وہ بھی وی پی میرے نام بھجوادیں، یہاں پر بعض احباب کو ان کتابوں کی سخت ضرورت ہے۔ عید بروز دوشنبہ ہوئی،

والسلام ۲۰ر شوال، روز سہ شنبہ، از سابرمتی جیل احمد آباد گجرات۔ (حسین احمد غفرلہٗ)

مکتوب نمبر ۱۵

والا نامہ باعث سرفرازی ہوا، پہلے معزز نامہ کا جواب میں نے ۲۵ر ذیقعدہ کو لکھا تھا، مگر پونا سنسر ہونے کے لئے کلکٹر کے آفس میں گیا ہوا تھا، اس میں بہت تاخیر ہو گئی، ماہ حال کی

۱۰ تاریخ کو یہاں سے ۵ عریضہ روانہ ہوا ہے، غالباً ملاحظۂ نظر فیض اثر سے گذرا ہوگا۔ اور حافظ فضل الرحمٰن کا خط مولوی عزیز گل صاحب کو غالباً آپ نے پہونچا دیا ہوگا، انتظار ہے، کتابیں اب ہرگز نہ بھیجیں سب مع شئی زائد آ گئیں، آپ کا لغویات سے توبہ کر لینا اور لوگوں کے رد کئے کا عصم ارادہ کرنا مجھ کو نہایت ہی باعثِ فرحت و سرور ہوا، خداوند کریم آپ کو اسی طرح ہمیشہ امور خیر کی طرف متوجہ کرے، آمین، جن لوگوں نے ٹائٹل پر الفاظ ناشائستہ چھپوائے ہیں میں نے ان سے بھی اسپر پوری طرح سعی کی ہے، مجھے امید ہے کہ وہ درستی ہو جائے گی۔

حضرت گنگوہی قدس سرہٗ العزیز کا واقعہ جن صاحب نے بیان کیا وہ اپنا نام کیوں نہیں ظاہر فرماتے، ٹٹی کی آڑ میں کیوں شکار کرتے ہیں۔

گھر کے خطوط سے معلوم ہوتا رہا ہے کہ ان کو مصارف کی ابھی ضرورت نہیں ہے آپ کو غلط خبر پہونچی ہے، علاوہ اس کے مولوی عزیز گل کے پاس میرے روپئے جمع ہیں وہاں سے آجائیں گے، مدرسہ جدیدہ امروہہ ابھی اس قدر مشہور نہیں ہوا ہے کہ اس کی آواز پر مرکزی اراکین کان دھریں، اور نہ اس کے کارنامے ان کے کانوں تک پہونچے ہیں، مگر مع ہذا آپ اراکین مدرسہ سے فرمایئے کہ وہ خود لکھیں، مجھ کو اگر موقع ملا تو میں بھی دریغ نہ کروں گا، ممکن ہے کہ ماہ ستمبر کی ۱۹ ر یا ۲۰ ر کو مسٹر معظم علی صاحب ملنے کو آئیں گے یاد رہا اور وہ آئے تو میں ان کو توجہ دلاؤں گا (انشاء اللہ) جناب مولانا قدرت اللہ صاحب کا والا نامہ باعثِ سرفرازی ہوا ان کی خدمت اقدس میں بادب سلام مسنون عرض کرنے کے بعد اتنی بات اور عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس مہتم بالشان امر کو آیا اس حالت میں انجام دے سکتا ہوں، کیونکہ بہت سی باتیں واقفین سے پوچھنے اور تفتیش کرنے پر موقوف ہیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ابتدائی زندگانی سے مجھ کو نہایت ہی کم واقفیت ہے، پھر فرصت بھی کم ہے، مگر تاہم میں امتثالِ امر کے لئے تیاری کروں گا۔ السعی منی والاتمام من اللہ مولانا محمد صدیق[۲] صاحب اور دیگر حضرات واقفین پر سانِ حال

(حاشیہ مکتوب نمبر ۱۰) [۱] حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ۔ [۲] مولانا محمد صدیق مرحوم حضرت مولانا محمد قاسم

کی خدمت میں سلام مسنون عرض کردیں، والسلام

۲۶ اگست - ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ از سابرمتی جیل۔

مکتوب نمبر ۱۹

جناب مولانا احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حسن پور ضلع مراد آباد کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

والانامہ فیض شمامہ باعثِ سرفرازی ہوا، یاد آوری کا شکریہ پیش کرتا ہوں، جو کلمات مدح و ثنا اس روسیاہ ننگ خاندان کے لئے تحریر فرمائے ہیں بجز اس کے کہ ان کو حسن ظن پر حمل کروں اور کیا کہہ سکتا ہوں، ہاں بارگاہِ جل وعلیٰ سے امیدوار ہوں کہ وہ کریم محض اپنے فضل و کرم سے بزرگوں اور احباب اور کرم فرماؤں کے ظنون جمیلہ کو واقعیت کا جامہ پہنادے وماذالک علی اللہ بعزیز۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۸) صاحب نانوتویؒ کے مرید شاگرد تھے حضرت والا مراد آباد میں انہی کے مکان پر قیام فرماتے ہیں، وقت کم ہونے پر کبھی اسٹیشن ہی پر خدام و متوسلین کو طلب فرمالیں تو دوسری بات ہے لیکن مراد آباد میں داخل ہونے پر محلہ بنبیں مولانا محمد صدیق صاحب مرحوم کے مکان ..... پر پہنچنا ضروری ہے، شاید چند گھنٹے قیام کی حالت میں بھی بستر انکے مکان پر بھجوا دیا جاتا ہے، حضرت والا کے مراد آباد تشریف لانے پر مولانا محمد صدیق صاحب کا مکان مجمع خاص و عام بنجاتا ہے، مکان قدرے پرانا اور شکستہ ہے ایک موقع پر مولانا عبدالحلیم صاحب صدیقی نے ملاقات کے لئے جوق درجوق آنے والے حضرات سے فرمایا تھا کہ بھائیو مکان پرانا اور بوسیدہ ہے، بیک وقت اتنے ..... آدمی چھت پر نہ رہیں شاید چھت اتنا بوجھ نہ برداشت کرسکے، حضرت والا کے قدم رنجہ فرمانے پر اس مکان پر عجیب رونقیں چھاجاتی ہیں کہ انسان اسکے درو دیوار کو محو حیرت ہو کر دیکھتا رہے صبح کے وقت اس محلہ کی مسجد میں کس قدر ہجوم ہوتا ہے، بیان نہیں کیا جاسکتا، (فریدی)

(حاشیہ مکتوب نمبر ۱۹) حضرت مولانا احمد شاہ صاحب حسن پوری قطب عالم حضرت گنگوہیؒ کے شاگرد و خلیفہ

میرے بزرگ بیشک اللہ تعالیٰ نے یہ انعام کیا اور جلیل القدر انعام کیا کہ بارگاہ امدادی، اور بارگاہ رشیدی اور بارگاہ محمودی اور بارگاہ رحیمی قدس اللہ اسرارہم کی حاضری نصیب ہوئی نیز بارگاہ خلیلی کی بھی خاکروبی حاصل ہوئی مگر کیا اپنی سیاہ کاری اور نامرادی کھلے لفظوں منادی نہیں کر رہی ہے کہ اے روسیاہ تو ان سب بزرگوں کے لئے عار اور نہایت ناپاک عار ہے۔

کیا ہمارے لئے ایسے بہت سے واقعات عبرت انگیز نہیں ہیں کہ مثل قاضی ..... بہت سے بدقسمت بڑوں بڑوں کے در تک پہنچ جاتے ہیں، اور سوء بختی وہاں پر اپنا گل کھلانا اور محروم خالص کر دینا کام میں لاتی رہتی ہے۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۹) ہیں ان کے اجمالی حالات پیش کرنے کے لئے بھی کئی ورق درکار ہیں، یہاں بہت ہی مختصر حالات وخصوصیات پیش کرتا ہوں، شاہ صاحب مرحوم پر اتباع سنت کا رنگ غالب تھا، وعظ میں بھی اکثر وبیشتر اتباع سنت کا بیان ہوتا تھا، امر بالمعروف ونہی عن المنکر ان کی عادت میں داخل ہوگیا تھا، سڑک پر جارہے ہیں وہاں پلیٹ فارم پر یا ریل میں بیٹھے ہوئے سفر میں حضر میں ہر موقع پر دین کی بات نہایت خوش اسلوبی اور خوش اخلاقی کے ساتھ پیش کرتے رہتے تھے، آپ کے صاحبزادہ مولانا محمود احمد صاحب فرماتے تھے کہ حضرت حسن پوری کے پاس بعض ایسے خطوط آئے جن میں لکھا تھا کہ آپ نے ریل میں نماز کی اور دین کی پابندی کی تاکید فرمائی تھی، اس کا یہ اثر ہوا ہے کہ علاوہ پنجگانہ نماز کے تہجد کے پابند ہوگئے ہیں، ایک مرتبہ امروہہ تشریف لائے اور حافظ زاہد حسن صاحب ظلہ کی مسجد میں ان سے ملنے کے لئے پہنچے، حافظ صاحب نماز پڑھا رہے تھے، اتفاق سے کوئی کنوئیں پر بہشتی پانی بھر رہا تھا اور نماز ہو رہی تھی، حضرت حسن پوریؒ نے بہشتی سے نماز کی تاکید کرنی شروع کردی۔ احقر کو بھی زمانۂ طالب علمی میں ایک نصیحت فرمائی تھی، اور اس انداز میں فرمائی تھی کہ آج تک فراموش نہیں ہوئی اور اس کو گرہ میں باندھ لیا ہے، قصبہ حسن پور ضلع مراد آباد میں مدرسہ امدادیہ قائم کرکے حدیث وتفسیر کا درس خود دیا اور تمام عمر پابندیٔ شریعت اور اتباع سنت سنیہ میں گذار دی، الا بر سلسلہ

تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را

الحاصل مولانا آپ بارگاہِ رشیدیہ کے اولین خوشہ چینیوں میں سے ہیں، اللہ تعالٰے نے اس بارگاہ کے باقی ماندہ خوشہ چینیوں میں جناب کو تقوی اور طہارت، اخلاص، عمل اور عبادات وغیرہ میں امتیازی حیثیت عطا فرمائی ہے، جس کی بنا پر یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ موجودہ غلامان بارگاہِ رشیدی میں آنجناب بے نظیر ہیں، اور یہ ننگ خاندان تو اس بارگاہ کا سب سے آخری اور سب سے چھوٹا غلام ہے۔ اس بارگاہ کے متقدمین پر اپنے چھوٹوں اور متاخرین کی۔ دستگیری ضروری اور از بس ضروری ہوگی کاش وہ اپنے اس فرض کو پہچانیں اور کام میں لائیں۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر۱۹) کے تبرکات جمع کئے گئے تھے اور ایک صندوق میں معطر کر کے رکھا تھا، جن کی زیارت احقر نے بھی کی ہے، وہ تکیہ احقر نے حسن پور میں دیکھا تھا، جس پر آخری وقت میں حضرت قطب عالم مولانا گنگوہیؒ کا سرِ مبارک رکھا ہوا تھا، اور اسی تکیہ پر سر رکھ کر خود بھی عالم آخرت کی طرف راہی ہوئے،

حضرت والا سے مولانا حسن پوری کو ایک خاص ربط روحانی تھا، حضرت والا کا بڑا اعزاز و اکرام فرماتے تھے، ان کو دیکھ کر باغ باغ ہوجاتے تھے، حسن پور تشریف لیجاتے تو ان کے لئے عید ہوجاتی۔ مجھے یہ مکتوبات مولانا کے صاحبزادے مولانا محمود احمد صاحب مدظلہٗ سے حاصل ہوئے ان مکتوبات میں بے تکلفی کا وہ رنگ تو نمایاں نہیں ہے، جو حافظ زاہد حسن صاحب مدظلہٗ کے نام والے مکتوبات میں ہے۔ لیکن راز و نیاز اور خلوص و محبت کی شانیں یہاں بھی آشکارا ہیں، دربارِ گنگوہی کے ایک قدیم فیضیافتہ سے کس قدر انکساری اور تواضع کے ساتھ گفتگو فرمائی جا رہی ہے، ان کے نام کے دوسرے مکتوب کو ملاحظہ فرمایئے، کس خاص انداز سے مخاطب فرمایا جارہا ہے، کہ ہر ہر سطر سے بوئے اخلاص آرہی ہے "کیا باتوں کو آپ نے تمام نہیں کر دیا" کتنا وجد آفریں اور جامع جملہ ہے، کہ مولانا حسن پوریؒ کی پوری زندگی کا عکس اس میں جھلک رہا ہے۔ مولانا [illegible] فرشتہ صورت اور فرشتہ سیرت آج ہمارے درمیان نہیں ہے، ان کی نورانی شکل

محترما! دعا کا سخت محتاج ہوں ؎

احب الصالحین ولست منھم   لعل اللہ یرزقنی صلاحاً

میں بجز دعوات اور کس خدمت کے لائق ہوں، خداوند کریم سے ملتجی ہوں کہ وہ منعم حقیقی جناب کے مقاصد دارین مکمل فرمائے اور چھلکتے ہوئے کنوئیں میں سے کچھ قطرات ہم زمینوں کو بھی عطا فرمائے ؎

وللارض من کاس الکرام نصیب

اگر منظور الٰہی ہے تو ۲۰ رشوال تک دیوبند پہنچ جاوں گا، خیال یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ آسانی فرمادے تو امسال حرمین شریفین کی زیارت سے استفادہ کروں، صاحبزادوں کے لئے دعا کرتا ہوں، جملہ متعلقین واحباب سے سلام مسنون عرض کردیں۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ سلہٹ۔

مکتوب نمبر ۲۰

سیدنا المحترم زید مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، والانامہ باعث سرافرازی ہوا محترما! یہ طعنے دینے آپ کو مناسب نہیں، ایک روسیاہ خلائق ننگ خاندان بدنام کنندہ نکونامان کے لئے ایسے الفاظ استعمال کرنا کیا برعکس نہند الخ کا مصداق اور پتّھر کو بالھی کہہ کر استہزاء اور انتہائی استہزاء نہیں ہے۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۹) کے دیدار کے لئے آنکھیں ترستی ہیں ؎

وہ صورتیں الٰہی کس ملک بستیاں ہیں   اب دیکھنے کو جن کے آنکھیں ترستیاں ہیں

لیکن حضرت والا کے یہ کلمات طیبات جو ان کی شخصیت وعظمت کے آئینہ دار ہیں ہمیشہ ان لوگوں کے لئے جن کو مولانا حسن پوری سے تعلق ہے ایک زندہ پائندہ یادگار رہیں گے۔ (فریدی)

(حاشیہ مکتوب نمبر ۲۰) حضرت مولانا حسن پوری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے مولانا محمود احمد صاحب کی تحریر

کیا حضور پُر نور رشیدی و محمودی و رحیمی و امدادی وغیرہ کے علمی و قلبی و روحی ہر طرح سے حامل نہیں ہیں، کیا راتوں کو آپ نے تنگ نہیں کر دیا، کیا مسجدوں کو آپ نے آباد نہیں کر دیا کیا اعتکاف رمضان اور افکار و اوراد کے مشاغل عالیہ آپ کے لوازماتِ ذاتیہ نہیں ہیں، کیا اسلاف اور بزرگوں کی نظریں آپ پر پڑی ہوئی نہیں ہیں، کیا انکی صحبتیں اور دائمی مجلسیں آپکے حصہ میں عرصہائے دراز تک نہیں آئیں ، علیٰ ہذا القیاس اس قسم کی صدہا نعمتوں سے آپ مالا مال نہیں ہوتے رہے ہیں، پھر آپ ایک اس طفل مکتب کو (جسکی طفلی کی حالت باوجود پنجاہ سالہ ہوجانیکے مفارقت گزیں نہیں ہوئی ہے، بات بات اور قدم قدم پر چھچھوراپن اور لایعنی اور فضول عمل دن رات اسکا شیوہ ہے، غفلت اور معاصی اس کا عرض لازم ہے، بے حیائی اور بے شرمی از رب العزۃ اسکا خاصہ غیر مفارقہ ہے، جس نے اپنی گندگیوں سے خدا کی زمین اور تمام مخلوقات کو طرح طرح کی اذیتوں میں مبتلا کر رکھا ہے) ایسے الفاظ لکھتے

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۲) سے راقم الحروف کو یہ روایت پہنچی ہے، کہ کلکتہ میں حاجی محمد احمد صاحب کو لوٹولہ نے اپنی کوٹھی کی بنیاد رکھنے کی درخواست مولانا حسن پوری مرحوم سے کی، تشریف لے گئے، واپسی پر حاجی صاحب موصوف نے لفافہ میں کئی سو کے نوٹ رکھ کر پیش کئے، جس کو واپس فرمادیا، عجیب اتفاق کہ شہر میں چلے جارہے تھے کہ کسی صاحب نے دس روپئے عنایت فرمائے، اس کو مولانا حسن پوریؒ نے لے لیا، اس پر مولانا احتشام الحسن صاحب نے فرمایا کہ حضرت ایک بڑی رقم حاجی صاحب نے پیش کی اور قبول نہیں ہوئی اور یہ رقم حقیر رقم بطیب خاطر قبول فرمالی گئی، اس میں کیا راز ہے، ارشاد ہوا کہ ہمیں یہ خیال آیا تھا کہ کلکتہ میں حاجی صاحب کمپنی والے سے بہت کچھ روپیہ ملیگا، تو جس ہدیہ میں انتظار ہو کہ کوئی دے گا، اس کا لینا سنت کے خلاف ہے، اس وجہ سے کمپنی والوں کا روپیہ نہیں لیا۔

مولانا حسن پوریؒ راوی ہیں کہ حضرت گنگوہیؒ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ تیس برس کے تصوف وسلوک کی حقیقت اب جاکر ہم پر منکشف ہوئی، خدام نے عرض کیا کہ وہ کیا ہے؛ فرمایا تم تو بڑی جلدی

ہیں، کیا انصاف اسی کو کہتے ہیں، کیا آپ کی ذرہ نوازی اور رحمت علی الصغار یہی ہے۔ بہرحال آپ کا فریضہ ہے کہ ایک آپ کا نیاز مند آپ کے بزرگوں کا نام لیوا تیہ ضلالت و غفلت میں سرگرداں اور پریشان ہے، اس کی ہمت عالیہ اور دعوات صالحہ سے خبر گیری کریں، باقی وہ ننگ گستاخ نیاز مند ہے ہی، اس کا تو فریضہ دعاگوئی ہے ہی، مولانا محمد خلیل صاحب میرے ساتھ مشاغل قرآنیہ میں معین ہیں، سلام مسنون عرض کرتے ہیں، میں اس وقت دیوبند میں نہیں ہوں، اہل سلہٹ کے سخت اور پے در پے تقاضوں پر ایام تعطیل میں یہاں چلا آیا ہوں، امیدوار ہوں کہ الطاف کریمانہ کو اس نالائق پر منعطف رکھیں گے اور گستاخیوں کو معاف کرتے رہیں گے ؎

کرم ہائے تو مارا کرد گستاخ

والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد، سلہٹ ۲۳ رمضان ۱۳۴۷ھ

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۲) کرتے ہیں" وہ اتباع سنت ہے"

مولانا حسن پوریؒ ایک دوسری مجلس کی گفتگو کے ناقل ہیں کہ حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا، "اگر آدمی کے قلب سے انانیت (یعنی خودبینی) نکل گئی تو نہ قطب بننے کی ضرورت نہ ابدال ہونے کی حاجت اور اگر انانیت و تکبر قلب سے نہیں نکلا تو قطب، ابدال ہونے سے کوئی فائدہ نہیں"

ہم نے مکتوبات شیخ الاسلام جلد اول میں اتباع سنت پر مفصل لکھا ہے، اسکو ملاحظہ فرمالیا جائے تصوف و سلوک اور ولایت کا منتہا اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا عادت ثانیہ بن جانا ہے کیا ہی عجیب نکتہ ارشاد فرمایا حضرت گنگوہیؒ نے کہ تصوف نام ہے اتباع نبی کریم کا، یہ سلوک کا احسان کا اثباتی پہلو ہے اور سلبی پہلو انانیت، خودبینی اور کبر ہے، سب کچھ سر مارنے کے بعد اگر کبر باقی رہ گیا تو پھر کہاں ٹھکانا ہے، یہی بات حضرت ابو ہاشم کوفی قدس سرہٗ فرماتے ہیں "لقلع الجبال بالابرة ایسر من اخراج الکبر من القلوب" یہی ارشاد حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے: "معصیتے کہ از شہوت خیزد امید آمرزش تواں داشت و آنچہ از کبر خیزد امید مغفرت نیست"

مکتوب نمبر (۲۱)

جناب مولانا محمود احمد صاحب مدظلہ حسن پور ضلع مراد آباد کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ. مورخہ ذیقعدہ کا والانامہ باعث سرفرازی ہوا۔ میرے محترم اصلی مقصود حضوری مسمّٰی ہے، ذکر اسم لسانی ہو یا قلباً ذریعہ اور آلہ ہے مقصود کے حاصل ہونے کے بعد آلات کی ضرورت نہیں رہتی ہے، اس لئے اصلی اشغال تو مراقبہ[۲] کے ساتھ رہنا چاہیئے، اور اس ذات مقدسہ بے چون وبے چگوں منزہ عن سمات النقص والزوال متصف بغایۃ الجاہ والجلال کو اس کی عظمت اور جلال کے ساتھ ہمیشہ نصب العین بنانا چاہیئے اور دوام حضور حاصل کرنا چاہیئے۔ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلٰوتِهِمْ دَائِمُوْنَ کا منظر قایم ہو سہ

یک چشم زدن غافل ازاں ماہ نہ باشی　　　شاید کہ نگاہے کند آگاہ نہ باشی

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۲۰) حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تو یہاں تک لکھ گئے ہیں: "معرفت خدائے تعالیٰ براں کس حرام است کہ خود را از کافر فرنگ بہتر داند۔" قرآن مجید کی اس آیت کریمہ سے بھی انانیت اور کبر کی شناعت اور اس کے انجام پر پوری پوری روشنی پڑتی ہے وَاِذَا قِیْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ" (ترجمہ) اور جب اس سے کہا جاوے کہ اللہ سے ڈر تو آمادہ کرے اس کو غرور گناہ پر سو کافی ہے ان کو دوزخ اور بیشک وہ برا ٹھکانا ہے" کیا ان باتوں میں آج کل کے دوکاندار مجازین اور غافلوں کے لئے اس میں کوئی عبرت ونصیحت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سبھوں کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے اور ہمارے اندرے کبر وغرور کو دور کردے آمین۔ (اصلاحی)

(حاشیہ مکتوب نمبر ۲۱) مراقبہ پر مفصل بحث مکتوبات شیخ الاسلام جلد اول ص۲۱۵ میں موجود ہے وہاں ملاحظہ کرلیا جائے۔ (اصلاحی)

ذکر لسانی یا قلبی اگر اس کی اعانت کے لئے کیا جائے فبہا۔ معین ہونے کی صورت میں کرتے رہیئے، ورنہ فقط مراقبہ اور توجہ الی الذات ہی میں جس قدر وقت صرف کریں کیجئے چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے جتنا بھی آپ دوام توجہ الی الذات اور حضور حاصل کر سکیں نعمت عظمیٰ جانئے اور اس کے لئے کوشش کیجئے اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے آمین، والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ نینی جیل ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۶۲ھ

مکتوب نمبر ۲۲

اشغال مراقبہ و ذکر و ادا ر صلوٰۃ الضحیٰ وتلاوت قرآن سے بہت خوشی ہوئی، اللہ تعالےٰ روز افزوں ترقی عطا فرمائے، دلائل الخیرات بھی مجموعہ صلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے، اگر اسکا ورد ہو تو بہتر ہے، مگر سب سے بہتر یہ ہے کہ مندرجہ ذیل درود شریف کا بمقدار معین ایک سو بار یا اس سے زائد ورد رکھیں، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی عَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی، حضرت قطب عالم گنگوہیؒ قدس اللہ سرہٗ العزیز اسکو جملہ صیغے درود شریف پر ترجیح دیتے تھے، سلسلہ تبلیغ میں جس قدر جدوجہد ہو مستحسن ہے، مناسب ہے کہ یہ اسکیم جاری کی جائے کہ ہر ممبر اسکیم تبلیغی کا ذمہ دار ہو کہ کم از کم دس بے نمازیوں کو نماز سکھلائے گا اور ان کو پورا نمازی پابند نماز و جماعت کر دے گا۔ دیہات میں ابتدائی مکاتب جاری کر دینا جسقدر ممکن ہو اشد ضروری ہے جن میں قرآن و دینیات اور لکھنے پڑھنے اور حساب کی ابتدائی تعلیم جاری کی جائے، تعلیم الاسلام مفتی کفایت اللہ صاحب چاروں حصے بچوں کو پڑھائے جائیں جو بچے زراعت یا مویشی وغیرہ کی ضرورتوں کی بنا پر دن میں نہ پڑھ سکیں، انکو شب میں مغرب سے عشاء تک تعلیم دی جائے مسلمان غرباء کی تعلیم از بس ضروری ہے، یہ اسکیم اطراف و جوانب میں پھیلایئے۔

جو حالت گریہ وغیرہ کی نماز میں طاری ہوتی ہے نہایت مبارک ہے، اللہ تعالےٰ اس میں

برکت اور زیادتی عطا فرمائے، آمین، سمیع اللہ خان صاحب کی وفات سے صدمہ ہوا، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، اور اپنے جوار رحمت میں جگہ دے آمین، مرحوم کے متعلقین اور صاحبزادہ اور صاحبزادی سے سلام مسنون عرض کردیں، اور اتباع شریعت کی تاکید فرمادیں، والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۱۳ محرم الحرام ۱۳۶۳ھ

مکتوب نمبر ۲۳

مرض کا حال معلوم ہوکر ملال ہے، مجھے کوئی خاص دعا معلوم نہیں جس کو دروازہ پر لگایا جاوے، البتہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس وبا سے آپ حضرات کو نجات دے، آپ حضرات بھی دعا کریں اور جہاں تک ہو سکے ایسی حالت میں صدقات اور خیرات زیادہ کرنا چاہیئے، اس لئے کہ صدقہ دافع بلا اور وبا ہے، اور توبہ واستغفار کی کثرت ..... والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ۔

محترم المقام ..... آپ کا شکوہ بالکل بجا ہے، اولاً جب کوئی شخص کسی کام پر مقرر کردیا جاتا ہے، تو اسکی مصروفیتیں اور اونچ نیچ کا وہی اندازہ کرسکتا ہے، بالخصوص جب کہ مخالف جماعتیں قدم قدم پر جائز اور ناجائز تنقیدیں کرتی رہتی ہیں تو پھونک پھونک کر قدم رکھنا ہوتا ہے، دوسرے حضرات نزاکتِ احوال کا اندازہ نہیں کرسکتے۔ ثانیاً سفارشیں اگر ایک دو ہوں تو ان کا خیال کیا جائے، یہاں یہ حال ہے کہ جب سے یہ قومی حکومت قایم ہوئی... لوگوں کا بے شمار ہجوم ہو رہا ہے، روزانہ کئی کئی سفارشیں لکھنی پڑتی ہیں؛ وہ مخالف پارٹی کے لوگ جو گالیاں دیتے دیتے آسمان اٹھائے ہوئے تھے، ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر سائل لاتے اور سفارشیں لکھواتے ہیں، میں مجبور ہوکر ناواقف حضرات کے لئے سفارشیں شرماکر لکھدیتا ہوں

ثالثاً تجربہ ہوا کہ غلط بیانی کر کے سفارش لکھواتے ہیں، اور ان کی مسلیں نجاستوں سے بھری ہوئی ملتی ہیں، ایسے متعدد واقعات پیش آچکے ہیں۔ مجکو خود متعدد اشخاص کی وجہ سے سخت شرمندگی پیش آچکی ہے۔

دیوبند تشریف لانے کے بجائے مولانا عبدالقادر رائے پوری، یا مولانا شیخ الحدیث سہارنپوری کی خدمت میں حاضر ہونا بہت زیادہ کارآمد اور مفید ہوگا۔ علاوہ جمعہ، جمعرات کے غالباً ۸ راپریل کے بعد میں بھی رہوں گا۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲۹ رمارچ ۴۷ء

مکتوب نمبر ۲۵

واقع میں جناب حکیم صاحب مرحوم کا واقعہ فاجعہ اہلِ اسلام کیلئے ہندوستان میں سخت اندوہناک واقع ہوا ہے۔ مرحوم کے لئے دعائیں مانگی گئیں، جامع مسجد میں جلسہ کیا گیا اور اظہار اسف وحزن کا رزولیوشن پاس کرتے ہوئے ایصال ثواب اور دعا کی گئی، تار آنے پر مدرسہ میں بھی دعا مانگی گئی، خداوند کریم مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں خاص منزل عطا فرمائے، یہ دوسرا عریضہ جناب حکیم محمد جمیل صاحب کی خدمت میں پیش کر کے الفاظ تعزیت اور اظہار ہمدردی کر دیجئے، مجکو حکیم صاحب موصوف سے شرف نیازمندی نہیں، اس لئے غالباً وہ مجکو نہ پہچانیں گے، دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔

والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ دیوبند ۹ رجب ۴۶ھ

(حاشیہ۔ مکتوب نمبر ۲۵) تاریخی واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ حکیم اجمل خاں صاحب کے مورث اعلیٰ بابر کے ساتھ ۱۵۵۶ء کے لگ بھگ ہندوستان آئے، اس خاندان کے پہلے طبیب حکیم واصل خاں ہوئے حکیم اجمل خان صاحب کے والد حکیم محمود خان ۷۲ برس زندہ رہے، خدمت خلق اور اپنے فن کی محبت یہی دو چیزیں اپنی اولاد کے لئے چھوڑی، اجمل خاں مرحوم ۱۷ رشوال ۱۲۶۳ھ کو پیدا ہوئے حفظ

مکتوب نمبر ۲۶

حسب الحکم حکیم سید طفیل احمد صاحب کے نام عریضہ ارسالِ خدمت ہے فی الحال جو صورت ہوگئی ہے، بیکاری سے بہتر ہے، اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے، اسی پر بھروسہ کہنا چاہیئے تفسیر کے اندر جہاں تک ہو سکے احتیاط سے کام کرنا چاہیئے ایسا ہو کہ کچھ لغزش ہو جاوے احادیث نبویہ کے مطابق تفسیر اور ترجمہ ہونا ضروری ہے، اپنی رائے کو کوئی دخل نہ ہو متقدمین مفسرین کے اقوال سے باہر قدم نہ رکھنا، کتب تفاسیر مطالعہ میں رکھیے گا۔

والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲۷ر ربیع الاول ۱۳۴۹ھ دیوبند

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۲۵) قرآن کے بعد دوسرے علوم و فنون کی تکمیل فرمائی، عربی ادب سے خاص دلچسپی تھی، ۱۸۹۶ء سے قومی و ملی کاموں میں آپ برابر حصہ لیتے رہے، اور سچ یہ ہے کہ مسلمانوں میں حکیم صاحب، مولانا آزاد، مفتی کفایت اللہ مولانا سجاد، مولانا مدنی، مولانا حفظ الرحمن کا ایک مفکر اور مدبر کی حیثیت سے بلند مقام ہے، حکیم صاحب مرحوم نے ۱۹۰۲ء میں رامپور کا سلسلہ ملازمت ختم کر دیا۔ مگر تعلق باقی رکھا۔ ۲۶ر دسمبر ۱۹۲۷ء کو بمبئی اور دہلی سے واپسی کے بعد رامپور روانہ ہو گئے، وہاں آنتوں کی وہ پرانی تکلیف عود کر آئی اسی کے ساتھ قلب پر بھی دورہ پڑا۔ ۶۴ برس کی عمر میں یہ بلند اقبال مسافر اپنی حقیقی منزل پر پہونچ گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون اس والانامہ میں حکیم صاحب سے مراد حکیم اجمل خاں دہلی ہیں جن کے صاحبزادے حکیم جمیل لدنیہ حیات ہیں۔

(حاشیہ مکتوب نمبر ۲۶) اس والانامہ میں امام العصر دامت برکاتہم نے دربارۂ تفسیر جو مختصر اشارات فرمائے ہیں وہ تفسیر و ترجمہ، کلام الٰہی کے لئے بنیادی اصول ہیں، ظاہر ہے کہ علوم آلیہ جو نحو، صرف معانی و بلاغت، اور کلام عرب سے تعبیر ہے جب تک ان علوم و فنون میں پوری بصیرت اور واقفیت نہ ہوگی، اس وقت تک کتاب و سنت کے افہام و تفہیم کا نہ تو حق ادا ہوگا، اور نہ صحابہ و تابعین کی قرآن فہمی کی گہرائی کا سراغ مل سکتا ہے، اور نہ پھر مفسرین کے کلام میں حق اور راجح کا فیصلہ

مکتوب نمبر ۲۷

مقاصد انجمن پر میں نے...... کچھ باتیں زائد کر دی ہیں، اراکین پر پیش کریں اگر پسند خاطر ہوں تو ان کو بھی درج کر دیں، میرے تجربہ اور خیال میں یہ امور ضروری ہیں اور آپ لوگوں کو ان جملہ امور میں حصہ لینا ہی نہیں بلکہ پوری کوشش کرنا ضروری ہے اگر آپ کا ارادہ ہے کہ ہندوستان میں اسلام باقی رہے اور آپ کی آیندہ نسلیں یہاں زندہ رہ سکیں تو بہت جلد بیدار ہو جائیے اور جو حالت ہمارے جمود اختلاف

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۲۶) کرنا ممکن ہوگا، کلام اللہ کی تفسیر کے متعلق حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جو نکتہ ارشاد فرمایا ہے ہم اس موقع پر افادہ ناظرین کے لئے اس کا درج کر دینا ضروری سمجھتے ہیں جو نہ صرف مبتدی کیلئے بلکہ منتہی کے لئے شمع راہ ہے جس کو نہ جاننے اور نہ سمجھنے کی بنا پر اچھے اچھوں کو تفسیر بالرای میں تمیز کرنا دشوار ہو گیا اور علاج نہ شد بلا شد کی مثل صادق آئی حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔

تفسیر کلام اللہ عبارت از آن است کہ سہ	(ترجمہ) کلام اللہ کی تفسیر اس کو کہتے ہیں کہ تین
چیز دراں مرعی باشد اول حمل ہر کلمہ از کلمات	چیزوں کی رعایت ان میں پائی جائے، اول یہ کہ
آن بر معنی حقیقی خود یا بر مجاز متعارف	ہر کلمہ کو قرآن مجید کے اسکے حقیقی معنوں پر
خود دوم ملاحظہ سیاق وسباق آن کلمہ و نظم	حمل کرنا چاہئے یا مجاز متعارف در مشہور پر دوسرے
کلام از اول تا آخر تا بی نسق و مختل نہ شود	یہ کہ اس کلمہ کے سیاق و سباق کو اور کلام
سوم آن کہ فہم شاہدان نزول وحی	کے نظم کو اول سے آخر تک ملاحظہ کرنا اور
کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام	نگاہ رکھنا چاہیئے تاکہ کلام بے نسق اور بے
رضی اللہ عنہم اند مخالف آن واقع نہ شدہ	ربط نہ ہو جائے تیسرے یہ کہ نزول وحی کو
باشد و ہرگاہ یکے ازیں امور سہ گانہ فوت	گیا ہوں (یعنی جو حضرات نزول وحی کے وقت
شود دو دیگر باقی ماند آنرا تاویل نامند	موجود تھے) کا فہم اس تفسیر کے مخالف واقع

اور تغافل کی وجہ سے مسلمانوں کی ہو گئی ہے وہ نہایت مایوس کن ہے اور شہروں کا پھرنے والا، واقعات کا دیکھنے والا پورا یقین کرتا ہے کہ غیر مسلم قومیں ہر طرح تلی ہوئی ہیں کہ... مسلمانوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں، سنبھلئے اور جاگئے۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۳۶) پس اگر اول فوت شود دوم وسوم برقرار ماند تاویل قریب است واگر دوم فوت شود اول وسوم برقرار ماند یا سوم فوت شود اول ودوم برقرار ماند تاویل بعید گویند و هرگاه مجموع امور سه گانه فوت شوند آنرا تحریف ومسخ گویند۔ معاذ اللہ،

نہ ہو اور وہ گواہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں، پھر اگر ان تینوں چیزوں سے ایک فوت ہو جاوے اور دوسری باقی رہیں تو اسکو تاویل قریب کہتے ہیں، سو اگر پہلی فوت ہو جاوے لیکن دوسری اور تیسری باقی رہیں تو اسکو تاویل قریب کہتے ہیں اور اگر دوسری فوت ہو جائے لیکن پہلی اور تیسری باقی رہیں یا تیسری فوت ہو جائے لیکن پہلی اور دوسری باقی رہیں تو ان دونوں صورتوں کو تاویل بعید کہتے ہیں، اور اگر یہ تینوں فوت ہو جاویں تو اس کا نام تحریف اور مسخ ہے، معاذ اللہ من ذلک، (تفسیر عزیزی ص ۲۹۶)

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی اس تحقیق کو درج کرنا چنداں ضروری نہ تھا، لیکن رسالہ دارالعلوم دیوبند ستمبر ۱۹۵۲ء جلد نمبر ۳ شمارہ نمبر ۶ پر مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی کی یہ تحریر پڑھ کر کہ " قرآنی نصوص کے مطالب کو بجائے روایات کے صرف قرآنی الفاظ ہی سے سمجھنے کی جو کوشش کرے گا یا دوسرے کو سمجھائے گا وہ تفسیر بالرائے کے جرم کا مجرم دوزخی ہے، خدا جزائے خیر دے حضرت علامہ انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کہ تفسیر بالرائے کے اس غلط مطلب کا اپنے درس میں ازالہ فرماتے رہتے تھے" حضرت علامہ انور شاہ صاحبؒ کی بعض تقریر کے اقتباسات کو دیکھ کر حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق سے اطمینان ہوتا ہے، فیصلہ اہل علم کریں گے۔

بہرحال تفسیر اور ترجمہ کلام الٰہی مواہب وعطیات ایزدی سے ہے، اس کا نشیمن اللہ والوں کے وہ قلوب ہیں جو عقائد فاسدہ سے پاک اخلاص اور احسان کی روح سے سرشار تزکیہ وتطہیر کے انوار سے

مہربانی فرما کر بڑے میاں کو اس بڑھاپے میں ذلیل نہ کراؤ، ابنا دنیا کے دروازوں پر جھکنے نہ دلاؤ، ان کو ایک جگہ یاد خدا میں پڑے رہنے دو، ہم نہیں سمجھ سکتے کہ یہ دکانیں آپ کے لئے باعثِ راحت ہوں گی یا باعثِ تکلیف۔

والسلام۔ سلہٹ۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۹ محرم ۴۵ھ

مکتوب نمبر ۲۸

استقامت اور اتباعِ سنت نہایت عظیم الشان نعمت ہے، قرآن مجید وہ انتہائی نعمت ہے جس کو امت خیر الامم ہی کے لئے پروردگارِ عالم نے محفوظ اور بقرارِ ازل میں فرمایا تھا اللہ کی صفتِ قدیمہ آپ کے سینے اور زبان میں رکھی گئی ہے، اس پر جسقدر بھی شکر کیا جائے

(بقیہ مکتوب نمبر ۲۶) جگنگا اٹھے ہیں، انہیں نکشاف اور جلالین کی کیا حاجت ہے۔ سچ فرمایا کسی دوراندیش نے ؎

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب ۔۔۔ گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف

واللہ اعلم

(حاشیہ مکتوب نمبر ۲۷) حسن پور میں ایک انجمن معین الاسلام کے نام سے قایم ہوئی تھی جس کے صدر مولانا محمود احمد صاحب تھے، انجمن کے اغراض و مقاصد لکھ کر حضرت مولانا مدنی مدظلہ العالی کیخدمت میں پیش کیا گیا تھا، حضرت نے کچھ تجویزیں تحریر فرمائی تھیں، جس کا اشارہ اس والانامہ میں ہے بڑے میاں سے مراد مولانا محمود احمد صاحب کے والد بزرگوار ہیں جو متولی مسجد تھے اور اسکی آمدنی کے سلسلہ میں دوکانات تعمیر کرائی تھی، اور سعی و کوشش میں مصروف تھے، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق کی بناء پر حضرت مولانا مدنی مدظلہ العالی کو گوارا نہیں تھا کہ مرحوم دربدر مارے مارے پھریں اور یہ کام بھی ایسے بزرگوں کا نہیں ہے۔ (اصلاحی)

(حاشیہ مکتوب نمبر ۲۸) اتباع سنت یادداشت وغیرہ پر تحقیقی بحث مکتوبات شیخ الاسلام جلد اول میں موجود ہے ضرور ملاحظہ فرمائی جائے۔ (اصلاحی)

کم ہے، مراقبہ وفی انفسکم الآیہ بھی عظیم الشان نعمت ہے، جس قدر بھی ممکن ہو اس پر بھی مداومت فرمایئے، تا آنکہ نعمت دَھُمْ عَلٰی صَلٰوتِہِمْ دَائِمُوْنَ حاصل ہوکر دوام یادداشت حاصل ہو جائے رَزَقَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ، رمضان المبارک اور اعتکاف کے احوال مبارکہ موجبِ صد شکر ہیں، ہم مدبروں اور ناکاروں کو بھی ادعیہ مبارکہ میں یاد فرماتے رہیں ؎

سودہ گشت از سجدۂ راہ بتاں پیشانیم　　چند برخود تہمتِ دین مسلمانی نہم

آپ بھائیوں کی دعاؤں سے بہت بڑی امیدیں ہو سکتی ہیں، ورنہ ہمارے اعمال اور احوال کسی طرح قابلِ اطمینان نہیں ہیں، ہم تو حقیقی معنوں میں اسلاف کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے بدنام کرنے والے آرام طلب نفس کے بندے دنیا کے کتے واقع ہوئے ہیں۔ ع

کذلک فی الدنیا تعیش البہائم

ہمارے حسب حال ہے ؎

از نکتۂ مقصود نہ شد فہم حدیثے　　لادین ولادنیا بے کار بماندیم

والسلام۔ ۲۴ر شوال ۶۳ھ۔　　ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ۔

مکتوب نمبر ۲۹

جناب پروفیسر سید احمد شاہ صاحب مراد آباد کے نام

محترم المقام زید مجدکم: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ . . . .

تبلیغی خدمات کے انجام دینے اور اس کے لئے مولانا محمد الیاس صاحب کی خدمت میں

(حاشیہ مکتوب نمبر۲۹) پروفیسر سید احمد شاہ صاحب بی۔ اے مراد آبادی بجنور مسلم انٹر کالج میں پروفیسر ہیں نیز جہاں سیاح ہیں، حضرت شیخ الاسلام سے بیعت ہیں، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی حیات ہی میں تبلیغی جماعت کی طرف رغبت تھی، ایک چلہ کام کرنے کا وعدہ کیا تھا، لیکن عملی طور پر کام کرنے میں تامل یہ تھا کہ اپنے پیر و مرشد سے ابھی استصواب رائے نہیں کیا، جب تک حضرت والا کی رائے اس جماعت

حاضر ہوکر ہدایات حاصل کرنے کا قصد مبارک قصد ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور پھر توفیق عطا فرمائے کہ آپ اس عظیم الشان خدمت کو بلکہ اپنی خاندانی دراثت کو بخیر وخوبی انجام دیں، مولانا محمد الیاس صاحب کو علیحدہ خط لکھنے کی ضرورت نہیں ہے وہ بلا... سفارش اس کام کو مکمل طریقہ پر انجام دیں گے، اور بالفرض اگر آپ ضرورت ہی سمجھیں تو اس عریضہ کو ان کی خدمت میں پیش کر دیں اور میرا سلام اور استدعاد عوات صالحہ انجام دیں۔

بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۲۹) کی شرکت کے متعلق نہ متلیم کی جائے تدبیر یہ سوچی کہ حضرت والا کو اس عنوان سے لکھوں کہ میں نے ایک چلہ جماعت میں دیا ہے، مولانا محمد الیاس صاحب کو میرے متعلق تحریر فرمادیں، بالفاظ دیگر سفارش فرمادیں کہ وہ اس راہ میں کام کرنے اور تجربہ حاصل کرنے کے لئے مجھے موقع دیں اور اس راستہ میں میری رہنمائی فرمائیں کہ وہ اس راہ میں راہ سلوک کے مسافر کے لئے اس کام کو مضر تصور فرمائیں گے تو اپنے مرید بااخلاص کو صاف منع فرمادیں گے، اور اگر مکتوب گرامی میں اس راہ کی تحسین فرمائیں گے اور سفارش تحریر فرمادیں گے، تو رائے عالی سے آگاہی ہو جائے گی۔ جواب میں یہ مکتوب گرامی آیا، سید احمد شاہ صاحب اس تحریر عالی کو اپنے ہمراہ دہلی لے گئے، اور حضرت مولانا محمد الیاسؒ کو یہ مکتوب اقدس دکھایا، مولانا موصوف اس کو دیکھ کر باغ باغ ہو گئے، اور حاضرین سے فرمایا کہ حضرت کی توجہ کا ہونا قبولیت کی دلیل ہے اسی مفہوم کے الفاظ مولانا مرحوم نے ارشاد فرمائے، حاجی افتخار صاحب فریدی مراد آبادی مدظلہ نے یہ مکتوب مجھے دیا اور ساتھ ہی ساتھ یہ واقعہ نقل فرمایا۔ (فریدی)

حزب البحر کی زکوٰۃ کا طریقہ اسی جلد میں مولانا ابوالحسن صاحب حیدری کے والا نامہ کی جواب میں درج ہے، وہاں ملاحظہ فرمالیا جائے، صاحب حزب البحر حضرت سیدنا ومولانا شاہ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۶۵۶ھ جو مقام قیصر بر ساحل احمر مدفون ہیں، بڑے اونچے درجہ کے بزرگ تھے، سلسلہ شاذلیہ کا قیام ۶۵۶ھ میں ہوا، اہل مغرب، مصر، سوڈان وغیرہ میں یہ طریقہ زیادہ پھیلا، دعائے حزب البحر کے شان نزول کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ

حزب البحر کی زکوٰۃ کا ارادہ بھی مبارک ارادہ ہے، آپ کو اجازت ہے اللہ تعالیٰ مبارک کرے، صاحبزادہ کی سلامتی کی خبر سے خوشی ہوئی اللہ تعالیٰ بلند اقبال الطویل العمر مرضی السیرۃ والسریرہ کرے، اور تمام آفات ارضی و سماوی سے ہمیشہ محفوظ رکھے، آمین،

اہلیہ محترمہ کا پابند بنانا آپ کا اولین اور سب سے اہم فریضہ ہے حسنِ تدبیر کیساتھ پوری جدوجہد اس میں صرف کیجئے، میں دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو مقاصد دارین میں کامیاب فرمائے اور اپنی مرضیات کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ، نینی جیل ۱۷ ارصفر ۶۳ھ

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۲۹) محدث دہلوی نے اپنی شرح میں تحریر فرمایا ہے کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ شہر قاہرہ میں تھے کہ حج کے دن قریب آگئے، شیخؒ نے ان ایام میں اپنے دوستوں سے فرمایا کہ ہم کو اس سال غیب سے حج کرنے کا حکم ہوا ہے، جہاز تلاش کرو، دوستوں کو بہت تلاش کے بعد ایک بوڑھے عیسائی کے جہاز کے سوا اور کوئی جہاز نہ ملا سب اسی جہاز میں سوار ہو گئے، جب بادبان اٹھا تو قاہرہ کی آبادی سے نکلتے ہی مخالف ہوا چلنے لگی، اور ایک ہفتہ تک قاہرہ کے قریب اس طرح ٹھہرے رہے کہ قاہرہ کے پہاڑ دکھائی دیتے تھے۔ مخالف لوگ طعنے دینے لگے کہ شیخؒ فرماتے ہیں کہ مجھ کو غیب سے حج کا حکم کیا گیا ہے اور حالت یہ ہے کہ حج کا وقت قریب آگیا ہے ادھر مخالف ہوائیں پھنسے ہوئے ہیں، یہ بات شیخؒ کے لئے دلی بے چینی کا باعث ہوئی گر وہ ضبط کی قوت سے پی جاتے تھے، اتفاقاً شیخؒ دوپہر کو سو رہے تھے، کہ خدا نے ان کو اس دعا کا الہام کیا شیخ نے نیند سے اٹھ کر یہ دعا پڑھنی شروع کی۔ اور جہاز کے افسر کو بلا کر فرمایا خدا کے بھروسہ پر بادبان اٹھا دے۔ اس نے جواب دیا کہ اگر ہم بادبان اٹھا دیں گے تو ہوا اسیوقت ہمارا منہ پھیر دے گی اور ہم کو قاہرہ میں پہنچا دے گی، شیخ نے فرمایا کہ تو دل میں اطمینان رکھ ہم جو کچھ کہتے ہیں اس پر عمل کر، اور خدا کی عجیب مہربانی دیکھ، جوں ہی بادبان اٹھایا، وہیں موافق ہوا چلنے لگی، یہاں تک کہ رسی کو جس کے ساتھ جہاز کو میخ سے باندھ رکھا تھا کھول نہ سکے، ناچار اس کو کاٹ دیا اور بڑی جلدی امن امان اور

مکتوب نمبر ۳۰

بنام جناب قاری جرار احمد صاحب صدیقی امروہی کے نام

محترم المقام زید مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

مزاج شریف، بحمد اللہ میں ہر طرح خیرو عافیت اور آرام سے ہوں، آپ کی خیر و عافیت اور دہلی کی تبدیلی معلوم کرکے اطمینان ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کو مقاصدِ دارین میں ... کامیاب فرمائے، اتباع سنت سنیہ میں ہمیشہ کوشاں رہیں۔ اور جہاں تک ممکن ہو ذکر میں کوتاہی نہ کریں، جو وقت بھی ذکر خدا میں گزرے وہی زندگی ہے، الدنیا ملعونۃ وملعون

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۲۹) سلامتی کے ساتھ مبارک مقصد پر پہنچ گئے، بوڑھے عیسائی کے بیٹے مسلمان ہوگئے اور وہ دل میں بہت غمگین ہوا، رات کو اس نے خواب میں دیکھا کہ شیخؒ ایک بڑی جماعت کے ساتھ بہشت میں تشریف لیجارہے ہیں اور اس کے لڑکے بھی شیخؒ کے ساتھ جارہے ہیں، اس نے اپنے بیٹوں کے پیچھے جانا چاہا، مگر فرشتوں نے جھڑکا کہ تو ان لوگوں کے دین والوں میں نہیں ہے ان سے تیرا کیا مطلب، صبح کے وقت خدا کی ھدایت اسکی مددگار ہوئی اور اس نے بھی کلمۂ توحید پڑھ لیا، اور تھوڑی عمر میں اس کا مرتبہ یہاں تک پہونچ گیا کہ وہ بڑے کمالات والا ہوگیا، اور اس طرف کے لوگ اس کی نزدیکی اور صحبت کے طالب ہونے لگے، بدین وجہ مشائخ کبار نے برائے تحسین تو پڑھا اور خود اس کے پڑھنے کی اجازت دینے کا مشغلہ رکھا، لیکن یہ دعا ہر خاندان میں مختلف طریقوں سے پڑھی جاتی ہے، اور سب مشائخ کے یہاں معمول بہا ہیں، یہ دعا متبرک ضرور ہے، مگر قرآن اور حدیث میں جو دعائیں منقول ہیں، وہ سب سے بہتر ہیں۔ راقم الحروف بھی اس دعا کو پڑھتا رہتا ہے۔ (اصلاحی)

حاشیہ مکتوب نمبر ۳۰) قاری جرار احمد صاحب صدیقی امروہی، حضرت شیخ الاسلام کے خادم اور ذاکر و شاغل انسان ہیں، پہلے آپ بریلی کے ایک مدرسہ میں خدمتِ قرآن پر متعین تھے، بعدہٗ مدرسہ شاہی مرادآباد اور دہلی میں اس خدمت پر رہے، اب دہلی میں ایک مسجد میں امام ہیں۔ (فریدی)

ما فیہا الا ذکر اللہ وما والاہ (او کما قال علیہ السلام) ؎

جز یاد دوست ہر چہ کنی عمر ضائع است — جز سر عشق ہر چہ بخوانی بطالت است

سعدی بشوے لوح دل از نقش غیر حق — علمیکہ راہ حق نہ نماید جہالت است

عزیزم جہاں تک ممکن ہو عقلمندی سے کام لیں اور اس دنیا مزرعۃ الآخرۃ کو مزرعہ ہی بنائیں، وقت ضائع نہ کریں؛

ع من نہ کردم شما حذر بکنید

والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ۔ نینی جیل ۱، رجب ۶۲ھ

مکتوب نمبر ۱۳۱

جناب سید علی آفندی خانصاحب کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

میرے محترم آپ اس امر کا اندازہ نہیں کرسکتے کہ میں کس قدر عدیم الفرصت ہوں اور

(حاشیہ مکتوب نمبر ۱۳۱) سید علی آفندی صاحب حضرت شاہ ولایت امروہہؒ کی اولاد ہیں، خاندان سادات امروہہ سے تعلق رکھتے ہیں، حضرت شیخ الاسلام مدظلہٗ سے بیعت ہیں، اور اس قدر قلبی تعلق رکھتے ہیں کہ ہم جیسے نام دنہاد خادموں کو رشک ہوتا ہے۔ ان کے خاندان میں تقریباً سو سال سے بہت سے افراد کو رفض نے متاثر کردیا ہے، چنانچہ ان کی بیوی شیعہ تھیں، اللہ کے فضل وکرم اور بزرگوں کی دعاؤں سے ان کی بیوی شیعت سے تائب ہوئیں اور بعد کو حضرت والا سے بیعت ہوگئیں، اس والا نامہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت مولانا تھانویؒ کے مواعظ پڑھنے پر زور دینا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ہر دو بزرگوں میں سیاسی اختلاف کے علاوہ کوئی اور قسم کا قطعاً اختلاف نہ تھا اور یہ اختلاف باہمی ربط میں مخل نہ تھا؛

(فریدی)

ڈاک کی آمد کس قدر زیادہ ہے، میں سخت متحیر ہوں کہ کس طریقے سے احباب کے خطوط کا جواب دوں، خواب میں دیکھنا آپ کی عنایات اور توجہات کا نتیجہ ہے، مولانا تھانوی کے مواعظ بہت مفید ہیں، ضرور ان کا مطالعہ رکھیں، علی ہذا القیاس تربیت السالک بھی مفید ہے پریشانیوں کے ازالہ کے لئے روزانہ تین سو مرتبہ بعد از عشاء لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین پڑھ لیا کریں، اور سوتے وقت سترہ مرتبہ سورۂ الم نشرح لک پڑھ کر سینہ پر دم کر لیا کریں۔

اہلیہ محترمہ کے پابند وظائف اور صلوٰۃ ہونے سے بہت خوشی ہوئی، ان سے اور تمام بہنوں سے بہت بہت سلام عرض کر دیں، میں دعا کرتا ہوں، پاس انفاس اگر نماز میں خود بخود جاری ہو تو نہ روکیں اور اپنے طور پر جاری کرنے کی کوشش نہ کریں، نماز کی طرف دھیان رکھیں، میں سب کے لئے دعا گو ہوں، اللہ تعالےٰ سب کو مقاصدِ دارین میں کامیاب فرمائے آمین، والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۹ جمادی الثانیہ ۵۶ھ

مکتوب نمبر ۳۲

جناب مولانا اعجاز حسنین صاحب مہتمم مدرسہ اسلامیہ امروہہ کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، مزاج مبارک

امروہہ سے واپسی کے بعد جناب کی خیر و عافیت معلوم نہیں ہوئی بفضلہٖ کرم خداوندی سے

(حاشیہ مکتوب نمبر ۳۲) حافظ زاہد حسن صاحب کے صاحبزادے مولانا حافظ قاری طاہر حسن صاحب کی نسبت ان کی خالہ کی لڑکی سے طے ہو گئی تھی، لیکن نکاح نہیں ہوا تھا، حضرت شیخ الاسلام ایک مرتبہ تشریف فرما ہوئے تو باصرار تمام جلد نکاح کر دینے کو فرمایا، اس وقت لڑکی والوں نے اور بعض وجوہ سے لڑکے والوں نے بھی جلد نکاح کر دینے میں تامل کیا، دوبارہ جب حضرت الا

امید واثق ہے کہ اب جملہ شکایات دور ہوگئی ہوں گی، میں نہایت شکر گزار ہوں کہ باوجود تکالیف جسمانیہ آپ کی عنایات نے حافظ زاہد حسن صاحب کے صاحبزادے کی مہم کو باحسن وجوہ انجام دیدیا، اللہ تعالیٰ آپ کو اور قاری صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے حافظ صاحب کے سمدھی کا مزاج اب کیسا ہے، ان سے میرا سلام کہدینا، امیدوار ہوں کہ دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں گے۔ حافظ صاحب اور ان کے متعلقین اور قاری صاحب اور جملہ واقفین پرسان حال سے سلام مسنون کہدیں۔

والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ دیوبند ۱۲ ذی الحجہ ۶۵ھ

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۳۲) تشریف لائے تو اس مرتبہ شدید تقاضا فرمایا، چونکہ حافظ صاحب موصوف کے سمدھی حافظ مظاہر حسن صاحب مرحوم سخت علیل تھے، اس لئے اس مرتبہ بھی لیت و لعل کیا گیا حضرت والا نے ادھر حافظ زاہد حسن صاحب سے فرمایا آج ہی میری موجودگی میں نکاح ہوجانا چاہئے میں آج اس کام کے لئے رُک جاؤنگا، دوسری جانب مولانا اعجاز حسین صاحب مہتمم مدرسہ عربیہ جامع مسجد امروہہ اور قاری عزیز الحق صاحب عباسی کو حافظ صاحب کے سمدھی کے پاس بھیجا ادھر سے شدید علالت کا عذر تھا، حضرت والا نے اس عذر کو قبول نہیں فرمایا، اور یہ کہلوایا کہ اس صورت میں اور اچھی بات ہے، لڑکی کے نکاح اور رخصتی سے سبکدوش ہوجائیں، موت کا کوئی اعتبار نہیں اپنے سامنے ہی سادگی اور بے تکلفی کے ساتھ نکاح کردیا جائے۔ مولانا اعجاز حسین صاحب باوجودیکہ خود علیل تھے، اور پیر کے زخم کی وجہ سے چلنے سے معذور تھے لیکن انہوں نے حضرت والا کے پیغام کو کسی نہ کسی طرح جاکر حافظ صاحب کے سمدھی کو پہنچایا قاری صاحب موصوف نے بھی کوشش کی، آخر کار نکاح اسی دن ہونا طے پاگیا، حضرت والا نے خود نکاح پڑھایا، انوار و برکات کی بارشیں تھیں، جو اس محفل پر ہو رہی تھیں، حضرت والا اپنی کامیابی پر خوش تھے، حاضرین نے حیرت کی نگاہ سے دیکھا کہ اتنی سادگی پر اتنی رونقیں کہاں سے آگئیں، سچ یہ ہے کہ حضرت والا کی برکات کسی نہ کسی درجہ میں ہر ایک متوسل کے

مکتوب نمبر ۳۳

بنام حافظ محمد صدیق صاحب چاہ میراں و الاڈاکخانہ گورمانی ضلع مظفرگڈھ (پنجاب)

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف

والانامہ باعثِ عزت افزائی ہوا مجکو گوناگون مصروفیتوں کی وجہ سے اس قدر فرصت نہیں ہے کہ آپ کے سوالات کا تفصیلی جواب عرض کرسکوں، اگرچہ آپکے سوالات تفصیل طلب ہیں لیکن تنگی وقت کی بنا پر مختصراً جوابات پر اکتفا کرتا ہوں۔

اسلام نے کسی صورت میں بھی غلامی پر قناعت نہیں کی، بہت سی نصوص سے دلالۃً اور صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کا تقاضا حکومت اور سربلندی ہے، قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۳۲) اوپر سایہ فگن ہیں، یہ نکاح بڑے اچھے موقع پر ہوگیا، اس لئے کہ چند روز بعد حافظ صاحب کے سمدھی دنیا سے رخصت ہو گئے، ان کو سلام جو اس مکتوب میں لکھا ہے، غالباً نہ پہنچ سکا تھا، حضرت والا اس مکتوب گرامی میں مولانا اعجاز حسنین صاحب اور قاری عزیز الحق صاحب کو اس مہم کے سر ہونے پر دعائے خیر فرما رہے ہیں، اپنے متوسلین کا کس قدر خیال فرماتے ہیں، اور ان کے واقعات باوجود کثرتِ اشغال کتنا یاد رکھتے ہیں، اس کا اندازہ حضرت والا کے ہر مکتوب سے لگایا جا سکتا ہے۔ (فریدی)

(حاشیہ مکتوب نمبر ۳۳) یہ مکتوب سیاسی تاریخ کے لحاظ سے بہت اہمیت رکھتا ہے، اس سے اندازہ ہوگا کہ حضرات علماء نے جدوجہد آزادی میں جو حصہ لیا وہ ایک سوچے سمجھے نصب العین کے مطابق تھا تقسیم ہند اور دو قومی نظریے کے جو جھگڑے پیدا کئے گئے، اگر مسلمان ان کا شکار نہ ہوتے اور علمائے کرام کی دانشمندانہ سیاست کو تسلیم کر لیتے تو ہندوستان کے صرف ایک ٹکڑے میں نہیں بلکہ پورے ہندوستان میں ان کی حیثیت اتنی بلند ہوتی کہ زمام اقتدار انہیں کے زیر تصرف ہوتی، حضرت مدظلہ العالی نے جو کچھ اس مکتوب گرامی میں تحریر فرمایا ہے وہ جمعیۃ علماء ہند کے فارمولے کا مفہوم ہے جسکی تقریباً تمام دفعات کو کانگریس تسلیم کر چکی تھی

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا[۱] جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، الاسلام یعلو ولا یعلی[۲] شامی میں ہے، والملوک الذین یطیعونھم عن ضرورۃ مسلمون ولو کانت الطاعۃ عن غیر ضرورۃ منھم فساق واما طاعۃ الکفرۃ فذالک مخادعۃ[۳] (شامی جلد نمبر ۳ ص ۳۶۶)

اگر کسی اسلامی ملک پر کفار کا ہجوم ہو تو مسلمان پر ان کا دفع کرنا اور ان سے جہاد کرنا فرض عین ہو جاتا ہے، اگر اس ملک کے مسلمان تساہل سے کام لیں تو بتدریج تمام مسلمانانِ عالم پر یہی فرض عاید ہو جاتا ہے (در مختار وحاشیہ رد المختار جلد ۳ ص ۳۰۶ عالمگیری جلد ۲)

اس لئے ہندوستان کے تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس ملک کو کفار کے تسلط سے نجات دلانے کے لئے احکام کفار کی نافرمانی سے لے کر جہاد بالسلاح تک جو ذریعہ مقاومت بھی ان کے امکان میں ہو اس کو کام میں لائیں، مسلمانانِ ہند کی اجتماعی قوت اور ان کے موجودہ سیاسی احوال کے پیشِ نظر، چونکہ ہندوستان کے علماء اور تمام اہل الرائے حضرات کا اس پر اتفاق ہے کہ حکومت مسلطہ کے خلاف متشددانہ ذرائع سے جنگ کرنا مسلمانوں کی وسعت اور طاقت سے باہر ہے، اس لئے پر امن ذرائع ہی اختیار کرنا مسلمانوں کا مذہبی فریضہ ہے، لیکن اگر تنہا مسلمان اس قسم کی جد وجہد کریں تو ناکامی بدیہی ہے، اور مسلمانوں کے لئے اس کے سیاسی واقتصادی نقصانات بدیہی ہیں، اس لئے حکومت کے خلاف پر امن جد وجہد کی کامیابی کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہندوستان کی دوسری قومیں بھی اس میں شریک ہوں، مختلف قوموں کے اس اشتراک کی وجہ سے

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۲۳) [۱] وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول سیدھی راہ پر اور سچے دین پر تاکہ اوپر رکھے اسکو ہر دین سے اور کافی ہے اللہ حق ثابت کرنے والا۔ [۲] سربلندی تو اسلام ہی کو ہے، کوئی اس پر حاکم نہیں۔ [۳] اور وہ بادشاہ جنہوں نے غیر مسلم حکومت کی ضرورۃً اطاعت کرلی تب مسلمان ہیں اور اگر انکی اطاعت بلا ضرورت کے ہو تو فاسق ہیں، لیکن کفار کی اطاعت سو یہ وقتی تدبیر ہے۔

آزادی کے بعد ملک میں جو نیا نظام قائم ہوگا، اس کی تعمیر میں مسلم وغیر مسلم دونوں شریک ہوں گے، یہ مشترکہ نظام اگرچہ مکمل طور پر اسلامی معیار کے مطابق نہ ہوگا، تاہم اس میں مسلمانوں کا ایک اہم اور موثر عنصر ہوگا، اب یہ خود مسلمانوں کی حکمتِ تبلیغ پر منحصر ہے کہ وہ آنے والے نظام کو کس حد تک اسلامی معیار پر ڈھال سکتے ہیں، ان ہی وجوہ سے آزادی کے بعد قایم ہونے والے مشترکہ نظام کو موجودہ نظام کے مقابلہ میں ... اہون البلیتین قرار دیا جاتا ہے، اس پر بحث کرتے ہوئے، بطور اصول اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے، اس ضروری تمہید کے بعد ہندوستان کے آیندہ نظام حکومت سے متعلقہ سوالات کا جواب بہ ترتیب حسب ذیل ہے۔

(۱) ہندوستان کا آیندہ نظام جمہوری ہوگا، جس میں بالواسطہ یا بلا واسطہ انتخاب کے ذریعہ معینہ عرصہ کے لئے ایک صدر جمہوریہ کا انتخاب ہوتا رہے گا، صدر جمہوریہ کبھی مسلمان ہوگا کبھی غیر مسلم ہوگا لیکن اس کو شاہانہ اختیارات حاصل ہونگے۔

(۲) مرکزی حکومت میں غیر مسلموں کے مقابلہ میں مسلمانوں کا تناسب گرچہ کم ہوگا لیکن بنیادی آئین میں مسلمانوں کے لئے ایسے تحفظات رکھے جائیں گے کہ مسلمانوں کے مذہبی و سیاسی و اقتصادی حقوق پوری طرح محفوظ رہیں گے اور مضامین جو مرکزی حکومت کے ماتحت ہوں گے، بہت ہی محدود ہوں گے، مثلاً دفاع، معاملات خارجہ، رسل و رسائل، اور بعض محدود مالی اختیارات اس کے علاوہ تمام معاشرتی اور تمدنی مسائل، صوبوں کے تحت اختیارات ہوں گے، اس لئے اس سلسلہ میں قوانین شرعی کے اجرار کے نفاذ کا مسئلہ صوبائی حکومتوں سے متعلق ہے مسلم اقلیت کے صوبوں میں بھی ایسے تحفظات دیئے جائیں گے کہ مسلمانوں کے اپنے قوانین اور اپنے قانون شخصی (پرسنل لا) پر عمل کرنے کی آسانیاں حاصل ہوں۔

(۳) نظام تعلیم صوبوں کے .... تحت اختیار ہوگا اسلئے

مسلم اکثریت[۵۱] کے صوبوں پر تو آپ کا سوال عائد ہی نہیں ہوتا، اقلیت کے صوبوں میں بھی چونکہ .... چونکہ مسلمان صوبوں کے نظام حکومت میں مختلف تناسب کے ساتھ شریک ہوں گے، اس لئے ان کو حق ہوگا کہ حکومت سے اپنی مذہبی تعلیم کے تحفظ کا مطالبہ کریں، خواہ اس کے لئے مزید ٹیکس عائد کرنا پڑے، یا بطور خود اپنی تعلیم کا انتظام کریں، جس کی آزادی ان کو حاصل ہوگی، اگر نظام تعلیم اور تعلیمی نصاب مسلمانوں کے قومی و ملی مزاج کے مخالف نہ ہو محض اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے کلاسوں میں مسلم اور غیر مسلم طلبہ کے ایک ساتھ تعلیم حاصل کرنے سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا جب کہ تعلیمی اداروں کے باہر مختلف ادارہ ہائے حکومت و تجارت وصنعت میں مسلم و غیر مسلم کی شرکت موجود ہے اور شہری و دیہاتی زندگی میں انکے اشتراک سے گریز ناممکن ہے، مسلمانوں میں خالص اسلامی تہذیب کی اشاعت اور غیر اسلامی اثرات کی مدافعت، نجی اصلاحی اداروں کے ذریعہ عمل میں لائی جاسکتی ہے

(۴) ہندوستان کی آزادی کا سوال ایک ملکی اور قومی سوال نہیں ہے بلکہ

---

[۵۱] جتنا حصہ اس وقت پاکستان کہلاتا ہے وہ تب بھی قدرتی طور پر مسلم اقتدار کے ماتحت ہوتا۔ مزید برآں مشرقی پنجاب اور مغربی بنگال بھی اسی اقتدار کے ماتحت ہوتا کیونکہ یہ تمام علاقہ جو مشرقی پنجاب، ہماچل پردیس اور پٹیالہ یونین پر مشتمل ہے، صوبہ پنجاب کا حصہ تھا جہاں اکثریت مسلمانوں کی تھی اور اس بنا پر پشاور اور کراچی سے سہارنپور تک مسلم اقتدار کے ماتحت آتا، کشمیر کا سوال بھی خود بخود حل تھا اسی طرح بنگال کا صوبہ آسنسول تک جس میں کلکتہ اور مغربی بنگال کے تمام اضلاع شامل تھے، آسام میں مسلمانوں کی اکثریت نہیں تھی لیکن مسلمان وہاں چونتیس فیصدی تھے، باقی میں ہندو اور پہاڑی علاقے کی اقوام شامل تھیں، ہندو بھی چونتیس فیصدی تھے، پالیٹکس اور توازن مسلمانوں کے ہاتھ میں رہتا تھا، اسی بنا پر ۱۹۳۶ء میں سر سعد اللہ وہاں کے وزیر اعظم بنائے گئے تھے یہی حال دہلی کا تھا، اس طرح نصف ہندوستان مسلمانوں کے زیر اقتدار آتا اور اس صورت میں مسلم اقلیت کے صوبوں میں بھی مسلمانوں کی نسبت بہت مضبوط ہوتی

مسلمانوں کی ملی آزادی کا سوال ہے، انگریزی تسلط سے آزاد ہونے کے بعد اعلاء کلمۃ الحق کے وسائل اختیار کرنے کے لئے نہ صرف ہندوستان کے مسلمان موجودہ حالت سے بہتر حالت میں ہوں گے بلکہ اسلامی ممالک کی غلامی کی زنجیریں بھی کٹ جائیں گی۔ اسلام کے اجتماعی فرائض ادا کرنے کے لئے وہ ہندوستان کے مسلمانوں سے زیادہ آزاد ہوں گے، اور ہندوستان کے مسلمان رضاکارانہ حیثیت سے مؤثر امداد کریں گے ہندوستان کے مرکزی حکومت میں مسلمانوں کی مؤثر نمایندگی، پورے ملک میں انکی کثیر تعداد، مختلف صوبوں میں ان کی خودمختار حکومتیں اور ان صوبوں کی جغرافیائی حیثیت، مسلمانوں کی قومی و ملی خصوصیات اور ہمسایہ اسلامی ممالک سے ان کا مذہبی و سیاسی اتحاد و تعلقات اس بات کی ضمانت ہیں کہ ہندوستان کی خارجہ پالیسی اسلامی مصالح سے متصادم نہ ہوگی۔

(۵) بلاشبہ اسلامی قوانین ہی دنیا کے لئے حقیقی امن و سلامتی کے ضامن ہیں ہندوستان کی مشترکہ حکومت میں ان قوانین کی حاکمیت مطلقہ قایم نہ ہوگی اور نہ حدود شرعیہ جاری ہوں گی، لیکن یہ خود مسلمانوں کا علمی و عملی فریضہ ہے کہ وہ دوسری قوموں سے اسلامی قوانین کی یہ حیثیت تسلیم کرالیں، اہون البلیتین آخری منزل مقصود نہیں ہو سکتی، مسلمانوں کے لئے سعی و عمل کی راہیں کھلی ہوئی ہیں ہندوستان کی آزادی سے یہ راہیں بند نہیں ہو جائیں گی۔

---

[۱] ہندوستان کی تقسیم سے اس مقصد کو بہت دھکا لگا، یہ مقصد قریب قریب فوت ہو گیا کیونکہ اول تو ہندوستان کی طاقت گھٹ کر نصف رہ گئی پھر وہ بھی رات دن خود اپنے مسائل میں الجھی ہوئی، چنانچہ کشمیر یا نہروں کے پانی جیسے مسائل نے ہند و پاکستان دونوں کو ایک دوسرے کے برخلاف ایسی پیچیدگی میں مبتلا کر دیا ہے کہ کسی دوسرے بین الاقوامی مسئلہ پر اثر انداز ہونے کے بجائے یہ دونوں ملک دنیا کی بڑی طاقتوں کے رحم و کرم کے محتاج بن گئے ہیں۔

(۶) آپ کا یہ سوال تمام مغالطوں اور غلط فہمیوں کا سرچشمہ ہے، ہندوستان کا نظام حکومت خواہ ایک ہی یونین مرکزی کی بنیاد پر قائم کیا جائے، یا دو جداگانہ ریاستوں کے اصول پر بہر صورت مشترکہ نظام ہوگا، جس میں مسلم و غیر مسلم مختلف تناسب مگر یکساں حقوق و اختیارات کے ساتھ یکساں شریک ہوں گے، محض عددی نسبت کے اختلاف سے اس کی مشترکہ حیثیت میں کوئی فرق پیدا نہ ہوگا، اس لئے مشترکہ نظام کو اسلامی نظام حکومت یا حکومت الٰہیہ نہیں کہا جا سکتا، جہاں تک صوبوں کے داخلی مسائل کا تعلق ہے، مرکز کی وحدت اور تعدد سے اس میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا، ایک مرکز کے ماتحت بھی صوبے اسی طرح خود مختار ہوں گے جس طرح دو مرکزوں کے ماتحت ان کو آزادی حاصل ہوگی، اس لئے اگر مسلمان ... چاہیں تو ایک یونین میں شریک رہتے ہوئے اس معاشرتی، تمدنی اور اقتصادی مسائل میں اس حد تک اسلامی فکر کو بروئے کار لا سکتے ہیں، جس حد تک غیر قوموں کا اشتراک اس کو برداشت کر سکتا ہے، پاکستان کے مشرقی و مغربی منطقوں میں

ﮯ علاوہ ازیں پاکستان ایسی نکیل ہے کہ دنیا کی کوئی بھی بڑی طاقت اگر اس کو تھامے رہے تو ہندوستان کا اونٹ بدک کر کبھی بھی کسی دوسری طرف نہیں جا سکتا۔

یہ تقریباً پچیس [۲۵] سال پہلے کی بات ہے، جب پاکستان کا تصور جنم لے رہا تھا اور تبادلہ آبادی کی بھیانک تصویر کسی کے خواب میں بھی نہیں آئی تھی، اب جب کہ پاکستان بن چکا اور غیر مسلموں کا تناسب بھی وہاں قائم نہیں رہا، تو کیا کوئی اس خالص مسلم اسٹیٹ کے متعلق دعوے کر سکتا ہے کہ وہاں اسلامی نظام حکومت یا حکومت الٰہیہ ہے۔

آج اس کے پرانے عقیدت مند بھی اس اعتراف پر مجبور ہیں کہ پاکستان کا موجودہ نظام حکومت نہ صرف اسلام کے دامن پُر تقدس پر بدنما داغ ہے، بلکہ موجودہ ملت اسلامیہ کے لئے بھی ننگ و عار ہے۔

بہ ترتیب ۴۹ اور ۴۰ کی نسبت سے ایک منظم غیر مسلم اقلیت موجودہ کی وجہ سے خالص اسلامیت کو بروئے کار لانے میں جو مشکلات سدِ راہ ہوں گی وہ باخبر لوگوں سے مخفی نہیں ہیں
البتہ دفاع، امورِ خارجہ، مواصلات، کرنسی اور بعض محاصل مالیہ کے بارے میں مرکز کی وحدت اور تعدد سے ایک فرق ضرور نمایاں ہوتا ہے، وحدت مرکز کی صورت میں یہ مضامین ایک ایسی یونین کے ماتحت ہوں گے جسمیں مسلمانوں کا تناسب زیادہ سے زیادہ ۴۵ فیصدی ہوگا،[۱] جو بجائے خود ایک اہم اور مؤثر تناسب ہے لیکن اس صورت میں ملک کی طاقت منقسم ہوکر کمزور نہ ہوگی اور خارجی دراندازی کا امکان کم سے کم ہوگا، ہندوستان کی اس مرکزی قوت سے غیر مسلم اقوام کی طرح ہندوستانی مسلمان اور ایشیا کے دوسرے اسلامی ممالک بھی مستفید ہوں گے، اس کے برعکس اگر یہ موضوعات دو مرکز کے ماتحت تقسیم کر دیئے جائیں، اور مسلم اکثریت کے صوبوں کا دفاع خارجہ پالیسی، رسل و رسائل وغیرہ ایک علیحدہ مرکز کے ماتحت دیدیئے جائیں تو بحیثیت مجموعی ملکی و قومی نقصانات کے علاوہ اس کا سب سے زیادہ نقصان مسلمانوں ہی کو.... پہونچے گا، ان کی وحدت فنا ہو جائے گی۔ اقلیت کے صوبوں میں ان کی سیاسی و اقتصادی حیثیت فنا ہو جائے گی، اور اکثریت کے صوبوں کی مرکزی حکومت ناقابلِ حل داخلی و خارجی مصائب میں مبتلا ہو جائے گی، بحیثیت مجموعی مسلم اکثریت کے صوبوں کی ہمہ گیر اقتصادی پسماندگی، پانچ میں سے تین صوبوں[۲] کا خود مکتفی نہ ہونا ۴۹-۴۰ فیصدی

---

[۱] جمعیۃ علماء ہند اور قوم پرور مسلمانوں نے جو فارمولا کانگریس کے سامنے پیش کیا تھا اور اگست ۴۲ء کے اجلاس میں کانگریس نے اس کو تقریباً منظور بھی کر لیا تھا، اس کی اہم دفعات یہی تھیں (۱) صوبے آزاد ہوں گے، (۲) چند موضوعات کے علاوہ باقی جملہ مصرحہ اور غیر مصرحہ اختیارات صوبوں کے ہوں گے (۳) مرکز میں نمائندگی اس طرح ہوگی ہندو ۴۵ فیصدی مسلمان ۴۵ فیصدی دیگر اقلیتیں ۱۰ فیصدی۔

[۲] صوبہ سرحد۔ صوبہ سندھ۔ اور صوبہ بلوچستان۔

غیر مسلموں کی منظم اور مؤثر اقلیت کی مقاومت وغیرہ پاکستان مرکز کے وہ داخلی مسائل ہوں گے جن سے حکومت عہدہ برآنہ ہو سکے گی، اور اپنی حالت کو سنبھالنے کے لئے کسی دوسری طاقت کا سہارا لینے پر مجبور ہوگی، جس کی وجہ سے اقتصادی زندگی کا توازن بیرونی حکومتوں اور غیر ملکی سرمایہ داروں کے ہاتھ میں پہنچ جائے گا، مزید بر اں یہ حکومت اپنے وسائل کی قلت اور مصارف کی زیادتی کی وجہ سے ملک کی دفاعی ذمہ داریوں کو بھی صحیح طور پر پورا نہ کر سکے گی،[1] اس لئے اس ملک کے دفاع کو دولتِ مشترکہ برطانیہ کے دفاع سے وابستہ کرنا ہوگا۔ یا اپنے سیاسی مستقبل کی باگ اسکے ہاتھوں میں دینی پڑے گی، اور اس طرح یہ نام نہاد سیاسی استقلال روس یا برطانیہ[2] کی سیاسی و اقتصادی غلامی میں تبدیل ہو جائے گا، اپنی کمزوری اور تباہ حالی کی وجہ سے نہ اس کو بین الاقوامی سیاست میں کوئی اہمیت حاصل ہو سکے گی اور نہ یہ حکومت اسلامی ممالک کی کوئی مؤثر امداد کر سکے گی، بلکہ روس اور برطانیہ کی سیاسی ریشہ دوانیوں کی آماجگاہ بن کر رہ جائے گی، ہندوستان اور پاکستان کے باہمی تعصبات سے برطانیہ کو پورا پورا فائدہ اٹھانے کا موقع میسر آئے گا، اور اس طرح ہندوستان سے برطانیہ کے تسلط کے خاتمہ کے باوجود از سر نو پاکستان و ہندوستان میں اسکا اقتدار قائم ہو جائیگا پاکستان کے ان یقینی نقصانات کے مقابلہ میں وہ متوقع خطرات بالکل بے حقیقت ہیں جو ہندوستان کی ایک یونین کی صورت میں غیر مسلم اقلیت کی وجہ سے پیش

[1] جب کہ پاکستان بنے ہوئے دس سال ہو چکے ہیں، اس پیشین گوئی کی صداقت کا مشاہدہ فرمایئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی اتقوا فراستہ المومن فانہ یری بنور اللہ اوکما قال صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کیجئے۔ ترجمہ مومن کی فراست اور دور اندیشی سے پرہیز کرو۔ وہ اللہ کے نور سے مستقبل کو دیکھتا ہے۔

[2] ۱۹۴۰ء کی جنگ عظیم نے برطانیہ کی جگہ امریکہ کو سیاست کا امام بنا دیا۔

آ سکتے ہیں اس لئے پاکستان مسلمانوں کے لئے اہون البلیتین نہیں ہے، بلکہ ہندوستان کی ایک مرکزی حکومت اہون البلیتین ہے۔[۱]

(۷) ہندوستان دارالحرب ہے، وہ اس وقت تک دارالحرب باقی رہے گا جب تک اس میں کفر کو غلبہ حاصل رہے گا، دارالحرب کی جس قدر تعریفات کی گئی ہیں اور جو شروط بیان کی گئی ہیں وہ سب اس میں موجود ہیں، اس سلسلہ میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی، حضرت مولانا فضل حق صاحب خیرآبادی، اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس اللہ اسرارہم نے اپنے فتاویٰ میں اس موضوع پر بحثیں فرمائی ہیں، ان پر کوئی اضافہ نہیں کیا جا سکتا، مزید تفصیلات کے لئے جامع الرموز جلد ۳ کتاب الجہاد، شامی جلد ۳ ص ۳۳۶ - ۳۲۵ اور فتاویٰ عالمگیریہ جلد ۲ باب استیلاء الکفار وغیرہ ملاحظہ فرمائے۔

(۸)۔ دارالحرب میں غدر اور خیانت کے سوا ہر طریقہ سے اہل حرب کے[۲] اموال حاصل کرنا مسلمانوں کے لئے مباح ہے اس لئے مسلمانوں اور حربی کے درمیان معاملہ سود پر سود کا اطلاق ہی نہیں ہوتا۔ طرفین کا اصول ہے، لان الربا لا یجری بین المسلم و الحربی فی دار الحرب، امام ابو یوسف کے نزدیک حربی کے ساتھ بھی سودی معاملات جائز نہیں ہیں، جو لوگ از راہ تقویٰ دارالحرب میں سود لینے سے اجتناب کرتے ہیں وہ امام ابو یوسفؒ کے اسی مسلک پر عمل پیرا ہیں، لیکن یہ تمام تفصیلات اسی صورت میں ہیں جب کہ سود لینے والا مسلمان ہو اور سود دینے والا حربی ہو، مسلمان کا مسلمان سے سود لینا، یا غیر مسلم کو سود دینا متفقہ طور پر ناجائز ہے۔

---

[۱] دنیا میں شاید ہی کوئی پیشگوئی اس سے زیادہ سچی ثابت ہوئی ہو، کیا اسی پر کہا جاتا ہے کہ علماء سیاست نہیں جانتے۔

[۲] کیونکہ دارالحرب میں مسلم اور کافر کے درمیان سود کا حکم نہیں جاری ہوتا ہے۔

(ب) سرکاری بنکوں میں اور ان بنکوں میں، جن کے مالک غیر مسلم ہوں، روپیہ جمع کرنا جائز نہیں، کیونکہ اس روپیہ سے وہ کاروبار کرکے مالی استفادہ حاصل کرتے ہیں، اور اسی کے منافع سے اسلام اور مسلمانوں کی تخریب پر صرف کیا جاتا ہے لیکن جمع کرنے کے بعد اس کا سود نہ لینا اور اس کو بنکوں میں چھوڑ دینا بھی جائز نہیں ہے، اس روپیہ کو جو بنکوں کے سود کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے مسلمانوں کے اجتماعی مقاصد میں صرف کر دینا چاہیئے، عالمگیری میں ہے وما[۱] اوجف المسلمون علیہ من اموال اھل الحرب بغیر قتال یصرف فی مصالح المسلمین الخ جلد ۲ کتاب السیر ص ۲۱۸۔ تفصیلات کیلئے ردالمختار جلد ۳ ص ۳۴۵ اور شرح السیر الکبیر جلد ۳ ص ۱۴، ۱۰۸، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۸، ۲۲۹، عالمگیری جلد ۲ ص ۲۱۰ وغیرہ ملاحظہ فرمائیے۔

(ج) ہندوستان کی زمین نہ عشری ہے نہ خراجی۔[۲]

(۹) استعانت بالمشرکین اور ان کے ساتھ اشتراک عمل کے بارے میں مولانا محمد شفیع صاحب

---

[۱] کفار کے جن املاک پر مسلمان بغیر جنگ کے قابض ہو جائیں ان کی آمدنی مسلمانوں کے مفاد عامہ پر صرف کی جائے گی۔

[۲] عشری زمین ہونے کی ابتداً پانچ صورتیں ہیں۔ (۱) اول یہ کہ کسی شہر اور گاؤں کے حربی کفار مسلمان ہو گئے تو وہ شہر اور گاؤں عشری ہوگا، یعنی ان کی اپنی تمام زمینوں کی پیداوار میں عشر (جو زکوٰۃ ہے) ادا کرنا ہوگا۔ (۲) دوم یہ کہ ملک عجم کے بلاد کہ مسلمانوں نے بزور شمشیر فتح کر لیا اور وہاں کی زمین مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دی گئی تو وہ بھی عشری ہوگی۔ (۳) سوم یہ کہ عرب کے بت پرستوں پر مسلمانوں نے بزور شمشیر فتح پائی تو وہاں کی سب زمین عشری ہوگی، اگرچہ وہ زمین مسلمانوں کے درمیان تقسیم نہ کی جائے، کیونکہ جزیرۂ عرب میں کفار کے قیام کی کوئی صورت نہیں ہے جو ان پر خراج لگایا جائے۔ (۴) اسلامی مقبوضہ کی پرانی زمین جس پر کسی کا قبضہ نہ ہو اس کو کسی مسلمان کا آباد کرنا اور عشری زمین سے قریب ہونا یا عشری پانی یا خراجی اور عشری دونوں پانی سے سیراب ہوتی ہو

ومولانا ظفر احمد صاحب تھانوی وغیرہما کی جانب سے جو فتاوی دیئے گئے ہیں انکے جوابات بھی اخبارات اور مستقل رسائل کی صورت میں شائع ہو چکے ہیں جمعیۃ علماء ہند کے دفتر سے یہ جوابی فتاوی حاصل کئے جا سکتے ہیں، مجملاً یہ ہے کہ جن لوگوں نے عدم جواز کا فتوی دیا ہے، انہوں نے حالات کا صرف ایک رخ نمایاں کیا ہے، بلا شبہ اگر مسلمانوں میں بذات خود قوت مقادمت موجود ہو اور استعانت بالکفار میں فتنہ کا خوف نہ ہو تو استعانت صرف اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ اسلام کا حکم ظاہر اور غالب رہے، جیسا کہ قائلین عدم جواز نے تصریحات پیش کی ہیں، لیکن اگر مسلمانوں میں بذات خود مقاومت موجود نہ ہو، اور ان کے لئے کوئی دوسری جائے پناہ بھی نہیں ہے، تو اختیار اہون البلیتین کے اصول کے ماتحت بعض کفار کا مقابلہ بعض کفار کی استعانت سے جائز ہے، جیسا کہ حضرت ام سلمہؓ کی حدیث سے واضح ہوتا ہے، شرح السیر الکبیر جلد ۳ ص ۱۸۷ خصوصاً جب کہ مسلمانوں کے مفاد اور مصالح بھی پیش نظر ہوں تو ایسی

(بقیہ صفحہ گذشتہ) عشری ہو (۵) کسی مسلمان نے اپنے گھر کی زمین کو باغ یا کھیت بنا لیا تو اسپر بہر حال عشر واجب ہے بشرطیکہ سیرابی صرف خراجی پانی سے نہ ہوتی ہو۔

زمین کے خراجی ہونے کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) جب کفار کے ملک بلاد کو مسلمانوں نے بزور شمشیر فتح کر لیا، لیکن زمین مسلمانوں میں تقسیم نہیں ہوئی، بلکہ زمین ان ہی کافروں کی ملک میں چھوڑ دی گئی تو اس زمین پر مسلمان حاکم خراج مقرر کرے گا۔ (۲) کسی شہر، گاؤں یا ملک کے کافروں نے بغیر لڑائی وجہاد مسلمانوں کی اطاعت کر لی ہو، اور صلح کر لی ہو تو اس صورت میں بھی ان مقامات کی زمین کافروں ہی کی ملک ہوگی اور اسپر خراج لگایا جائیگا، کتاب العشر والزکوٰۃ۔ ۵ مولانا عبدالحق نافع گلؒ نے نافع المہتدی نامی رسالہ میں فاضلانہ جوابات دیتے ہوئے، تدلیس سے کام لینے والے مولویوں کا بھانڈہ پھوڑا ہے، اور حضرت امام العصر نے تو مجتہدانہ انداز اپنے اس والا نامہ میں اختیار فرما کر اصولی نکتوں پر اکتفا فرمایا ہے جو اپنی جگہ سب سے بڑی حجت ساطعہ ہے، سچ ہے بکل فن رجال۔

استعانت بالکفار کے جواز میں شبہہ نہیں ہے، چنانچہ شرح سیر الکبیر میں اس قسم کی جزئیات بکثرت بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ ولو قال اهل الحرب للاسراء فیهم قاتلوا معنا عدونا من المشرکین الخ کے ماتحت شارح سرخسی نے فرمایا فلا رخصة فی ذالك الا علی اعزاز الدین و دفع الذل عن نفسه۔ جلد۳ صفحہ ۲۴۱ - ۲۴۲

۲۔ ولو قال[۱] لاسراء قاتلوا معنا عدونا من اهل الحرب آخرین علی ان نخلی سبیلکم اذا انقضت حربنا الخ فلا باس بان یقاتلوا معهم شارح نے اس صورت مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے اس اعتراض کو بھی دفع کیا ہے، جو عام طور پر پیش کیا جاتا ہے

قال[۵۳] قیل کیف یسعهم هذا وفیه قوة علی المسلمین لانهم اذا ظفروا بالعدو فامنوا جانبهم اقبلوا علی قتال المسلمین وربما یاخذون منهم الکراع والسلاح فیقوون بها علی المسلمین، قلنا ذالك موهوم وما یحصل لهم من النجاة عن اسر المشرکین بهذا القتال معلوم فیترجح هذا الجانب صفحہ ۲۴۲، ۲۴۳۔

---

[۱] اگر کفار اپنے مسلمان قیدیوں سے کہیں کہ ہمارے ساتھ ہمارے مشرک دشمنوں سے جنگ کرو۔ تو بقول شارح سرخسی اجازت نہ ہوگی، البتہ دین اسلام کی ترقی اور اپنے اوپر سے مصیبت دور کرنے اور جان بچانے کے لئے جنگ کرنا جائز ہوگا۔ [۵۲] اگر کفار مسلمان قیدیوں سے کہیں کہ ہمارے دشمنوں سے ہمارے ساتھ جنگ کرو اور ہم اختتام جنگ پر تم کو رہا کر دیں گے، تو اس شرط پر ان کی امداد میں مسلمان جنگ کر سکتے ہیں۔ [۵۳] اگر اس پر اعتراض ہو کہ مذکورہ بالا شکل میں بھی مسلمانوں کی قوت کمزور ہو جائے گی، کیونکہ کفار اپنے حریف پر غلبہ حاصل کرنے کے بعد اپنے دشمنوں سے اطمینان حاصل کرکے مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار ہونگے اور مسلمانوں کا ساز و سامان اسلحہ چھین لینگے، اور اسطرح مسلمانوں کے مقابلہ میں انکی طاقت مضبوط ہو جائیگی، تو ہم اسکا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ اندیشہ وہمی ہے اور مسلمانوں کا کفار کی قید سے نجات۔ پانا قطعی ہے، لہذا جنگ کرنے کی تجویز کو ترجیح حاصل ہے۔

وان کانوا فی حزوبلد یخافون علی انفسهم الهلاک فلا باس بان یقاتلوا معهم المشرکین اذا قالوا نخرجکم من ذالک لان فی هذا القتال غرضا صحیحا وهو دفع البلاء والضرر الذی نزل بهم۔ ص ۲۴۳

۴۔ ولو ان اهل الحرب ارسلوا الاسراء خاصة ان یقاتلوا اهل الحرب اخرین وجعلوا الامیر من الاسراء وجعلوا الیہ ان یحکم بحکام اهل الاسلام وسلموا الیهم الغنا ثم یخرجونها الی دار الاسلام فلا باس بالقتال علی هذا اذا خافوهم او لم یخافوا لانهم یقاتلون وحکم الاسلام هو الظاهر علیهم ویکون الجهاد ذالک جهادا منهم۔ ص ۲۴۷۔

جوازِ استعانت کی ان صورتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہندوستان کے مشرکین کے ساتھ ان شرائط پر اشتراکِ عمل کرنا کہ اس مشترکہ جدوجہد میں فتح حاصل کرنے کے بعد (۱) ملک کے نظام حکومت میں ان کا ایک مؤثر حصہ ہوگا۔

۱؎ اگر مسلمان ایسے ملک میں ہوں جہاں ان کو اپنی ہلاکت کا خطرہ ہے تو اس صورت میں یہ مسلمان ان کافروں کے ساتھ مل کر ان کے مشرک دشمنوں سے جنگ کر سکتے ہیں بشرطیکہ کفار ان کے اس خطرہ کو دور کرنے کا وعدہ کریں، کیونکہ اس جنگ کا جائز مقصد ہے، یعنی اپنے اوپر سے خطرہ اور ہلاکت کا دور کرنا۔

۲؎ اگر کفار مسلمان قیدیوں کو کافروں سے جنگ کرنے کے لئے بھیجیں اور مسلمان ہی کو مسلم فوج کا سردار بنائیں، اور اس مسلمان افسر کو یہ اختیار ہو کہ وہ احکام اسلامی کے مطابق فیصلہ کرے اور جو مال غنیمت حاصل کریں وہ ان مسلمانوں کے ہی حوالہ ہو کہ وہ دارالاسلام میں لے جا سکیں تو اس صورت میں جنگ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے خواہ مسلمانوں کو ان سے خطرہ ہو، یا نہ ہو، کیونکہ موجودہ صورت میں ان کی جنگ اسلامی قانون کے ماتحت ہوگی اور یہ جہاد خود ان کی طرف سے ہوگا، غلبۂ اسلام کے لئے ہوگی اور انکا جہاد شرعی جہاد ہوگا۔

۲ - مسلمانوں کا قانون شخصی (پرسنل لا) محفوظ ہوگا اور ان کو اس پر عمل کرنے کی آزادی ہوگی۔

۳ - مسلمانوں کے مذہبی ادارے: اوقاف، مساجد، مقابر وغیرہ محفوظ رہیں گے ان کا کلچر اور تہذیب و تمدن محفوظ رہے گا۔

۴ - گیارہ میں سے پانچ صوبوں میں مسلم اکثریت کی حکومتیں قائم ہونگی جو تمام داخلی معاملات قانون سازی نظام تعلیم اقتصادی نظام کے قیام معاشرتی اور تمدنی مسائل میں پوری طرح با اختیار ہوں گی، کیا مسلمانوں کے مفاد اور مصالح کے لحاظ سے مفید نہیں ہے یہ مصلحتیں و مفادات ان اغراض سے بہت زیادہ اہم ہیں جن کی بنا پر استعانت بالمشرکین کی اجازت دی گئی ہے، اس لئے ہندوستان کی آزادی غیر مسلم جماعتوں اور قوموں سے اشتراک عمل کرنا نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہے، واللہ اعلم والیہ یقول الحق و ہوی یہدی السبیل

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ۔

مکتوب نمبر ۳۴

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

مزاج شریف۔ والا نامہ باعث سرافرازی ہوا، احوال مندرجہ کو پڑھ کر سخت تعجب ہوا، آپ جیسا سمجھدار، تجربہ کار بھی غلط جذبات میں پھنس رہا ہے، امیر محترم زید آپ کو معلوم ہے کہ اگرچہ تمام غیر اسلامی مذاہب اور ان کے ماننے والے اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں مگر سب دشمن ایک طرح کے نہیں ہوتے کوئی بڑا ہے کوئی چھوٹا ہے ہر دشمن سے اس کے درجہ کے موافق مقابلہ کرنا لازم ہوگا، جب سے اسلام نے ظہور کیا ہے انگریز نے برابر اسلام اور مسلمانوں کو اسقدر نقصان پہنچایا کہ کسی دوسری قوم نے نقصان نہیں پہنچایا، انگریز دو سو برس سے زیادہ عرصے

ان دلخراش اور ہوش وحواس کو مٹا دینے والے واقعات سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں، جو کہ عموماً ان تین سو سال کے اندر یعنی تقریباً سنہ ۱۶۴۰ء سے سنہ ۱۹۴۰ء تک میں واقع ہوئے ہیں، اور جن میں انگریز ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں، پھر بتلایئے کہ انگریز کے برابر دنیا میں کس قوم نے آج تک اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی کا ثبوت دیا ہے۔

ہندو تو آپ کا ایک ہزار برس یا زائد سے رعیت چلا آتا ہے، اور اس کو بھی اسی انگریز نے آپ کے مقابل کھڑا کیا اور بڑھایا ہے، اس لئے آپ کو غور کرنا چاہیئے کہ آپ کا فریضہ کیا ہے، انگریز کو مٹانا اور انتقام لینا اور اس کے اقتدار کو گھٹانا یا ہندو کو، انگریز کو اپنے اقتدار کو باقی رکھنے اور اپنی تجارت وغیرہ کے لئے ضرورت ہے کہ آبنائے دور سے بمبئی تک کا سمندر اور ان کے سواحل اپنے قبضۂ اقتدار میں رکھے، اپنے لئے امن وامان اور تجارت اس راستہ میں قائم کرے، جس کی بنا پر اس کو بحر اٹلانٹک، بحرہ روم، بحرۂ قلزم، بحرۂ ہند، بحرۂ فارس پر قبضہ کرنا اور اطمینان حاصل کرنا ضروری ہے، ہوائی جہازوں کے لئے، سمندری جہازوں کیلئے لندن سے ہندوستان تک اگر مراکز اور مخازن نہ ہوں گے تو وہ ہندوستان میں اپنے مقاصد حاصل نہیں کرسکتا ہے، اس لئے ان تمام ممالک کو جو کہ راستہ میں ہیں ہمیشہ زیروزبر کرتا رہا، اور ہندوستان ہی کی فوجوں سے کرتا رہا، ہندو کو ان ممالک کے غلام بنانے اور ان پر اقتدار قائم رکھنے کی ضرورت نہیں ہے، ہندو میں بالفعل اتنی طاقت نہیں ہے، جتنی انگریز میں ہے، اس لئے ماضی حال مستقبل میں سب سے بڑا دشمن انگریز ہی ہے، ہندو کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ وہ مستقبل میں ایسا ہی یا ایسے سے زیادہ ہو جائے، مگر یہ امر مظنون یا موہوم ہے، اسی بنا پر ہمیشہ اکابر اسلام نے ہندوستان میں انگریز سے آزادی حاصل کرنا اور اس کے اقتدار کو مٹانا ضروری سمجھا، اور اسی بنا پر کانگریس بنائی گئی، اور اس لئے مسلمانوں نے اس میں شرکت کی اور

اسی لئے جمعیۃ علماء اس کے ساتھ اشتراک عمل کئے ہوئے ہے، جب تک ہندوستان مکمل آزاد نہ ہو جائے، یعنی کم ازکم تمام انگریزی فوجیں اور وائسرائے اور گورنر انگریز یہاں سے چلے نہ جائیں، اور مکمل اختیارات ہندوستانیوں کے قبضہ میں نہ آجائیں، یہ فریضہ باقی ہے، ہاں اگر کانگریس یہ اعلان کردے کہ اب ہم انگریز کو یہاں سے نکالنا نہیں چاہتے تو بیشک ہم کو اس سے اشتراک عمل سے رکنا پڑے گا، باقی رہا ان مفادات کا حاصل کرنا جن کو آپ یا کوئی دوسری جماعت مسلمانوں کے لئے مستقبل میں مفید یا ضروری سمجھتے ہیں، یہ بعد کا مسئلہ ہے، دفع ضرر منفعت سے مقدم ہے اگر گاؤں میں آگ لگی ہے، تو پہلے آگ بجھایئے، پھر اپنی زمینوں کی تقسیم کا فیصلہ کیجئے اگر آپ مریض ہیں تو پہلے مرض کو دفع کیجئے، پھر تقویت کی فکر کیجئے گا۔

میرے محترم آپ خود جانتے ہیں کہ انگریز کا ہمیشہ سے اصول رہا ہے "لڑاؤ اور حکومت کرو" اسی اصول اور عملدرآمد کے ذریعہ سے اسنے ہندوستان پر قبضہ کیا اور آجتک قبضہ کئے ہوئے ہے، اسی اصول کی بناء پر اس نے کانگریس کے مقابل ۱۹۰۶ء میں لیگ اور مہاسبھا کی بنیاد ڈالی اور آج تک دونوں کو پالتا رہا اور بڑھاتا رہا، اور اسی اصول کے مطابق جب بھی زمانہ سابقہ میں آزادی کے لئے جد وجہد ابھری تو اس نے لڑائی مختلف مقامات میں فرقہ وار کرائی، اور جب قوت تحریک آزادی، فرقہ وارانہ فسادات بھی زور پکڑتے رہے، اس جنگ عمومی کے بعد چونکہ تحریک آزادی بہت قوت پذیر ہوئی ہے، اس لئے یہ فرقہ وارانہ فسادات بھی اسی پیمانہ پر ہیں لیگ اور مہاسبھا اس کے آلہ ہائے کار ہیں، اس لئے دونوں خوب ادھم مچاتے رہے تاکہ یہ عذر ہاتھ لگے کہ بغیر ہمارے (انگریزوں کے) ہندوستان میں امن وامان نہیں رہ سکتا، اور تاکہ ہندوؤں اور سکھوں کی طرف سے، پنجاب، سرحد، سندھ، بنگال

اسلام کو فنا کر رہا ہے، اس نے ہندوستان کی اسلامی طاقت کو فنا کیا، بادشاہوں نوابوں اور امراء کو قتل کیا، ان کی فوجوں کو برباد کیا، حکومتہائے اسلامیہ کو تہ و بالا کیا، خزائن کو لوٹا، اپنے اقتدار کا خزانہ قائم کیا، اپنے قوانین کو جاری کیا، ہندوستان کی تجارت صنعت و حرفت، علم، تہذیب وغیرہ کو برباد کیا، ٹیکسوں اور لگانوں وغیرہ کے ذریعہ سے ہر قسم کی مالی لوٹ جاری کر کے اپنے ملک کو غنی اور ہندوستان کو کنگال بنایا، ہندوستانیوں اور بالخصوص مسلمانوں کو انتہائی ذلیل، نادار، بیکار، بیروزگار بنایا، مسلمانوں سے ہندوستان کے دوسرے مذہبوں والوں کو متنفر کر کے دشمنی کی آگ بھڑکائی، اور ہر جگہ بے ہتھیار اور کمزور کیا، ہندوستان میں اسلامی قوانین کے خلاف شراب اور منشیات کی آزادی، زنا اور بدکاری کی آزادی، الحاد و زندقہ و ارتداد کی آزادی، عدالتوں میں خلاف اسلام قانون کا اجراء اور وہاں کے موافق فیصلہ جات جاری کئے محکمہ قضاء کے خلاف معاہدہ مٹا کر مسلمانوں کے اسپیشل قوانین کو ملیا میٹ کیا، وغیرہ وغیرہ، ہندوؤں کو تصداً بڑھا کر ہر محکمہ اور ہر شعبۂ زندگی میں قوی تر کیا، اور سود در سود کو جاری کیا، غرضیکہ ہر طرح سے اسلام اور مسلمانوں کو ہندوستان میں برباد کیا، اور جب کہ مسلمانوں نے اپنے فطری اور شرعی حق آزادی کے لئے جدوجہد کی تو ان پر اس قدر مظالم کئے کہ ان کی یاد سے بھی دل تھراتا ہے، ۱۸۵۷ء کی تاریخ اور اس سے پہلے کے واقعات دیکھیے، معاہدات، اور وعدے جو کہ ۱۸۵۷ء سے پہلے کئے تھے، اور جو ۵۷ء میں ہوئے ان کو بار بار توڑتے رہے، غرضیکہ ہندوستانی مسلمانوں کے خصوصاً اور تمام ہندوستان کے باشندوں کے ساتھ عموماً وہ شرمناک معاملے کئے کہ وہ ہندوستان جو کبھی جنت نشان تھا، جہنم نشان بن گیا۔ وہ ہندوستان جو کہ دولت اور ثروت کا مرکز تھا وہ فقر و فاقہ، افلاس و تنگدستی کا اڈہ ہو گیا، وہ ہندوستان جو کہ علم و حکمت کا سمندر تھا وہ جہالت اور بددینی کا طویل میدان ہو گیا، وہ ہندوستان جو کہ تمام دنیا کا محتاج الیہ تھا وہ

سب سے زیادہ مفلس قلاش، مسکین، فاقہ مست، بے کمال بے روزگار، گرانی اور پسماندگی کا شکار ہو گیا۔ یہ مظالم تو تھے ہی جن میں مسلمان سب سے زیادہ تباہ ہوئے۔

وکٹوریہ کے اعلان ۱۸۵۸ء میں پُرزور وعدہ کیا گیا تھا کہ اپنی قلمرو کو نہ بڑھائیں گے اور دوسرے علاقوں پر اب کے بعد قبضہ نہ کریں گے، مگر تھوڑے ہی عرصہ تقریباً ۲۰ برس کے اندر افغانستان پر یکے بعد دیگرے چڑھائی کی، اور ہزاروں مسلمانوں کا خون بہایا، چار مرتبہ حملے کئے، آزاد مسلم علاقوں پر قبضہ کرتے رہے، صوات، بنیر، چترال، کوہاٹ، آفریدی علاقے مسعودی علاقے، وزیری علاقے، وغیرہ اور اسی طرح بلوچستانی علاقوں پر کیا کیا مظالم نہیں ڈھائے، اور یکے بعد دیگرے خلاف عہد ان علاقوں کو اپنی قلمرو میں ملاتے رہے، وہاں کے باشندوں کو غلام بنایا، آزادی خواہوں کو قتل و غارت کیا۔

آپ اپنے ہی علاقہ کی تاریخ دیکھئے، یہ سب کچھ تو ہندوستان اور اس کے اطراف کے ملکوں پر ہوا ہی تھا، جو کہ ہمیشہ ہندوستان ہی کی غلام فوجوں، وہاں کی رسدوں ہتھیاروں وہاں کی نقدی طاقتوں کے ذریعہ سے ہوتا رہا۔

مگر اسی کے ساتھ، عراق، شام، مصر، فلسطین، عرب، شمالی لینڈ، مشرقی افریقہ سوڈان، برما وغیرہ کے اسلامی عروج کو پامال کیا، خلافت عظمیٰ کو زیر و زبر کیا، حجاز، جدہ، مکہ اور مدینہ پر چڑھائی کی، چناق قلعہ سمرنا، استنبول وغیرہ میں کیا کیا نہیں کیا، اور ان مقامات میں خون کی ندیاں کیا نہیں بہائیں، پھر اس پر طرہ یہ کہ یورپین طاقتوں میں اسلامی ممالک کو تقسیم کیا، طرابلس، صحرائے لیبیا، ادرنہ، سورکن وغیرہ اٹلی کو، ریف اسپین کو الجیریا، تیونس فاس، مراکش وغیرہ فرانس کو، وسط ایشیا اور شمالی ایشیا کے ممالک بخارا، سمرقند، گرجستان ازبکستان، داغستان، ترقستان وغیرہ روس کو برابر معاہدوں وغیرہ کے ذریعہ سے تقسیم کرتے رہے، ٹرکی سے بلگیریا، یونان، مقدونیہ، رومانیہ، ہرسکٹ، البانیہ، سربیہ، مانٹینگرو، کریٹ، بلقان وغیرہ کو مجبور کر کے آزاد کراتے، اور اسلامی طاقت کو فنا کراتے رہے،

(۱۳) کیا اس تاریخ ۱۶ اگست سے پہلے کہیں بھی ہندوستانی باشندوں میں عام فرقہ دارانہ فسادات ہوئے تھے، یہی ہندو اور یہی سکھ وغیرہ یہاں بستے تھے، یہ فسادات اس وقت تک نہ ہوتے تھے۔

(۱۴) کیا ان فسادات عامہ کی ابتدار اسی صوبہ اور شہر سے ۱۶ اگست کو نہیں ہوئی جس میں تمام حکومت اور اقتدار لیگ کے قبضہ میں تھا

(۱۵) کیا نواکھالی اور ٹپرہ میں جو مظالم خلاف انسانیت اور خلاف شریعت واقع ہوئے، وہ لیگ ہی کے کئے ہوئے نہ تھے۔

(۱۶) کیا ان مظالم کی داستانیں خود لیگ کے زیر حکم صوبہ اور وہاں کے اخباروں تاروں، ٹیلیفونوں، ریڈیو سے مبالغہ آمیز شائع نہیں ہوئے، کیا لیگ کی حکومت نے ان پر کوئی سنسر کیا تھا۔

(۱۷) کیا لیگ کی حکومت نے کوئی اطمینان بخش کارروائی ان فسادات کو روکنے کی وہاں کی۔

(۱۸) کیا بہار اور گڈھ مکیشر میں جو واقعات ہوئے ان میں یہی اعلان اور جذبہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ یہ نواکھالی اور مشرقی بنگال کے مظالم کا بدلہ ہے۔

(۱۹) کیا لیگ اور اس کے زعمار ہمیشہ یہی فلسفہ نہیں پیش کرتے رہے کہ مسلم اقلیت کے صوبوں میں جو معاملہ ہندو اکثریت مسلمانوں کے ساتھ کرے گی، ہم اس کا بدلہ پاکستان میں ہندو اقلیت کے ساتھ عمل میں لائیں گے۔

(۲۰) کیا یہ فلسفہ صحیح تھا، اور جب کہ ابتدار مسلم لیگ نے مشرقی بنگال میں کر دی اور لیگیوں کی طرف سے اس پر کوئی ایکشن نہیں لیا گیا، اور بہار اور گڈھ میں اسی فلسفہ کا اعلان کرتے ہوئے ہندوستان نے مسلمانوں پر مظالم کی بوچھار کر دی تو کیا ہم کو الزام دینے کی گنجائش باقی رہتی ہے؟۔

(۲۱) کیا ہر قسم کی اشتعال انگیزی، بھڑکانا، الٹی میٹم دینا، اعلانِ جنگ کرنا مسلمان کی واحد نمایندگی کی دعویدار جماعت سے نہیں ہوا۔ غور فرمایئے، قائداعظم ایک کانسٹی ٹیوٹ اسمبلی کی مخالفت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

(۱) " ہلاکو اور چنگیز خان کے خونی باب کی پھر سے تقلید کریں گے، ہم بہترین حالات کی امید کرتے ہیں، لیکن بدترین کے لئے تیار رہیں ہمیں پاکستان سے کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ (ڈان ۸ر اپریل ۱۹۴۶ء)

(۲) ڈائرکٹ ایکشن کا فیصلہ ہماری تاریخ اور ہماری پالیسی میں ایک انقلابی قدم ہے، اور پاکستان کی جنگ کے لئے تیار رہنا ہے۔ ڈان ۱۵ اگست ۴۶ء

(۳) ہندوستان میں زبردستی خانہ جنگی ہونے والی ہے نئے سرے سے گفت و شنید شروع کی جائے، ملک کے سامنے دو راستے ہیں، ایک خانہ جنگی دوم گفت و شنید کے ذریعہ باہمی سمجھوتہ۔ ڈان ۱۲ر دسمبر ۴۶ء

(۴) ڈائرکٹ ایکشن سے پاکستان حاصل کریں گے۔ یکم اگست ڈان ۴۶ء

(۵) مسلمانوں کو ایک زبردست جنگ کرنی ہے، خطرناک اور سنگین صورت پیدا ہوگئی ہے، ہم جد و جہد کی آگ سے کامیاب نکلیں گے۔ (۲۸ر اگست ۴۶ء

(۶) نواب محمد وٹ ۲ر اپریل ۴۶ء "پاکستان حاصل کریں گے یا تباہ ہو جائیں گے"

(۷) نواب لیاقت علیخان ۳ر اپریل ۴۶ء، پاکستان کی جنگ کے لئے خون کا ہر قطرہ محفوظ رکھو، سب سے پہلے میں اس جنگ میں اپنا خون بہاؤں گا مسلمان ایک منظم فوج ہیں"

(۸) مسٹر سہروردی وزیر بنگال (دہلی کنونشن میں) پاکستان دس کروڑ مسلمانوں کی آواز ہے، پاکستان کو نہ ماننے والے کیلئے ہندوستان میں کوئی جگہ نہیں ہے بنگال کے مسلمان سب کچھ کرنے کے لئے تیار ہیں۔

کی سمت سے کہ سرکار (انگریز) آپ ہی کا راج ہمارے لئے بہتر ہے، آپ نہ جائیے، یوپی بہار، مدراس، بمبئی سے مسلمانوں کی آواز اُٹھے، کہ سرکار آپ کے بغیر ہم زندہ نہیں رہ سکتے، آپ یہاں سے نہ جائیے! تو آقا صاحب (انگریز) دنیا میں یہ مشہور کریں کہ ہم کیا کریں، ہم تو ہندوستان کو چھوڑنے کے لئے تیار تھے، ہم نے تو انتقال اختیارات کی تاریخ ایک معین کر دی تھی، اور ہم نے تو انتقال اختیارات کے لئے وائسرائے بھی بھیج دیا تھا، مگر ہندوستان کے عوام ہندو اور مسلمان ہمارا جانا نہیں پسند کرتے اور ہمارے ہی سایہ کو رحمانی سمجھتے ہیں، ہم مجبور ہیں۔

محترما! آپ غور سے واقعات کو دیکھیں اور تفتیش کریں، ان سب واقعات میں چرچل اور کنزرویٹیو اور ٹوڈی پارٹی کا کھلا ہوا ہاتھ ہے، اور ممکن ہے کہ دوسری پارٹیوں کا خفیہ ہاتھ بھی ہو، اگر آپ میرے پاس ہوتے تو میں انگریزوں کی شہادتیں بھی دکھلاتا۔

میرے محترم، تحریر میں سب باتوں کا لانا بہت مشکل ہے اتنی فرصت کہاں سے لاؤں ان حقائق پر غور کرنے کے بعد آپ اب ان تفصیلات پر نظر ڈالئے جو موجودہ فتنوں کا باعث ہو رہی ہیں۔

(۱) لیگ کا نظام ترکیبی کیا ہے، بالخصوص ورکنگ کمیٹی اور کونسل کا، کیا اس میں نواب، مہاراجہ، سرکاری خطاب یافتہ، بڑے بڑے زمیندار، علاقہ دار، پنشنر وغیرہ سرکار پرستوں کا غلبہ اور اکثریت نہیں ہے۔

(۲) کیا یہ لوگ ہمیشہ سے انگریز پرست نہیں رہے ہیں۔

(۳) کیا لیگ نے انگریزوں ہی کی عنایتوں کے پیٹ سے جنم نہیں لیا، شملہ کے ڈیپوٹیشن ۱۹۱۶ء کو بعہد لارڈ منٹو اور اس کی تمام تفصیلوں پر نظر ڈالئے، اور اگر پتہ نہ ہو تو کتاب مسلمانوں کا روشن مستقبل، مطبع نظامی شہر بدایوں سے منگا کر دیکھئے۔

(۴) کیا لیگ نے کبھی اپنی تمام عمر میں بجز ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۹ء کبھی ہندوستان کی آزادی

کے لئے کوئی جدوجہد اور قربانی کی ہے۔

(۵) کیا لیگ کے ہائی کمان اور اعلیٰ عہدہ داروں کو اسلام اور مذہب سے قریب کا تو درکنار دور کا بھی واسطہ رہا ہے، یا اب موجود ہے۔

(۶) کیا لیگ کے زعماء میں کلیت یا اکثریت مخلص غیور لوگوں کی ہے، یا خود غرضوں جاہ پرستوں کی وزارت اور عہدوں کے بھوکوں کی۔

(۷) کیا لیگ اور اس کے زعماء ہی نے اکثریت کے صوبوں کو ۱۹۱۶ء سے لیکر ۱۹۳۰ء تک نقصان نہیں پہونچایا، اور اپنی اغراض کے لئے اقلیت کے صوبوں میں دیج دے کر اکثریت کے صوبوں کو اقلیت میں نہیں لائے۔

(۸) کیا لیگ اور اس کے زعماء ہی نے ۱۹۳۱ء میں راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں اقلیتوں کا معاہدہ وغیرہ کر کے مسلمانانِ ہند کو برباد نہیں کیا، کیا اس معاہدہ میں انگریزوں اور اینگلو انڈین اور ہندوستانی عیسائیوں کے لئے بنگال میں ۱۴ نشستیں تسلیم کی گئیں۔

(۹) کیا لیگ اور اس کے زعماء بلکہ عملہ کارکنوں نے ۱۹۳۷ء سے ۱۹۴۵ء تک انتہائی تنفر اور عداوت کی فرقہ وارانہ آگ ہر پلیٹ فارم اور ہر پریس و آرٹیکل، اور ہر لیکچر وغیرہ میں نہیں لگائی؟۔

(۱۰) کیا لیگ اور اس کے زعماء نے اپنے اعلانات اور اشتعال آمیز بیانات کے بعد دہلی میں کونسل بلا کر اکثریتِ عظیمہ سے ایک مرکز (خلافتِ پاکستان) قبول نہیں کیا۔ اور ڈیلیگیشن کی تجویز کیا منظور نہیں کی۔

(۱۱) کیا پھر لیگ نے ۲۹ر جولائی ۴۶ء کو بمبئی میں اس تجویز اور منظوری کو رد کر کے ... ۱۶ر اگست ۴۶ء کو ڈائرکٹ ایکشن کو پاس نہیں کیا۔

(۱۲) کیا ڈائرکٹ ایکشن پاس کرنے کے بعد لیگ کی طرف سے ہر جگہ کے لئے اعلان جہاد اور اشتعال انگیز تقریریں، تحریریں، پوسٹر، وغیرہ شائع نہیں کئے گئے۔

(۹) خان بہادر اسمٰعیل، ۶ر اپریل ۱۹۴۶ء "پاکستان کے لئے کوئی قربانی زیادہ نہیں ہے۔

(۱۰) خان بہادر اسمٰعیل ۱۱ر اپریل ۱۹۴۶ء "ہم بہار کے مسلمان پاکستان کے لئے خون کا آخری قطرہ بہادیں گے"

(۱۱) نواب سر محمد وم ۱۲ر اپریل ۱۹۴۶ء "پاکستان کو منظور کرنے سے ہندوستان کا امن اور سلامتی خطرہ میں پڑجائیں گے"

(۱۲) مسٹر عبدالقیوم ۲۶ر اپریل ۱۹۴۶ء ہم لڑیں گے اور دنیا کیلئے مرینگے"

(۱۳) بہار مسلم اسٹوڈینس کے سکریٹری ۲۷ر اپریل ۱۹۴۶ء بہار کے مسلمان طلبا پاکستان کے لئے خون کا آخری قطرہ بہادیں گے"

(۱۴) اورنگ زیب خاں ۲۹ر اپریل ۱۹۴۶ء "ہم پاکستان کی بھیک نہیں مانگتے، بلکہ اسے بزور شمشیر حاصل کریں گے"

(۱۵) مسلم نیشنل گارڈ جمشید پور، ۸ر مئی ۱۹۴۶ء اگر پاکستان نہ دیا گیا تو ہم وہ تباہی مچائیں گے جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہ ملے گی۔

(۱۶) خان بہادر اسمٰعیل کا مسٹر جینا کو تار ۶ر جون ۱۹۴۶ء "ہم آپ کے حکم کے منتظر ہیں، پاکستان کے لئے خون بہادیں گے"

(۱۷) نواب ممدوٹ ۵ر ستمبر ۱۹۴۶ء جہاد شروع ہونیوالا ہے تیار ہوجاؤ۔

لیگ کے اخباروں کو ملاحظہ فرمایئے، ہم نے تو بہت تھوڑے نوٹ ڈان سے نقل کئے ہیں، کیا یہ ہندوؤں اور نیشلسٹوں وغیرہ کو الٹی میٹم نہیں ہے، کیا یہ کو ڈرانا، دھمکانا اشتعال دینا نہیں ہے۔

اب آپ ہی انصاف فرمایئے، کہ الزام کس پر عائد ہوتا ہے، آپ (مسلمان لیگ) ہی اشتعال انگیز تقریریں کریں، چیلنج دیں، الٹی میٹم دیں، اعلان جنگ کریں

ابتدائی عمل کریں تمام انتقامی کاروائیوں کی ابتدا عمل میں لائیں اور پھر موردالزام دوسروں کو قرار دیں میرٹھ میں جو کچھ کہا گیا تھا وہ تو یہی تھا کہ "تلوار کا جواب ہم تلوار سے دیں گے اس پر لیگ بڑا فروختہ ہوئے اس نے کیا غلط کہا ہے، وہ تو جواب کا لفظ کہتا ہے جس کے معنی ظاہر ہیں کہ اگر ہم پر کوئی تلوار سے حملہ آور ہوگا تو ہم بھی جواب میں تلوار استعمال کریں گے، جب کہ لیگ تلوار اور خون بہانے وغیرہ سے دھمکاتی ہے اور پھر اس کے بعد عملی میدان میں نکل بھی آتی ہے تو جواب دینے والا مجبور ہے،" وہ موردالزام کیونکر ہو سکتا ہے، ابتدائی ظلم جس نے کیا وہ موردالزام ہوگا، یا جس نے جواب دیا، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ گالی گلوج کرنے والے دو شخصوں نے جو کچھ

المستبان ما قالا فعلی البادی منھما . بکا ان سب کا گناہ ابتدا کرنے والے پر ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

لا یسب احدکم والدیہ الخ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی اپنے والدین کو گالی نہ دے لوگوں نے کہا یا رسول اللہ دنیا میں کوئی بھی اپنے والدین کو گالی دیتا ہے، آپ نے فرمایا کہ ہاں، دوسرے کے والدین کو گالی دیتا ہے، تو وہ دوسرا اس کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے (لہذا اس نے اپنے والدین کو گالی دی)، قرآن شریف میں ہے،

ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ الخ تم کافروں کے معبودوں کو گالی مت دو، ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کو نادانی سے گالی دیں گے۔

خلاصہ یہ کہ شرعی، عقلی، عادی ہر حیثیت سے چھیڑنے اور ابتدا کرنے والا ہی موردالزام اور گنہگار قرار دیا جاتا ہے، اگر کسی نے گدھے کو چونکا لگایا اور گدھے نے لات مار کر نقصان پہونچایا تو یہ نقصان، چونکا لگانے والے ہی کی طرف منسوب ہوتا ہے گدھا موردالزام نہیں قرار دیا جا سکتا۔

پنجاب اور سرحد کے مظالم پر بھی غور فرمائیے، کہ ابتدا کہاں سے اور کس سے ہوئی،

اور ان سب کے ساتھ ساتھ یہ بھی غور کیجئے کہ انسانی اور اسلامی شرافت ان تمام اعمال میں کہاں تک کام میں لائی گئی ہے، وہ قوم جوکہ قرآن اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی تبع ہونے کی دعویدار ہے، وہ کس طرح اپنے دائرہ سے خارج ہورہی ہے، پھر کفار اگر کچھ جواباً یا بغیر جواب ناشائستہ اور جاہلانہ اعمال کریں تو ان پر کس طرح گرفت کیجا سکتی ہے۔

ہم نہیں یا دوسرے متعصب اشخاص کے حامی نہیں ہیں، مگر انصاف اور معقولیت کو نظر انداز کیونکر کر سکتے ہیں، ہم کو کہا گیا ہے۔

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا۔ تم خدا کے راستہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور زیادتی مت کرو۔

ہم کو کہا جاتا ہے۔

وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا۔ تم کو کسی قوم کی عداوت اس جرم میں مبتلا نہ کرے کہ بے انصافی کرنے لگو۔

یہاں مسلمان خود ہی ابتدا کرتے ہیں اور خود ہی تعدی کرتے ہیں اور آپ جذبات میں آکر جامہ سے باہر ہو رہے ہیں۔

میرے محترم بھائی اگر آپ حقیقت بین آنکھ سے دیکھیں گے، تو آپ کو پتہ چلے گا کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے، انگریز کی پرانی اسکیم کے مطابق ہو رہا ہے، جوکہ ۱۹۳۱ء میں ظاہر ہوگئی تھی، مسٹر ہیلوڈن جج صوبہ یوپی کے ایک خط کا پریس کے ہاتھ لگ جانے پر اس کا اعلان ہوگیا تھا، (دیکھئے پاکستان کیا ہے حصہ اول مرتبہ حسین احمد دفتر مرکزی جمعیتہ علماء ہند دہلی) انگریز ان اسلامی اکثریت کے صوبوں کو اپنی تجارتی منڈی اور ان کے بندر کراچی کلکتہ چاٹگام کو اپنا تجارتی ساحل اور وہاں کے باشندوں کو اپنا غلام رکھنا چاہتا ہے۔ ہندو اکثریت کے صوبوں سے مایوس ہو چکا ہے، ان کو اور ان کے سواحل وغیرہ کو چھوڑ کر سامانوں سے کام چاہتا ہے، اور اسی کے کھیل کھیل رہا ہے، بہرحال

اسی کا فتنہ ہے، اور ہندوستانی مسلمان، ہندو سکھ وغیرہ اس میں پھنس رہے ہیں ذرا سوچ سمجھ کر ٹھنڈے دل سے رائے قایم کیجئے، انگریزوں اور خود غرضوں کے آلۂ کار نہ بنئے، اگر احرار نے کوئی فیصلہ کیا ہے تو وہ خود اس کے ذمہ دار ہیں، آپ کو معلوم ہے کہ خان برادرز نے صوبۂ سرحد کو آزدی کے قریب کیا ہے، ورنہ انگریز اور ہندو ریفارم اسکیم کے بھی روادار نہ تھے، وٹھل بھائی پٹیل اور مفتی کفایت اللہ صاحب کی رپورٹ اور بادشاہ خان صاحب اور سرخپوشوں کی جد وجہد اور قربانیوں نے اثر ڈالا یہ لیگی خواتین اور امرار جو کہ آج پیش پیش ہیں، ہر زمانہ میں انگریز کے ساتھ دیتے رہے، اور قومی کارکن کو برباد کرتے رہے ہیں، یہ تو نہ دین کے ہیں اور نہ دنیا کے کانگریس کا نواکھالی کے مظلومین کے لئے کچھ دینا اور بہار کے مظلومین کے لئے کچھ نہ دینا اگر ثابت ہو جائے تو آپ کی ناواقفیت ہوگی کہ اس کو موردِ الزام قرار دیں بہار کی کانگریسی حکومت اس وقت سے مسلمان پناہ گزینوں پر غذاء اور کپڑوں اور دوسرے مصاریف جو کچھ خرچ کر چکی ہے اور آج ان کے بسانے میں جو کچھ خرچ کر رہی ہے وہ اس مقدار سے کئی گنا زیادہ ہے، جو کہ کانگریس نے نواکھالی وغیرہ کے مظلومین کو دیا ہے، بنگال کی حکومت نے مظلومین کو کیا دیا ہے، اس کی تحقیق فرمایئے پھر ان سب قطع نظر کرنے کے بعد بھی اگر آپ کے ذکر کئے ہوئے الزامات صحیح اور واقعی بھی ہوں تو عرض یہ ہے کہ آیا ان کے ہوتے ہوئے وہ فریضہ جو کہ انگریز کے متعلق آپ پر عائد ہوتا ہے، ساقط ہو جاتا ہے یا نہیں، اگر آپ سمجھتے ہیں کہ ساقط ہو گیا فبہا ونعمت جو کچھ چاہیں فیصلہ کریں اور اگر ساقط نہیں ہوتا تو اپنی پوری جد وجہد انگریزی اقتدار کو مٹانے میں خرچ کیجئے، اس کے بعد پھر انصاف سے اپنے حقوق برادرانِ وطن سے منوایئے اور اس راستہ میں قربانیوں سے دریغ نہ کیجئے، ہم سب آپ کے ہم نوا اور ہمراہ ہیں اور ہوں گے، میں سمجھتا ہوں کہ میری اس پریشان تقریر میں جسکو

ہیں نے انتہائی عدیم الفرصتی کی بنا پر کئی دن میں لکھا ہے، آپکے تمام شبہات کا جواب آگیا ہے، ایک بات اور عرض کرتا ہوں کہ کسی نظام کے افراد کی غلط کاریوں سے اس نظام کو باطل نہیں کہا جا سکتا، جب تک کہ نظام بدل نہ جائے، کانگریس آزادی حاصل کرنے اور غلامی ختم کرنے کے لئے ایک نظام ہے، اس کے افراد میں بعض گمراہ بھی ہیں، جب تک ایسے گمراہ لوگ اس نظام کو حسب الضمان رہنے سے بدل نہیں دیتے.. اس سے روگردانی صحیح نہ ہوگی، البتہ ان گمراہ افراد کے اعمال پر نکتہ چینی کرنی صحیح اور لازم ہوگی، جیسا کہ جمعیۃ کر رہی ہے' والسلام ۔

آخیر میں آپ کو اس پر بھی متنبہ کر دینا چاہتا ہوں، کہ اخباروں میں جو چیزیں چھپ رہی ہیں وہ سب صحیح نہیں ہوتیں، بالخصوص لیگی اخباروں میں، لہٰذا ان پر اعتماد غلط ہے، بغیر تنقید، اعتبار نہ کیا کیجئے ۔

حسین احمد غفرلہٗ ۔ ۲۳ر جمادی الاول ۶۶ھ

مکتوب نمبر ۳۵

مکتوب الیہ کا نام معلوم نہ ہو سکا

محترم المقام زید مجدکم ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔

والانامہ باعثِ سرفرازی ہوا، میں نہایت عدیم الفرصت ہوں پھر اس پر طرہ یہ کہ بعض بیماریوں میں مبتلا ہو گیا ہوں، آج طبیعت کچھ سنبھلی ہوئی ہے، تو مختصراً کچھ عرض کرتا ہوں، مقصد پیش کرنے سے پہلے ایک ضروری تمہید پر آنجناب غور فرمالیں ۔

ا۔ ہر نظامِ سلطنت و سیاست میں مختلف شعبوں کے لئے کوئی نہ کوئی یونیفارم مقرر ہے، پولیس کا یونیفارم اور ہے، فوج کا اور ہے، سوار کا اور ہے، پیادے کا اور ہے، بری فوج کا اور ہے، بحری فوج کا اور، ڈاکخانہ کا اور ہے، ریلوے کا اور، بھیم

افسروں کا اور ہے ماتحتوں کا اور، اور پھر اس پر مزید سختی اور تاکید یہاں تک ہے کہ ڈیوٹی
ادا کرتے وقت اگر یونیفارم میں کوئی ملازم نہیں پایا جاتا تو مستوجب سزا شمار کیا جاتا ہے
خاص بادشاہی فوجیوں کا اور ہی یونیفارم ہے، ندما اور وزرا مقربین کا اور، یہ حال تو
صرف ایک ہی سلطنت کا ہے کہ اس کے مختلف شعبوں میں علیحدہ علیحدہ یونیفارم رکھا
جاتا ہے، جس طرح ڈیوٹی دینے والا بغیر یونیفارم مجرم قرار دیا جاتا ہے، اسی طرح اگر کسی
دوسرے شعبہ کا یونیفارم پہنکر آجائے، اور افسروں کو اطلاع ہو جائے تو بھی اسیطرح
یا اس سے زائد مجرم قرار دیا جاتا ہے، جس طرح بغیر یونیفارم آنے والا ملازم مجرم قرار
دیا جاتا ہے، اور جس طرح یہ امر ایک نظامِ سلطنت وحکومت میں ضروری خیال کیا جاتا ہے
اسی طرح اقوام وملل میں بھی ہمیشہ اس کا لحاظ رکھا جاتا ہے، اگر آپ تفحص کریں گے تو
انگلینڈ، فرانس، جرمنی، اٹلی، اسٹریا، امریکہ وغیرہ وغیرہ کو پائیں گے، وہ اپنے اپنے
نشانات، جھنڈے، یونیفارم علیحدہ علیحدہ رکھتے ہیں، واقف کار شخص ہر ایک کو سپاہی
کو دوسرے سے تمیز کر سکے گا، اور اسی سے میدان جنگ اور ملکی وسیاسی مقامات
میں امتیاز کیا جاتا ہے، ہر قوم اور ہر ملت اپنے اپنے یونیفارم اور نشان کو محفوظ رکھنا
از حد ضروری سمجھتی ہے، بلکہ بسا اوقات اس میں خلل پڑنے سے سخت سے سخت وقائع
پیش آجاتے ہیں کسی حکومت کے جھنڈے کو گرا دیجئے، کوئی توہین کر دیجئے، کہیں سے
اکھاڑ دیجئے، دیکھیے کس طرح جنگ کی تیاری ہو جاتی ہے یہ یونیفارم اور نشان صرف
لباس ہی میں نہیں ہوتا، بلکہ کبھی کبھی جسم میں بھی بعض بعض علامتیں رکھی جاتی ہیں، بعض تو بیچ
میں ہاتھ یا جسم میں کوئی گودنا گودا جاتا ہے، بعض میں کان یا ناک چھید کر حلقہ ڈالا جاتا
ہے، بعض میں بال باقی رکھے جاتے ہیں، بعض میں سر پر چوٹی رکھی جاتی ہیں الغرض
یہ طریقۂ امتیاز شعبہائے مختلفہ اور اقوامِ حکومت وملل کا ہمیشہ سے ہے، اور تمام اقوام میں
اطرافِ عالم میں چلا آتا ہے، اگر یہ نہ ہو تو کوئی محکمہ کوئی حکومت اور کوئی قوم دوسرے سے

ممیز نہ ہو سکے، ہم کو کس طرح معلوم ہوتا ہے کہ یہ فوجی ہے یا ملکی ہے، پولیس ہے یا ڈاکیہ ریلوے کا ملازم ہے یا بحری جہازوں کا افسر یا ماتحت جرنیل ہے یا میجر اسیطرح ہم.. کس طرح جان سکتے ہیں کہ یہ شخص روسی ہے یا فرانسیسی، امریکن ہے یا اسٹرین وغیرہ وغیرہ ہر زمانہ اور ہر ملک میں اس کا لحاظ ضروری سمجھا گیا ہے اور سمجھا جاتا ہے۔

ب ۔ جو قوم اور جو ملک اپنے یونیفارم کی محافظ نہیں رہی وہ بہت جلد دوسری قوموں میں منجذب ہو گئی، حتی کہ اس کا نام ونشان تک باقی نہیں رہا۔ اسی ہندوستان میں یونانی آئے، افغان آئے، آریہ آئے، تاتار آئے، ترک، مصری، اور سوڈانی آئے مگر مسلمانوں سے پہلے جو قومیں بھی آئیں، آج ان میں سے کوئی ملت اور قوم متمیز ہے؟ کیا کسی کی بھی ہستی علیحدہ بتائی جا سکتی ہے، سب کے سب ہندو قوم میں منجذب ہو گئے، وجہ صرف یہی تھی کہ انہوں نے اکثریت کے یونیفارم کو اختیار کر لیا تھا، دھوتی چوٹی، ساڑی رسم ورواج وغیرہ میں ان ہی کے تابع ہو گئے اس لئے ان کی ہستی مٹ گئی، باوجود اختلافِ عقائد سب کو ہندو قوم کہا جاتا ہے، اور کسی کی قومی ہستی جس سے اس کی امتیازی شان ہو نہیں باقی رہی، ہاں جن قوموں نے امتیازی یونیفارم رکھا وہ آج اپنی قومیت اور ملیت کا تحفظ اور امتیاز رکھتے ہیں، پرشین قوم ہندوستان میں آئی، ہندو قوم اور راجاؤں نے ان کو ہضم کرنا چاہا، عورتوں کا یونیفارم بدلوا دیا معیشت اور زبان بدلوا دی، مگر مردوں کی ٹوپی نہ بدلی گئی، بالآخر آج وہ زندہ قوم اور موجودہ ممتاز ملت ہے۔ سکھوں نے اپنی امتیازی وردی قایم کی، سر اور داڑھی کے بال کو محفوظ رکھا، آج ان کی قوم امتیازی حیثیت رکھتی ہے، اور زندہ قوم شمار کی جاتی ہے، انگریز سولھویں صدی کے آخر میں آیا، تقریباً ڈھائی سو برس گذر گئے ہیں، نہایت سرد ملک کا رہنے والا ہے مگر اس نے اپنا یونیفارم کوٹ پتلون، ہیٹ بوٹ نکٹائی اس گرم ملک میں بھی نہ چھوڑا، یہی وجہ ہے کہ اس کو پینتیس کروڑ قوم والا

اپنے میں ہضم نہ کر سکا، اس کی قوم و ملت علیحدہ ملت ہے، اس کی ہستی دنیا میں قابل تسلیم ہے مسلمان اس ملک میں آئے اور تقریباً ایک ہزار برس سے زائد ہوتا ہے جب سے آئے ہیں اگر وہ اپنی خصوصی یونیفارم کو محفوظ نہ رکھتے تو آج اسی طرح ہندو قوم میں نظر آتے، جیسے کہ مسلمانوں سے پہلی قومیں ہضم ہو کر اپنا نام و نشان مٹا گئیں، آج تاریخی صفحات کے سوا ان کا نشان کرۂ زمین پر نظر نہیں آتا مسلمانوں نے صرف یہی نہیں کیا کہ اپنا یونیفارم محفوظ رکھا ہو بلکہ یہ بھی کیا کہ اکثریت کے یونیفارم کو مٹا کر اپنا یونیفارم پہنانا چاہا، چند ہزار تھے اور چند کروڑ بن گئے، صرف یہی نہیں کیا کہ پاجامہ، کرتا، عبا، قبا، عمامہ، دستار محفوظ رکھا، بلکہ مذہب، اسماء الرجال، تہذیب و کلچر رسم و رواج، زبان و عمارت وغیرہ جملہ اشیاء کو محفوظ رکھا، اس لئے انکی مستقل ہستی ہندوستان میں قائم رہی اور جبتک اسکی مراعات ہوتی رہیگی رہیں گے۔

ج۔ ہر قوم نے جب بھی ترقی کی ہے تو اسکی کوشش کی ہے کہ اس کا یونیفارم اس کا کلچر، اس کا مذہب اس کی زبان دوسروں پر غالب اور دوسرے ممالک و اقوام میں پھیل جائے، آریہ قوم کی تاریخ پڑھو، فارسیوں کے کارنامے دیکھو... کلدانیوں اور عبرانیوں کی تاریخ کا مطالعہ کرو، یہودیوں اور عیسائیوں کے انقلابات کو غور سے دیکھو، دور کیوں جاتے ہو، عربوں اور مسلمانوں کے اولوالعزم اعمال آپ کے سامنے موجود ہیں، زبان عربی صرف ملک عرب کی زبان تھی، عراق، سیریہ فلسطین، مصر، سوڈان، الجیریا، ٹیونس، مراکش، فاس صحرائے لیبیا وغیرہ میں... کوئی شخص نہ عربی زبان سے آشنا تھا، نہ مذہب اسلام سے نہ اسلامی رسم و رواج سے، مگر عربوں نے ان ملکوں میں اس طرح اپنی زبان، اپنا کلچر، اپنی تہذیب جاری کر دی، کہ وہاں کے غیر مسلم اقوام آج بھی اسلامی یونیفارم اسی کلچر، اسی تہذیب اور اسی زبان کو اپنی چیزیں سمجھتے ہیں، اسرائیلی قومیں، کلدانی نسلیں، عبرانی خاندان۔

ترکی برادریاں، بربری ذاتیں وغیرہ وغیرہ ان دیار میں سب کے سب عربوں منہضم ہوگئی ہیں، اگر کسی کو اپنی ذات اور خاندان کا علم بھی ہے تو وہ بھی مثل خواب و خیال ہے سب کے سب اپنے کو عرب ہی سمجھتے ہیں، اور عربیت ہی کے دعویدار ہیں، انگلستان کو دیکھئے، یہ اپنے جزیرہ سے نکلتا ہے، کنیڈا، آسٹریلیا، امریکہ، نیوزی لینڈ، ... کیپ کالونی، ساؤتھ افریقہ وغیرہ وغیرہ میں پوری جدوجہد کر کے اپنی زبان، اپنا کلچر، اپنی تہذیب، اپنا مذہب، اپنا لباس وغیرہ پھیلا دیتا ہے، جو لوگ اسکے مذہب میں داخل بھی نہیں ہوتے، وہ بھی اس کی تہذیب اور فیشن وغیرہ میں منجذب ہو جاتے ہیں، اور یہی حال ہندوستان میں روز افزوں ترقی پذیر ہے، ہندو قوم اسی سیلاب کو دیکھکر اپنی مردہ زبان، سنسکرت جس کو تاریخ کبھی کسی طرح عام زبان ہندوستان، یا کم از کم آریہ نسل کی نہیں بتا سکتی، آج اس کی اشاعت کی پرزور کوشش کر رہی ہے، اس کا لکچرار کھڑا ہوتا ہے، اور فیصدی پچاس یا اس سے زائد الفاظ سنسکرت کے ٹھونس کر اپنی تقریر کو غیر قابلِ فہم بنا دیتا ہے، خود اس کی قوم ان الفاظ کو نہیں سمجھ سکتی اور بالخصوص اس کا مذہبی واعظ تو بالکل اسی یا نوے فی فیصدی الفاظ سنسکرت یا بھاشا کے بولتا ہے، مگر یہ چیز اس کی قوم اس کو بنظر استحسان ہی دیکھتی ہے، بڑے بڑے گروکل اور ودیا پیٹھ اس زبان مردہ کو زندہ کرنے کے لئے جاری کئے جارہے ہیں، حالانکہ روئے زمین پر کوئی قوم یا ملک اس زبان کا بولنے والا موجود نہیں ہے، اور غالباً پہلے کسی زمانہ میں بھی یہ زبان عام پبلک کی زبان نہ تھی، وہ انتہائی کوشش کر رہا ہے کہ دھوتی باندھنا چھوڑے، اس کا ایم ایل سی، ایم ایل اے اسمبلی کے پریسیڈنٹ، کونسل کا پریسیڈنٹ، اس کی قوم کا جج، ڈپٹی کلکٹر وغیرہ وغیرہ دھوتی باندھکر سر کھول کر قمیص پہنکر برسر اجلاس آتا ہے، حالانکہ دھوتی میں پائجامہ سے بدرجہا زائد کپڑا خرچ ہوتا ہے، پردہ بھی پورا نہیں ہوتا، سردی اور گرمی سے بھی پوری حفاظت نہیں

ہوتی، باوجود ان سب امور کے پائجامہ پہننا اختیار نہیں کرتا، چوٹی سر پر رکھنا، جنیؤ کا ضروری سمجھتا ہے، یہ کیا چیزیں ہیں؟ کیا یہ قومی شعار قومی یونیفارم نہیں ہے، تو کیا ہے، کیا اسی وجہ سے وہ اپنی ہستی کی حفاظت کی صورت نہیں نکال رہا ہے، گرونانک اور اس کے اتباع کرنے والوں نے چاہا کہ اپنے تابعداروں کی مستقل ہستی قائم کریں تو بال اور سر کا نہ منڈانا، ڈاڑھی کا نہ کترانا یا نہ منڈانا، لوہے کے کڑے کا پہننا، کرپان کا رکھنا قومی یونیفارم بنا دیا، آج اس اشعار پر سکھ قوم مری جاتی ہے، اس گرم ملک میں طرح طرح کی تکلیف سہتی ہے۔ مگر بالوں کا منڈوانا یا کترانا قبول نہیں کرتی، اگر وہ ان چیزوں کو چھوڑ دے، دنیا سے اسکی امتیازی ہستی اور قومی موجودیت فنا کے گھاٹ اتر جاوے گی، مذکورہ بالا معروضات سے بخوبی واضح ہے کہ کسی قوم اور مذہب کا دنیا میں مستقل وجود جب ہی قائم ہو سکتا ہے اور باقی بھی جب ہی رہ سکتا ہے جب کہ وہ اپنے لئے خصوصیات وضع قطع میں تہذیب کلچر میں، بود و باش میں، زبان اور عمل میں قائم کرے اس لئے ضروری تھا کہ مذہب اسلام جو کہ اپنے عقائد اخلاق۔ اعمال وغیرہ کی حیثیت سے تمام مذاہب دنیا دیہ اور تمام اقوام عالم سے بالاتر تھا اور ہے، خصوصیات اور یونیفارم قائم کرے اور ان کے تحفظ کو قومی اور مذہبی تحفظ سمجھتا ہوا ان کے لئے جان اڑا دے اس کی وہ خصوصیات اور یونیفارم خداوندی تابعداروں اور الٰہی بندوں کی یونیفارم ہوں، جن سے وہ اللہ کے سرکشوں اور دشمنوں سے متمیز ہوں اور علیحدہ ہو جائے، ان کی بنا پر باغیان اور بندگان بارگاہ الوہیت میں تمیز ہوا کرے، چنانچہ یہی راز "من تشبہ بقوم فھو منھم" کا ہے، جس پر بسا اوقات نئے جوانوں کو بہت غصہ آتا ہے، اسی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تابعداروں کے لئے خاص خاص یونیفارم تجویز فرمایا ہے، کہیں فرمایا جاتا ہے "ہم میں اور مشرکین میں فرق ٹوپیوں پر عمامہ باندھنے سے ہوتا ہے" فرق ما بیننا وبین المشرکین العمائم علی القلانس

(حاشیہ مکتوب نمبر ۳۰) لہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان عمامے کے ساتھ ٹوپی استعمال کرکے فرق کر دیا گیا۔

اوکما قال۔ اسی بنا پر مخالفت اہل کتاب سے مانگ نکالنے میں اختیار کی گئی، اسی بنا پر ازار اور پائجامہ میں ٹخنے کھولنے کا حکم کیا گیا تاکہ اہل تکبر سے تمیز ہو جائے۔

اسی طرح بہت سے احکام اسلام میں پائے جاتے ہیں، جن کے بیان میں بہت طول ہے، اور جن میں یہودیوں سے نصاریٰ سے، مجوسیوں سے، مشرکوں کا امتیاز علیحدگی کا حکم کیا گیا ہے، اور ان کو ذریعہ امتیاز بنایا گیا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ مردوں کو عورتوں سے بھی علیحدہ علیحدہ یونیفارم میں دیکھنا ضروری قرار دیا گیا ہے، عورتوں کے یونیفارم میں رہنے والے مرد، اور مردوں کے یونیفارم میں رہنے والی عورت کو لعنت کی گئی ہے، انہی امور میں عربی میں خطبہ رائج کرنا بھی ہے، انہی امور میں سے مونچھ کا منڈوانا اور کتروانا اور ڈاڑھی کو بڑھانا بھی ہے، خالفوا المشرکین وفروا اللحی[۵۱] احفوا الشوارب (مسلم۔ بخاری) جزوا الشوارب ارخوا اللحی وخالفوا المجوس (مسلم جلد ۱ ص ۳۲۷) من لم یاخذ من شاربہ فلیس منا (احمد۔ ترمذی۔ نسائی)[۵۲] ان روایات کے مثل اور بہت سی روایتیں کتب حدیث کے اندر موجود ہیں، جن کو معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں مشرکین اور مجوسی ڈاڑھی منڈاتے تھے، اور مونچھیں بڑھاتے تھے، جیسا کہ آج عیسائی اور ہندو قوم کر رہی ہے اور یہ امران کے مخصوص یونیفارم میں سے تھا، بنا بریں ضروری تھا کہ مسلمانوں کو دوسرے یونیفارم کے خلاف حکم کیا جاوے، نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ لوگوں کا ڈاڑھی منڈانے کے متعلق یہ کہنا کہ یہ عمل اس زمانہ میں عرب کے رواج کی وجہ سے ہے، چونکہ ان میں جاری تھا کہ ڈاڑھیاں بڑھاتے تھے اور مونچھیں کتاتے تھے، غلط ہے، بلکہ اس زمانہ میں بھی...

(بقیہ مکتوب نمبر ۳۵) [۵۱] مشرکین کے خلاف کرو، یعنی ڈاڑھی کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو باریک کتراؤ۔ [۵۲] مونچھوں کو کترواؤ اور ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ، اور مجوس کے خلاف کرو۔ [۵۳] جو شخص لبوں کے بال نہ کٹائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

مخالفین اسلام کا یہ شعار تھا، جس طرح اس قسم کی روایات مذکورہ بالا سے یہ معلوم ہوا کہ یہ یونیفارم مشرکین اور مجوس کا تھا، اس لئے ضروری ہوا کہ مسلمانوں کو انکے خلاف یونیفارم دیا جائے، تاکہ تمیز کامل ہو، اسی طرح حدیث عشرۃ[1] من الفطرۃ قص الشارب واعفا اللحیۃ والاستیاك الخ ابوداؤد وغیرہ بتلا رہی ہے کہ بارگاہِ خداوندی کے خاص خاص مقربین اور ندیموں وانبیاء اور مرسلین علیہم السلام کے یونیفارم میں سے مونچھوں کا کتروانا داڑھی کا نہ منڈانا ہے، کیونکہ فطرت انہیں امور کو اس جگہ میں کہا گیا ہے، جو کہ انبیاء علیہم السلام کے شعار میں سے تھے، جیسا کہ بعض روایتوں میں لفظ فطرۃ کے من سنن المرسلین، یا اس کے ہم معنی موجود ہے، خلاصہ یہ نکلا کہ یہ ایک خاص یونیفارم اور شعار ہے، جو کہ مقربان بارگاہ الوہیت کا ہمیشہ سے یونیفارم رہا ہے، اور پھر دوسری قومیں اس کے خلاف کو اپنا یونیفارم بنائے ہوئے بھی ہیں جو کہ اللہ کے قانون کو توڑنے والی اور اس سے بغاوت کرنے والی ہیں، اس لئے دو وجہ سے اس یونیفارم کو اختیار کرنا ضروری ہوا۔

علاوہ ازیں ایک محمدی کو حسبِ اقتضائے فطرت اور عقل لازم ہونا چاہیئے، کہ وہ اپنے آقا کا سا رنگ ڈھنگ، چال چلن، صورت، سیرت، فیشن، کلچر وغیرہ بنائے اور اپنے محبوب آقا کے دشمنوں کے فیشن اور کلچر سے پرہیز کرے، ہمیشہ عقل اور فطرت کا تقاضہ یہ ہی رہا ہے، اور یہی ہر قوم اور ملک میں پایا جاتا ہے، آج یورپ سے بڑھ کر روئے زمین پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کا دشمن کون ہے واقعات کو دیکھیئے، اس بنا پر بھی جو ان کے خصوصی شعار اور فیشن ہیں، ہم کو اس سے انتہائی

---

[1] دس چیزیں فطرت کی ہیں، ان میں سے لبوں کا کتروانا اور داڑھی کا چھوڑ دینا اور مسواک کرنا۔

امام العصر کے ہر مکاتیب کی شان جداگانہ ہے، یہ مکتوب گرامی جو امتیاز مسلم پر آپ اپنی نظیر ہے

متنفر ہونا چاہیئے، خواہ وہ کرزن فیشن ہو یا گلیڈ سٹون فیشن خواہ وہ فرنچ فیشن ہو یا امریکن، خواہ ڈیبا سے تعلق رکھتا ہو یا بدن سے خواہ وہ زبان سے یا تہذیب وعادات سے، ہر جگہ اور ہر ملک میں یہی امر طبعی اور فطری شمار کیا گیا ہے، کہ دوست کی سب چیزیں پیاری معلوم ہوتی ہیں، اور دشمن کی سب چیزیں مبغوض اور اوپری، بالخصوص جو چیزیں دشمن کی خصوصی شعار ہو جائیں اس لئے ہماری جدوجہد اس میں ہونی چاہیئے کہ ہم غلامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے فدائی بنیں نہ کہ غلامانِ کرزن و ہارڈنگ و فرانس و امریکہ وغیرہ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) سعادات کا ایک بے پایاں سمندر ہے، اس آئینہ محمدی میں اپنی تصویر کو اچھی طرح دیکھا جا سکتا ہے، جس دقت نظری کے ساتھ قوم و ملت کی مصوری کی گئی ہے، وہ محتاج بیان نہیں ہندوستان کی تاریخ پر نظر کرنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ یہاں یونانی آئے، پارتھین آئے، ہُن آئے اور متعدد قومیں آئیں لیکن آج ذرا چراغ لے کر ڈھونڈا جائے تو ان کا کہیں سراغ نہیں ملے گا۔ ظاہر ہے کہ یہ باہر تو واپس نہیں گئیں، بلکہ تاریخ یہ جواب دیتی ہے کہ انہوں نے خود فراموشی کا جرم کیا تھا، اس لئے فنا ہو گئیں، اور ہندوستان میں جذب ہو گئیں، آج اگر مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن انگریزوں کا سایہ ہندوستان سے اٹھ کر پاکستان میں پہنچ چکا ہے، تو اسی کے ساتھ انڈین یونین میں اس کے انڈے بچے اسکی تہذیب، اس کا تمدن اور اس کی پیدا کردہ فضا اور فرقہ واریت موجود ہے اور اسی کے ساتھ اور کچھ ایسے اسباب حائل ہیں کہ مسلمانوں کی نہ صرف تہذیب و تمدن خطرے میں ہے بلکہ ان کا وجود اپنے ہاتھوں موت سے قریب ہوتا جا رہا ہے، اس کے حل کی جانب امام العصر کے اس مکتوب سامی نے آج سے بہت پہلے جو مجرب نسخہ تجویز فرمائی تھی وہی نسخہ آج بھی اگر اختیار کیا گیا تو ساری بگڑی بن سکتی ہے۔ یعنی آقائے نامدار احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سا رنگ ڈھنگ، چال چلن، سیرت، فیشن، کلچر وغیرہ بنائے" اور اپنے آقا کے دشمنوں کے فیشن

باقی رہا امتحان مقابلہ یا ملازمتیں یا آفس کے ملازموں کے طعنے وغیرہ تو یہ نہایت کمزور امر ہے، سکھ امتحان مقابلہ بھی دیتے ہیں، چھوٹے بڑے عہدوں پر بھی مقرر ہیں، اپنی وردی پر مضبوطی سے قایم ہیں، کوئی ان کو ٹیڑھی اور بینگی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا باوجود اپنے قلیل التعداد ہونے کے سب سے زیادہ ملازمتیں اور عہدے لئے ہوئے غرا رہے ہیں، اسی طرح ہندوؤں میں بھی بکثرت ایسے افراد اور خاندان پائے جاتے ہیں، پٹیل کی ڈاڑھی کو دیکھئے برہمو سماج وغیرہ کے بہت سے بنگالیوں اور گجراتیوں کا معائنہ کیجئے، یہ سب باتیں ہماری کمزوری کی ہیں۔

والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ۔ (مکاتیب شیخ الاسلام)

مکتوب نمبر ۳۶

بنام مولانا عبدالکریم صاحب مدرسہ اسلامیہ راجہ گنج پورانا فینگ ضلع سلہٹ (مشرقی پاکستان)

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج شریف۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کلچر سے کلیتہً پرہیز کریں۔ ہو سکتا ہو کہ ہم آنے والے سیلاب کا مقابلہ پوری طرح نہ کر سکیں لیکن جب اسکا مقابلہ کرتے کرتے ہمارے ہاتھ شل ہو جائیں گے، ہمارے بازوؤں میں قوت نہ رہیگی، جب ہمیں موجوں کے تھپیڑے بالکل نیم مردہ کرکے ساحل کی ریت پر پھینک دینگے تو اس آخری وقت میں کم از کم اتنا اطمینان تو ضرور ہوگا کہ بزدلی کی زندگی جینے سے یہ مردانگی کی موت ہزار درجہ بہتر ہے، خوف اور بزدلی کی زندگی کفر اور نفاق کے مرادف ہے، اور احساس کمتری اسکا زبردست ثبوت ہے، ہماری پرزور اپیل ہے کہ اس مکتوب عالی کو بار بار ملاحظہ فرمایا جائے۔ (اصلاحی)

(حاشیہ مکتوب نمبر ۳۶) فی زمانہ خلق خدا میں ایک شور وغوغا بپا ہو گیا ہے، کہ حضور والا معاذ اللہ اہل نجد سے مل گئے ہیں۔ نقل کفر کفر نہ باشد۔

والانامہ باعث سرفرازی ہوا، مضامین مندرجہ سے تعجب نہیں ہوا، کیونکہ آج عام مسلمان غلط پروپیگنڈے کے یا تو خود شکار ہیں یا دوسروں کو شکار کرنے کے لئے دام تزویر پھیلانے میں دن رات لگے ہوئے ہیں۔

محترما! اس شور و غوغا سے آپ اس قدر متاثر کیوں ہوتے ہیں، مسلمان تو ہندوؤں سے اس وقت سے ملے ہوئے ہیں جب سے کہ ہندوستان میں آکر آباد ہوئے اور میں تو اس وقت سے ملا ہوا ہوں، جب سے کہ پیدا ہوا ہوں، کیونکہ میری ولادت ہندوستان ہی میں ہوئی، اور یہاں ہی پرورش پائی، جب ایک ملک یا ایک شہر اور ایک آبادی میں رہیں گے، تو ضرور ایک دوسرے کو دیکھے گا، ساتھ رہیگا، ساتھ چلے گا معاملات لین دین اور ہر قسم کے خرید و فروخت اجارہ وکالت، عاریت، تعلیم تعلم وغیرہ وغیرہ میں ایک دوسرے سے باتیں کرے گا، ہاتھ ملائے گا، لہٰذا میں اور تمام مسلمان جبتک ہندوستان میں ہیں ہندوؤں سے ملے ہوئے ہیں، بازاروں میں ملے ہوئے ہیں، مکان میں ملے ہوئے ہیں، ریلوں میں، ٹراموں میں، لاریوں میں، اسٹیمروں میں، اسٹیشنوں میں، کالجوں میں ڈاک خانوں میں، تھانوں میں اور پولیس کے اداروں میں، کچہریوں میں، کونسلوں میں، اسمبلیوں میں ہوٹلوں میں، وغیرہ وغیرہ یہی بتلائیے ملنا کہاں اور کب نہیں ہے، آپ زمیندار ہیں آپ کے کاشتکار کیا ہندو نہیں ہیں آپ تاجر ہیں، کیا آپ کے خریدار اور معاملہ والے جن سے آپ کو خریدنا ہوتا ہی ہندو نہیں ہوتے، آپ وکیل ہیں، کیا آپ کے موکل یا آپ کے وہ حکام جن سے مقدمہ کے معاملات میں تعلق ہے، ہندو نہیں ہوتے، کیا ان سے ملنا نہیں پڑتا، آپ میونسپل بورڈ ڈسٹرکٹ بورڈ۔ لوکل بورڈ، کونسل اسمبلی وغیرہ کے ممبر ہیں، کیا ہندو ممبران اور سکریٹری اور پریسیڈنٹ سے ملنا، بحث کرنا، انسانی تہذیب اور آداب کو بجالانا نہیں پڑتا ہے پھر بتلائیے اور غور کیجئے کہ کون اس سے بچا ہے، ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں کو

گردن زدنی قرار دیدیجئے، میں ابتدائی عمر میں مڈل اسکول میں پڑھتا تھا، تو ہندو طلباً بھی ساتھ تھے، چنانچہ کئی سال تک متعدد کلاسوں میں ساتھ رہا، اور بعض بعض کلاسوں کے مدرس بھی ہندو تھے، ان سے پڑھنا ہوا، اور اگر آپ یہ کہیں کہ ملنے سے مراد تابعداری ہے تو حضور جب تک آپ کسی محکمہ میں ہوں اور آپ کا افسر ہندو ہو تو اس کی تابعداری روزانہ بلکہ ہر گھنٹہ میں کیا آپ کو کرنی نہیں پڑتی ہے، جس صیغہ میں بھی غیر مسلم کی گنجائش ہوگی اوس میں بسا اوقات ہندو افسر ہوگا اور اس کے ماتحت مسلمان ہونگے، اس سے نجات کب ہوسکتی ہے اور اگر آپ فرمائیں کہ اس سے یہ مراد ہے کہ ہندو مسلمانوں کی جنگ ہو رہی تھی، تو اس زمانۂ جنگ میں مسلمانوں کو شکست دینے کے لئے ہندوؤں سے مل گیا ہے، کیونکہ یہ لفظ عرف میں ایسے مقام پر بولا جاتا ہے تو حضور یہاں کیسے اور کون سی جنگ ہو رہی تھی اور میں کب مسلمانوں کو شکست دینے اور دشمنوں سے ان کو پامال کرانے کے لئے میدان میں اتر گیا ہوں یہ محض خیالی اور وہمی امور ہیں، العیاذ باللہ ایسے جھوٹ اور افترا کو آپ بلا سوچے سمجھے کس طرح قبول فرما رہے ہیں، اور اگر یہ مراد ہے کہ میں کانگریس کا ممبر ہو گیا ہوں تو میں کانگریس کا اس وقت سے ممبر ہوں، جب سے کہ مالٹا سے ہندوستان آیا اس سے پہلے میں انقلابی تشدد آمیز خیالات کے ساتھ انگریزی موجودہ اقتدار کا مخالف تھا اور اسی بنا پر مالٹا کی چار برس کی قید ہوئی تھی اور واپسی مالٹا کے بعد عدم تشدد کے ساتھ انگریزی اقتدار کا مخالف اور ہندوستان کی آزادی کا حامی ہو گیا ہوں ۱۹۲۰ء عیسوی سے برابر سالانہ فیس ممبری اس میں اور جمعیۃ علماء میں ادا کرتا ہوں، خلافت کا بھی اسی وقت سے ممبر ہوں، مگر خلافت فنا ہو گئی، اس لئے اب اس میں کوئی حصہ نہیں رکھتا، اور میں ہر اس انقلابی جماعت میں شریک ہونے کو تیار ہوں، جو انگریزی اقتدار کو ہندوستان سے ختم کرنے یا کم کرنے کی سچائی سے کوشاں ہے، اور اپنی

پالیسی عدم تشدد کی رکھتی ہو غرضکہ میں ۲۵ برس سے کانگریس کا ممبر ہوں جلسوں میں شریک ہوتا ہوں، تقریریں کرتا ہوں، فیس ممبری ادا کرتا ہوں، عہدوں کو قبول کرتا ہوں جیل میں جاتا ہوں، اور اسی طرح سے اس وقت سے جمعیۃ العلماء کا بھی ممبر ہوں، ہاں کسی مذہبی و فرقہ داری غیر مسلم (ہندو سکھ، پارسی، عیسائی، پہلوی) جماعت کا نہ ممبر ہوں نہ انکے جلسہ وغیرہ میں شریک ہوتا ہوں، یہ واقعی حیثیت ہے۔ وَاللّٰہُ عَلٰی مَانَقُوْلُ وَکِیْل۔

الجوابؔ :۔ اس مقام پر اس شخص کا مقابلہ مختصراً پیش کر دینا کافی سمجھتا ہوں جو کہ نہ صرف لیگ میں شریک تھا، بلکہ بمنزلہ روحِ رواں لیڈری کرتا تھا اور آج کل کی کشمکش سے وہ بالکل علیحدہ ہے، یعنی مولانا شبلی مرحوم، جن کی زمانہ جنگ عظیم اول ہی میں وفات ہو گئی ہے، وہ لکھتے ہیں۔

" ہم کو خود اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا چاہیئے، ہم کو اپنا راستہ آپ متعین کرنا چاہیئے ہماری ضروریات ہندوؤں کے ساتھ مشترک بھی ہیں اور جداگانہ بھی، اسلئے ہم کو ایک جدا پولیٹیکل اسٹیج کی ضرورت ہے، اس موقع پر پہونچکر ہمارے سامنے ایک چیز نمودار ہوتی ہے، وہ مسلم لیگ ہے، یہ عجیب الخلقت کیا چیز ہے! کیا یہ پالٹیکس ہے؟ خدانخواستہ نہیں، انٹی کانگریس ہے؟ نہیں کیا ہاؤس آف لارڈ ہے؟ ہاں سوانگ تو اسی قسم کا ہے، (حیاتِ شبلی ص ۶۱۷)

دوسری جگہ مولانا مرحوم فرماتے ہیں،

" لیگ کا سنگ اولین شملہ کا ڈیپوٹیشن ہے، مقصد سراپا یہ تھا اور یہ ظاہر بھی کیا گیا تھا کہ ملکی حقوق ہندوؤں نے اپنی اسی سالہ جدوجہد سے حاصل کئے ہیں، اس میں مسلمانوں کا حصہ متعین کر دیا جائے۔ (حیاتِ شبلی ص ۶۱۸)

ایک جگہ مولانا مرحوم فرماتے ہیں،

(حاشیہ مکتوب نمبر ۳۶)، سوال: مسلم لیگ کی تعریف حضور سمجھائیں،

"سب سے اخیر بحث یہ ہے، کہ مسلم لیگ کا نظام ترکیبی کیا ہے، اور کیا وہ قیامت تک درست ہو سکتا ہے، پہلا سوال یہ ہے کہ کیا مسلم لیگ اس خصوصیت کو چھوڑ دے گی کہ اسکو سب سے پہلے دولت وجاہ کی تلاش ہے، اور اس کو اپنے صدر انجمن کے لئے نیابت صدر کے لئے، سکریٹری شپ کے لئے، ارکان کے لئے، اضلاع کے عہدداروں کے لئے، وہ چہرے مطلوب ہیں جن پر طلائی رنگ ہو، لیکن پولیٹکل بساط میں ان چہروں کی کیا قدر ہے، کیا ایک معزز رئیس ایک بڑا زمیندار، ایک حاکم ایک دولت مند اپنی فرضی آبرو کو نقصان پہونچانا گوارا کر سکتا ہے، ہندوؤں کے پاس زمینداری، دولت، خطاب کی کمی نہیں، لیکن کیا انہوں نے تیس برس کی وسیع مدت میں کسی بڑے زمیندار یا تعلقہ دار کو پریسڈنی کا صدرنشین کیا! کیا ان کے پریسڈنٹوں میں کسی کا سر خطاب کے تاج سے آراستہ ہے۔ (حیات شبلی ص ۶۱۹)

ایک جگہ فرماتے ہیں۔

"اس بنا پر پالیٹکس کی بحث میں سب سے بڑا اور مقدم کام یہ ہے کہ یہ سمجھا جائے کہ مسلم لیگ نہ آج بلکہ ہزاروں برس کے بعد بھی پالیٹکس نہیں بن سکتی، مسلم لیگ کیونکر قایم ہوئی! کب قایم ہوئی، اور کس نے قایم کیا، اور سب سے بڑھکر یہ کہ یہ روح (بقول سید مرحوم) خود دل سے اٹھی تھی یا کوئی فرشتہ اوپر سے لایا تھا،

(حیات شبلی ص ۶۱۸)

ان مختلف اقتباسات سے جو کہ مولانا شبلی مرحوم کے ان مضامین سے جن کو انہوں نے اخبار مسلم گزٹ ۱۹۱۲ء میں شایع فرمائے تھے، اور ان مضامین کے چیدہ چیدہ کلمات (حیات شبلی) میں مندرج ہیں، پوری حقیقت اجمالی طور پر سمجھ میں آگئی ہوگی، اور اگر آپ کو اس کی زیادہ واضح تفصیل کی ضرورت ہے تو روشن مستقبل ص ۲۱۳ سے سلسلہ مضامین کا مطالعہ فرمالیں، نیز نواب وقار الملک مرحوم اولین سکریٹری مسلم لیگ کے خطبہ مارچ ۱۹۰۷ء سے

معلوم کیجئے، نواب وقار الملک صاحب فرماتے ہیں۔

" ہماری تعداد بہ مقابلہ دوسری قوموں کے ہندوستان میں ایک خمس ہے، اب اگر کسی وقت ہندوستان میں خدانخواستہ انگریزی حکومت نہ رہے تو ہمیں ہندؤں کا محکوم ہوکر رہنا پڑے گا، اور ہماری جان، ہمارا مال، ہماری آبرو، ہمارا مذہب سب خطرہ میں ہوگا، اور اگر کوئی تدبیر ان خطروں سے محفوظ رہنے کی ہندوستان کے مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے، تو وہ یہی ہے کہ انگریزی حکومت ہندوستان میں قائم رہے ہمارے حقوق کی حفاظت تب ہی ہوسکتی ہے، جبکہ ہم گورنمنٹ کی حفاظت پر کمربستہ رہیں، ہمارا وجود اور گورنمنٹ کا وجود لازم و ملزوم ہیں، انگریزوں کے بغیر ہم اس تو واسودگی کے ساتھ نہیں رہ سکتے، اگر مسلمان دل سے انگریزوں کیساتھ ہیں تو انھیں ہندوستان سے کوئی نہیں نکال سکتا، ان کو اس عمدہ خیال کی تلقین کیجائیگی کہ وہ اپنے تئیں مثل ایک فوج کے تصور کریں، اور تاج برطانیہ کی حمایت میں اپنی جانیں قربان کریں اور اپنا خون بہانے کے لئے تیار رہیں، اور گورنمنٹ سے اپنے حقوق نہایت ادب اور متانت سے طلب کریں، نہ کہ اس طریقہ سے جس پر ہمارے ابنائے وطن کا عمل ہے، اور اس سے میری مراد ایجی ٹیشن کا طریقہ ہے پس ہمارے دل میں ہر وقت یہی ایک خیال موجزن رہتا ہے کہ اس سلطنت کی حمایت کرنا تمہارا قومی فرض ہے، تم اپنے تئیں انگریزی فوج کے سولجر خیال کرو، تم تصور کرو کہ انگریزی پرچم تمہارے سر پر لہرا رہا ہے، تم یقین کرو کہ تمہاری یہ دوڑ دھوپ کہ تم ایک دن فوج برطانیہ پر (اگر اس کی ضرورت ہو) اپنی جانیں نثار کرو، اور انگریزی سپاہیوں کے ساتھ ملکر اس سلطنت کے مخالفوں اور دشمنوں کو ساتھ کٹا الیکا لڑو، اگر یہ خیال تم نے ذہن نشین رکھا تو مجھ کو امید ہے کہ تم اپنی قوم کے لئے باعث فخر ہو گے، اور آیندہ نسلیں تمہاری شکر گذار ہوں گی، اور تمہارا نام

ہندوستان کی انگریزی حکومت کی تاریخ میں سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔

(روشن مستقبل ص ۳۳۰ ماخوذ از وقار الملک کی اسپیچ مسلمانان ہند کے پالٹیکس پر ۲۳ مارچ ۱۹۰۷ء کو مدرسۃ العلوم علی گڈھ میں طالب علم کے روبرو کیگئی۔

محترم المقام! مذکورہ بالا اقتباسات صحیحہ سے لیگ کے اصلی معنی آپ کی سمجھ میں آگئے ہوں گے، بقول مولانا شبلی مرحوم وہی روح لیگ میں آج بھی کام کر رہی ہے جو ابتدا میں تھی، یعنی برطانیہ کی امداد کرنا ان کو اپنے لئے مدار زندگی سمجھنا اور اپنے جان، مال عزت کی انگریزی راج کی ہندوستان میں بقا کے لئے قربانی کرنا اور اسی کی تلقین مسلمانوں میں کرنا اور ہندوؤں کو عظیم الشان دشمن اور ان کی حکومت کو انتہائی مضر و مہلک سمجھنا اور ان سے ہر وقت ڈرانا، اور کانگریس سے جو کہ ملکی اور سیاسی جماعت ہو ہر طرح باز رکھنا وغیرہ، آپ آج بھی "قائد اعظم" کے خطبات اور لیگ کے کارکنوں کے خطبات لیگی پریس کے مضامین "ڈان" اور "منشور" کے روزانہ آرٹیکلوں کو ملاحظہ کریں اور اسی روح اور حقیقت کا مشاہدہ کریں، زمیندار ۲۵ مارچ ۱۹۴۱ء ص ۸ کالم ۱ کو دیکھئے فرماتے ہیں۔

"ہم اعلان کرتے ہیں کہ مسلمانان ہند اسلامی قومیت کا ہی حصہ نہیں ہم بانگ دہل کہتے ہیں کہ ہم اسی ملت عظیم کا ایک جز ہیں، جو بحر اوقیانوس سے بحر الکاہل تک پھیلی ہوئی ہے، ترکی بھی اسی ملت کا ایک حصہ ہے، افغانستان اور عراق بھی، مجھے خوشی ہے کہ اس جنگ میں یہ طاقتیں برطانیہ کے ساتھ ہیں اور ہم ہند کی مسلمان بھی (خواہ ماضی میں کتنا ہی اختلاف کیوں نہ رہا ہو) انگریزوں کے ساتھ اور اس وقت بھی ہم تمھاری امداد کرنا چاہتے ہیں۔

اس سے پہلے ص ۷، کالم ۸ میں فرما چکے ہیں،

"مسلم لیگ ایسے وقت میں برطانیہ کو پریشان کرنا نہیں چاہتی، جب کہ وہ زندگی

اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہو، اور نہ فوجی بھرتی میں رکاوٹ بننا چاہتی ہے،
اور نہ اس نے سول نافرمانی کا حربہ استعمال کیا، بلکہ وہ غیر جانبدار ہے اگرچہ
اس کی جانبداری بھی جارحانہ رنگ کی نہیں ہے، اس نے اپنے کچھ ارکان
کو اجازت دیدی ہے کہ اگر وہ چاہیں تو برطانیہ کی مصیبت کے وقت میں
کام کرسکتے ہیں، سر سکندر حیات خاں وزیر اعظم پنجاب نے جو مسلم لیگ کے
ایک سربرآوردہ رکن ہیں، اتنی زبردست فوجی امداد کی ہے، کہ جسکی مقدرت
کسی اور شخص کو نہیں ہوسکتی ہے۔

اس سے پہلے ص ۲ کالم ۵ میں فرما چکے ہیں کہ۔

"ہم مسلم لیگی بھی اور اس ملک کی دوسری جماعتوں کی طرح برطانیہ ہی کی
فتح چاہتے ہیں، ہم انگلستان کو مظفر و منصور دیکھنا چاہتے ہیں۔

تیج ۳ مارچ ۱۹۴۱ء میں مندرجہ ذیل فقرہ دیکھئے۔

یہی انداز نواب زادہ لیاقت علی خان نے اسمبلی میں فائنس بل پر تقریر کرتے
ہوئے اختیار کیا، انہوں نے کہا کہ

حکومت انکی بات پوچھتی ہے جو اس کی پیٹھ پر چھرا مارتے ہیں اور جو اسکی
طرف تعاون کا ہاتھ بڑھاتے ہوں، ان کی جانب بے رخی سے پیش آتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ لیگ کا اولین سنگ بنیاد آج تک محفوظ ہے، لیگ برطانیہ کی مدد معین
ہے، اس کو ہی اپنا مدار زندگی سمجھتی ہے، اور جان و مال، عزت و آبرو، مذہب سب کو
برطانیہ پر نثار کرنا ضروری جانتی ہے، اور اس کی تلقین مسلمانوں کو مختلف پیرایوں میں پروپگینڈے
سے کرتی رہتی ہے، اور ہندوؤں سے نفرت پھیلانا، مسلمانوں کو ان سے ہر وقت
ڈرانا، اور ان کو ان کی جماعتوں کو نہایت خطرناک دشمن دکھلانا اور کانگریس سے متنفر
کرنا اس کا آج بھی نہایت اہم مشغلہ ہے۔

۱۔ نیز دیکھیے آرمی بل پاس ہو گیا (جس کے خلاف میں کراچی کے کیس اور سزائیں اور پانچسو سے زائد علماء کا فتویٰ جگہ جگہ شائع کیا گیا تھا) اور فوجی بھرتی میں رکاوٹ ڈالنے والے کو مجرم اور ایک سال کی سزا کا مستحق بنایا گیا، کیا یہ محض برطانیہ کی امداد نہ تھی؛ حالانکہ تمام کانگریسی اور غیر کانگریسی ہندوؤں نے اسمبلی میں اسکی مخالفت کی تھی۔

۲۔ قائدِ اعظم اور دوسرے مسلم ممبروں نے اس وقت تقریر زوردار الفاظ میں کی کہ یہ فوجیں ممالک اسلامیہ نہ بھائیں گی، وائسرائے کے وعدہ کا یقین دلایا اور کہا کہ اس کے خلاف ہو تو ہم یہ کر ڈالیں گے ہم وہ کر ڈالیں گے، مگر یہی فوجیں، ایران، عراق، شام، مصر کو گئیں، پھر لیگ نے کیا کیا؟

۳۔ لیگ اگرچہ بظاہر جنگ سے غیر جانبدار رہی، مگر انفرادی اعانت کی اجازت دی جس کی بنا پر چھوٹے بڑے مسلم لیگیوں نے برطانیہ کی امداد اعانت، جنگ میں بیش از بیش، کی، یہانتک حصہ لیا کہ کسی سے اس کی مثال نہیں ہو سکتی، دیکھیے مینار ۲۵ مارچ ۱۹۴۱ء

(۴) لیگ پاکستان انگریزوں سے مانگتی ہے، اور کہتی ہے کہ ڈفنس اور خارجہ پالیسی بعد آزادی بھی پاکستان میں انگریزوں کے ہاتھ میں رہے گی، جب تک کہ پاکستان کی حکومت امن وامان پوری طرح قایم رکھنے کے قابل نہ ہو جائے: (برخلاف کانگریس آزادیِ کامل کا مطالبہ کر رہی ہے) ظاہر ہے ڈیفنس برطانیہ کے قبضہ میں ہونے پر پوری امداد واستمداد مسلمانوں سے اس کی ہوتی رہے گی۔

(۵) لیگ نے شریعت بل فیل کیا۔

(۶) لیگ نے خلع بل کو بالکل خلاف شریعت اور ناکارہ کر دیا۔

(۷) لیگ نے قاضی بل کی مخالفت کی اور اس کو فیل کر دیا، حالانکہ اسلامی فرقتیں اور اسلامی تاریخ اس کی متقاضی تھیں۔

(۸) نکاح بل وغیرہ میں اس کی مذہبی دشمنی ظاہر ہے۔

۹ - لیگ کی موجودہ حکومتوں نے برطانیہ کی پوری امداد کرتے ہوئے ہندوستانی عوام اور بالخصوص مسلمانوں کو برباد کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا، صوبہ بنگال میں مسلم لیگی حکومت ہی نے لاکھوں[1] انسانوں کو موت کے گھاٹ اتروا دیا، مسٹر امیری انیس لاکھ تک کا اقرار کرتے ہیں، اخباروں سے نوے لاکھ یا اس سے زائد کا پتہ چلتا ہے، وہ صوبہ ہے جس میں مسلم آبادی تمام صوبوں سے عدد میں زائد اور سب سے زیادہ غریب ہے اور وہی عموماً مرے ہیں۔

۱۰ - مسلم لیگ کی وزارتوں نے لیگیوں اور وزراء کے ٹھیکے داران کو مالا مال کر دیا، عوام کو کنٹرول وغیرہ سے تنگ اور مفلس کر دیا، وہ کام کیا جس کی نظیر نہ کانگریسی حکومت کے زمانہ میں ملتی ہے اور نہ ان صوبوں میں جہاں براہ راست گورنروں کی حکومت رہی ہے۔

روزنامہ اجمل مورخہ ۱۵ جنوری ۱۹۴۵ء نمبر ۱۳ جلد ۸، زیر عنوان: مسلم لیگ کے مجلس عاملہ کے ایک رکن کا سنسنی پھیلانے والا بیان:۔

بعض لیگی وزارتوں نے غلہ کی خریداری کے سنڈیکیٹ جیسے اجارہ داری کے ادارے قائم کر دیئے ہیں، جن سے خود وزارتوں کا تعلق ہے اور ان لیگی وزارتوں کے عہد میں نظام حکومت کی اندرونی خرابیاں اور رشوت کی گرم بازاری کا یہ حال ہو گیا کہ اس کی کوئی مثال اس سے پہلے کی تاریخ میں نہیں ملتی، ان تباہ کن اثرات نے عام لیگیوں کو پریشان اور متنفر کر دیا ہے، اور وہ خطرہ محسوس کرتے ہیں کہ اگر اس چیز کی بہت جلد روک تھام نہ ہوئی تو، آیندہ عام انتخابات میں مسلم لیگ کو بڑی سخت دشواریوں کا سامنا ہوگا، اور مسلمانوں کے اتحاد کا نعرہ بھی اپنے اندر کوئی اثر باقی نہ رکھ سکیگا، مگر کوئی روک تھام آج تک نہیں ہوئی اور معاملات بدستور رہیں۔

---

[1] اس قحط کے زمانہ میں جو زمانہ جنگ میں ۱۹۴۳ء و ۱۹۴۲ء میں ہوا تھا۔ کیونکہ غلہ اور خصوصاً چاول فوجیوں کے لئے خرید لیا گیا تھا۔

(۱۱) خود قائد اعظم اور لیگ ہائی کمانڈ نے ۱۹۱۶ء میں لکھنؤ پیکٹ کرکے مسلم اکثریت کے صوبوں کا گلا گھونٹ دیا۔ یہ معاہدہ کیا کہ پنجاب میں مسلم سیٹیں ۵۵ فی صدی سے گھٹا کر پچاس فیصدی کردی جائیں، اور صوبہ بنگال میں ۵۳ فیصدی سے گھٹا کر ۴۰ فیصدی کردی جائے، اگرچہ اس کے بدلہ میں مسلم اقلیت والے صوبوں میں مسلمانوں کی نشستیں زیادہ کی گئیں، مگر اس زیادتی کی وجہ سے وہاں کے مسلمانوں کا کوئی فائدہ نہ ہو سکا کیونکہ ان میں مسلم میناریٹی اتنی زیادہ تھی کہ اس ویٹیج کے ہوتے ہوئے بھی بڑے درجہ کی اقلیت باقی رہ گئی۔ اگرچہ صوبہ بمبئی میں ۱۳ کی زیادتی ہوگئی اور جملہ تینتیس ۳۳ فیصدی ہوگئی اسی طرح یوپی میں ۱۶ فیصدی زیادتی کرکے تیس فیصدی اور بہار میں ۱۹ فیصدی... زیادتی کرکے ۳۹ فیصدی، مدراس میں ۸ فیصدی زیادتی کرکے ۱۵ فیصدی اور متوسط وبرار میں گیارہ فیصدی زیادہ کرکے پندرہ فیصدی بنادی گئی، مگر کیا فائدہ ہوا، دوسری طرف مسلم اکثریت والے صوبے ایسے نقصان میں مبتلا ہو گئے کہ آج تک ان کو خمیازہ بھگتنا پڑ رہا ہے، مانٹیگو چیمسفورڈ اسکیم میں اسی میثاق پر عمل درعمل ہوا اور مسلمان ہر جگہ بے دست دپا ہو کر رہ گئے۔

۱۲۔ ۱۹۲۱ء میں کلکتہ کے اجلاس کنونشن میں صاف اور واضح الفاظ میں مسٹر جناح نے فرمایا تھا کہ اکثریت کے صوبوں میں مسلمان ممبر کی تعداد بڑھانے کے یہ معنی ہونگے کہ امیر لوگوں کو زیادہ امیر بنایا جائے، بہتر یہ ہوگا کہ مسلمان اقلیت والے صوبوں میں مسلمان ممبروں کی تعداد اور زیادہ بڑھادی جائے۔ (روشن مستقبل ص ۴۳۴)

۱۳۔ ۲۳ء میں قائد اعظم اور دیگر لیگیوں نے لندن میں یوروپین ایسوسی ایشن سے (جو کہ ہندوستان میں ملکی آزادی کی سب سے بڑی دشمن ہے) عہد و پیمان کرلیا اور اسکو اس قدر سیٹیں ان کو انکے حق سے زیادہ دیدیں کہ جب پارٹیوں کے سمجھوتہ کیوقت میں مسلمانوں کے لئے اکیاون فیصدی بنگال میں پورا کرنے کا ارادہ کیا گیا تو بجز اسکے

کوئی چارہ نہ ہو سکا کہ یوروپین ایسوسی ایشن سے ۳ سیٹیں لے لی جائیں، مگر وہ کیوں راضی ہوتے بالآخر ان کی ۳۱ سیٹیں وزیر اعظم نے رکھدیں اور ہمیشہ کے لئے مسلمانوں اور ہندوؤں کے لئے اقلیت کی مہر بنگال میں لگ گئی۔

ذرا غور فرمائیے کہ آیا یہ لیگ مسلمانوں کے ہمدرد اور وفادار ہیں یا غدار اور ناقابل اعتماد اور جو نعرے لگائے جاتے ہیں ان کی حقیقت کیا ہے۔

مسلم لیگ برطانیہ کی منظورِ نظر ہے

الف۔ نیو اسٹیٹسمین اینڈ نیشن لندن مورخہ ۱۴ دسمبر ۱۹۴۰ء ایک طویل آرٹیکل لکھتا ہے جس کے مندرجہ ذیل اقتباسات قابل غور ہیں۔

لارڈ لنلتھگو نے مسلم لیگ کو ہندوستان کے تمام مسلمانوں کا واحد نمائندہ جماعت تسلیم کرلیا۔ اس کا دعویٰ ہے کہ اب چند مہینوں سے اس کے ممبروں کی تعداد بہت زیادہ بڑھ گئی ہے، یہ بالکل صحیح ہو سکتا ہے کہ وائسرائے کی سرپرستی کی وجہ سے کانگریس کے بعد یہ ملک کی سب سے بڑی سیاسی جماعت بن گئی، اگر ہماری یہ پیشکش مخلصانہ ہے کہ صلح کے بعد ہندوستان کو درجہ نوآبادیات عطا کر دیا جائے گا تو ہمیں اس قسم کا کوئی قدم اٹھانا پڑے گا، لیکن اگر ہم مسٹر جناح کو اپنا آلہ کار بنا رہے ہیں جو ہر وقت کھونڈے اور ناکارہ عہدنامہ کو بھر کر ہمیں اخلاقی ذمہ داریوں سے سبکدوش کرنے کے لئے تیار ہیں تو ہم ایسا نہیں کریں گے، اگر ہمارے متعلق یہ شبہات بڑھتے رہے اور ہم نے ان کو دور کرنے کی کوشش نہیں کی کہ ہم "تقسیم کرو اور حکومت کرو" کا پرانا کھیل کھیل رہے ہیں، تو اس کے یہ معنی ہیں کہ ہم مستقبل قریب میں ہندوستان کو کھو دینے کا خطرہ مول لے رہے ہیں۔ (مدینہ بجنور نمبر ۱۷ جلد ۳۰ - ۱۳ مارچ ۱۹۴۱ء)

ب:۔ مسٹر موہن لال مشہور ہندوستانی جرنلسٹ امریکہ سے ہندوستان واپس

ہوتے ہوئے سندھ سکریٹریٹ کے ریسٹورنٹ کراچی میں تقریر کرتے ہوئے ایک طویل بیان دیتے ہیں، جس کے مندرجہ ذیل اقتباسات قابلِ غور ہیں۔

علاوہ ازیں امریکہ کا برطانوی سفارت خانہ پاکستان کے حق میں انگلینڈ میں پمفلٹ وغیرہ لٹریچر چھپواتا ہے، اور اسے ہوائی جہاز کے ذریعہ امریکہ مفت تقسیم کرنے کی خاطر بھیجا جاتا ہے، اس کے علاوہ امریکہ میں ایک مسلم لیگ بھی کھل گئی ہے، مسٹر احمد اس کے انچارج ہیں برطانوی سفارت کی طرف سے انہیں تنخواہ دیجاتی ہے۔ (رپورٹر) ملاپ روزانہ ص ۲۲ ص ۲۲۴، ۶ر جنوری ۴۵ء

ج۔ قائدِ اعظم کی وہ خط وکتابت جو والسرائے سے شملہ کانفرنس کے سلسلہ میں ہوئی تھی اس کے مندرجہ ذیل اقتباسات قابلِ غور ہیں۔

(۱۷) جولائی، ڈیر لارڈ ویول، میں نے کانفرنس کے آخیری روز آپ کی طرف سے پیش کردہ تجویز ورکنگ کمیٹی کے سامنے رکھی، بعد از غور فیصلہ کیا گیا کہ کمیٹی کا نظریہ آپ کے روبرو رکھا جائے جو حسب ذیل ہے، ۱۱ر اگست ۱۹۴۰ء

میں نے جب آپ کے پیشرو لارڈ لنلتھگو سے ایک ایسی ہی پیشکش کی تھی، اور ورکنگ کمیٹی سے اسے نامنظور کر کے اس کے خلاف اعتراضات روانہ کئے تھے تو لارڈ لنلتھگو نے ان اعتراضات کو درست تسلیم کرتے ہوئے اپنی پہلی پیشکش کو واپس لے لیا اور اس کے بجائے نئی تجویز پیش کرتے ہوئے ایک مراسلہ لکھا جس کا اقتباس حسب ذیل ہے۔

میں آپ کی طرف سے پیش کردہ اعتراضات، اور آپ کی بیان کردہ مشکلات کا احساس کرتا ہوا اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ جہاں تک مسلم لیگ کا تعلق ہے، اس کے ایگزیکٹیو کونسل کے ممبران کی فہرست پیش کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اس کی فہرست کا معاملہ اسکے صدر اور ریسرنٹ کے درمیان خفیہ بات چیت میں طے ہونا چاہیے، مسلم لیگ نے یہ نعم البدل

منظور کرلیا۔ اب بھی کمیٹی کی رائے ہے کہ جہاں تک مسلم لیگ کا تعلق ہے اس کے ساتھ فہرست کے متعلق اسی قاعدہ سے عمل کیا جانا چاہیئے جو آپ کے پیشرو بنا گئے ہیں اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سابق وائسرائے اور مسٹر جناح میں خفیہ ساز باز ہوتا رہتا تھا۔ (مدینہ بجنور ص ۴ ۵ جلد ۳۴

۲۱ ر جولائی ۱۹۴۵ء

محترما! اب آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ مسلم لیگ ایک ایسی جماعت ہے جو برطانیہ کی محبوب ہے اور برطانیہ اسکی محبوب ہے، دوسرے الفاظ یہ کہ وہ برطانیہ کی ہے اور برطانیہ اس کی ہے۔ اس کے مؤثر کارکن عافیت پسند، اقتدار طلب آزادی ہند کے دشمن، برطانوی اقتدار کے مضبوط کرنے والے، مذہب اسلام سے بیگانہ بلکہ مخالف، ذاتی اغراض کے متوالے، عام مسلمانوں کو دھوکہ دینے والے حضرات ہیں۔

جواب ۲۔ جب کہ ہائی کمانڈ دھوکہ دیتے ہوئے اسلام اور مسلمانوں کو خطرہ میں، تقریر میں، تحریر میں، عوام کو ہندوؤں اور کانگریس سے دکھاتا ہے، برطانیہ کی برباد کردینے کی پالیسی کا ذکر تک نہیں کرتا، اور برطانیہ کی خفیہ اور ایک درجہ تک ظاہری امداد اس میں شامل ہے تو طبعی تقاضہ ہے کہ عوام الناس جن کو حقائق پر غور کرنے کی عادت نہیں اور جذبات میں جلد بہ جانے کے عادی ہیں۔ لڑائی ان کے خمیر میں ہے، ہندو سے لڑنے میں وہ خطرہ بھی نہیں ہے، جو انگریز سے لڑنے میں ہے، اسی کو اچھا سمجھیں گے اور اس دعوت ہی میں شامل ہوں گے، یہی عوام خلافت کی تحریک میں دوسری حالت میں تھے۔

جواب ۳۔ مندرجہ بالا مضامین مختصرہ سے ہر باخبر حقیقت شناس واقف احکام شرعیہ قطعی نتیجہ نکالے گا کہ مسلم لیگ کی شرکت نہ صرف غیر مستحسن ہے بلکہ معصیت ہے

(حاشیہ مکتوب نمبر ۳۶) سوال ۲: مسلم لیگ کا کیا فائدہ ہے کہ عوام الناس دھڑا دھڑ اسکو اچھا سمجھتے ہیں۔

سوال ۳: مسلم لیگ میں کیا نقصان ہے کہ حضور والا کی متقدرہستی اسکو اچھا نہیں سمجھتی اور سوء ظن عند المخالق ہو رہی ہے،

قومی خودداری کے بھی منافی ہے، مصالح سیاسیہ اور دینیہ و دنیویہ کے سراسر خلاف ہے
احکام شرعیہ اس سے یقیناً اجتناب ہی کے فیصلے کریں گے۔

جواب ۲۔ کانگریس ہندوستان کے تمام بسنے والوں کی بلاتفرقہ مذہب ونسل ورنگ وزبان و وطن ایک جماعت ہے۔ جو کہ اہل ہند کے فطری اور ملکی حقوق سلب شدہ کو واپس لانا اپنا فرض سمجھتی ہے، ہندوستان کو انگریزی اقتدار سے آزاد کرانا اسکا نصب العین ہے؛ ہر ہندوستانی اس کا ممبر ہو سکتا ہے، اب تک اس کے نو صدر مسلمان ہو چکے ہیں، چھ عیسائی چار پارسی اور باقی ہندو، ۱۸۸۵ء میں قائم ہوئی، اسکو ساٹھ برس گذر چکے ہیں، مسلمان اس میں ابتدا سے شریک رہے۔ مولانا عبدالقادر صاحب مرحوم لدھیانوی نے رسالہ نصرۃ الابرار میں اس میں شرکت کے جواز و استحسان کے متعلق تمام ہندوستان کے اس زمانہ کے علماء کے فتاوے شائع کردیئے ہیں، مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی سے یہ رسالہ مل سکیگا۔

جواب ۵۔ محترما! آپ کو معلوم ہے کہ ہم ہندوستان کے باشندے ہیں اس ملک میں تمام شہری وطنی حقوق ہمارے بھی ایسے ہی ہیں، جو کہ انگریزوں کے لندن میں فرانسیسیوں کو فرانس میں، اور امریکنوں کو امریکہ میں، جاپانیوں اور چینیوں کو جاپان اور چین میں اور ہر قوم کو اپنے وطن میں ہے، خواہ وہ تجارت سے تعلق رکھتے ہوں، یا زراعت سے حکومت سے تعلق رکھتے ہوں یا مالیات سے، تعلیم سے تعلق رکھتے ہوں یا فوجی طاقت

(حاشیہ مکتوب نمبر(۲) سوال ۲ کانگریس کا کیا مطلب ہے یعنی کانگریس کسے کہتے ہیں؟ سوال ۳ کانگریس میں کیا فائدہ ہے کہ حضور والا اس کو اچھا سمجھ رہے ہیں، ہم کو جناب کا مافی الضمیر نہیں پہنچا، اگر پہنچا تو یہ معاذ اللہ کہ حضور اہل ہنود سے مل گئے، حق بات یہ ہے کہ یہ بات لکھتے وقت قلب شرما رہا ہے کہ کیا آپ کو بکواس لکھ رہا ہوں، فقط سمجھنا مطلوب ہے، جناب کی مقتدر ہستی سے امیدوار ہوں کہ حضور بچوں کے سر پر دست شفقت رکھ کر پیار سے سمجھا دیں گے، ہم بہت حیران ہیں کہ یہ کیا اندھیر ہو گیا۔ (عبدالکریم)

ہے، خواہ داخلی حقوق ہوں یا خارجی اور بیرونی، خواہ وہ کانوں سے تعلق رکھتے ہوں یا کاشت سے، مگر انگریز نے ہم پر تسلط کر کے ہم کو غلامی کی زنجیر میں اس طرح جکڑ دیا کہ ہم بالکل مجبور، نزار، فاقہ کش اور بھوک سے نیم مردہ بلکہ مردہ ہو گئے، ان کی پالیسی یہ ہے کہ ہندوستان آغاز سے لے کر انجام تک اور سر سے لے کر پیر تک برطانیہ کے لئے ہے، ہر چیز ہندوستان کی برٹش ایمپائر پر قربان ہو گی اگر کچھ بچ رہے تو برٹش قوم پر قربان ہو گی، اور اس سے کچھ باقی بچا تو یوریپین قوم پر قربان ہو گی، اور پھر بھی اگر کچھ بچے تو انگلو انڈین پر قربان کی جائے گی، اور اگر اس سے بھی کچھ بچ جائے تو .... ہندوستانیوں کو دیجائے گی، اس پالیسی اور استبداد پر آج سے نہیں بلکہ انگریز ابتدا سے عمل کرتے ہوئے تمام ہندوستانیوں کو بد سے بدتر حالت کو پہنچا دیا ہے۔ سر ولیم ڈگبی اپنی کتاب پراسپرس انڈیا میں لکھتا ہے:۔

جبکہ ۱۹۰۰ء میں ہمارے طریقۂ حکومت ہند میں دکھائی دے رہی ہے جہانتک کہ ہندوستانیوں کا تعلق ہے اور جو کچھ غیر معمولی غریب ہندوستانی براعظم پر پھیل رہی ہیں وہ ہمارے اس طرز حکومت کا نتیجہ ہے جو نیک نیتی سے مگر غلطی سے پہلے سے شروع کی گئی، اور اب تک بحال رکھی گئی وہ اصول حکومت تین قسم کے ہیں،

۱ تسلط بذریعہ تجارت۔ ہندوستان کی دولت علانیہ طور سے سترہ سو سے ستاون تک لوٹنا۔

نوٹ:۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈائرکٹروں کی ایک یادداشت کے الفاظ سے مندرجہ نمبر کی تشریح ہوتی ہے۔

ہمارے خیال میں یہ بڑی دولت جو ہم نے ہندوستان سے حاصل کی ہے ظالمانہ اور جابرانہ دستور العمل سے مہیا ہوئی ہے جس کی نظیر نہ کسی ملک میں ملتی ہو نہ کسی زمانہ میں ملے گی۔

۲ ۔ تسلط بذریعہ اطاعت بالجبر، ہندوستان انگلینڈ کے لئے ہے، آغاز سے انجام تک ۔ ۱۷۵۵ء سے ۱۸۳۲ء تک ۔

۳ خوش معاملگی کے دکھاوے اور زور کے ساتھ ہندوستانی قوم کو ادنی حالت میں لازمی طور پر قائم رکھنا ۔ ۱۸۳۳ء سے ۱۹۰۱ء تک مگر اس میں شک نہیں کہ آج ہندوستان اس سے زیادہ شرمناک طور پر لوٹا جا رہا ہے جتنا اس سے پہلے کبھی لوٹا گیا تھا، ہماری ابتدائی حکومت کی باریک چالیں اب آہنی زنجیر بن گئی ہیں ۔ کلائیو اور ہسٹنگس کی لوٹ اس ناکاسی کے مقابل ہیچ ہے، جو روز افزوں ترقی کے ساتھ ایک ملک کو دوسرے ملک کا خون بہا کر مالامال کر رکھا ہے ۔ (خوشحال برطانوی ہند ترجمہ از پراسپرس برٹش انڈیا ص ۴۲)

الغرض برطانیہ نے وہ زہریلی پالیسی ہندوستان میں ابتدا سے قائم کی اور آج تک اسی کو چلا رہا ہے، جس سے جنت نشان ہندوستان جہنم نشان بن گیا، قحط اور افلاس کا مرکز، بھوکوں اور ننگوں کا گھر، کروڑوں بھوک سے مرنے والوں کا مقبرہ، جہالت اور نادانی کا اڈہ، پستی اور ذلت کا گڑھا ۔ بے ہنری اور بے کاری کا میدان ہو گیا ہے ۔ فطری حقوق چھین لئے گئے ہیں اور اس کو جانوروں سے بھی زیادہ بے بس، مجبور و معذور کر دیا گیا، یہ تو عام ہندوستانیوں کے لئے ہیں، مسلمانوں کی ایک ہزار برس سے زیادہ کی یہاں حکومت تھی، یہ ملک دارالاسلام تھا، اسلام کا پرچم بلند تھا، کفر و شرک کا جھنڈا سرنگوں تھا، انگریز نے دھوکہ دیکر، تفرقہ ڈال کر آہستہ آہستہ مسلمان بادشاہوں اور نوابوں کو قتل و غارت کیا، دارالکفر بنایا، اسلام کے پرچم کو سرنگوں اور کفر و الحاد کے پرچم کو سربلند کیا، یہی نہیں بلکہ ہندوستان کی غلامی کے لئے ہندوستان کی ہی طاقتوں سے اسلامی ممالک کو یکے بعد دیگرے برباد کیا، اور وہاں کی مسلم فوجوں کو قتل اور مسلم اقتدار کو زائل اور مسلم اموال و ذخائر پر قبضہ کیا، اب غور کی بات یہ ہے کہ اسلام اور مسلمانوں اور

پھر ہندوستانیوں کا روئے زمین پر دشمن سب سے زیادہ کون ہے، اس کو سمجھئے اور کیا ہر مسلمان اور ہر ہندوستانی پر عقلاً، نقلاً، سیاستہً، دیانۃً فرض اور لازم نہیں ہے کہ ایسی غلامی اور بے بسی اور ہلاکت سے جلد از جلد نجات حاصل کرے، اور جس قدر بھی آگے بڑھ سکے اس میں کوتاہی نہ کرے، یہی چیز کانگریس کا نصب العین ہے اور اسی کے لئے دن رات اس کی جدوجہد جاری ہے، اگر آپ تھوڑا سا غور کریں گے تو پتہ چلے گا کہ یہ فریضہ مسلمانوں کا ہندوستان میں بہ نسبت ہندو اور دیگر اقوام کے بدرجہا زیادہ ہے، جس کے وجوہ مخفی نہیں، مگر کانگریس کی جدوجہد خواہ کتنی ہی دھیمی کیوں نہ ہو برطانوی اقتدار کے لئے زہر ہلاہل سے زیادہ عام انگریزوں اور بالخصوص استبداد اور قدامت پسندوں کی نظروں میں ہے، اس لئے وہ ہر طرح کانگریس کے خلاف ہیں، ابتدا سے کوشش کرتے رہے، پہلے پہل مسٹر بیک انگریز پرنسپل علیگڈھ کالج نے) انفرادی کوششیں کیں اور علیحدہ علیحدہ لوگوں کو مخالف بنایا بالخصوص سر سید مرحوم کو سخت متنفر کیا، پھر سر آکلینڈ کالون گورنر یوپی کو کانگریس کے بالمقابل لاکھڑا کیا، مگر جب اس سے کام چلتا نہ دیکھا گیا تو اجتماعی کوشش عمل میں لائی جانے لگی، چنانچہ اگست ۱۸۸۸ء میں علیگڈھ میں یونائیٹڈ انڈین پیٹریاٹک ایسوسی ایشن قائم کی گئی، اور اس کے مندرجہ ذیل مقاصد کرکئے گئے۔

ا۔ ممبران پارلیمنٹ اور انگلستان کے لوگوں کو بذریعہ اخبارات و رسائل کے مطلع کرنا کہ ہندوستان کی کل قومیں اور رؤسا اور والیان ملک کانگریس میں شریک نہیں ہیں، اور کانگریس کی غلط بیانیوں کی تردید کرنا۔

ب۔ مسلمان اور ہندوؤں کے انجمنوں کے خیالات سے جو کانگریس کے خلاف ہیں۔ ممبران پارلیمنٹ اور انگلستان کو اطلاع دینا۔

ج۔ ہندوستان میں امن و امان اور برٹش گورنمنٹ کے استحکام کی کوشش کرنا۔

(۱) کانگریس کے خیالات کو لوگوں کے دلوں سے دور کرنا۔

ایک ریزولیوشن پاس کیا گیا جس کے الفاظ حسب ذیل تھے۔
دیسی زبان میں فساد انگیز اور بغاوت تیز تقریر اور تحریر کا انسداد کرنے کے لئے گورنمنٹ سے درخواست کی جائے، ۱۸۹۰ء میں ایک عرضداشت بیس ہزار سات سو پینتیس دستخطوں سے مسٹر بیک نے انگلستان میں پارلیمنٹ میں بھجوائی جس کا مضمون تھا، اس ملک میں انتخاب یا طریق جمہوریت کا جاری ہونا اس وجہ سے خلاف مصلحت ہے کہ یہاں مختلف اقوام کے لوگ بستے ہیں، یہ اس وجہ سے تھا کہ کانگریس نے ہندستان میں جمہوری طریقۂ حکومت کا مطالبہ کیا تھا، اس پر دستخط کرنے کے لئے خود مسٹر بیک دہلی گئے اور جامع مسجد کے دروازے پر خود بیٹھے اور آنے جانے والے نمازیوں سے بذریعہ طلبہ یہ کہہ کر دستخط کروائے گئے کہ ہندو گاؤکشی بند کرانا چاہتے ہیں، ۱۸۹۳ء میں محمڈن اینگلو اورنٹیل ڈیفنس ایسوسی ایشن آف انڈیا قائم کی گئی، کیونکہ ہندوؤں نے پیٹریاٹک ایسوسی ایشن سے آہستہ آہستہ علیحدگی اختیار کرلی تھی، اور وہ مقاصد کو بھانپ گئے تھے، اس لئے اب خصوصی طور پر مسلمانوں کو آلۂ کار بنانا ضروری سمجھا گیا، ایسوسی ایشن کے مقاصد حسب ذیل ہیں۔

الف۔ مسلمانوں کی رائیں انگریزوں اور گورنمنٹ ہند کے سامنے پیش کر کے مسلمانوں کے سیاسی حقوق کی حفاظت کرنا۔

ب۔ عام سیاسی سورش کو مسلمانوں میں پھیلنے سے روکنا۔

ج۔ ان تدابیر میں امداد دینا، جو سلطنت برطانیہ کے استحکام اور سلطنت کی حفاظت میں ممد ہوں، ہندوستان میں امن قائم رکھنے کی کوشش کرنا، اور لوگوں میں وفاداری کے جذبات پیدا کرنا، مسٹر بیک اس ایسوسی ایشن کے قائم کرنے کے بعد انگلستان گئے اور وہاں انجمن اسلامیہ لندن میں ایک لکچر دیا جو نیشنل ریویو میں شائع ہوا، اور علی گڈھ کالج میگزین نے اس کا ترجمہ مارچ، اپریل ۱۸۹۵ء کے پرچوں میں شائع کیا

جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

۱۔ اینگلو مسلم اتحاد ممکن، مگر ہندو مسلم اتحاد غیر ممکن۔ آپ نے فرمایا کہ ہندوستان کے لوگ مذہب کی بناء پر آپس میں لڑتے ہیں، یہاں ہندو مسلم مذہبی انہماک میں کوئی علامت زوال پائی نہیں جاتی، بلکہ جو لوگ ان مذہبوں کے ماننے والے ہیں، انکی عداوتیں روز افزوں ہیں، مسلمان اورنگزیب پر ناز کرتے ہیں، لیکن گرو گو بند سنگھ اور شیواجی کے ماننے والے کو اس کے نام تک سے نفرت ہے، دونوں قوموں میں ازدواج باہمی ناممکن ہے، اور اس وقت ہندوؤں کی ہزار ذاتیں ہیں جو اس بات کو گناہ جانتی ہیں، ہندوستان کے لوگوں کے لئے یہ امر ناممکن ہے کہ وہ اتفاق کر کے جمہوری طرز سلطنت سے اپنے پر خود حکمراں بنیں، مسٹر بیک نے جو ہندو مسلمان نفاق کا گیت گایا ہے، وہ بالکل غلط ہے، وہ انگریزوں کا پیدا کیا ہوا پھل ہے جو کہ اپنی مستبدانہ حکومت کی بقا کے لئے ہندوستانیوں کو کھلایا گیا ہے، انکے اقتدار حکومت سے پہلے یہ نفاق نہ تھا، چنانچہ ڈبلیو ایم ٹاؤنس اپنی کتاب (ایشیا میں شہنشاہیت) میں لکھتا ہے۔

شیواجی کو متعصب اور سلطان ٹیپو کو کٹر مذہبی کہا جاتا ہے، لیکن جس وقت ہم نے جنوبی ہند کی ریاستوں میں داخل ہونا شروع کیا، اس وقت انکے یہاں اس قسم کے مذہبی تنفر کا نام تک نہ تھا، ٹھیک اس وقت ہندوستان کے اندر ہر شہر اور شاہی دربار میں ہندو مسلمان عزت اور سرمایہ میں ایک دوسرے سے بازی لیجانے میں آزاد تھے۔ (روشن مستقبل صہ ۲۵)

اسی طرح سر جان ملیارٹ اور دوسرے مورخین بتلاتے ہیں۔

مسٹر بیک نے اس ایسوسی ایشن کے افتتاح کے وقت جو تقریر کی تھی اس کا اقتباس بھی قابلِ غور ہے:۔

ہندوستان سے: دو قسم کے ایجی ٹیشن شورشیں ملک میں زور شور پر ہیں ایک نیشنل کانگریس دوسرے گاؤکشی کے انسداد کی تحریک ان میں سے تحریک اول انگریزوں کے خلاف ہے اور تحریک ثانی مسلمانوں کے خلاف ہے۔ نیشنل کانگریس کے مقاصد یہ ہیں، کہ پولیٹکل حکومت گورنمنٹ انگریزی سے ہندو رعایا کے محض فرقوں کی طرف منتقل کر دیا جائے حکمراں جماعت کو کمزور کر دیا جائے، لوگوں کو ہتھیار دیدیا جائے، اور فوج اور ... کو کمزور کر کے فوج کا خرچہ گھٹایا جائے

ان دونوں شورشوں کی وجہ سے مسلمان اور انگریز دونوں نشانہ بنے ہوئے ہیں، اس لئے مسلمانوں اور انگریزوں کو اتحاد کر کے ان تحریکوں کا مقابلہ کرنا چاہیئے اور جمہوری طریق سلطنت کے اجراء کو اس ملک میں روکنا چاہیئے، جو اس ملک کے حسب حال نہیں ہے۔ اس کے لئے ہمیں حقیقی وفاداری اور اتحاد عمل کی تبلیغ کرنی چاہیئے۔　　(روشن مستقبل صـ۲۵۳)

مسٹر بیک نے مسلمانوں کو کانگریس کے خلاف کرنے میں ہمیشہ اپنی سرگرم اور انتہائی جدوجہد جاری رکھی جس کا عظیم الشان اثر خود سرسید اور تمام کارکنان علی گڈھ کالج اور عام تعلیم یافتہ مسلمانوں پر ہوا، اور وہ بڑے درجہ تک کانگریس اور ہندو قوم سے متنفر ہوگئے، اسی بناء پر مسٹر آرتھر انڈیجی چیف جسٹس ہائی کورٹ (جو کہ کنزرویٹو انگلو انڈین جماعت کے ممبر تھے) مسٹر بیک کی وفات پر ایک مضمون شائع کرتے ہیں جس کے فقرات ذیل قابل غور ہیں۔

"ایک ایسے انگریز کا انتقال ہوا، جو دور دراز ملک سے سلطنت کی تعمیر میں مصروف تھا، اس نے مثل ایک سپاہی کے اپنا فرض انجام دیا، اور

اپنی جان دیدی ہسلمان ایک شکی قوم ہے۔ اس لئے جب مسٹر بیک اول آئے، تو
ان کا طریقہ مخالفانہ تھا۔ ان کا پہلا خیال یہ تھا کہ مسٹر بیک گورنمنٹ کی طرف سے
جاسوس مقرر ہیں، مگر ان کی سادہ دلی اور بے نفسی کا یہ اثر ہوا کہ رفتہ رفتہ ان پر
اعتماد کرنے لگے۔ (علی گڈھ منتھلی ۱۸۹۹ء۔ روشن مستقبل ص ۲۹۹) ... والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

مکتوب نمبر ۳۵

جناب مولانا محمد ابراہیم صاحب مہتمم جامعہ حسینیہ راندیر سورت کے نام

عجبت لمسراھا وانی تخلصت الیّ وباب السجن دونی مغلق

جامعہ کی روز افزوں ترقی سے بہت خوشی ہوئی، فھنیالکم ثم ھنیالکم .... غالباً
جناب کو ذہول ہو گیا، سورت کے میرے مرید حضرت مولانا تھانوی قدس سرہٗ العزیز

(حاشیہ مکتوب نمبر ۳) یہ مکتوب گرامی حضرت تھانویؒ اور حضرت شیخ الاسلام مدظلہٗ العالی کی باہمی فرق، وسعت اخلاق اور ہر دو شیخ طریقت کے مقام کی تعین کرتا ہے۔

مولانا مدنی پر خلق نبوی، صحابہ کی مقدس زندگی اور صوفیائے قدیم کی سیرت اور کردار کا ایسا ابھرا ہوا رنگ جلوہ افروز اور ضو فشان ہے کہ جس کی روشنی کے سامنے آنکھیں چکا چوندھ اور خیرہ ہو کر رہ گئی ہیں، اور اچھے اچھوں کو غلط راستہ ہی صراط مستقیم دکھائی دے رہا ہے، حالانکہ تصوف و سلوک کے اندر مجاہدہ و ریاضت کے ذریعہ اتباع سنت، اخلاص اور وسعت قلب کو جو حیثیت دی گئی ہے، وہ ارباب فن سے مخفی نہیں۔ تزکیہ نفس اور تطہیر اخلاق کا ثمرہ یہ ہے کہ آدمی میں آدمیت اور ملکیت پیدا ہو اور بہیمیت دفع ہو۔

سیاسیات میں ان دو بزرگوں کا اختلاف لوگوں کے نزدیک اجتہادی اختلاف کہا جاتا ہے، ہو مگر مجکو اس سے اتفاق نہیں ہے، اور نہ میں چاہتا ہوں کہ اس کو کھول کر بتاؤں، اسیطرح یہ معمہ

کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، اور تحریکات کی بنا پر بیعت سابقہ کا توڑنا، نادم ہونا، اور توبہ کرنا ظاہر فرمایا، اور حضرت مرحوم و مغفور سے بیعت کے خواستگار ہو کر شرف بالبیعۃ ہوئے کذا فی النور۔ اب آپ ہی فیصلہ فرمائیں کہ جب کہ اہل سورت درانڈیر کی یہ رائے ہے، اور واقعہ بھی ہے کہ میں ہر طرح نالائق و ناقابل ہی ہوں تو جناب محمد اکوجی صاحب کٹھوری کو مجھ سے بیعت کی درخواست کرنا اور آپ کا تقاضا کرنا اور وہ بھی غائبانہ بیعت کا، یہ امور کہاں تک نشترین قیاس ہیں، آپ ان کی خیرخواہی فرمائیں اور صراطِ مستقیم انکو

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۳) کہ طریقہ، عقیدہ، شیوخ، اور اساتذہ سب ایک ہیں اور تجدید بیعت! پھر طرفہ یہ کہ مولانا خیر محمد صاحب جالندھری، جو مولانا تھانوی کے مخصوص خلفاء میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مدنی کے متعلق میرے سامنے فرمایا کہ "ہمارے اکابر دیوبند کے بفضلہ تعالیٰ کچھ کچھ خصوصیات ہوتے ہیں، چنانچہ شیخ مدنی کے دو خداداد خصوصی کمال ہیں جو ان میں بدرجہ اتم ہیں، ایک تو مجاہدہ جو کسی دوسرے میں اتنا نہیں ہے، دوسرے تواضع جتنا کچھ سب کچھ ہونے کے باوجود آپ کو کچھ نہیں سمجھتے"

مولانا عبد الجبار صاحب خلیفہ حضرت تھانوی کے ہیں، موصوف نے مولانا عبد المجید صاحب بچھرایوں سے جو خلیفہ تھانوی تھے، اور اختلاف میں بہت تیز تھے، کہا کہ شیخ الاسلام سے اسدرجہ اختلاف نہ رکھیں، کیونکہ میں نے مفتی محمد حسن صاحب امرتسری جو سب سے بڑے خلیفہ ہیں۔ حضرت تھانوی کے، وہ فرماتے ہیں کہ حال میں میں نے حضرت مدنی کے ایک دو جواب مسائل سلوک میں پڑھے ہیں جن کی وجہ سے سابقہ اختلاف سے رجوع کر چکا ہوں، کیونکہ باطنی دنیا میں حضرت شیخ مدنی کا مرتبہ اور مقام شہنشاہیت کا ہے، یہ سنکر مولانا عبد المجید صاحب نے فرمایا کہ بھائی یہ تو میں نے کئی بار حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ مجکو اپنی موت پر بھی فکر تھا کہ بعد میں باطنی دنیا کی خدمت کرنے والا کون ہے، مگر حضرت مدنی کو دیکھ کر تسلی ہوئی کہ یہ دنیا ان سے زندہ رہے گی۔

دکھلائیں، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ وصال فرما گئے، مگر ماشاء اللہ بہت سے خلفاء چھوڑ گئے ہیں، گجرات، سورت، راندیر وغیرہ میں بھی ضرور بہت سے حضرات ہونگے ان سے بیعت ہو جائیں، ورنہ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب دامت برکاتہم موجود ہیں وہ بھی بیعت فرماتے ہیں، نیز حضرت میاں صاحب زید مجدہم وہاں تشریف فرما ہیں،

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۳) غرض یہ کہ حضرت مولانا تھانوی حضرت شیخ الاسلام کو اکابر دیوبند شریعت اور طریقت کا ماہر اور سیاسیات میں مخلص اور متدین سمجھتے تھے، باوجود اس کے توبہ کرانا اور برأت کا اعلان شائع کرانا اور پھر بیعت یہ کیا بات تھی اور اس میں کیا راز ہے، کیونکہ مکتوب حضرت شیخ الاسلام کو ہم بالکل صحیح اور حق سمجھتے ہیں، ٹھیک اسی طرح مولانا تھانوی کے خلفاء میں سے حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ اور دیگر خلفاء کے بیانات کو بھی اس وجہ سے صحیح سمجھتے ہیں کہ سب ثقہ ہیں اسلئے دبی زبان سے ہم کو یہ کہنے میں ذرا بھی جھجک نہیں ہے کہ تصوف و سلوک میں حضرت شیخ الاسلام کا مقام اور مرتبہ بہت آگے ہے اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ بوعلی سینائی موشگافی آپکے سلوک کا جز نہیں بلکہ اتباع سنت صحابہ کی عملیت، بوحنیفہ اور شیخ عبد القادر جیلانی کی مجاہدانہ سرگذشت اور چشتی بزرگوں کی اعلاء کلمۃ الحق میں بلاتفریق ملت و قومیت بے لوث خدمت اور الناس کلھم عیال اللہ کی وسعت آپ کے تصوف و سلوک کے لاینفک جز ہیں جنکا ورثہ کے طور پر حضرت امداد اللہ حضرت قاسم ورشید اور حضرت شیخ الہند کے دربار گہربار سے حضرت شیخ الاسلام کو کافی حصہ پہنچا ہے چنانچہ اس سلسلہ کا خاتم ہونا قدرت نے آپ ہی کیلئے مخصوص کر رکھا تھا، مبارک ہیں وہ لوگ جو اس دامن سے وابستہ ہیں اور خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو مدنی دربار کی دریوزہ گری پر فخر کرتے ہیں، اور سخت نادان ہیں وہ لوگ جو اس دربار کو چھوڑ کر دوسری طرف رخ کرتے ہیں، اور اب تک ان کو یہ پتہ نہیں کہ آج اگر حق شناس اور حق پرست لوگ ہوتے تو اپنی جمی جمائی دکانداری کو چھوڑ کر کسب فیض کرتے اور اپنے کھوٹ کو ظاہر کر کے مس خام کو کندن بنانا جان لیتے، اور تعصب کو دور کر کے اقرار کرتے کہ "دفت وقت تست ودابر کے کہ زیر لوائے تو باشد" باقی اس والانامہ کی صحیح شرح مخدوم دریابادی ہی فرمائیں گے۔

ان حضرات سے بیعت کرا دیجئے، غائبانہ کا جھگڑا تحریکات حاضرہ کا نجس جھگڑا ان جملہ امور سے بھی تحفظ ہوگا اور ایک ایسی لائق اور مکمل ہستی سے رہنمائی حاصل ہوگی جو ان آلودگیوں سے پاک وصاف ہے ؎

درمجلس خود راہ مدہ ہمچو منے را　　افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را

والسلام۔　　ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۲۲ رشوال ۱۳۶۲ھ

مکتوب نمبر ۳۸

جناب مولانا حکیم احمد اللہ صاحب فیض آبادی کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔　　مزاج مبارک

والانامہ مورخہ ۱۱ر اکتوبر اور اس کے بعد جناب صدر صاحب جمعیۃ علماء ضلع فیض آباد کا بیان پہونچا، ان دونوں تحریروں سے کافی کیفیت واقعات کی معلوم ہوئی، اس سے پہلے اخباروں سے مجمل بیانات معلوم ہوئے اور بعض وارد و صادر احباب سے کچھ کچھ علم ناکافی درجہ میں ہو چکا تھا، بہت زیادہ تشویش تھی، ان واقعات پر جس قدر بھی رنج اور صدمہ پیش آیا ہو

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۳۰) حضرت شیخ الاسلامؒ نے عنوان خط میں جو حماسی شعر تحریر فرمایا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ محبوبہ رات کو ایسے وقت میں آئی جب کہ جیلخانہ کا دروازہ بھی بند رہے، تو پھر تعجب کی بات ہے کہ مجھ تک رسائی کیونکر ممکن ہوگی۔

(حاشیہ مکتوب نمبر ۳۸) مولانا حکیم احمد اللہ صاحب فیض آبادی کو نہایت بے رحمی سے لوٹا گیا اور تمام گھر والوں کو زخمی کیا گیا، حتیٰ کہ مکانات کو آگ لگا دی گئی، جو پنت حکومت کی پیشانی پر بدنما داغ ہے اور فرقہ وارانہ جراثیم کی بیخ کنی نہ ہونے کی وجہ سے ہندو بین کا وہ روگ ہے جسکا اگر تدارک نہ کیا گیا تو یقیناً پیام موت ہے، اس والانامہ میں حضرت شیخ رح کی جو نصیحتیں ہیں وہ تعلق مع اللہ کی اعلیٰ ترین مثالیں ہیں، پوری تحریر کو بار بار پڑھئے، کہیں بھی سرمو ذات باری سے غفلت اور اسباب

اللہ تعالیٰ آپ سب حضرات کو جزائے خیر کفارۂ سئیات اور رفع درجات اور نعمائے اخروی دے گا، وہ بشارتیں موجب طمانیت ہونی چاہئیں جو روایات صحیحہ میں ہیں، قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یصیب المسلم شوکۃ فما فوقہا الا رفع اللہ بہا درجۃ وحط عنہ بہا خطیئۃ۔ دوسری روایت میں ہے، ما من شیئ یصیب المومن من نصب ولا حزن ولا وصب حتی الہم یہمہ الا یکفر اللہ بہ عنہ سیئاتہ، ان روایات صحیحہ اور حسنہ اور اس کے ہم معنی روایتوں پر جو کہ بکثرت کتب حدیث میں ہیں، غور فرمائیے اور اپنے دل ودماغ سے رنج اور غم کو نکالئے یہ دنیا دار امتحان ہے، صبر اور استقلال ہی سے اس میں کامیابی ہے۔
قال اللہ تعالیٰ لتبلون فی اموالکم وانفسکم ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذی کثیراً وان تصبروا وتتقوا فان ذالک من عزم الامور۔ دوسری آیت میں ہے، لنبلونکم بشیئ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون، اولئک علیہم صلوات من ربہم ورحمۃ واولئک ہم المہتدون۔

ان خداوندی امتحانات میں پاس ہونے کی ہی فکر کرنی چاہیئے، وہ کریم کارساز دیکھتا سنتا ہے، اسی سے شکوہ اور اسی سے دادرسی کی خواہش رکھنی چاہیئے، وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون، گھبرائیے نہیں استقلال اور توکل علی اللہ کو ہاتھ سے نہ دیجئے دنیا دار فانی ہے، اور چند روزہ ہے، یہاں کی تکلیف بھی اور راحتیں بھی سب ناپائیدار ہیں، دو روزہ ہیں، دائمی راحت اور دائمی تکلیف آخرت کی ہیں، آخرت کی دائمی تکالیف سے بچئے اور

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۳۰) دنیوی پر اعتماد کا سراغ نہیں مل رہا ہے، یہ ہر مجاز اور خلفائے مشائخ کے بس کی بات نہیں، اللہ اکبر کیا ہے مقام مدنی کی رفعت اور اس سلوک تصوف کی عظمت کا کہ ہر حالت میں راضی برضاء مولیٰ ہی کو تمام کامیابی کا پیش خیمہ گردانا جارہا ہے، اور گویا آنکھوں کا دیکھا بھالا اور آزمودہ نسخہ تجویز کیا جارہا ہے تو پھر اسکے زود اثر ہونے میں کیا شبہ ہے، کیا یہ نسخہ ضائع جائے گا۔ معاذ اللہ۔

اس کی دائمی راحتوں کے حاصل کرنے کی فکر اور جد و جہد کرنی ازبس ضروری ہے اس لئے غم و غصہ تو چھوڑیئے اور مالک الملک ذوالجلال والاکرام کی رضا جوئی اور اس کی خوشنودی کے حاصل کرنے میں دن رات کوشاں رہیئے۔ ؎

یوسف گم گشتہ باز آید بکنعاں غم مخور · کلبۂ احزاں شود روزے گلستاں غم مخور

ہاں مشو نومید چوں واقف نۂ از سر غیب · باشد اندر پردہ بازیہائے پنہاں غم مخور

دورِ گردوں گر دو روزے بر مراد ما نگشت · دائما یکساں نماند کارِ دوراں غم مخور

گر بہار عمر باشد باز بر طرف چمن · چتر گل بر سر کشی اے مرغ خوشخواں غم مخور

ہر کہ سرگرداں بعالم گشت و غم خوارے نیافت · آخر الامر او بغم خوارے رسد ہاں غم مخور

• صبر جمیل کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء علیہم السلام کو کیا گیا ہے، اسی کا اقتدا ہم کو اور آپ کو کرنا چاہیئے، فرمایا جاتا ہے۔ فاصبر کما صبر اولوالعزم من الرسل الآیۃ اس کو یاد کیجئے اور انما اشکو بثی و حزنی الی اللہ پر عمل کیجئے، جناب والد صاحب اور بھائیوں اور بہنوں کو میرا سابق مضمون سنا دیجئے اور سب کو رضوان خداوندی کی طلب میں تیز گام بنائے، اللہ آپ کو اور ہم کو اور مسلمانوں کو اپنی مرضیات کی توفیق عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔		والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۴ ذی الحجہ ۱۳۶۵ھ

مکتوب نمبر ۳۹

جناب حکیم ا۔ ہ۔ اعظمی صاحب بمبئی کے نام

محترم المقام زید مجدکم		السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاج شریف

مولانا محمد جلیل صاحب مع رفقاء حاضر خدمت ہو رہے ہیں، چاہیئے تو یہ تھا کہ میں انکے

(حاشیہ مکتوب نمبر ۳۹) مولانا حکیم اعظمی صاحب بمبئی جمعیۃ علماء کے صدر اور مشہور قومی کارکن ہیں، اخلاص کے ساتھ خدمت خلق ان کی زندگی کا وہ کارنامہ ہے جس نے موصوف کو مخالفین کی نظروں میں بھی

ساتھ آکر خود جہاز پر سوار کراتا، مگر اس لئے کہ آنجناب اور مولانا سیف اللہ صاحب اور مولانا عبدالعزیز صاحب اور دیگر احباب کرام کی موجودگی میں میرے حاضر ہونے کی ضرورت نہیں ہے، جملہ ضروریات اور ذرائع راحات علی الکمل الوجوہ مہیا فرمادیں گے، نیز فارغ البالی بھی نہیں ہے، حاضری سے مجبور رہا اور ضروری نہ سمجھا، جہاز میں ان حضرات کے لئے بہترین جگہ کا انتظام کرادیں،

والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۷۰ھ

مکتوب نمبر ۵۴

جناب حاجی شیخ ولی محمد صاحب جونپور کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

والانامہ باعث سرفرازی ہوا، آپ نے والانامہ کے سرے پر سیدالمرسلین لکھا ہے،

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۵۳) محبوب بنادیا ہے، ہندوستانی مدارس کے سفراء اور مذہبی اداروں کے رہنماؤں کے ساتھ انکا تعاون اگر نہ ہو تو بمبئی کے اندر شاید ہی کسی کو کامیابی ہو، عظمی صاحب پر خدمت خلق کا جذبہ اپنے شیخ حضرت مولانا مدنیؒ کی خصوصی توجہ کا مرہون منت ہے، جو بقول سعدیؒ ؎

طریقت بجز خدمت خلق نیست به تسبیح و سجادہ و دلق نیست

اس والانامہ میں حضرت شیخؒ کا یہ فقرہ " نیز فارغ البالی بھی نہیں ہے" اس مکتوب کی جان ہے اتنا بڑا شیخ الکل جس کے متوسلین اور مریدین کی تعداد لاکھوں سے کم نہیں ہے مگر وہ فارغ البال نہیں معلوم ہوا کہ اس شیخ کامل کا رشتہ اپنے مریدوں سے وہ رشتہ زراندوزی نہیں ہے جو عام طور پر اسی لئے قائم ہی کیا جاتا ہے۔

(حاشیہ مکتوب نمبر ۵۴) حاجی شیخ ولی محمد صاحب حسینیہ نمبر شاپ سبزی بازار جونپور، حضرت امام العصرؒ کے مخصوص خادموں میں ہیں، آپ کے نام جملہ خط وکتابت جیل ہی سے ہوتی رہی ہے، یہ خط بھی جیل

یہ کس قدر غلط ہے، یہ لفظ بجز جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی پیغمبر پر بھی نہیں بولا جا سکتا، اگرچہ حروف آپ کے لکھے ہوئے نہیں معلوم ہوتے، مگر والا نامہ تو آپ ہی کا ہے، اس کو سخت تنبیہ ہونی چاہیئے کہ ہرگز ایسا لقب کسی شخص کے لئے آئندہ نہ لکھے اور توبہ کر لے۔

کھنڈہ ضلع اعظم گڑھ کے رہنے والے مولوی عبدالغفار مرحوم فاضل دیوبند، برہما میں تجارت کرتے تھے، ان کے ایک ہزار روپئے میرے پاس امانت ہیں، جو کہ محفوظ رکھے ہوئے ہیں، قاری صاحب کو اس کی خبر ہے، معلوم ہوا کہ مولوی عبدالغفار صاحب برہما سے آکر ایک ماہ اپنے مکان پر رہے، اور پھر بیمار ہوکر وفات پا گئے، ہم کو ان کے ورثار کی تفصیل معلوم نہیں، انتقال کی خبر ابھی ملی تھی، جب کہ میں نے قاری صاحب سے تقاضا کیا کہ ان کے وطن میں خط بھیجکر دریافت کریں، چنانچہ انھوں نے دریافت کیا، اور جواب ملا، اس پر میں نے قاری اصغر علی صاحب کو لکھا ہے کہ یا تو خود یا منشی محمد شفیع صاحب ان روپیوں کو لیکر آپکے پاس جونپور جائیں، اور آپ کے ہمراہ کھنڈا مولوی عبدالغفار صاحب کے مکان پر پہونچکر ان کے شرعی ورثہ کو دریافت کریں، اور ملکر پوچھیں کہ آیا کوئی وصیت مرحوم کی ان روپیوں وغیرہ

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر۴) سے ہی تحریر فرمایا ہے اسی وجہ سے مشہور اسم گرامی کے بجائے تاریخی نام استعمال فرمایا ہے۔ حاجی ولی محمد صاحب کے بڑے کارنامے ہیں، جس کو ہم نے پہلی جلد کے حواشی میں لکھدیا ہے، اس والانامہ میں چند باتیں قابلِ غور اور لائق احتیاط ہیں، پہلی بات یہ کہ بزرگوں کو القاب وآداب وہی لکھے جائیں جو ان کی حالت کے مطابق اور حدود شریعت کے اندر ہوں، نہ یہ کہ ایسے الفاظ لکھے جائیں جو بجائے ان کے حضرات انبیاء علیہم السلام کے لئے لکھے جا سکتے ہیں، حضرت شیخ الاسلام کا تصوف انبیاء علیہم السلام کے احوال کی پیروی ہے، اولیائے کرام کے مقام کی جہاں انتہا ہوتی ہے، انبیاء علیہم السلام کا ابتدائی قدم اس سے بھی کچھ آگے ہی ہوتا ہے، اس لئے ان حضرات کے کسی اوصاف میں اولیائے کرام کو برابری حاصل نہیں، پس مرید کو زیبا نہیں کہ ایسے الفاظ لکھے یا زبان سے نکالے جو پیغمبروں

کے متعلق ہے یا نہیں اگر ہو تو اس پر عملدرآمد ہو اور اگر نہ ہو تو ورثہ کو دو گواہوں کے سامنے یہ روپیے دیئے جائیں اور رسید لے لی جائے، وہ دونوں آپ کی اعانت کے بغیر بہاریں جاکر انجام دینے سے تقریباً عاجز ہوں گے۔

یہ معلوم کرکے افسوس ہوا کہ آپ کو بنارس کے سفر میں کچھ ایسی بدعنوانیاں پیش آئیں جن کی وجہ سے تکلیف زیادہ ہوگئی۔

محترما! بڑوں کا مقولہ ہے "تعاشروا کالاخوان وتعاملوا کالاجانب" یعنی میل جول اور اٹھنا بیٹھنا بھائیوں کی طرح سے کرو، اور معاملہ اجنبیوں کی طرح کرو۔ آپ کا ان تمام چیزوں میں شرمانا، اور مصارف کا خبر نہ کرنا، اصول معاملہ اور اصول تجارت دونوں کے خلاف ہے میں بادشاہ سلامت مرحوم کو بھی روپیے بھیجتا رہتا ہوں

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۴) کیلئے مخصوص ہیں شیخ الاسلامؒ ان بزرگوں میں نہیں ہیں کہ مرید کی ہر بات کی توجیہ کرکے اور اس کو محبت کے دائرہ کے اندر لاکر گستاخ بنائیں، بلکہ سخت نکیر فرماتے ہیں، یہ والانامہ سب سے بڑا ثبوت ہے، دوسری بات اس والانامہ میں امانت کی ہے، خیر یہ تو ہزار روپے کا معاملہ تھا اگر لاکھوں اور کروڑوں کا قصہ ہوتا تو بھی ہمارے حضرت اسکو آنکھ اٹھاکر نہ دیکھتے، کیونکہ ان حضرات کا مقام یہ ہے جس کی استاذ مرحوم مولانا فراہی نے نہ صرف اپنی بلکہ جملہ اکابر ملت کی ترجمانی اسطرح فرمائی ہے

چشم بر شوکتِ شاہی نہ کشایم ہرگز   کہ نگاہم بہ سوے شوکتِ شانے دگر است

تیسری بات یہ ہے کہ سفر میں اکثر مسافر کو خسارہ اور نقصان اسوجہ سے اٹھانا پڑتا ہے کہ جلد اس کا تعلق ایسے لوگوں سے ہوجاتا ہے جن سے نہ کبھی کی دید و شنید اور نہ دور و قریب کا کوئی تعلق۔ بالخصوص آج کل تو روزانہ اخباروں میں ٹرینوں کے اندر لوگوں کے لٹ جانے کے واقعات آئے دن سننے میں آتے رہتے ہیں، اس لئے کمال احتیاط یہ ہے کہ ان کو اجنبی سمجھا جائے نہ ان کی کوئی چیز کھائے نہ پیئے، نہ سونگھے، بالکل الگ تھلگ رہے، انشاء اللہ محفوظ رہیگا اس والانامہ میں انہیں امور کی جانب اشارہ ہے۔

اور بھائی محمد بشیر صاحب کو بھی بھیجتا رہتا ہوں مگر افسوس کہ ان لوگوں نے نہ مجھ کو کوئی خبر کی، اور نہ آپ کو قیمت دی، اب آپ مہربانی فرماکر اس لکڑی کی قیمت جو کہ بھائی محمد بشیر صاحب نے گئے ہیں اور اس پر جو مصارف ہوئے ہوں ان کو بتلائیے، ایسے امور میں پہلو تہی کرنا نہایت قبیح ہے۔　　　والسلام۔

دعاگو چراغ محمد ۱۳ شعبان ۱۳۶۳ھ

مکتوب نمبر (۱۴۱)

جناب بابو سراج الحق خانصاحب سید رسیدھاری اعظم گڈھ کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

حضرت مولانا نجم الدین صاحب کی زبانی آپ کی پریشانیاں معلوم ہوئیں سخت صدمہ ہوا، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مکروہات سے محفوظ رکھے آمین۔

یہ سن کر بہت ہی زیادہ صدمہ ہوا کہ مولانا موصوف نے سلسلۂ ترجمۂ قرآن بند کردیا ہے، میں نے اس پر مولانا سے پُرزور طریقہ پر اپیل کیا ہے، کہ وہ ہرگز ہرگز اس خیر کو منقطع

حاشیہ مکتوب نمبر (۱۴۱) اس والانامہ اور حکم کی بنا پر درس قرآن کریم پابندی کے ساتھ ہو رہا ہے اور یہ سلسلہ شہر اعظم گڈھ میں بھی صرف ہفتہ میں ایک روز کے لئے قائم کردیا گیا ہے، جس کے محرک شیخ عبدالرؤف صاحب ہیں، اور بحمدللہ لوگوں کی دلچسپی ترقی پذیر ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا چاہیئے کہ یہ سلسلہ تادیر قائم رہے، آمین۔

سید معاری میں صرف بابو سراج الحق صاحب واقعی ایک صالح اور دیندار بزرگ ہیں جو دین کی خاطر اپنے خاندانی لوگوں کے نت نئے فسادات کو برداشت کرتے رہتے ہیں، اور باوجود قدرت کے ان کا جواب دینا پسند نہیں کرتے ہیں۔ حضرت شیخ الاسلامؒ کا قیام آپ ہی کے دولت کدہ پر ہوا کرتا تھا۔

نہ فرمائیں، اور آپ سے بھی پُر زور اپیل کرتا ہوں، کہ آپ ایسے سلسلۂ خیر کو منقطع نہ ہونے دیں ایک شخص کو بھی کچھ ہدایت ہو جائے، آپ کیلئے اور آپ کے مسکن اور شہر کے لئے خیر عظیم ہے اور اس کو جاری ہی رہنا چاہیئے، (وفقنا اللہ وایاکم لما یحبہ ویرضاہ آمین)

پھر عرض ہے کہ آپ گھبرائیں نہیں، صبر واستقلال کے ساتھ مشکلات کا سامنا کریں اور ہمیشہ اپنی توجہ جناب باری عز اسمہٗ کی عنایت اور مشکل کشائی کی طرف رکھیں، ع

دشمن اگر قوی است مہرباں قوی تر است

والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ از ٹانڈہ ۷۲ھ

مکتوب نمبر ۴۲

جناب اقبال احمد صاحب تاج مالکی نقشبندی نیندرو ضلع بجنور کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

والا نامہ باعث سرفرازی ہوا، یاد آوری کا شکریہ ادا کرتا ہوں، مولانا عبدالقدیر صاحب انبیٹھوی، خلیفہ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم رائپوری کے عقد نکاح پر سنا جاتا ہے کہ لوگوں میں خلجانات اور اعتراضات واختلافات ہیں اور بعض احباب اس امر کو مولانا کے تقدس اور ارشاد وطریقت کے منافی سمجھتے ہیں، اس لئے میں احباب کو متنبہ کرنا چاہتا

:حاشیہ مکتوب نمبر ۴۲) اسلامی تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے عمر کے آخری حصہ میں شادی کی، اور چار چار بیویاں آپکے حبالۂ عقد میں تھیں، جن سے بیس لڑکے اور انیس ۱۹ لڑکیاں پیدا ہوئیں، حضرت خواجہ اجمیری چشتیؒ، حضرت بابا صاحبؒ اور حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے شادیاں کیں اور آخری عمر میں کیں، چنانچہ موخرالذکر بزرگ کے بارے میں یہ واقعہ پیش آیا تھا کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بہت رفیع الشان اور نورانی عمارت ہے اور اولیاء اللہ اس میں آتے جاتے ہیں، مگر یہ جب اندر جانے کا ارادہ کرتے ہیں تو دروازے بند پاتے ہیں معلوم

ہوں کہ عقد نکاح حسب تصریحات فقہاء ضروریات بشریہ سے ہے، جس سے انسان کسی عمر میں نہ مستغنی ہو سکتا ہے اور نہ اس سے کوئی مرتبہ باطنی یا ظاہری مانع ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایام خلافت میں جب کہ وہ بہت بوڑھے ہو گئے تھے اور انکی متعدد اولاد بڑی بڑی عمر والی موجود تھیں، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بہت بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی جو کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے بھی چھوٹی تھیں ان سے نکاح کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بخوشی اس کو منظور فرمایا، کسی کو اس پر اعتراض نہیں ہوا ام کلثومؓ ... دوشیزہ اور بہت چھوٹی عمر والی تھیں، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس صورت سے سلسلہ قرابت حاصل کیا، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نکاح میں آخری ایام تک رہیں، اسیطرح حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے صوبہ سرحد میں باوجود ضعیف العمری اور اعلیٰ درجہ کے عارف باللہ شیخ مشائخ طریقت اور قطب وقت ہونے کے ایک دوشیزہ لڑکی سے شادی کی جس سے ایک بچی پیدا ہوئی تھی اور وہ بچی اور اس کی ماں بعد شہادت حضرت سید احمد شہید مرحوم باقی رہے، اس قسم کی مثالیں اسلاف کرام میں بکثرت موجود ہیں، یہ اعتراضات بیوتوفی کے ہیں، لوگوں کو ایسی فضولیات

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۴۲) ہوا کہ یہ بارگاہ نبوی صلعم ہے، خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت کچھ انعامات بخشے، نوازا، مگر آج مجھے اس دربار میں جانے کی اجازت نہیں ملتی، اسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمارت کے ایک حصہ سے سر نکال کر فرمایا کہ یہاں اسی کو باریابی حاصل ہو سکتی ہے جو میری سنت ادا کرے، آنکھ جو کھلی تو حضرت بایزیدؒ آبدیدہ تھے فرمایا حکم نبوی سے چارہ نہیں اور ضعیف العمری میں شادی کرلی۔ شادی از روئے مذہب کتنی ضروری اور اساسی چیز ہے اور اولیاء اللہ بھی اس وقت تک مراتب جلیلہ پر نہ پہونچے جب تک کہ وہ شادی نہ کرسکے۔ اس والانامہ میں بے علم اور نادان لوگوں کے لئے بڑی تنبیہ ہے۔

سے بچنا چاہیئے، اور اپنی عاقبت خراب نہ کرنی چاہیئے، مجھے اس سے سخت صدمہ ہوا کہ یونونوں نے اس کو بحث کا اکھاڑہ بنا رکھا ہے، امیدوار ہوں کہ احباب اس سے پرہیز فرمائیں۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ٹانڈہ ۲؍۳۲ھ

مکتوب نمبر ۴۴

جناب مولانا اعزاز علی صاحب شیخ الفقہ والادب دیوبند کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

والانامہ باعث سرفرازی ہوا، بخاری شریف کے ختم کرا دینے کا شکریہ ادا کرتے ہوئے میں حیران ہوں کہ آپ کو مبارکباد دوں یا اپنے آپ کو بہرحال آپ کی گوناگون عنایات نے اس قدر مجکو گرانبار کر دیا ہے کہ سر اٹھا نہیں سکتا ؎

سأشکر عمرواً ان تراخت منیتی ایادی لم تمنن وان هی جلت

رأی خلتی من حیث یخفی مکانها فکانت قذی عینیه حتی تجلت

جب سے نئی گرفتاریاں شروع ہوئی ہیں تقریباً ڈیڑھ سو آدمی گرفتار ہو کر آگئے ہیں جب سے میری ملاقات اور اخبار سب بند کر دیئے گئے ہیں، دار العلوم کا مفاد اور اسلامی خدمات سب پر مقدم ہیں، اخلاص وللہیت کے ساتھ اس کا خیال رکھیں اغوا ہوں اور خود غرضوں کا کبھی اعتبار نہ کریں، "با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا" کا خیال رکھتے ہوئے۔ فبما رحمۃ من اللہ لنت لهم[۱] پر عمل پیرا رہیئے، اور جس قدر ممکن ہو ذکر اور فکر میں وقت صرف کیجئے۔ ع وخیر جلیس[۲] فی الوجود الہ۔ انا جلیس[۳] من ذکرنی، ارشاد نبوی علیہ السلام

اناشیہ مکتوب نمبر ۴۴) عربی کے ان دونوں شعروں کا ترجمہ پہلی جلد میں ہو چکا ہے،

[۱] سو کچھ اللہ ہی کی رحمت ہے جو تو نرم دل بن گیا ہے۔

[۲] جو چیزیں ہیں ان میں سب سے بہتر ساتھی وہمنشین اللہ ہے۔

[۳] خدا کا ارشاد ہے جو مجکو یاد کرتا ہے میں اس کا ہمنشین ہوتا ہوں۔

روایۃ عن اللہ ہے اس کو غنیمت سمجھئے، اللہ تعالیٰ کی مجالست کے برابر کسکی مجالست ہوسکتی ہے، پھر کیوں ہم عمر ضائع کریں، من نہ کردم شما حذر بکنید ؎

دوستان تضییع عمرت میکنند | نحل عمرت را بافسوں میکنند
ہر نفس بہ سیمائیست چست | گر نداری پاس او از جہل تست
این چنیں انفاس خوش ضائع مکن | غفلت اندر شہر جاں شائع مکن

پھرنے والی الماری پہ بڑا قرآن حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا چار ترجمہ والا بوسیدہ جلد کا ہے، اس کی مضبوط اور عمدہ جلد بنانے کی ضرورت ہے، اور اگر وہ مجھ تک پہونچا دیا جائے تو بعض ضروری فوائد سے استفادہ کرسکوں گا، اور اگر یہ نہ ہوسکے جب بھی اس کی مضبوط جلد بندھ جانی چاہیئے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲۳ شعبان ۱۳۶۱ھ

مکتوب نمبر ۴۴

آپ کو افواہوں پر کان نہ دھرنا چاہیئے، ذکر پر مداومت کیجئے۔ اس دنیا میں کون ہے جو لسان ناس سے محفوظ رہا ہو، ؎

قیل ان الالہ ذو ولد | قیل ان الرسول قد کھنا

اپنے کام سے کام رکھیئے، علیک بخاصۃ نفسک ودع عنک امر العامۃ، اور اگر طبیعت پریشان ہوا کرے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر جاکر ایصالِ ثواب کے بعد

(حاشیہ مکتوب نمبر ۴۴) عربی شعر کا ترجمہ یہ ہے، کہ کہنے والوں نے تو خدا کو صاحب اولاد کہدیا، اور رسول کو کہا کہ کاہن ہوگیا ہے، سبحان من اقام العباد فیما اراد، کا ترجمہ یہ ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے بندوں کو جس کام میں اسنے چاہا لگا دیا، آخر کے شعر کا ترجمہ یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہی طلب کرو، جو اسکے خزانہ میں ہے کیونکہ تمام کاموں کا انحصار کاف اور نون پر ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم "کن" پر ہے۔

ذکر میں مشغول رہتے ہوئے تھوڑی دیر جب تک جی لگے بیٹھا کریں، انشاء اللہ سکون ہوگا، اور فائدہ بھی، اگر اجتماع کیا جائے، اور اس میں شرکت ضروری ہو تو جا کر بلا حیا و حجاب صاف طور سے اپنی رائے پیش کر دیجئے، خواہ مانی جائے یا نہ، سوائے اللہ تعالے کسی سے توقع نہ رکھیئے، اسی سے لو لگائیے۔ ؎

بابا رشتہ سب سے توڑ   بابا رشتہ حق سے جوڑ

افکار کو دل میں جگہ نہ دیجئے۔ فکر ہو تو اللہ تعالے کی، خیال ہو تو اللہ تعالیٰ کا دھیان ہو تو اللہ تعالے کا۔ ؎

از دل بروں کنم غم دنیا و آخرت   در باغ دل ربانہ کنم جز نہال تو

از دل بروں کنم غم دنیا و آخرت   یا خانہ جائے ذکر بود یا خیال تو

آخر کب تک ان اصطلاحی اور رسمی علوم میں دل و دماغ اور اعضائے رئیسہ کو کھپایئے گا، کیا قرآن حکیم اسی واسطے اتارا گیا ہے؟ کیا پیغمبر اس کے لئے بھیجے گئے ہیں، روح اور قلب کو محبوب حقیقی کی محبت اور تعظیم سے رنگیے، اور اس کی یاد میں رنگین کیجئے، عمر کا بہت بڑا حصہ ان رسمیات میں گذر چکا ہے، یہ وسائل ہیں مقاصد نہیں ہیں، کب تک ان رسوم میں جو کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں نہیں تھیں، عمر کو ضائع کیجئے گا۔

تجزنیات کو مکون کے حوالہ کیجئے۔ سبحان من اقام العباد فیما اراد، طلبہ پر جسقدر شفقت ہو سکے عمل میں لایئے، ان کو اپنی اولاد سمجھیئے، اور مثل ابوین ان سے معاملہ کیجئے۔

واسترزق اللہ عمانی خزائنہ

فانما الامر بین الکاف والنون

والسلام۔   ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ۔

مکتوب نمبر ۴۵

جناب حافظ سادات حسینؒ کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

مولانا محمد میاں صاحب کے والد ماجد کی بیماری کی وجہ سے فکر ہے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ شفائے کلی عطا فرمائے آمین، ان تکالیف کی وجہ سے کبیدہ خاطر نہ ہوں احادیث صحیحہ بتلاتی ہیں کہ مسلمان کے لئے دنیا کی یہ تمام تکالیف اس کی گناہوں کے لئے کفارہ اور باعث معافی ہوتی ہیں، بیماریوں کی وجہ سے مسلمان سے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح پت جھڑ کے زمانہ میں درختوں سے پتے جھڑتے ہیں، ارشاد نبوی علیہ السلام ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے اسکو مصائب میں مبتلا رکھتا ہے اور جس قدر مسلمان کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے یہاں زیادہ ہوتا ہے اسی قدر وہ مصائب میں مبتلا کئے جاتے ہیں، پس آپ اپنی ان شدید تکالیف پر نہ صرف صبر جمیل (جس میں شکوہ شکایت نہ ہو) پر اکتفا کریں، بلکہ شکر گذار رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل رہیں اور اس سے عفو اور عافیت کے ہمیشہ طالب رہیں، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کو اگر کسی دن کوئی مصیبت نہیں آتی تھی تو روتے تھے اور فرماتے تھے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج میرا رب مجھ سے کچھ خفا ہے، بہرحال خوش رہیئے اور اللہ تعالیٰ کی یاد اور ذکر و استغفار میں کمی نہ کیجئے۔

والسلام

۱۲؍رجب سنہ ۶۳ھ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

مکتوب نمبر ۴۶

جناب محمد یونس صاحب دہلوی شو فیکٹری نظیر آباد لکھنؤ کے نام

محترم المقام زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، مزاج شریف

میں بحمد اللہ خیر وعافیت سے ہوں۔ کوئی تکلیف سوائے احباب واکابر کی دوری کے نہیں ہے۔ اتباع شریعت اور ذکر میں سعی بلیغ کا ہمیشہ خیال رکھیں، نماز پنجگانہ باجماعت ادا کریں، کبھی جماعت چھوٹنے نہ پائے۔ والسلام

۲۴ر صفر ۶۳ھ، الاسیر

مکتوب نمبر ۴۷

جناب محترم بدر الدین صاحب قصبہ پچولی ضلع میرٹھ کے نام

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاج شریف

والانامہ باعث سرفرازی ہوا، اگرچہ ۵ از تاریخ دسمبر یعنی ۵ ربیع الاول پہلے سے رامپور ضلع سہارنپور کے لئے مقرر تھی، مگر آپ کے جذبات قویہ نے کام کیا، اور انکو بعض اعذار کی بناپر ملتوی کرنا پڑا، لہذا حسب ارشاد حاضری کی کوشش کروں گا، خدا کرے کہ کوئی عارض پیش نہ آئے، والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۲۵ر صفر ۶۳ھ

(حاشیہ مکتوب نمبر ۴۷) حضرت اقدس مدظلہ العالی کا یہ والانامہ تقریب شادی دختر سلمہا کے سلسلہ میں ہے چونکہ جو تاریخ حضرت نے مقرر فرمائی تھی، اس پر تشریف لانے کی معذوری ظاہر فرمائی تھی، اس لئے میں نے عرض کیا کہ جب تک حضور کی شرکت نہ ہوگی میں عقد نہ کروں گا۔ اس پر یہ والانامہ شرف صدور

مکتوب نمبر ۴۸

جناب مولانا قاری محمد میاں صاحب مدرس فتحپوری دہلی کے نام

محترما! یہ عمر عزیز اور اس کے لمحات نہایت بیش قیمت جواہر ہیں ہم اپنی غفلتوں میں ان کو ضائع کر رہے ہیں، جن کا خمیازہ بجز کفِ افسوس ملنے کے اور کیا ہو سکتا ہے، اور کیا ہوگا جب کہ ہم کو کہا جائے گا اولم نعمرکم ما یتذکر فیہ من تذکر وجاء کم النذیر۔ الآیۃ

میرے محترم! دوستوں اور احباب کی وجہ سے ان لمحات عزیزہ کو ضائع کرنا کس قدر بیوقوفی ہے، سوچ کر اور غور کر کے اس کو سمجھئے ؎

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۴۷) ہوا، جو بجنسہٖ ارسال خدمت ہے۔ (بدرالدین)

بظاہر اس والانامہ میں کوئی خاص بات افادہ کی نہیں ہے اور نہ میں اسکو درج کرتا لیکن مارچ ۱۹۵۳ء میں خاکسار نے جب دیوبند آستانۂ مدنی پر حاضری دی تو منجملہ اور بہت سی باتوں کے بھائی بدرالدین صاحب کی ملاقات کا شرف پہلی بار حاصل ہوا، انکو دیکھکر حضرت شیخ سے اپنی محبت اور عقیدت کلی کوئی وزن ہی نہیں رہ گیا، کیسے بتاؤں کہ بدرالدین صاحب کیا ہیں اور ان کا تعلق اپنے شیخ سے کسطرح کا ہے، البتہ خدا سے یہ عاجز در ہے کہ وہ جملہ مدنی برادری کو وہی عشق و محبت دیدے، جو بدرالدین صاحب جیسے لوگوں کو ہے "فدت نفسی ما ملکت یمینی" کی سچی تصویر دہیں دیکھنے میں آئی، تصوف وسلوک کی راہ بہت دشوار راہ ہے لیکن اس ہفتخوان رستم کو عشق و محبت سے طے کیا جا سکتا ہے، جو حضرات چشتیہ کا اساسی مسلک ہے، اور یہی وہ راز ہے جسکو پاکر انکی حریم ناز میں باریابی کا شرف حاصل ہوگیا اور کہنا پڑا ؎

طے شود منزل صد سالہ بآہے گاہے

حضرت شیخ مدظلہ العالی کے اس جملہ کے اندر "مگر آپ کے جذبات قویہ نے کام کیا" سے اسی جانب اشارہ ہے جو ناچیز نے ظاہر کر دیا ہے۔

(حاشیہ مکتوب نمبر ۴۸) مولانا قاری محمد میاں صاحب، جوان صالح اور صاحب استعداد عالم ہیں

دوستان تضییع عمرت می کنند　　نخل عمرت را فسوں می کنند

یہ جلسہ بازیاں اور اٹکھیلیاں آج اچھی معلوم ہو رہی ہیں، مگر موت کے قریب اور بعد ان پر لعنت اور ہزار لعنت بھیجنی ہوگی، ان میں جہاں تک ممکن ہو کمی کیجئے۔ لا تلهكم اموالكم ولا اولادكم عن ذكر الله پر غور کیجئے المال والبنون زينة الحيوة الدنيا والباقيات الصالحات کو پس پشت نہ ڈالئے، یہ جوانی کی عمر اور صحتِ حاضرہ نہایت عظیم الشان نعمت ہے، اس کو ضائع نہ ہونے دیجئے رہ

ہر نفس بہر مسیحائیست چست　　گر نداری پاس او از جہل تست

ایں چنیں انفاس خوش ضائع مکن　　غفلت اندر شہر جان شائع مکن

نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس الصحة والفراغ، اس کی قدر کیجئے، اور پاس انفاس کو اس درجہ بڑھائیے کہ بلا قصد و بلا اختیار ہر وقت ہونے لگے، اور اس کے بعد ذکر قلبی کے جریان کی نوبت پہنچ جائے، اور ترقی سلوک کا راستہ کھل جائے تاخیر نہ کریں اتباع سنت کا ہر حرکت و سکون میں لحاظ رکھیے،　　والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۴۴) موصوف کو قریب سے دیکھنے کا موقع اور زیارت کا شرف ۱۱ر مارچ ۱۹۵۳ء دہلی میں نصیب ہوا مدنی تربیت کا خاصہ ہی یہ ہے کہ آدمی میں اخلاص اور تواضع پیدا ہو اور خدمت خلق اس کا مطمح نظر ہو جو بحمد اللہ موصوف میں موجود ہے، اس مکتوب گرامی کی آیات و حدیث کا ترجمہ یہ ہے، سلہ کیا ہم نے عمر نہ دی تھی تم کو اتنی کہ جس میں سوچ لے جس کو سوچنا ہو، اور پہنچا تمہارے پاس ڈرانے والا سلہ اے ایمان والو غافل نہ کریں تم کو تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کی یاد سے سلہ مال اور بیٹے رونق ہیں دنیا کی زندگی میں اور باقی رہنے والی نیکیاں بہتر ہیں تیرے رب کے یہاں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مفہوم یہ ہے، کہ دو نعمتیں ایسی ہیں جو اکثر لوگوں کو میسر نہیں ہوتیں ان کو ان نعمتوں میں گھاٹا رہتا ہے ایک تندرستی دوسرے فارغ البالی پس جسکو یہ چیزیں میسر ہوں اسپر لازم ہے کہ انکو اللہ کی نعمت سمجھے اور ہمیشہ شکر ادا کرتا رہے

مکتوب نمبر ۴۹

جناب مولانا سید محمد قاسم صاحب محلہ کٹرہ پورنجات مرادآباد کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج مبارک

مندرجہ ذیل جوابات آپ کے سوالات کے ہیں۔

(۱) آپ فرماتے ہیں وہ کیا خاص عمل ہیں جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوجائے

جواب :۔ ذکر خداوندی، حدیث قدسی میں آیا ہے انا[۱] مع العبد ما تحرکت بی شفتاہ، دوسری حدیث میں ہے، انا[۲] جلیس من ذکرنی، اس بارہ میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں،

(۲) آپ فرماتے ہیں کہ کس طرح دعا کرنے سے قبول ہوتی ہے، دعا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب :۔ تضرع اور زاری اور دل لگا کر مانگنے سے اور حلال مال اپنے اوپر صرف کرنے سے اور جلد بازی نہ کرنے سے، اللہ تعالیٰ سے مایوس نہ ہونے سے۔

(۳) وہ کیا عمل ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ رزق میں کمی کر دیتا ہے؟

جواب :۔ کفران نعمت۔

(۴) آپ فرماتے ہیں وہ کیا عمل ہیں جن سے مال دولت زیادہ کر دیجاتی ہے؟

جواب :۔ شکرگذاری اور تقویٰ۔

(۵) آپ فرماتے ہیں کہ کس عمل سے اللہ تعالیٰ بندہ کو دنیا میں بے عزت، ذلیل و خوار، کنگال بنا دیتا ہے؟

(حاشیہ مکتوب نمبر ۴۹) اس والا نامہ میں کوئی بات مبہم نہیں ہے، بلکہ سوال اور جواب ساتھ ساتھ درج ہیں، ہاں حدیث نمبر ۱ کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندہ کے ساتھ ہوں جبتک اسکے ہونٹ میری یاد میں ہلتے رہیں، [۲] جو مجکو یاد کرتا ہے میں اس کا ہمنشین ہوں۔

جواب :- تکبر وانانیت اور کمزوروں کو ستانا،

(۶) آپ فرماتے ہیں کہ کس عمل سے عزت و وقار بخش دیتا ہے؟

جواب :- حقیقی تواضع و انکسار اور کمزوروں کی خبرگیری و ہمدردی جو اللہ ہی کے لئے ہو، واللہ اعلم

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۲ محرم ۱۳۷۰ھ

مکتوب نمبر ۵

جناب مولوی عبدالہادی صاحب محلہ کٹرہ پورنجاٹ کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ سوالات کے جوابات حسب ذیل ہیں۔

(۱) سوال، کیا ازل سے ابتک اللہ جو کرتا آیا ہے، وہ اللہ اب جانتا ہے؟

جواب :- بیشک اللہ تعالیٰ ہمیشہ ان تمام چیزوں کو جانتا ہے، جن کو وہ کرتا آیا ہے ازل سے ابد تک کی تمام چیزیں اس کے علم میں ہیں۔

(۲) سوال۔ اب سے کل ابد میں اللہ خود جو کرے گا وہ اللہ اب جانتا ہے؟

جواب :- بیشک اللہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، اور جو کچھ وہ ابد تک کرے گا اس سب کو اب بھی جانتا ہے، اور پہلے بھی جانتا تھا اور آئندہ بھی جانتا رہے گا۔

(۳) سوال۔ کیا اللہ ازل سے ابد تک کا سب کچھ جانتا ہے؟

جواب :- ہاں ازل سے ابد تک کا سب کچھ جانتا ہے۔

حاشیہ مکتوب نمبر ۵) اس مکتوب گرامی میں ازل اور ابد کی دو اصطلاحات آگئی ہیں پس ازل کے معنی جس چیز کی ابتدا نہ ہو یعنی ہمیشہ سے ہو اور جس چیز کی انتہا نہ ہو، یعنی ہمیشہ رہے، اس کو ابد سے تعبیر کیا جاتا ہے، لہذا خداوند تعالیٰ ازلی بھی ہے اور ابدی بھی جس کو دوسرے لفظوں میں قدیم کہا جاتا ہے۔

(۴) سوال. کیا اب کے کل ابد میں جو کچھ ہوگا، وہ اللہ اب جانتا ہے۔

جواب:۔ بیشک اللہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، اور ہمیشہ کا سب کچھ جانتا ہے۔

والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ دیو بند ۴ محرم ۱۳۷۰ھ

مکتوب نمبر (۱۵)

جناب مولانا محمد ابراہیم صاحب آنبہ ڈاک خانہ نانوتہ ضلع سہارنپور کے نام

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

والانامہ پہونچا، صاحبزادی سلمہا کے نکاح کے قابل ہو جانے سے خوشی ہوئی ضروری ہے کہ جلد از جلد اس کا عقد شرعی کر دیا جائے، ہرگز ہرگز دیر نہ کیجئے، شریعت نے کوئی قید زیور اور جوڑا اور بارات اور ولیمہ وغیرہ کی نہیں لگائی ہے، خصوصاً غریبوں کے لئے، تو اس قسم کی فضول خرچیوں کو عمل میں لانا درست ہی نہیں ہے، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بڑی صاحبزادی کا عقد جامع مسجد میں جمعہ کی نماز کے بعد کر دیا تھا نہ لڑکی کی ماں کو خبر کیا نہ کسی خاندان والے کو اطلاع دی، فقط لڑکی کو جمعہ کے لئے جاتے وقت اجازت کے طور پر کہہ گئے تھے، اس نے شرم کی وجہ سے ماں سے بھی ذکر نہیں کیا

(حاشیہ مکتوب نمبر ۱۵) مسلمانوں میں متمدن طبقہ، دولت مندوں اور زمینداروں کا یہ دستور تھا کہ شادی اور غمی وغیرہ میں اللہ کی نعمت اور دولت کی بے قدری، اسراف اور فضول خرچی جو گروہ کر رہا تھا اس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہئے تھا کہ یہ دولت اور ثروت ان سے چھین لیجائے، چنانچہ چھین لی گئی، اب جا کر دولت کی قدر، اور حقوق اللہ وحقوق العباد کے ادا نہ کرنیکا مزہ دنیا ہی میں مل گیا، ظاہر ہے کہ سلف صالحین کی روش اور اپنے اکابر اور مشائخ کی پیروی ہی اصل اور اساس دین ہے جسکو اچھے اچھوں نے ترک کر کے بجائے فائدہ، نقصان پہنچانے کے مرتکب ہو گئے، حضرت شیخ الاسلام مدظلہ العالی پر اتباع سلف صالحین اور اپنے اساتذہ ومشائخ سلوک کا گہرا رنگ ہے جس کا ثبوت محتاج دلیل نہیں، ابھی

نماز میں زاماد کو کہلوا دیا تھا کہ نماز کے بعد مسجد میں ٹھہر جانا، مجکو کچھ کہنا ہے، اور اسی طرح مسجد میں چار یا پانچ بزرگوں کو جوان کے واقف کار اور ہم مشرب تھے ان کو ٹھہرالیا تھا یہ سب لوگ جمعہ پڑھ کر مسجد سے چلے گئے، تو ان آٹھ دس حضرات کے سامنے نکاح کر دیا اور بیٹی کو ان ہی کپڑوں میں جو کہ وہ پہنے ہوئے تھی رخصت کر دیا تھا، اسی کے قریب حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے کیا تھا، آپ اس کے لئے دوسروں سے مدد لینے اور مانگنے کو کہتے ہیں، یہ غلط امر ہے، نکاح میں ہرگز ہرگز دیر نہ کیجئے، اور نہ کنبہ و برادری اور بارات وغیرہ کا خیال رکھیئے، اور جو کچھ دو چار پیسہ آپ کے پاس ہوں بغیر قرض اور بغیر کسی سے مدد لینے کے جلد از جلد یہ کام انجام دیدیجئے، میں دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے، آمین　　والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ مظفر نگر ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ

مکتوب نمبر ۵۲

جناب مولانا الحاج احمد بزرگ رحمۃ اللہ علیہ سملک ڈابھیل کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔　　مزاج مبارک

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۵۱) شوال ۱۳۷۱ھ کا تازہ واقعہ ہے کہ بعد نماز عصر مصلیٰ ہی پر بیٹھے ہوئے شیخ الاسلام مدظلہٗ العالی نے اپنے صاحبزادہ مولانا محمد اسعد صاحب زاد شرفہٗ کا عقد ثانی اور اپنی لختِ جگر سلمہا کا عقدِ نکاح مہر فاطمی پر پڑھ دیا، سنت کے مطابق خرمے تقسیم کر دئے گئے، اور پھر صبح کو دعوت ولیمہ ہوگئی، نہ مہینوں سے نوید بازی تھی اور نہ ہفتوں سے آرایش و تزئین مکان کی گرماگرمی، نہ بارات تھی اور نہ امیر و غریب کی تفریق بلکہ ہر چیز میں دین اور اسلام مدنظر تھا، تاریخ شاہد ہے کہ جب تک مسلمانوں نے ہر کام میں دین کو مقدم رکھا، اکثر دنیاوی فوائد سے محروم نہیں رہے اور اخروی خسارہ کا تو کوئی سوال ہی نہیں۔

والانامہ رجسٹری بیمہ مبلغ للعماصہ، موصول ہوا، رقوم حسب تحریر اپنے اپنے موقع پر پہنچادی گئیں، غالباً رسیدیں ان اصحاب نے لکھی ہوں گی۔

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اہل افریقہ جو کہ سفر حج میں آپ کے ساتھ تھے، وہ بیعت کے خواستگار تھے، آپ نے ان کو بیعت نہیں کیا، ان کو یہاں لانے والے تھے مگر بیماری کی وجہ سے نہ لاسکے اور ان کے پرمٹ کا وقت ختم ہوگیا، اس لئے وہ حضرات واپس چلے گئے، آپ نے اپنی نالائقی اور نااہلیت کیوجہ سے انکو محروم کردیا۔

محترما! میں کب اس لائق ہوں، میں اپنے آپ کو سب سے زیادہ نالائق اور ناکارہ پاتا ہوں، یہ کلام تکلفاً اور تصنعاً نہیں ہے، واقعی ہے، پھر کیا کیا جائے، اور تو اور حضرت نانوتوی قدس سرہ العزیز باوجود ہر قسم کے انتہائی کمالات کے اپنے آپ کو نالائق سمجھتے تھے اور ایسے ہی اعذار درخواست کنندگان بیعت کے سامنے کرتے تھے، جس پر حاجی امداد اللہ قدس اللہ سرہ العزیز کو مندرجہ ذیل مکتوب لکھنے کی نوبت آئی جب کہ انہوں نے اپنی نسبت ایسے ہی کلمات لکھے تھے۔

(حاشیہ مکتوب نمبر ۵۲) مولانا احمد بزرگ صاحب مرحوم سملک کے باشندے تھے، شوال ۱۳۱۶ھ میں دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے، چار سال دارالعلوم میں رہ کر سند فراغت حاصل کی اور دورۂ حدیث حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھ کر ۱۳۲۲ھ کے آخر میں حضرت قطب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور تقریباً ۸-۹ مہینے شیخ طریقت کی خدمت میں بسر کرنے کا موقع ملا، ۱۳۲۸ھ میں دستاربندی ہوئی، چند سال افریقہ میں بھی قیام رہا، ۱۳۳۵ھ میں سورتی جامع مسجد رنگون کے مفتی ہوئے، بہت ہی سادہ زندگی تھی، تین حج نصیب ہوئے، حضرت پیر و مرشد کے وصال کے بعد حضرت مولانا تھانوی کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے، آخر میں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی مدظلہ العالی نے ۱۳۶۹ھ میں مولانا احمد بزرگ کو مجاز طریقت بناکر ڈابھیل سملک کے ایک مجمع عام میں اعلان فرماکر خلافت سے سرفراز فرمایا تھا، رحمۃ اللہ علیہ۔

بندۂ عاجز را نسبت خود ہمیں فہمیدن
باید کہ آن مقبول الٰہی بقلم آوردہ اند
دنی اینا تبع دین و ایمان و اعتقاد و اعمال
ما بندگان اگرچہ باعتقاد فہم خود خوب
میدانیم و شائستہ می انگاریم لیکن ہرگز
نعوذ باللہ منہا لائق و سزاوار دربار
عالی وقار حضرت کردگار نیست مگر چہ
کردہ آید کہ بندہ گندہ و شرمندہ را بجز
بندگی شائستہ ناشائستہ چارہ نیست
بہر صورت بحال خستہ و شکستہ و بقصور خود
معترف گشتہ بر در کریم کارساز پیوستہ
افتادہ ماند و نہ فہمد کہ لائق دربار حضرت
سبحانہٗ تعالیٰ نیستم۔ ؎

تو مگو ما را بداں شہ بار نیست ؎ ۔ با کریماں کارہا دشوار نیست

بلکہ بدست ہمت دامن رحمت گرفتہ
نگذارد و امیدوار ماند اگر این چنین کند
امید قوی است کہ ارحم الراحمین بندہ
شکستہ خود را نخواہد گذاشت زیرا کہ
او تعالیٰ از عبد خود بجز شکستگی و خستگی نمی
خواہد چنانچہ قولہ ؎

ایک بندۂ عاجز کو اپنی نسبت ایسا ہی گمان کرنا
چاہئے جیسا کہ ان مقبول بارگاہ خداوندی نے
یعنی آپ نے تحریر کیا ہے واقعہ یہ ہے کہ اگرچہ اپنی نسبت
اعتقاد میں ہم اپنے دین و ایمان و اعتقاد و اعمال کو
بہتر اور لائق خیال کرتے ہیں لیکن نعوذ باللہ منہا
حضرت کردگار کے دربار عالی وقار کے ہرگز
لائق و شایاں نہیں ہے، لیکن کیا کیا جائے بندۂ
گندہ، نادم و شرمندہ کو بھلی بری بندگی کے بغیر چارہ
بھی نہیں ہے، بہر صورت اسی شکستہ و خستہ حالت
میں اپنی کوتاہی کا اقرار کرتے ہوئے کریم کارساز
کے آستانہ پر ہمیشہ پڑا رہنا چاہئے اور یہ خیال
نہ کرنا چاہئے کہ میں سبحانہٗ تعالیٰ کے دربار کے
لائق نہیں ہوں۔ بیت

بلکہ ہمت کے ہاتھ سے رحمت کے دامن کو
نہ چھوڑے اور امیدوار رہے، اگر اسی طرح کرتا
ہے، تو امید قوی ہے کہ ارحم الراحمین
اپنے بندۂ شکستہ کو نہ چھوڑے گا۔ کیونکہ
خداوند تعالیٰ اپنے بندے سے بجز شکستگی
خستگی کے کچھ نہیں چاہتے۔ ؎

متعلقہ مکتوب نمبر ۲۰: ؎ ترجمہ اشعار: تم یہ نہ کہو کہ اس شہنشاہ تک رسائی نہیں ہو سکتی بزرگوں کے لئے کام دشوار نہیں ہوا کرتے وہ اپنے فضل و کرم سے ہمیں بھی نواز سکتا ہے۔

من نگردم پاک از تسبیح شان	پاک ہم ایشان شوند و درفشان
چند ازیں الفاظ و اضمار و مجاز	سوز خواہم سوز باں سوز ساز
غرضکہ در درگاہ بے نیاز جز نیاز و تضرع	غرض ان کی بارگاہ بے نیاز میں عجز تضرع
راہ نیست زیادہ ازیں تکلف نمودہ	وزاری کے کوئی کامیابی کا طریقہ نہیں
است کہ بفضلہ آن عزیز عالم عاقل	اس سے زیادہ عرض کرنا تکلف ہے کیونکہ
اند۔ الغرض نظر بفضل کریم کارساز	العزیز بفضلہ عالم و عاقل ہیں الغرض
نمودہ: سنت پیران و پیشوایان خود	کریم کارساز پر نظر کرکے اور اپنے
دانستہ ہر گاہ کہ طالب صادق آید	پیروں اور پیشواؤں کا طریقہ سمجھ کر
ہر چہ از بزرگان رسیدہ است و نیز	جو کچھ آپ کو بزرگوں سے پہنچا ہے اور
از کتاب ارشاد الطالبین و جواہر خمسہ	نیز کتاب ارشاد الطالبین جواہر خمسہ
و رسالہ مکیہ کہ دران اشغال خاندان ما یاں	و رسالہ مکیہ کو کہ ان میں ہمارے خاندان
است گرفتہ مناسب حال و استعداد	کے اشغال ہیں، لے کر جو طالب صادق
او تعلیم نمایند و دریغ ندارند آیندہ ہدایت	آئے اس کے مناسب حال واستعداد
کنندہ و فائدہ بخشندہ کہ طالب را نرسانده	تعلیم سے مضائقہ نہ کریں آیندہ جس
است خود فائدہ و ہدایت توفیق بخشید	ہادی اور نافع رساں ذات نے طالب کو بھی ہے خود
اھ مختصر۔	ہی فائدہ و ہدایت و توفیق بخشیں گے۔

مرقومات امدادیہ از کتاب امداد المشتاق ص ۲۰۸ و ۲۰۹ اور ص ۲۱۷ پر مکتوب پنجم میں فرماتے ہیں۔

(متعلقہ مکتوب نمبر ۲۵) سلہ ترجمہ اشعار فارسی۔ (اللہ تعالے فرماتے ہیں) میں ان کی (بندوں کی) تسبیح سے پاک نہیں ہوتا، وہ خود ہی پاک اور گوہر افشاں ہو جاتے ہیں۔

اسطرح کے الفاظ، ضمیر اور مجاز سے صرف سوز چاہتا ہوں۔ صرف سوز۔ اس سوز سے ساز کرلو۔

عزیزم دریں راہ جز درد نایافت وحسرت	عزیز من اس راہ میں سوائے درد ناکامیابی و
وحرمان ہیچ نمی سزد چہ نایافت صورت	حسرت حرمان کے کچھ لائق نہیں ہے کیونکہ نایافت
نیستی دارد و آنچہ یافت دارد وہستی	صورت نیستی ہے اور یافت کامیابی کا ادعا ہستی
بلائے سالک ہست ونیستی موجب	کی صورت ہے اور ہستی سالک کیلئے بلا ہے، اور نیستی
ثمرات بے غایات پس دردنا یافت	بے انتہا ثمرات کا باعث ہے پس جبتک زندگی
ماند تا زیست بکار خود باید بود، کار خلق	ہے آئی درد نایافت میں بسر کرے اور کام میں مشغول
حسب اجازت مشائخ باید کشود	رہے اور حسب اجازت مشائخ مخلوق کی خدمت
ما وشما وسیلہ بیش نیستم، مالک	کرے اور ہم اور تم وسیلہ سے زیادہ نہیں ہیں
تعالیٰ خود کار ممالیک خود می کند	اللہ تعالیٰ انھیں وسائط کے بہانے سے
وسائط را بہانہ بنہادہ درو پوش	اپنے فیضان کو چھپا کر اپنے بندوں
فیضان خود کردہ: واللہ تعالےٰ	کا خود انتظام کرتے ہیں اور اللہ
معنا ومعکم''	تعالےٰ ہمارے ساتھ ہے۔
اھ مختصراً	

. . . .

میرے محترم ان دونوں مکتوبوں سے صاف ظاہر ہے کہ ہم نالائقوں کو صرف کھینچنے والے پر نظر کرنی چاہیئے وہی ان بندوں کا کفیل اور ہدایت کرنے والا ہے، انکو وہ مشاغل اور اذکار تعلیم کر دیجئے، جو مشائخ کرام اور انکی کتابوں سے پہنچے ہیں: اللہ تعالیٰ کا فضل اور مشائخ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی برکتیں اور ان کی روحانیت کام کرے گی، ہیں اور آپ فقط وسائط ہیں اور بس جو بھی طالب صادق آئے اس کو ردمت کیجئے۔

آپنے حالت بیماری میں جو بھی نمازیں ادا کی ہیں وہ انشاء اللہ مقبول ہیں اعادہ کی ضرورت نہیں ہے، میں دعوات صالحہ کا بہت محتاج ہوں، فراموش نہ فرمائیں۔ والسلام

حسین احمد غفرلہٗ ۱۲ رجب ؁

مکتوب نمبر ۵۳

جناب مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور کے نام

مرقومات امدادیہ ص ۲۱۳ میں حاجی صاحب فرماتے ہیں۔ مکتوب سوم بنام حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ۔

مناسب کہ ہر کدام کس طالب کہ	مناسب ہے کہ جو طالب رجوع کرے
رجوع نماید اخذ بیعت نمودہ تعلیم نام	بیعت لے کر خدا کے نام کی تعلیم کریں
خدا نمایند ہر گز انکار نہ کنند ہدایت	اور ہر گز انکار نہ کریں، ہدایت کرنے
کنندہ ہادی مطلق است آں اکہ	والا ہادی مطلق ہے، جو بھیجے گا وہی
خواہد فرستادہ ہدایت ہم خواہد داد	ھدایت کرے گا۔

(حاشیہ مکتوب نمبر ۵۳) بخدمت اقدس سیدی و سندی ادام اللہ ظلال برکاتہ، ومتعنا والمسلمین بفیوضہ وطول بقائہ۔ بعد سلام مسنون واستدعاء دعوات صالحہ کئی سال سے ایک اشکال درپیش ہے، اور یوماً فیوماً اس میں اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے، کئی مرتبہ حضرت اقدس کی تشریف آوری پر زبانی عرض کرنے کا بھی خیال ہوا، مگر اول تو اس شمع ہدایت پر پروانوں کا اس قدر ہجوم رہتا ہے کہ یکسوئی کا وقت نہیں ملتا، دوسرے یہ بھی خیال ہوتا ہے، کہ اشکال کی جمیع انواع کو علیحدہ علیحدہ واضح اور جملہ اشکال کی اہمیت کو ذہن نشین نہ کر سکوں۔ اشکال کی انواع یہ ہیں

(۱) ملکی تقسیم کے بعد ہر دو پاکستانوں سے بالخصوص مغربی پاکستان سے بہت سے لوگوں کے خطوط میں یہ اصرار ہوتا ہے کہ بذریعہ خط سے بیعت کر لے، ہر چند ان کو بار بار لکھا جاتا ہے کہ قطع نظر اپنی نااہلیت کے اس خالی ضابطہ پری سے کیا فائدہ، وہاں بہت سے اہل حضرات موجود ہیں، جن کے پاس جانے آنے میں بھی سہولت ہے، مگر ان سے جتنا ہی عذر کیا جائے یا مصالح سمجھائی جائیں ان کی طرف سے اصرار میں اضافہ ہوتا ہے، ایسی حالت میں کیا خط سے

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

والانامہ باعث سرفرازی ہوا، یاد فرمائی کا شکریہ ادا کرتا ہوں، قطب عالم حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کے اقتباسات مذکورہ بالامسئول عنہا امور کے لئے نہ صرف کافی ہیں بلکہ اطمینان بخش بھی ہیں اگرچہ اس کے بعد تفصیلی جواب کی ضرورت نہیں تھی مگر امتثال حکم کی بنا پر عرض کرتا ہوں

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۵۳) بیعت کرلی جائے، یا پھر ان کی نہ ماننے کی صورت میں ان خطوط کا جواب بھی نہ دیا جائے چاک کرکے پھینکدیا جائے، ؟

(۲) مشرقی پاکستان کے بعض طلبہ دورہ سے فراغت پر بھی اصرار کرتے ہیں اور مکان جانے سے پہلے بیعت کا قصہ بھی نمٹانا چاہتے ہیں، اور جب ان کو یہ سمجھایا جاتا ہے کہ نہ جلدی تمہاری واپسی کی بظاہر کوئی صورت ہے نہ ناپاک کے وہاں جانے کا کوئی امکان تو پھر وہ اس پر بھی آمادہ ہوجاتے ہیں کہ دو چار ماہ محض ذکر و شغل کے لئے یہاں قیام کریں، یہ مدت اگر حضرت والا یا حضرت رائے پوری دام مجدہما کی خدمت میں گذر جائے تب بھی کچھ بلکہ بہت کچھ کارآمد ہو سکتی ہے لیکن "او کہ خود گم است" کے پاس یہ قلیل مدت بالکل ہی بے کار جاتی ہے، اس لئے ان لوگوں کے متعلق بھی ہمیشہ یہ اشکال روز افزوں رہتا ہے کہ ان کو بیعت کیا جائے یا نہیں، بعض مرتبہ تو مجھے ان کے فضول اصرار پر حماقت سوار ہوکر غصہ آجاتا ہے، کہ بے کار بات پر اصرار ہوتا ہے اس لئے ان کو ڈانٹ کر چلتا کرتا ہوں، لیکن بعض ایسے ہوتے ہیں کہ نہ غصہ ہی نہیں آنے دیتے لیکن یہ اشکال ہر وقت رہتا ہے، کہ یہ محض ضابطہ پری کی بیعت ہے، لیکن اس کے متعلق یہ فکر بھی رہتا ہے کہ وہاں بدعات کا زور ہے ایسا نہ ہو کہ کسی بدعتی کیساتھ لگ کر گمراہی میں پھنس جائیں بعض لوگ ہر دو سابقہ نوع کے لوگوں میں سے کچھ دن کے بعد اس قسم کے خطوط لکھتے ہیں، کہ اگر اجازت دے تو فلاں بزرگ کی خدمت میں جو ہمارے سے قریب ہے حاضر ہوجایا کریں، میرا دل چاہتا ہے کہ اس موقع کو غنیمت سمجھ کر ان کو یہ مشورہ دوں کہ انہیں بزرگ سے رجوع کرلیں کیا ایسا لکھنا موزون ہے؟ تیسر

۱ - ایسے لوگوں کی ضرور خط سے بیعت کر لینا چاہیئے، حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ العزیز نے بکثرت اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بہ قلت اس طرح بیعت کیا ہے، حالانکہ اس وقت میں اس قسم کی رکاوٹیں مسترشدین کے لئے نہ تھیں جیسی کہ اب حائل ہیں۔

۲ - ان کو ضرور بیعت کر لینا چاہیئے، اور ان کو چند ماہ ٹھہرا کر تلقین کر کے ذکر کا عادی بنانا چاہیئے، آپ تو بطور واسطہ بہانہ ہوں گے، مبدا فیاض فیض رساں ہے اسی کی ذمہ داری ہے

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۵۳) (الف) کیا یہ لکھا جائے کہ سابقہ بیعت فسخ کرتا ہوں، تم ان ہی سے تجدید بیعت کر لو تو یہ صورت تو مجھے بہت پسند ہے، مگر اس میں یہ اندیشہ ہے کہ سائل کو بھی اور اگر خبر ہو گئی تو ان بزرگ کو بھی یہ خیال ہوگا کہ اس کے پاس حاضری بہت ناگوار گذری جس پر یہ ثمرہ مرتب ہوا حالانکہ مجھے طبعاً اس سے مسرت ہے کہ وہ غریب ایک نااہل سے کسی اہل کی طرف منتقل ہو جائے،

(ب) یا پھر یہ صورت مناسب ہے کہ سابقہ تعلق بیعت کو باقی رکھتے ہوئے لکھ دیا جائے کہ ذکر و شغل ان بزرگ سے پوچھ کر کریں، اس میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ یہ دوعملی کہ بیعت کا تعلق دوسرے سے ہو اور تعلیم دوسرے سے مفید ہو گی یا مضر، جیسا کہ قریب میں بعض اکابرین سے تعلق رکھنے والوں کو ہوا، غرض ان پاکستانیوں کے بیعت کے سلسلہ میں خلجانات بڑھتے ہی جاتے ہیں اور ان کا یہی اصرار اس کا موجب ہے، اگر وہ بات شروع ہی سے مان لیں، کہ وہیں کسی سے بیعت ہو جایا کریں، تو پھر کوئی اشکال نہیں، حضرت والا اور حضرت رائے پوری دام مجدہما کے خلفاء نیز حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے خلفاء بھی دونوں جگہ موجود ہیں، مگر پھر بھی یہ حمقاء بہت دق کرتے ہیں، میں تو یہاں بھی اپنے سے تعلق رکھنے والوں کو ہمیشہ اس کی ترغیب دیتا رہتا ہوں کہ قاعدہ میں نے شروع کرا دیا، اب اونچی تعلیم کے لئے وہ حضرت والا یا حضرت رائے پوری دام مجدہما کی خدمت میں حاضر ہو جائیں امید کہ حضرت والا تفصیلی ارشادات سے ان سب امور میں رہنمائی فرمائیں گے۔ والسلام - محمد زکریا مظاہر العلوم

حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور وقت کی اہم شخصیتوں میں مستند عالم اور صاحبِ تصنیف بزرگ ہیں، آپ کو بیعت حضرت مولانا محمد خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ

۳ - ان کو بیعت کر لیا جائے چونکہ توحید مطلب شرط راہ ہے، اس لئے انکو تذبذب اور محرومیت سے بچانے کے لئے لکھدیا کریں کہ وہ ان ہی بزرگ سے بیعت کرلیں اگرچہ دوسری صورت بھی اسلاف سے منقول ہے، بہرحال آپ تلقین اور بیعت میں کوتاہی نہ کریں اور امور مستقبلہ اللہ تعالٰے کے حوالہ کریں، انہ بعبادہ لرؤف رحیم

مشکل یہ ہے کہ ایسی صورتیں مجھ کو بھی درپیش ہیں، بارہا دعائی اور رو رو کر دعائی کہ ان لوگوں کو مجھ سے پھیر دیا جائے، میں بالکل تہی دست ہوں اور نالائق اور ناکارہ حقیقی... بالخصوص ننگ اسلاف ہوں، مگر قبول نہیں ہوتی کیا کروں، ؎

یظن الناس بی خیرا و انی لشر الناس ان لم یعف عنی

خدا جانے مستقبل میں کیا حشر ہو، ہر طرف سے اعمال ناقص ہیں، بہت چاہتا ہوں کہ کچھ کروں اور ان اسلاف کرام قدس اللہ اسرارہم کی کچھ نہ کچھ بھی صورت بناؤں جنکا انتساب محض بفضل اللہ تعالٰے و کرمہ حاصل ہوا ہے، مگر نفس امارہ اور شیطان اس دشوار گذار وادی میں آنے نہیں دیتے، محرومیت ہی محرومیت چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے، ۷۰ برس عمر کے گذر گئے، مگر آج تک کوئی بھی ایسا کام نہیں ہو سکا جو کہ بارگاہِ رب العالمین میں قبولیت کے لائق ہوتا۔ انما اشکو بثی و حزنی الی اللہ۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۵۳) سے حاصل تھی، بعض لوگوں کو دھوکا ہوا، جو لکھ گئے ہیں کہ مولانا مدظلہ العالی کو مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھی، البتہ حضرت تھانوی کی خدمت میں آنے جانے کا اتفاق ہوتا رہتا تھا حضرت مولانا مدنی مدظلہ العالی سے خصوصی تعلق اور غیر معمولی عقیدت تو اس والانامہ سے خود ظاہر ہے کہ وہی القاب اور آداب استعمال فرمائے گئے ہیں جو استاذ اور شیخ طریقت ہی کو لکھے جایا کرتے ہیں شیخ الاسلام کے والانامہ سے میں نے وہ بہت ساری عبارتیں حذف کر دی ہیں جو اوپر مولانا احمد بند مرحوم کے خط میں درج ہوگئی ہیں، تکرار سے کوئی فائدہ خاص نہ تھا کیونکہ ہر دو بزرگوں کے نام کے خطوط ایک ہی تھے۔

جس سے اپنی شکایت اور حقیقت کہتا ہوں وہ اُلٹے ہی کرنے کے لئے کوشاں ہوتا ہے فالی اللہ المشتکیٰ، خدا ہی جانتا ہے کہ یوم تبلی السرائر میں کیا پیش آئے ؎

واسود مشفرہ منصفہ   یقال لہ انت بدر الدجیٰ

والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ از دار العلوم دیو بند

مکتوب نمبر ۵۴

جناب شیدا اسرائیلی صاحب سنبھلی کے نام

محترم المقام زید مجدکم   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ   مزاج شریف

عرصہ دراز کے بعد والا نامہ باعثِ سرفرازی و یاد آوری ہوا۔ تبشیر کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں، جزاکم اللہ احسن الجزاء،

(حاشیہ مکتوب نمبر ۵۴) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مخزنِ فیض سخا زاد اللہ برکاتکم، سلام مسنون کے بعد عرض یہ ہے کہ بحمد اللہ تعالیٰ میں اچھا ہوں، ضعیفی کی وجہ سے نقاہت بڑھتی جاتی ہے، جو قابل اعتبار نہیں ہیں بسلسلہ تقریر بیر موضع ہزاری باغ گیا تھا، خواب میں حضور سرور کائنات مفخر موجودات جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ کچھ لوگوں کے ساتھ تشریف فرما ہیں اور یہ ناچیز بھی حاضر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ ابھی تک مولانا حسین احمد صاحب تشریف نہیں لائے جواباً میں نے بے ساختہ عرض کیا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بلانے کے لئے گئے ہیں ابھی آتے ہی ہونگے، پھر میں نے بارگاہِ عالی میں عرض کیا کہ مولانا مدنی کو بلوانے کی کیا وجہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں مجھے ان سے اپنی امت کا حال دریافت کرنا ہے، اللہ اللہ کس قدر ذمہ دارانہ منصب عالی ہے۔ اتنے میں جناب والا تشریف لے آئے السلام علیکم فرما کر بالکل حضور کے سامنے بیٹھ گئے اور عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو ایک صاحب نے یا ابن عمر فرما کر اپنے پاس بٹھا لیا۔

میری آنکھ کھل گئی اٹھ کر گھڑی دیکھی ساڑھے تین بجنے میں دو منٹ باقی تھے وضو کیا دو رکعت نفل

ذھبت النبوۃ وبقیت المبشرات قالوا و ما المبشرات یا رسول اللہ قال الرؤیا الصالحۃ یراھا المومن اوتری لہ او کما قال علیہ السلام) اگر اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی فضل و کرم سے اس رویاء صالحہ کو خارج میں واقعیت کا جامہ پہنا دے تو زہے خوش نصیبی۔

محترما! اس میں خود آپ کے لئے بھی بشارت اور خوشی کی بات ہے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی زیارت اور ہمکلامی عظیم الشان نعمت ہے، ر قاکم اللہ تعالیٰ قلل المرادات فی الدارین و وفقنا وایاکم لما یحبہ ویرضاہ آمین۔

دعواتِ صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں، اتباعِ سنت اور ذکر میں کوتاہی روا نہ رکھیں

والسلام......... ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ دیوبند ۴ ار صفر ۱۳۷۰ھ

مکتوب نمبر ۵۵

جناب حافظ معین الدین صاحب صدیقی سندیلہ ضلع ہردوئی کے نام

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

والا نامہ باعثِ سرفرازی ہوا، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ العزیز

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۵۴) شکرانہ کے پڑھے اور بہت فرحت افزا حالت میں مصلی پر ہی فجر کا انتظار کرتا رہا۔ میں نے خواب میں حضرت عبد اللہ بن عمر کے ساتھ رضی اللہ عنہ نہیں کہا تھا، اور نہ یقیناً حضرت عبد اللہ بن عمر تھے، چونکہ جناب والا کے ساتھ تشریف لائے تو ایک صاحب نے یا ابن عمر فرما کر بلا لیا، جہاں حضور تشریف فرما ہیں میں پہچان نہیں سکا۔ کہ کون سا مقام ہے، جناب والا کا ایک قدیم عقیدت مند منتظر جواب اور دعائے خیر کا طالب ہے۔

لہ ترجمہ حدیث نبویہ:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نبوت ختم ہوگئی، مبشرات باقی رہ گئی ہیں صحابہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ مبشرات کیا؟ (صلی اللہ علیہ وسلم) ارشاد ہوا، مبشرات سے مطلب ہے اچھی خواب جو بندہ مومن دیکھے۔

(حاشیہ مکتوب نمبر ۵۵) بخدمت مولانا حسین احمد صاحب مدنی

کے متعلق جو باتیں آپ کے شہر اور محلہ والے کہتے ہیں، بالکل غلط اور اتہامات ہیں جو کہ غلط کار اور خود غرض دشمنوں نے اپنی اغراض خبیثہ کی بنا پر گھڑی ہیں۔

حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز پکے حنفی سنی اور طریقت میں چشتی، صابری، قدوسی نظامی، نقشبندی، قادری، سہروردی تھے، قطب عالم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ العزیز مہاجر مکی کے نہایت محبوب خلیفہ راشد تھے، حضرت حاجی صاحب مہاجر مکی نے اپنی کتاب تصوف "ضیاء القلوب" کے آخر میں نہایت زوردار الفاظ میں ان کے مقامات تصوف اور علم کی بہت تعریف لکھی ہے، حضرت مولانا رشید احمد صاحب موصوف اپنی کتاب زبدۃ المناسک میں (جو کہ حج اور زیارت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ)

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۵۵) ... مدظلہٗ العالی عرض ضروری ہے کہ ہمارے پیچھے نماز پڑھنے کو لوگ تیار نہیں ہیں، اور اذان دینا بھی ناقص سمجھی جاتی ہے اور یہ شرائط مقرر کیجاتی ہیں کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے حضور کی شان میں گستاخیاں کی ہیں اور تقویۃ الایمان کتاب جو ہے اس میں حضور کی جملہ برائیاں درج ہیں، کتاب ہمارے سامنے پیش کیجاتی ہے، ہم سے کہا جاتا ہے کہ ہم رشید احمد صاحب کو نہیں مانتے اور نہ تقویۃ الایمان کو اور نہ ان کی لکھی ہوئی کسی کتاب کو، نہیں مانتے، جب تک معقول جواب نہیں دوگے، کس طرح کیا جاوے کہ میرے مکان کے قریب کی مسجد میں جو حقوق مجھ پر عائد ہوتے ہیں ادا ہو جائیں اور خدا کے یہاں کا کوئی مواخذہ کا ذمہ دار نہ ہوں، فقط معین الدین سندیلہ۔

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ وعلیٰ اتباعہ الیٰ یوم الدین کی زندگی میں تو خیر جو سلوک ان کی قوم نے کیا تھا، اس کا ذکر کیا شہادت کے بعد نام نہاد قوم نے اپنے تبراسے فرقۂ سبائیہ تبرائیہ کو مات کر دیا تھا، اور یہ نہ سوچا کہ ہم کیا کر رہے ہیں، افسوس جس قوم کے لئے اپنا سر کٹوایا اور جس کے زندہ رہنے کے لئے وہ مر گئے، اس کا یہ شیوہ کہ کفر سے کمتر درجہ اس کے لئے استعمال نہیں کیا گیا، ان نادانوں نے حضرت شہیدؒ کی جن کتابوں اور تحریرات پر کفر و ارتداد کے

کے بارہ میں لکھی ہے، اور مشہور و معروف ہے، مدینہ منورہ کی حاضری اور زیارت روضۂ اقدس کے متعلق نہایت زوردار الفاظ میں ترغیب دی ہے اور آدابِ زیارت قبر شریف نہایت تعظیمی الفاظ میں مثلِ فقہاءِ احناف تحریر فرمائے ہیں، اسی طرح رسالہ لطائف رشیدیہ میں تحریر فرمایا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین موجب کفر ہے، صریح توہین تو درکنار اگر کوئی شخص ایسے کلمات بھی کہے گا جو کہ موہم توہین ہوں گے وہ بھی کفر کا سبب

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۵) فتوی صادر کئے اور کرتے رہتے ہیں، مصنف "التحقیق الجدید علی تصنیف الشہیدؒ" نے ناقابلِ انکار دلائلِ علمی سے ثابت کر دیا کہ جن عبارتوں پر تکفیر کی بنیاد قائم کی گئی ہے، وہ سرے سے حضرت شہیدؒ کی ہیں ہی نہیں، ان میں تقویۃ الایمان نامی کتاب کو جو شہرت ہے وہ محتاج بیان نہیں، مگر اسی کے ساتھ اپنوں نے حسن ظن سے کام لیا اور دوسروں نے رائی کو پہاڑ بنا کر ایسی ناپاک اور گھناؤنی فضا قائم کر دی کہ اللہ ہی ان سے سمجھے رسالہ تقویۃ الایمان کے دو حصے ہیں حصہ اول عربی جس کا اصلی نام "ردالاشراک" ہے، حصہ دوم اردو ہے، اور حقیقت میں اسی کا نام تقویۃ الایمان ہے۔ ردّ الاشراک شروع یوں ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ باب الاجتناب عن الاشراک قال اللہ تعالیٰ تبارک اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ۔ الخ اور یوں ختم ہے "والابواب الاخر منہ ترکناھا مخافۃ التطویل" اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مولانا شہیدؒ نے بیشک رد شرک میں رسالہ لکھا تھا، مگر اس میں نہ تمہید تھی نہ ترجمہ تھا، نہ فوائد تھے اور نہ وہ اردو میں تھا، نہ اس کا نام.... "تقویۃ الایمان" تھا بلکہ وہ عربی میں تھا اور اس کا نام ردالاشراک تھا جس کی زبان عبقات اصول فقہ اور خطبات اور منصب امامت کی زبان تھی، جو اہلِ ذوق ہیں اور زبان عربی کے اسلوب سے واقف ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ کون تحریر مولانا شہیدؒ کی ہے، اور کون جعلی اور من گھڑت ہے، رسالہ تقویۃ الایمان حصہ دوم اردو، یہ مولانا شہیدؒ کا قطعاً نہیں ہے۔ اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ مولانا بغدادی کے نام عربی میں وہ مترجم خط ہے جس میں مولانا شہیدؒ نے خود لکھا ہے۔

الفت رسالۃ فی رد الاشراک باللہ واستدللت فیھا بستۃ وعشرین اٰیۃ۔

ہوگا، تقویۃ الایمان حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب نہیں ہے، یہ کتاب حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نسبت کی جاتی ہے (جس کی نسبت میں بھی لوگوں کو کلام ہے) حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شہیدؒ مولانا رشید احمد صاحبؒ کے پیدا ہونے سے بہت پہلے وفات پا چکے تھے، ان کی طرف کتاب کو منسوب کرنا

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۵۵) من کلام اللہ وترجمتها بالھندی" الخ

یہ خط جعلی ہے نہ تو مولانا شہیدؒ کا نام اس کے اول میں ہے نہ آخر میں نہ اس مکتوب کا کسی سوانح نگار ہی نے ذکر کیا ہے، نہ اس خط کے اندر کوئی اشارہ پایا جاتا ہے، کہ یہ خط کسی کے جواب میں ہے نہ زبانِ خط میں مولانا شہیدؒ کی ادبیت کی شان نمایاں ہے، نہ کاتب نے اقرار کیا ہے کہ رد شرک والے رسالہ کا نام تقویۃ الایمان ہے، اسیطرح یہ بھی کہنا صحیح نہیں کہ تقویۃ الایمان مولانا شہیدؒ کی ہے مگر مولانا نے فرصت نہیں پائی کہ اس پر نظر ثانی فرماتے اور راہِ خدا میں جان دیدی" ظاہر ہے کہ تقویۃ الایمان (مالا بغدادی کے نام مولانا شہیدؒ کے منقول عربی خط کے لحاظ سے) ۱۲۴۰ھ سے پہلے تالیف ہو کر شائع ہو چکی تھی، اور مولانا شہیدؒ کی شہادت ۱۲۴۶ھ میں ہوئی تو اس حساب سے مولانا شہیدؒ چھ برس سے زیادہ زندہ رہے اور پھر فرصت نہیں پائی، تعجب خیز ہے، نیز اس خط میں اس کا بھی ذکر نہیں ہے کہ میں نے دو باب کی کتاب لکھی ہے اور صرف ایک باب کا اردو میں ترجمہ کیا، دوسرے باب کا نہ کر سکا، یا آیندہ کروں گا رسالہ میں تو ۲۶ آیتوں کے استدلال کا ذکر ہے، مگر موجودہ تقویۃ الایمان کے نسخوں میں عموماً بجائے ۲۶ کے ۳۳ آیتیں ملتی ہیں، خط میں صرف استدلال بالآیات کا ذکر ہے مگر تقویۃ الایمان کے مطبوعہ پانچ فصل والے نسخوں میں ۴۳ اور ۴۴ حدیثوں سے استدلال موجود ہے اور اگر مان بھی لیا جائے کہ تقویۃ الایمان مولانا شہیدؒ کی کتاب ہے تو وہ قطعی طور پر محرف ہے، جیسا کہ ابن عربی وغیرہم اکابر کی کتابوں میں ملاحدہ نے کمی بیشی کر دی ہے۔ اسی طرح مولانا شہیدؒ کے ساتھ کیا گیا ہے، حضرت شاہ ولی اللہؒ شاہ عبدالعزیزؒ کے مخالف بکثرت لوگ موجود تھے، مخالفت

بالکل غلط اور بہتان ہے، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب مجددی نقشبندی مہاجر مدنیہ اور شاہ احمد سعید صاحب مجددی نقشبندی اور مولانا مملوک علی صاحب نانوتوی صدر مدرس عربک کالج دہلی رحمہم اللہ تعالیٰ کے شاگرد اور شریک کار تھے۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۵۰) کے اسباب اور طریق عداوت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان بزرگوں کو بدنام کرنے میں دہلی وغیرہ مراکز ہند کے اندر کتنی بڑی تعداد موجود تھی اور کیا کچھ مصیبتیں شاہ صاحبان کو پیش نہیں آچکی تھیں اور اس کے دفع پر کلی قابو نہ تھا، لیکن مولانا شہید نے جس قوت سے بدعات کا رد اور متبدعین کا مقابلہ کیا اس کا لازمی نتیجہ تھا کہ آپ کے خلاف وہ سب کیا جائے جو ایسے وقتوں میں اکابر سلف کے ساتھ کیا گیا ہے، ہاں یہ بات بھی یاد رکھنی ضروری ہے کہ مسئلہ" امکان کذب" امکان نظیر" وغیرہ پر درمیان مولانا فضل حقؒ و مولانا شہیدؒ جو ایک استاذ کے شاگرد، عقائد، خیالات اور حنفی مذہب کی اتباع میں متحد تھے، مذکورہ مسائل میں محض علمی نقطۂ نظر سے گفتگو ہوئی، گویا میدان مناظرہ میں ہر دو شاگردان شاہ صاحبؒ نے مخالف و موافق موضوع اختیار کر کے ایک دوسرے کے خلاف دلائل قائم کئے، مقصد محض علمی تفریح تھی، مگر پھر یہ چیزیں کفر و ایمان کا معیار قرار پاگئیں ایک گروہ نے مولانا فضل حق کے نظریات و خیالات کو اپنایا اور دوسری جماعت نے مولانا شہیدؒ کے نام پر غلط چیزوں کے انتساب کی حمایت کرنی شروع کر دی، بات اگر یہیں تک رہتی تو چنداں مضائقہ نہ تھا، لیکن آہ ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ سے لے کر آج کے دن تک جس کو سو برس سے زائد ہوئے شائد کوئی دن طلوع ہوا ہو جس کی صبح کو اس شہید اسلام کی جس کی اور فضیلتیں برطرف اسکی شہادت مسلم، تکفیر و تضلیل میں کوئی فتویٰ نہ نکلا ہو، اور یہ ان لوگوں نے کیا اور کہا جن کے جسم نازک پر آج تک اللہ کے لئے ایک پھانس بھی نہیں چبھی، جن کے پیروں میں اللہ کے راستہ میں کبھی کوئی کانٹا نہیں گڑا، جن کو خون چھوڑ کر اس کا ان کے یہاں ذکر ہی کیا اسلام کی صحیح خدمت میں پسینہ کا ایک قطرہ بہانے کی سعادت بھی حاصل نہیں ہوئی اور یہ ان لوگوں نے مولانا شہیدؒ کو کفر و ضلالت کا

اگر تفصیل کی ضرورت ہو تو کتاب الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب کتب خانہ اعزازیہ دیوبند سے طلب فرماکر ملاحظہ فرمائیے، علاوہ اس کے اور بھی متعدد رسائل ہیں، اگر ضرورت ہوگی تو ان کے پتے اور نام لکھے جائیں گے۔

اگر محلے والے باوجود اظہار حقیقت ہٹ دھرمی کریں اور آپ کو امامت اور اذان سے روکیں تو آپ پر کوئی ذمہ داری عند اللہ نہیں ہے، واللہ اعلم۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۱۶ / شوال ۱۳۷۲ھ ٹانڈہ۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۵) بانی، بے ادبوں و گستاخوں کا پیشوا کہا، جن کی ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کی عزت و عصمت بچانے کے لئے اپنا سر کٹایا، تو کیا اس کا یہی گناہ تھا اور کیا دنیا میں احسان فراموشی کی اس سے بڑھ کر نظیر مل سکتی ہے؟! جس وقت پنجاب میں مسلمانوں کا دین و ایمان، جان و مال، عزت و آبرو محفوظ نہ تھی، سکھوں کے گھروں میں مسلمانوں کی عورتیں تھیں، مساجد کی بیعزتی ہو رہی تھی، اور ان میں گھوڑے باندھے جا رہے تھے، اس وقت یہ غیرت ایمانی و حمیت اسلامی والے جو ایک "کلمۂ کفر" برداشت نہیں کر سکتے، کہاں تھے، اور کیا آج بھی شاہ ولی اللہؒ کے پوتے کے علاوہ کوئی کافر نہیں۔ ؎

رکھیو غالبؔ مجھے اس تلخ نوائی میں معاف　　آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے

خلاصہ یہ کہ تقویۃ الایمان مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کی نہیں ہے اور صراط مستقیم بھی، حضرت امام العصر مولانا مدنی مدظلہ العالی کا رجحان بھی اسی جانب ہے، اور دوسرے اکابر بھی یہی رائے رکھتے ہیں مگر افسوس پورا زور اس پر صرف نہیں ہوا، اور ہوا بھی تو کس چیز پر جواب الجواب فتویٰ نویسی اور بال کی کھال نکالنے پر فانی الشتکی۔ باقی رہا زیارت قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مسئلہ

تو اس کے لئے

مکتوبات شیخ الاسلام

جلد اول

دیکھی جائے

مکتوب نمبر ۵۶

جناب مولانا صفات اللہ صاحب بلاقی پورہ مئوناتھ بھنجن ضلع اعظم گڈھ کے نام

محترم المقام زید مجدکم ..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ...... واقعات ذیل دفعات ملاحظہ فرمائیں،

(۱) میں ابتدا سے نہایت نفس پرست ہوں اعمال میں کاہل واقع ہوا ہوں تمام عمر گناہوں اور دنیا پرستی اور نفسانیت میں گذری ہے، اب عمر ۷۰ برس سے تجاوز کر گئی ہے مگر توشۂ آخرت کچھ نہیں ہے، ذخیرہ ذنوب نہایت عظیم الشان ہے ظاہری اسباب پر نظر کرتے ہوئے کوئی امید مغفرت نہیں ہے الا ان یتغمدنی اللہ بکرمہٖ وفضلہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ میں کچھ ہوں، کلا واللہ اہل اللہ کے اوصاف جمیلہ اور احوال جلیلہ سے بالکل عاری اور خالی ہوں ؎

حاشیہ مکتوب نمبر ۵۶) اس مکتوب گرامی کا شانِ نزول یہ ہے کہ مولوی صفات اللہ صاحب جناب میں اپنے کو کبھی شیخ الاسلام کی بارگاہ میں حاضر پاتے اور کبھی مولانا وصی اللہ صاحب کی مجلس میں ہوتے، مگر ان دونوں صحبتوں کا اثر یہ ہوتا تھا کہ شیخ الاسلام کی بارگاہ میں قرب اور مولانا وصی اللہ صاحب سے بعد کی کیفیت محسوس ہوتی تھی، مولوی صفات اللہ صاحب نے پوری حالت مولانا وصی اللہ صاحب کو لکھ کر بھیجدی، موصوف سے جو جواب موصول ہوا وہ درج ذیل ہے۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ؎

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہوجا ۔۔۔ سراسر موم ہو یا سنگ ہوجا

مختصر یہ کہ جناب خود کو ایک بزرگ کے حوالہ کر چکے ہیں، آپ کو استفادہ کا حق ان سے ہی ہے اب آپ کو یہاں نہ تشریف لانے کی اجازت ہے اور نہ خط و کتابت کی ضرورت، فقط

حسب الحکم حضرت دام ظلہ العالی، کتبہ محمد شبیر الدین عفی عنہ۔

سودہ گشت از سجدۂ راہِ بتاں پیشانیم چند بر خود تہمتِ دینِ مسلمانی نہم

یہ واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے حضرت قطب عالم حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ العزیز اور حضرت قطب عالم حضرت مولانا گنگوہی اور حضرت شیخ الہند قدس سرہما العزیز کے دروں تک پہنچایا اور ان مقدسین کے جوتے سیدھے کرنے کی نعمت نصیب ہوئی، مگر اپنی نفس پرستی اور کج ادائی اور بدنصیبی اور کسلمندی کی بنا پر کورا ہی رہا۔ ؎

تہیدستانِ قسمت راچہ سود از رہبر کامل خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

اسی بنا پر اپنے آپ کو ننگ اسلاف لکھتا ہوں، یہ لکھنا تکلفاً نہیں، بلکہ حقیقت میں اپنے اسلاف کرام قدس اللہ اسرارہم کے لئے ننگ وعار ہی ہوں اپنی جگہ پر سخت شرمسار ہوں، اپنی حالت پر نفرین بھیجتا ہوں۔

لوگوں کا میری نسبت حسن ظن بالکل غیر واقعی ہے، اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم اور احباب کے حسن ظن سے مجکو بخشدے تو یہ اس کا جود و فضل ہے، ورنہ میں کسی کام کا نہیں ہوں ؎۔

بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۵۶) بارگاہ شیخ الاسلام مدظلہ العالی سے جو جواب شرف صدور ہوا، وہ بھی ناظرین کے سامنے ہے، مجھ کو تعجب ہے کہ مولوی صفات اللہ صاحب شیخ الاسلام مدظلہ سے شرف تلمذ بھی رکھتے ہیں اور ارادت وعقیدت بھی باوجود اس کے پھر یہ حال لوگوں کی دیکھا دیکھی ہو جائے بقول غالب ؎

چلتا ہوں تھوڑی دور ہر اک تیز رو کے ساتھ پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں

ہر دو بزرگوں کے جواب میں بڑا اہم فرق ہے فہیم اور ذی علم کے لئے تو یہ جوابات خود مشعل راہ ہیں، مولانا ولی اللہ صاحب کے جواب میں جو تلخی ہے، وہ فی الحقیقت ممدوح کی طبیعت کا اقتضا ہے، اور شیخ الاسلام کے منشور گرامی میں جو بلندی، وسعتِ اخلاق اور بےنفسی پائی جاتی ہے وہ ارباب اصلاح وارشاد کے لئے تازیانۂ عبرت ہے، اور یہی وہ بنیادی بات ہے جو شیخ الاسلام

یظن الناس بی خیرا واننی	لشر الناس ان لم یعف عنی

آپ کا مجھ سے بیعت کرنا سخت غلطی تھا اور ہے، جب کہ مرشد کامل اور رہنما واصل مل رہا ہے۔ ضرور ہے کہ مجھ کو چھوڑ کر اس سے بیعت ہوں اور اسی سے استفادہ فرمائیں۔

(۲) میں مختلف امور میں مبتلا ہوں، سیاسیات میں میرا انہماک ظاہر و باہر رہا ہے اور آج تک اس میں دامن ملوث ہے، علوم ظاہرہ کا اشتغال اس قدر ہے اور ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ کوئی وقت اصلاح نفس اور بزرگوں کی تعلیمات پر عمل اور اشغال باطنیہ کا ملتا ہی نہیں، اسفار اور لوگوں سے مخالطت اور خط و کتابت وغیرہ کی اس قدر کثرت ہے جس کی وجہ سے توجہ الی اللہ اور اصلاح نفس کی فرصت ہی نہیں ملتی، اہل و عیال کے مشاغل اور زین فروشی اور دنیا طلبی کا اس قدر انہماک ہے کہ بڑے بڑے ... دنیا داروں کو اس کا عشر عشیر بھی نہیں ملتا، تقریباً پانچ سو روپیہ ماہوار تنخواہ لے کر احادیث نبویہ کی تعلیم دیتا ہوں اور پھر اس میں بھی کس قدر کوتاہیاں ہوتی ہیں اگر حرمت

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۵۶) کے سوا کسی اور شیخ طریقت میں شاید ہی ہو ورنہ اکثر اس صفت سے خالی ہیں اور اسی نقص اور کمی کے رہ جانے کی وجہ سے موجودہ صوفیوں میں وہ بلند نظری نہ پیدا ہو سکی جو اس مبارک طریقہ کا خاصہ رہا ہے۔

پس جب طریقہ ایک مسلک ایک تو پھر یہ کون سا تصوف و سلوک ہے اور کتاب و سنت صحابہؓ کی زندگی سے اس پہ کیا ثبوت ہے "کہ آپ کو اب یہاں نہ تشریف لانے کی اجازت ہے اور نہ خط و کتابت کی ضرورت" حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "تمہارے پاس لوگ مشارق ارض اور مغارب ارض سے علم سیکھنے کے لئے آئیں گے، ان کے متعلق میری وصیت ہے کہ انکے ساتھ خیر اور بھلائی عمل میں لاؤ" اسی وصیت پر صحابہ کرام اور متقدمین عظام کا برابر عملدرآمد رہا ہے، نہ یہ کہ ذرا سی بات پر نادر شاہی حکم نافذ فرما دیا گیا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور شیخیت کی گدی پر بیٹھنے سے پہلے حضرت مدنی جیسے بزرگ کی بارگاہ میں حاضری اور

خداوند یہ نے دستگیری نہ فرمائی تو چھٹکارا ممکن نہیں ، ع

دو دل بودن بجزبے حاصلی نیست

ہوتے ہوئے کیا کوئی کمال حاصل ہو سکتا ہے، عربی کا مقولہ ہے حب الضفتین کذاب ۔

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دون   ایں خیال است و محال است و جنوں

ایسے نفس پرور سگِ دنیا کو کب بیعت وارشاد مناسب ہے، ایسی نالائقی کے ہوتے ہوئے، مجھ کو کب جائز ہے کہ میں بیعت کروں، صرف حضرات اکابر کے حکم پر بیعت کرتا ہوں، ہرگز ہرگز اس کے لائق نہیں ہوں، بیعت ہونے والے دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں، ظاہر کو دیکھ کر فریب میں آجاتے ہیں، اگران کو میری اصلیت اور حقیقت ظاہر ہو جائے تو یقیناً اس سے زیادہ مجھ سے نفرت کریں جتنی کہ وہ کتے اور سور سے کرتے ہیں، خداوند کریم نے پردہ ڈال رکھا ہے، جس کی وجہ سے میری گندگیوں کی لوگوں کو اطلاع نہیں خداوند کریم نے یوم تبلی السرائر میں پردہ پوشی نہ فرمائے تو میرے برابر کوئی فضیحت ہونے والا نہ ہو۔

(۳) مولانا وصی اللہ صاحب منقطع الی اللہ ہیں، سب جھنجھٹوں کو چھوڑ کر صرف باطنی اشغال اور توجہ الی اللہ میں منہمک ہیں، حسب قاعدہ ایک کام کی مداومت اسمیں کمال پیدا کردیتی ہے، پھر ماشاء اللہ ان کو پیر و مرشد کے دربار میں ملتہائے دراز تک حاضر باشی اور ذکر و شغل کی نوبت نصیب ہوئی ہے ذاتی حیثیت سے بھی کامل ہیں، ہم تو ایسے بدنصیب ہیں کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے تو تقریباً

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۶۰) تحصیل کمال کو سرمایۂ نجات بنادے ۔ آمین

یہ والا نامہ ۱۳۷۰ھ کا ہے اور اب ۱۳۷۲ہجری ہے، خوشی کی بات ہے کہ مولانا صفت اللہ صاحب موصوف کو اسی ماہ شوال میں حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی مدظلہ العالی نے مجاز بیعت بنادیا فللہ الحمد والمنۃ ۔

ایک ماہ سے کچھ زائد مکہ معظمہ میں رہنا نصیب ہوا، مگر شمائر حج کی مشغولی کی بنا پر اس مدت قلیلہ میں بھی روزانہ حاضری نہ ہو سکی، حضرت پیر و مرشد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں ڈھائی مہینہ سے زیادہ رہنا نصیب نہ ہوا، حضرت استاذ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں البتہ کچھ رہنا نصیب ہوا تو محرومیت نے دامن نہ چھوڑا، کذالک فی الدنیا تعیش البہائم، حضرت تھانوی قدس سرہٗ العزیز نے مولانا وصی اللہ صاحب کو اپنا خلیفہ اور مجاز بنایا ہے، ان کی بارگاہ میں سیکڑوں بلکہ ہزاروں کو فیض حاصل ہو رہا ہے، اس لئے موقع مت گنوایئے اور ان سے استفادہ کیجیے، خصوصاً جب کہ وہ آپ کے قریب ہیں، ہر بات ان سے دریافت کر سکتے ہیں، روزانہ ان کی خدمت میں حاضر ہو سکتے ہیں، میں اتنی دور ہوں کہ نہ پہونچنا آسان ہے، نہ مجھ سے جواب حاصل کرنا آسان ہے، اس لئے ضروری ہے کہ آپ ان ہی کی طرف رجوع فرمائیں، طریقہ بھی ایک ہی ہے، مسلک بھی ایک ہی ہے، وہ بھی حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کے خلیفۂ برحق کے خلیفہ اور مجاز ہیں، میں بھی حضرت حاجی صاحب کے خلیفۂ برحق کا خاکروب ہوں، پھر غصہ یا خفگی کیسے ہو سکتی ہے، الحکمۃ ضالۃ المومن اینما وجدھا فھو احق بھا بہرحال میرا یہ لکھنا واقعی تھا، خاک ہم از تودۂ بزرگ باید گرفت، آپ میری اس تحریر کو مولانا حبیب الرحمن صاحب دامت برکاتہم کو بعد از سلام مسنون دکھلا دیجئے۔ کثرت کار کی وجہ سے دوسرا عریضہ انکی خدمت میں بھیجنا مشکل ہے، بیعت ہونے کو میں نے اس وجہ سے بھی لکھا تھا کہ وہ آپ کو اپنا سمجھیں اور آپکی طرف خصوصی توجہ فرمائیں، کیونکہ انسان کی طبعی بات ہے کہ اپنے کیطرف خصوصی توجہ کرتا ہے، اور غیر کیطرف منسوب ہونے والے سے کچھ نہ کچھ غیریت ہی برتتا ہے مثل مشہور ہے "پرائے پوت کس نے پالے" والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۷ ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ

مکتوب نمبر ۵۷

جناب مولوی عبدالمجید صاحب اکبرپور ضلع سیتاپور کے نام

محترم المقام زید مجدکم ... السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ ...

محترما! سنی سنائی باتوں پر اعتماد نہ کیجئے، میں ایک معمولی طالب علم ہوں، میں ولی بزرگ، قابلِ ارشاد صاحبِ کشف و کرامت نہیں ہوں، تمام عمر لہو و لعب، کھانے پینے سونے نفس پرستی، دنیا طلبی میں مثل حیوانات و بہائم گذری ہے اور گذر رہی ہے۔ اس سے بڑھ کر دنیا طلبی کیا ہوگی، کہ کتب دینیہ حدیث شریف وغیرہ تنخواہ لے کر پڑھاتا ہوں اور تنخواہ بھی معمولی نہیں، تین سو روپیہ ماہوار، بیشک فضل و کرم خداوندی سے ... باکمال اہل اللہ کے جوتوں کے سیدھے کرنے کا شرف حاصل ہوا، مگر حسب ارشاد، ؎

تہیدستانِ قسمت را چہ سُود از رہبرِ کامِل   خضر از آبِ حیوان تشنہ می آرد سکندر را

خالی ہی رہا، لوگ حسن ظن عمل میں لارہے ہیں، اور انہوں نے آپ کو بھی گمراہ کیا ہے۔ آپ

(حاشیہ مکتوب نمبر ۵۷) محترم المقام حضرت والا زید معالیکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

احقر بحمد اللہ بخیریت ہے، احقر بہت دنوں سے تمنا کرتا تھا، کہ کسی بزرگ اللہ والے شخص سے اپنا رشتۂ بیعت جوڑوں، میری جانب بہت پیر آتے ہیں، دین کو خراب کرنے والے، اپنا مقصد انہوں نے دنیا طلبی بنا رکھا ہے، جس میں دین کی کوئی بھلائی نہیں پائی جاتی۔ بہت پریشان تھا کہ ایسے وقت میں کس کے سامنے جاؤں اور بیعت ہو جاؤں۔ ان گمراہ کن پیروں سے طبیعت مکدر ہو چکی ہے، ان سے کبھی بھی بیعت کا ارادہ نہیں ہے اور نہ کر سکتا ہوں کہ مجھے راہ راست پہ لانے کے بجائے برباد کر دیں گے، اور اگر کبھی نذرانہ نہ پیش کر دنگا تو اپنی بیعت کے

کامل تارک الدنیا اللہ دلی کو تلاش کریں اور اگر بالفرض آپ کو کوئی ایسا نہ ملتا ہو تو ایسے ..... کے پھندے میں تو نہ پھنسئے ؎

کس نیاید بزیر سایۂ بوم ‌ ‌ ور ہما از جہاں شود معدوم

میرے بال سفید ہو گئے، اعضاء میں کمزوری بیحد آگئی، پچھتر سال سے زائد عمر ہو گئی، مگر ہنوز روز اول ہے۔ ؎

قوت تمام گشت و بپایاں رسید عمر ‌ ‌ ما ہمچنان در اول راہش فتادہ ایم

میں مخلصانہ اور ہمدردانہ آپ کو لکھتا ہوں، آپ گوہر مقصود تلاش کیجئے، اور اس تگ و دو میں لگے رہیے، اللہ تعالیٰ کامیاب فرمائے گا، ورنہ آپ معذور ہونگے آپ کو بوقت پیشی یہ عذر معقول ہوگا۔

والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۳ ذی الحجہ ۱۳۷۱ھ

(بقیہ حاشیہ مکتوب ۵) کے توڑنے کی دھمکی دیویں گے، اس کشمکش کی حالت میں چند احباب کے اشارے کے بموجب آپ کی طرف رجوع کیا اور آپ کو صحیح پاتا ہوں کہ آپ سے بیعت ہو کر دین اور دنیا کی سعادت حاصل کروں، اسی غرض کے لئے یہ عریضہ ارسال خدمت ہے، امید کہ حضور والا اپنے فرصت کے اوقات کو تحریر فرما کر مطلع فرمائیں گے، تاکہ حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوں، فقط والسلام

احقر عبدالمجید موضع اکبر پور ڈاکخانہ تمبو ضلع سیتاپور۔ (یوپی)

مکتوب نمبر ۵۸

جناب مولانا حبیب الرحمن صاحب سابق شیخ الحدیث مفتاح العلوم مئو اعظم گڈھ

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔

والانامہ باعث سرفرازی ہوا، رسالہ بحمد اللہ نہایت عمدہ ہے، اس کی قیمت سے مطلع فرمایئے تاکہ لوگوں کو اس سے استفادہ کا موقع ملے، اگرچہ ابھی تک تمام رسالہ نہیں دیکھ سکا ہوں، مگر جتنا بھی دیکھا ہے، مفید پاتا ہوں اور توی اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے ۔ ممکن ہے کہ اس مہینے کی آخری تاریخوں میں بہار کا سفر واقع ہو۔ بوقت واپسی انشاء اللہ مئو حاضر ہونیکا ارادہ کروں گا۔

ترمیم وقف بل جمعیۃ العلماء کے متعلق جلسہ کرنا اور یوپی گورنمنٹ کو صرف اس کی منظوری کی اطلاع دینا ضروری ہے ۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۸ ربیع الاول ۶۳ھ

(حاشیہ مکتوب نمبر ۵۸) اس بحث میں کہ کسی نے ایک مجلس میں تین طلاقیں دیدیں، تو تینوں واقع ہوجاتی ہیں، احقر نے ایک رسالہ لکھا تھا، اور اس کی ایک مطبوعہ کاپی حضرت کی خدمت میں ملاحظہ کیلئے بھیجی تھی رسالہ کا نام "الاعلام المرفوعہ فی حکم الطلقات المجموعہ" ہے (حبیب الرحمن)

مولانا حبیب الرحمن صاحب سابق شیخ الحدیث مفتاح العلوم مئو بہار ضلع کے مشہور صاحب استعداد عالم ہیں جو متانت اور سنجیدگی میں آپ اپنی نظیر ہیں فقہ حنفی میں کافی درک اور مسائل دینیہ میں تحقیق کا شاہکار آپکا وہ رسالہ ہے جسکا ذکر اوپر ہوچکا ہے بعض رسائل اور علمی مضامین بھی شائع ہیں، راقم الحروف پر خاص نظر اور مکتوبات شیخ الاسلام کی نشر و اشاعت پر آپ کی بڑی گہری توجہ ہے۔ جزاء اللہ خیرا۔

مکتوب نمبر ۵۹

جناب مولانا محمد ضیاء الحق صاحب دہلوی کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف

آپ کا علمی مشاغل چھوڑ کر میری ملاقات کو آنا سخت غلطی ہے، بہت جلد آپ کو واپس جانا چاہیئے۔ اور پوری جد وجہد سے علمی مشاغل میں مصروف رہنا چاہیئے میں بحمد اللہ خیر وعافیت سے ہوں۔ ..... زندگی ہے تو بہت جلد آپ حضرات کی خدمت میں پہونچوں گا۔ وہاں ہی ملاقات ہوگی، یہاں ملاقات نہیں ہو سکتی کوئی فکر نہ کیجئے، طالب علم کے لئے علم میں مصروفیت بہت زیادہ ضروری ہے، وقت ضائع مت کیجئے۔

(حاشیہ مکتوب نمبر ۵۹) یہ مکتوب گرامی اس وقت کا ہے، جب حضرت شیخ الاسلام مدظلہٗ مرادآباد جیل میں تھے۔ اور معترضین اپنی کوتاہ بینی کی وجہ سے کہا کرتے تھے کہ حضرت نے دارالعلوم کو سیاسی اکھاڑہ بنا رکھا ہے اور طالب علموں کو علمی مشاغل سے ہٹا کر سیاسیات میں داخل کر رہے ہیں۔ حالانکہ اس مکتوب سامی میں بالکل اس کے برعکس حضرت شیخ مدظلہٗ تعلیمی مشغولیت پر شدت سے زور دے رہے ہیں، اور اسی کو مقدم رکھنا طلبہ کا فرض منصبی قرار دیتے ہیں۔ ع

ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

※ ※ ※ ※ ※ ※

مکتوب نمبر ۵۶

جناب مولوی محمد یونس صاحب بریلی کے نام

دور گردوں گردو روزے برمراد ما نگشت دائماً یکساں نماند کار دوراں غم مخور

ہاں مشو نومید گر واقف نہ از سرِ غیب باشد اندر پردہ بازیہائے پنہاں غم مخور

گر بہارِ عمر باشد باز بر طرفِ چمن چترِ گل برسرکشی اے مرغ خوشخواں غم مخور

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

والا نامہ مورخہ ۱۲ راگست باعثِ سرفرازی ہوا، مجھ جیسے ناکارہ سے جناب کا تعلق قدیم اور وہ بھی ہمدردانہ موجبِ ہزار شکر ہے، جزاکم اللہ خیر الجزاء۔ آمین۔

(حاشیہ مکتوب نمبر ۶۰) معظم و مکرم دام ظلکم العالی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاج مبارک۔

انتہائی جرأت کرکے آج حضور کی خدمت میں لکھ رہا ہوں، اب تک حتی الامکان آپ بزرگوں کی بتائی ہوئی راہ پر عمل پیرا ہوں اور اس نازک دور میں بھی کہ بادل امنڈے ہوئے ہیں، اور اندھیرا ہی نظر آتا ہے، مناسب معلوم ہوا...... کہ آپ کی ہدایت حاصل کی جائے، قبلہ سے انتہائی عقیدت کے باوجود بد قسمتی سے میرا یہ پہلا عریضہ ہے، مدعا یہ ہے کہ موجودہ دور سے قبل ہندوستان کی آزادی کے بعد میں اپنی ہی قوم کے بھائیوں کے ہاتھوں جو تکلیفیں اٹھائیں، ان کا تو اب ذکر ہی کیا، اس وقت مسلمان بھائیوں کے ہاتھوں موت کی دھمکیاں سنیں، سر پھڑوائے، اور آج ان کے ہاتھوں جس کا ساتھ دیا تھا وہی بلکہ اس سے زیادہ وجوہ میں آرہی ہیں، صورت حال یہ نظر آتی ہے کہ شاید بریلی بھی نوا کھالی اور بہار جیسے واقعات سے جلد دوچار ہوگا۔ ان حالات کے پیش نظر قبلہ سے صرف یہی مشورہ طلب ہے کہ ہم گنہگاروں کو کیا کرنا چاہیئے، میں ڈاک خانہ میں ملازم ہوں ۲۲ سال سے زیادہ ملازمت ہو چکی ہے، میرے دو بڑے بھائی صاحبان بریلی میں دری اور ٹوپی کی تجارت کرتے ہیں، اس کی تصدیق حضور میرے ہم نام حاجی سید محمد یونس صاحب بھرودی یا مولوی عبدالحفیظ صاحب

آزادی ہند کے متعلق جن لوگوں کا ساتھ دیا تھا اور طرح طرح کی اذیتیں جھیلیں تھیں آج ان لوگوں کے اس دلخراش رویہ کی جو کہ انتہائی درجہ وحشیانہ ہے، جناب کو شکایت ہے محترما! یہ شکوہ جب ہو سکتا تھا، جب کہ آپ نے ان لوگوں پر احسان کیا ہوتا، حالانکہ واقعہ برعکس ہے، چونکہ انگریز اسلام اور مسلمانوں کا اتنا بڑا دشمن تھا اور ہے، جتنا کہ ابتدا سے آج تک کوئی نہیں ہوا، اور چونکہ اس لئے ہندوستان کی حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی اور وہ مسلمان بادشاہ کا ملازم تھا، اس نے غداری اور مکر کر کے آہستہ آہستہ شاہان اسلام کے نظام کو عہدنامہ کے خلاف توڑا، اور کمزور کر دینے کے بعد خود قبضہ کر بیٹھا تھا اس نے ہندوستان کے اقتدار سے فائدہ اٹھا کر ایشیا۔ افریقہ اور یورپ کی مسلم حکومتوں کو تہ وبالا

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۶۰) سے فرما سکتے ہیں، زمانہ کی نزاکت کے پیش نظر لکھ دیا گیا ہے۔

ادھر کسٹوڈین افسر کے حکم کے ماتحت جو کچھ حکومت کی طرف سے مسلمانوں پر مظالم ہو رہے ہیں ان سے ہر طبقہ کے مسلمانوں میں انتہائی گھبراہٹ ہے اور سونے پر سہاگہ یہ ہے کہ غیر مسلموں کے متواتر جلسوں میں کھلے الفاظ میں اسلام کی توہین کی جا رہی ہے۔ لیکن حکومت کی طرف سے کسی قسم کی رکاوٹ نہیں، کل جمعیۃ کے وفد کی ملاقات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ حکام ضلع نے اس سے بالکل جان کر یالاعلمی ظاہر کی، جلسوں ہی میں نہیں بلکہ گلی کوچوں میں مسلمانوں پر آوازے کسے جاتے ہیں کہ اب مسلمان یہ کہنا بھول جائیں "میرے مولا بلا لو مدینہ مجھے" بلکہ یہ کہیں "میرے جینا بلا لو کراچی مجھے"، اب تک حکام ہر اس مسلمان کی جائداد، مکان وغیرہ ضبط کر رہے ہیں جس کا کوئی عزیز پاکستان گیا ہے، گو اس کا مالک یہاں موجود ہے، اور نیز اس جانے والے کے نام کوئی جائداد نہیں ہے، میری اس وقت یہ التماس ہے کہ ان نازک حالات میں ہم گنہگاروں کی رہنمائی فرمائیں گے اور اپنے مفید مشورہ سے مستفید فرمائیں گے

والسلام خادم محمد یونس بریلی

اس دوالانامہ میں نہ جانے کتنے علمی تاریخی اور سیاسی حقائق اور انکشافات

کیا تھا، اور مقاماتِ مقدسہ اور خلافتِ اسلامیہ کو برباد کیا تھا، غیرہ مسلمانوں کا ہندوستان میں فرض تھا کہ بلا شرکت غیرے وہ انگریزی اقتدار کو مٹائیں، چنانچہ ۱۸۵۷ء تک تنہا مسلمان اس سے برسرِ پیکار رہے، ۱۸۵۷ء کے قرب میں ہندوؤں کو بھی محسوس ہوا کہ اس بدیسی قوم سے ہماری بھی بربادی ہے اس لئے وہ بھی میدان میں آگئے اور مشترکہ جدوجہد غیر آئینی ۱۸۵۷ء میں ہوئی، مگر غداران وطن کی وجہ سے ناکامی ہوئی پھر ۱۸۸۵ء سے مشترکہ جدوجہد آئینی بذریعہ کانگریس شروع ہوئی، اس کے بعد جو حالات اور واقعات پیش آتے رہے محتاج بیان و تفصیل نہیں ہیں۔

خلاصہ یہ کہ آزادی ہند اور انگریزی اقتدار کا مٹانا مسلمانوں کا اولین فریضہ تھا ہندوؤں کا ثانوی تھا، مسلمانوں کی تحریک آزادی میں شرکت کسی دوسرے پر احسان نہ تھی، اگرچہ اس حیثیت کے پیش نظر کہ اگر مسلمان شریک نہ ہوتے تو ہندو کامیاب نہ ہوتا، اس کو احسان کہا جا سکتا ہے مگر حقیقت اور ہے۔

بہرحال جو کچھ مصائب مسلمانوں نے جھیلی تھیں، اس میں اس کو کامیابی حاصل ہوئی اور اس کے اصل دشمن انگریز کا اقتدار ہندوستان سے ختم ہوگیا، اور اس کی.... شہنشاہیت اور اس قوت میں جس کے نشہ میں وہ تمام دنیا کو دھمکاتا تھا، برباد کرتا تھا اس قدر نقصان پہونچا کہ آج وہ نمبر اول سے تیسرے نمبر یا اس سے کم پر آگیا ہے اور

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۶۰) حضرت مولانا مدنی مدظلہ العالی نے فرمائے ہیں اور ایک ایسا جامع تبصرہ ہے جو آپ اپنی نظیر ہے ساتھ ہی سلف صالحین کا آزمودہ نسخہ پیش فرما کر اللہ سے بندے کے تعلقات کو زیادہ مضبوط بنانے کی ہدایت فرمائی ہے اور ساری مشکلات کا حل اسی کے پاس بتا کر اس کی طرف رجوع اور انابت کو مسلمان کی اصلی زندگی قرار دیا ہے، مکتوب گرامی کے شروع میں حافظ علیہ الرحمہ کے اشعار سے زمانہ کی نیرنگی پردہ غیب میں ہونے والے امور سے بے خبری، دنیا کی بے ثباتی وغیرہ کو یاد دلا کر عالم کون و فساد میں جو کچھ ہوتا ہے اس سے یا دوسرے نہ پہونچنے

مستقبل اس کا دھندلا اور تاریک ہوتا چلا جاتا ہے، دنیاوی حیثیت سے مسلمان کی یہ کامیابی کم کامیابی نہیں ہے اور دینی حیثیت سے جن لوگوں کی جدوجہد محض لوجہ اللہ تھی ان کی ہر کوشش اور ہر تکلیف ان عظیم الشان اجر اور ثواب کی باعث ہیں جن کی تحدید نہیں ہے۔

ہاں ہندوستان میں انگریز کے بعد کی حیثیت بھی مسلمان کو دیکھنی تھی، اور اسمیں برادران وطن کو منصفانہ حصہ دینا انسانیت اور شرافت کا مقتضیٰ تھا، یہ مسئلہ تحریک آزادی کے پیش نظر ثانوی تھا، اسکے لئے بھی مسلم نیشنل گروپ نے جدوجہد کی اور قریب تھا کہ بڑے درجہ پر کامیاب ہو جاتا، جمعیۃ علماء ہند کا فارمولا ملاحظہ فرمائیے اگر اس پر مصالحت اور معاہدہ ہو جاتا جو کہ قریب تر ہو چکا تھا، تو موجودہ مشکلات یقیناً بلکہ ان کا دسواں حصہ بھی پیش نہ آتا، مگر انگریز نے ایسا کھیل کھیلا کہ دونوں (مسلمان اور ہندو) کو پٹ کر دیا، دو قومی نظریہ، تنفر اور عداوت کی زوردار آندھی ملک کی تقسیم، تبادلہ فوج، تبادلہ پولیس، تبادلہ ملازمین وغیرہ نے اس قدر نقصان پہنچایا کہ دونوں برباد ہو گئے، اور بالخصوص انڈین یونین میں مسلم پوزیشن انتہائی درجہ پر کمزور ہو گئی، اور ہندو ازم انتہائی درجہ میں عداوت پر اتر آیا، انگریز نے مذکورہ بالا امور ہمارے بھائیوں سے کرائے ہیں اور آج بھی کرا رہا ہے، تاکہ ہندوستان کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ یورپ کا مقابلہ کر سکے اور تاکہ اس کا مفاد تجارت، سیاست، سرمایہ فوج وغیرہ یہاں سے کم و بیش حاصل ہوتا رہے، اور تاکہ وہ اپنے مقالہ ہائے سابقہ کہ ہمارا یہاں رہنا امن و امان کا باعث ہے "صحیح" ثابت ہو جائے۔

آج آپ مجھ سے رہنمائی دریافت فرما رہے ہیں، "خود کردہ را علاجے نیست" اگر

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۶) پر زور دیتے ہوئے ایک حکیمانہ مصرعہ "خود کردہ را علاجے نیست" فرماکر تنبیہ کر دی ہے جسمیں بڑی بصیرت اور عبرت پنہاں ہے، باقی حضرت شیخ الاسلام مدظلہ العالی

یں کہوں تو کیوں غلط ہوگا، ہمارے بھائیوں نے کیا کیا نہیں کیا، اور کیا کیا نہیں کر رہے ہیں ؎

چو از قومے یکے بیدانشی کرد نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را

اگر ایک کی بے عقلی کا یہ حال ہو تو قوم کی اکثریت کی بیدانشی کا کیا نتیجہ ہوگا، بہر حال جو حالت آپ نے موجبات اضطراب کے ذکر فرمائی ہیں، وہ موجودہ کرتوتوں ہی کے نتائج ہیں فالی اللہ المشتکی۔

دوسرے امر کے متعلق یہ عرض ہے کہ قرآن حکیم کی روشنی آج بھی صراحۃً مشعلِ ہدایت ہے جیسی کہ نزول کے وقت میں تھی، سورۂ آل عمران کے آخر میں ہے۔

لَتُبْلَوُنَّ فِیْ اَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ	ضرور بالضرور تمہاری جانوں اور مالوں
وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا	میں تمہارا امتحان لیا جائے گا اور تم ضرور
الْکِتٰبَ الخ	بالضرور اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) اور

م مشرکوں (بت پرستوں) سے بہت سی تکلیف دینے والی باتیں (بدگوئیاں) سنتے رہو گے، اور اگر صبر کرو اور پرہیزگاری اختیار کرو تو یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے،

محترما! آیت مذکورہ کا ترجمہ ملاحظہ فرمالیجئے، کیا جن امور کو آپ پیش فرما رہے ہیں ان ہی کو ذکر فرما کر اس آیت میں رہنمائی نہیں فرمائی گئی، سورہ بقرہ سیقول کی آیت یاایھا الذین آمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ ان اللہ مع الصابرین" سے مُّھْتَدُوْنَ تک کا ترجمہ دیکھ جایئے اور غور فرمایئے کہ ہمارے ساتھ جو معاملہ ہو رہا ہے کیا اسی ارشاد کے مطابق نہیں ہے، اور ہم کو جو اس میں راہ دکھلائی گئی ہے، اس پر

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۶ کے پاس پہلے بھی اور اب بھی یہی ایک نسخہ ہے کہ عزیز دمیرے پاس مصائب اور غم کی آندھیاں ہیں، طوفان اور بگولے ہیں، اور ایک اور بجلیاں ہیں، جن کو میرے ساتھ آنا ہے وہ ان بجلیوں پر سوار ہو جائے، سفر لمبا ہے اور بیابانی کی منزل دور، اگر منزل مقصود تک پہنچنا یقینی ہے۔

ہم کو عمل پیرا ہونا پہلے سے نہیں بتایا گیا، اس قسم کے متعدد ارشادات قرآن شریف میں ہماری رہنمائی کے لئے موجود ہیں، مسلمانوں کو موجودہ احوال میں ان پر مضبوطی سے عمل پیرا ہونا چاہیئے اور بالیقین جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِین صحیح اور واقعی ہے اور یقیناً ہمارے ساتھ ہے، ہر ساتھی اپنے ساتھی کا خیال رکھتا ہے اور اس کے دکھ درد کا معالجہ کرتا ہے، دیر میں ہو یا سویر میں، ہاں یہ ضروری ہے کہ اپنے ساتھی کو آزردہ خاطر کر کے اور تکلیف دے کر اپنے سے علیحدہ اور متنفر نہ کیجیے، مسلمان کا فریضہ ہے کہ وہ احکام خداوندی پر مضبوطی سے گامزن رہیں اور اپنی مصائب اور تکلیف کے متعلق استقلال سے اللہ تعالیٰ پر اعتماد رکھیں، "ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ" اور صبر جمیل پر مضبوط رہیں اور جزع فزع نہ کریں، جو مصائب پیش آئیں ان کو صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کریں اور "انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ" پر عمل کریں امن وامان میں کوئی خلل پیدا نہ کریں۔ وفقنا اللہ وایاکم لما یحبہ ویرضاہ آمین۔ والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۶۶ھ دیوبند۔

مکتوب نمبر ۱۶۵

جناب حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج مبارک

مفصل والا نامہ باعث سرفرازی ہوا، یادآوری کا شکر گزار ہوں، آپ نے میری عرائض کی طرف توجہ فرمائی، اس کا شکریہ پیش کرتا ہوں، جناب کے والا نامہ سے بہت سی

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۶۱) حضرت سیدی وسندی مخدومی ومطاعی دامت برکاتہم، سلام مسنون، شوق زیارت عرض آنکہ بحمد اللہ مع الخیر رہ کر متمنی مزاج اقدس ہوں، حضرت اقدس کا پیغام بتوسط بھائی حافظ محمد یوسف صاحب دام مجدہم، شرف صدور ہوا، جس کو بہت شوق سے سہارنپور جا کر پڑھا، ابھی

غیر معلوم باتیں معلوم ہوئیں، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور آپ کی مدد فرمائے اور اپنی خاص نعمتوں سے نوازے آمین، آپ نے طلبہ کے داخلہ میں جس عالی حوصلگی اور وسعت قلبی کا ثبوت دیا ہے، بلاشک موجب اجر جزیل اور شکر جمیل ہے۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۶) پہلے ایک گرامی نامہ موعولہ مولوی طاہر سلمہ میں بھی احقر کی نسبت کچھ ارشاد تھا اسے بھی پڑھ چکا ہوں عرصہ سے قصد تھا کہ اس سلسلہ میں کچھ تضییع اوقات سامی کروں، مگر ۲۷ رمضان المبارک سے جو تپ و لرزہ کا سلسلہ شروع ہوا تو ابھی پچھلے ہفتہ میں پورے پونے دو ماہ بعد پیچھا چھوٹا ہے، اس دوران میں تقریباً اکثر کاروبار معطل رہے، بمشکل دفتر کا کام نمٹا سکا ہوں اور بھی زیادہ تر تنگھر چارپائی پر رہ کر اس لئے اس سلسلہ میں کوئی عریضہ بھی ارسال نہ کر سکا، مجھے ان ہر دو مکرمت ناموں کے پیغامات سے اپنے فہم کے قدر چند وجوہ مسرت بے اندازہ حاصل ہوئی، اول اس شکایت سے کہ شکایت دلیل تعلق ہے، الحمد اللہ کہ آنمخدوم کو اس ناکارہ سے تعلق ہے، جو میرے لئے باعث سعادت اور فلاح دارین ہے، دوسرے یہ کہ حضرت کو میری اصلاح حال کی طرف بھی توجہ ہے، اس لئے والا ناموں میں ہدایت و نصیحت کا پہلو بھی اختیار فرمایا گیا ہے مجھے اس سے اپنے حسن احوال پیدا ہو جانے کی توقع ہوتی ہے، وما ذالک علی اللہ بعزیز۔۔۔ تیسرے اس وجہ سے کہ حضرت نے مجھ میں سمع قبول اور طاعة کی گنجائش متصور فرمائی اور نصیحت کا محل تصور فرمایا جس نے ناصحانہ خطاب فرمایا، اس سے اس نالائق کو حسن انجام کی توقع بندھتی ہے اور چوتھے اس وجہ سے کہ حضرت نے اپنے وابستوں سے میری صفائی کرا دینے کی سعی فرمائی جس سے اندازہ ہوا کہ مجھے بھی اپنے وابستوں میں شمار فرمایا گیا ہے، اور یہ میرے لئے انشاء اللہ باعث نجات اور ترقی درجات ہے، بہر حال ان وجوہ سے یہ ہر دو پیغامات میرے لئے باعث انبساط و شرح خاطر ہوئے اور حضرت کے لئے بے ساختہ دعا زبان سے نکلی حق تعالیٰ احسن احوال میں جلد زیارت نصیب فرما کر ہمیں بلا واسطہ استفادہ برکات کا موقع نصیب فرمائے۔ آمین سہارنپور کے پیغام میں شکوہ کا حاصل یہ ہے کہ حسب مکالمہ حضرت صدر صاحب مولانا عزیز گل صاحب

میرے محترم! قومی اور اجتماعی کاموں میں ابلیہ سے کے گھونٹ پینے پڑتے ہیں، بلکہ جس قدر زیادہ خدمات انجام دینی ہوتی ہیں، اسی قدر زیادہ صبر اور تحمل کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو بہت ہی زیادہ مصائب کا سامنا ہوتا ہے اشد الناس بلاءً الانبیاء ثم الامثل فالامثل شاہد عدل ہے، قرآن میں جس قدر صبر کے لئے آیات ہیں، کسی اور خلق اور عمل کے لئے نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپکو بہت بڑا

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۲): حسب بیان مولوی ابوالوفا صاحب جو بطور استراق سمع چوری سے میرا کلام سنا مرتب کیا گیا، میں نے مولوی عثمان صاحب سلطان صاحب وغیرہ کو رؤس فساد کر کر انکے استیصال کی سعی کی، اور باوجود حضرت صدر صاحب کے اس معاملہ سے گریز کرنے کے میں ہی ان ہی لوگوں کے اخراج یا استیصال پر مجبور کرتا رہا، میں اس سلسلہ میں نہایت صبر و سکون کے ساتھ صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کیا ۱۳۵۷ھ میں جب کہ انہیں رؤس فساد کے بارہ میں مجلس شوریٰ ۱۳۵۸ ہجری کو اپنی اور ان رؤس کے درمیان مراسلت سنا کر انکے مفاسد پر دھواں دھار تقریر فرمائی جس سے متاثر ہو کر شوریٰ نے تجویز کیا کہ یہ سب قابل علیحدگی تھے، صدر صاحب نے ان کے ساتھ نرمی برتی، لیکن پھر صدر صاحب انہیں اگر پھر بھی مدرسہ کے خلاف سمجھیں تو وہ انہیں علیحدہ کر سکتے ہیں، کیا یہ مراسلہ اور تقریر اور شوریٰ کا یہ تاثر اور تجویز بھی میرے ہی دباؤ سے ہو رہا تھا؟ نیز اس جلسہ شوریٰ ۱۳۶۱ھ میں صدر صاحب کا بھری مجلس میں مولوی عبدالوحید صاحب کے نسبت یہ کہنا کہ یہ نوٹس بنام صدر مہتمم جو بریلی سے آیا ہے عبدالوحید کی سازش و فتنہ انگیزی کا نتیجہ ہے، کیا میں نے جبر و کراہ کر کے ان سے کہلوا دیا تھا، اسی مجلس میں صدر صاحب کا ان رؤس فساد کی طرف اشارہ کر کے یہ فرمانا کہ میں مفسد جماعت اور اس کے فساد کو اپنے دلی یقین کے ساتھ جانتا ہوں، لیکن یہ چالاک اور شاطر جماعت سب کچھ کر کے کوئی حجت اپنے اوپر نہیں آنے دیتی، اس لئے میں نام نہیں لینا چاہتا کیا یہ اقرار و اعلان بھی ان رؤس فساد کی نسبت میں نے ہی اپنے جبر و اکراہ سے کروا دیا تھا؟ کیا حضرت کی اس اشارت سے قبل مولوی نافع گل صاحب اور مولوی جلیل صاحب کے بارہ میں جو جواب طلبیاں ہوئیں جس پر

منصب دیا ہے، اس میں آپ کو بہت زیادہ تحمل اور صبر کی ضرورت اور بہت زیادہ خدمت خلق کا موقع ہے، جس طرح آپ کے لئے خدمات مفوضہ کو باحسن الوجوہ

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۶۱ : ۶۲) حضرت نے ان مصاحبوں سے فرمایا کہ یہ آفتیں تم پر میری وجہ سے آرہی ہیں، تم میرے پاس آنا جانا چھوڑ دو، تو کیا یہ آفتیں اور حضرت کے بیچ میں آنے سے یہ مصیبتیں بھی میرے ہی کسی جبر و اکراہ کا نتیجہ تھیں؟ کیا شعبان ۶۱ھ میں حضرت صدر صاحب کا مجھ سے یہ فرمانا کہ تم ان حالات کی مفصل رپورٹ اور ان رؤس فساد کے متعلق مستحکم مواد فراہم کرو، جو شوریٰ میں پیش کیا جائے، اس ضمن میں ہم بہت کچھ کر سکیں گے، کیا یہ بھی انہوں نے مجھ سے میرے ہی دباؤ سے ارشاد فرمایا تھا؟ اور کیا اس جلسہ شوریٰ ۶۱ھ سے دو تین دن قبل جب کہ میں نے رپورٹ مرتب نہ کی تو حضرت صدر صاحب کا یہ فرمانا کہ رپورٹ مرتب نہیں ہوئی جو ہونی چاہیے تھی، نیز ان رؤس فساد کے نسبت کوئی ایسا عدالتی بیان بھی فراہم نہیں جس کو حجت میں پیش کیا جا سکے لیکن اگر شوریٰ میں کسی کی نسبت کچھ بھی کارروائی نہ کیگئی تو یہ لوگ اور دلیر ہو جائیں گے، کیا یہ بھی میں نے ہی ان سے زبردستی کہلوا دیا تھا؟ اور کیا اسی جلسہ شوریٰ کے اختتام پر صلح و مصالحت کی ہنگامہ خیز تقریروں کے بعد جب کہ صدر صاحب اپنی تقریر میں پارٹی بندی عذاب الٰہی بتا چکے تھے، دو ہی دن بعد مولوی عبدالعزیز صاحب کی دہرہ دون کی کسی تحریر کو حاصل کر کے انکے خلاف مواد فراہم کرنے کا جو حکم ممدوح نے مجھے دیا تھا، کیا وہ بھی میرے ہی کسی دباؤ کا نتیجہ تھا، اور کیا جب کہ اسی مجلس شوریٰ میں حضرت صدر صاحب نے مولوی عثمان صاحب کی یہ شکایت فرمائی کہ انہوں نے حضرت مولانا مدنی کی مجلس میں بمواجہہ مولانا کفایت اللہ صاحب، مولانا احمد سعید صاحب نے، میرے متعلق بعض نا ملائم کلمات کہے جس کی خبر مجھے مولوی عبدالوحید سے ہوئی، اور اس طرز عجیب سے صدر صاحب نے ان لوگوں کے مفاسد پر استدلال فرمایا، تو کیا یہ استدلال بھی میں نے ہی انہیں سمجھایا تھا؟ اور میں نے ہی کہا تھا کہ ان افراد کو رؤس فساد کہا جائے؟ اور کیا حضرت صدر صاحب نے بذریعہ مراسلت حضرت کو جو اپنا رویہ تبدیل کرنے کی طرف توجہ دلائی جس ذریعہ سے گویا یہ رؤس فساد

انجام دینے پر بہت زیادہ اجر و ثواب بھی ہے۔

میرے محترم! ان کاموں کو انجام دینے میں اجتماعی فلسفہ ہی کو کام میں لانا پڑے گا۔ انفرادی

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۶۲) تیار ہوئے، کیا اس پر بھی میں نے ہی انہیں مجبور کیا تھا؟ اور کیا صدر صاحب

جب حیدرآباد کا نمائندہ بن کر آئے اور اپنی مجلسی تقریروں میں علانیہ انہوں نے اپنے کو وہاں کی

مقصد کا تکمیل کنندہ ظاہر کیا کہ بہرحال وہ مقاصد پورے ہی کرنے ہیں۔ کیا مجلس شوریٰ ۵۵ء

سے سیاسی مساعی کی روک تھام کے سلسلہ میں یہ منظور کرانا کہ اس میں بخ اور ضابطہ کا فرق بھی معتبر

ہوگا، اور علی الاطلاق ان امور میں حصہ لینے والا ملازم مجرم سمجھا جائے گا کیا یہ بھی میرے ہی

کسی دباؤ کا نتیجہ تھا؟۔

بہرحال ۵۰ء سے لے کر آج تک اسی استراق سمع کے معاملہ سے قبل و بعد پالیسی تدبر

کے نام پر جو جو عملی کارروائیاں ہوئیں، کیا وہ سب میرے ہی جبر و اکراہ کا نتیجہ تھیں اور کیا

پالیسی مدرسہ کے تحفظ کا میں ہی ذمہ دار تھا، کہ جس سے جو چاہا کرا دیا۔ اور سب بڑے چھوٹے بلا

چون و چرا اس کی تعمیل پر میرے سامنے دم بخود رہتے تھے؟ اگر میں ایسا ہی قوی اور جابر تھا تو

میں نے عہدۂ اہتمام جیسے روایتی عہدہ کو مفلوج ہونے سے کیوں نہ بچا لیا؟ اور اپنی آئینی

بے اختیاری کو انہیں حضرات پر جبر کر کے کیوں نہ زائل کیا؟ ۵۶ء میں جب میں مجلس شوریٰ میں

اپنی بے بسی بیان کر کے عہدۂ اہتمام کو مجبوریت سے نکالنے کے لئے اپیل کرتا ہوں تو حضرت صدر

صاحب صفائی سے فرما دیتے ہیں کہ میں اپنے اختیارات کے مسئلہ کو نٹ بال نہیں بنانا چاہتا

میں جب اسی مجلس میں ماسٹر طفیل احمد صاحب کی نااہلیت کا مسئلہ چھیڑ کر انہیں محاسبی سے علیحدہ

کئے جانے کا منشاء ظاہر کرتا ہوں تو صدر صاحب پورے عنف سے فرما دیتے ہیں، کہ جب تم لوگ

تھانگی کو مدرسہ میں لے آتے ہو، اب گرہ کٹوں سے کیوں ڈرتے ہو، پھر ۵۶ء کی مجلس شوریٰ

میں آئین دارالعلوم پر بحث کے سلسلہ میں جب کہ مہتمم اور صدر مہتمم کے اختیارات کا مسئلہ چھیڑتا ہے

تو مہتمم کو کچھ مستقل اختیارات دیئے جانے کا پہلو سامنے آتا ہے، تو حضرت صدر صاحب سخت عنفناک

اشغال میں آپ مخلی بالطبع ہو سکتے ہیں، اور استبداد کو کام میں لا سکتے ہیں، کوئی آپ کا معارضہ نہیں کر سکتا، راحت اور آرام کی زندگی بسر کر سکتے ہیں، مگر اجتماعی زندگی کا فلسفہ ہی اور ہے، یہاں قدم قدم پر کانٹے ہیں، دلآزاری ہے سلہ

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۶۱ و ۶۲) ہو کر مجھ سے ہی نہیں پوری مجلس سے ناراض ہو جاتے ہیں اور اس درجہ مجلس مجبور ہو جاتی ہے کہ دستور اساسی کی تکمیل اسی مسئلہ پر آ کر رک جاتی ہے، تو میں یا تو ان کے سامنے اس درجہ کمزور اور بے بس ہوتا ہوں کہ مدرسہ کے ایک روایتی عہدہ کو بھی اس کی اصلی حالت پر قائم نہیں کر سکتا، ایک ملازم محاسبی کے بارہ میں مجھے دلشکن جواب دیکر خاموش محض کر دیا جاتا ہے، دو عہدوں کے صحیح توازن کے بارہ میں میری بات غصہ سے ٹھکرا دی جاتی ہے، اور یا ان رؤس فساد کے بارہ میں اتنا قوی اور جابر بن جاتا ہوں کہ مجھ سے صدر صاحب اس درجہ مجبور ہو کر گویا مولانا عزیز گل صاحب سے فرماتے ہیں کہ میں کیا کروں، ان رؤس فساد کے بارہ میں مہتمم متشدد ہے اور مجھے مجبور کر رہا ہے، کیا یہ عجیب بات نہیں، کہ ماسٹر طفیل احمد کے بارہ میں تو انہیں مجبور کر سکوں اور ان رؤس فساد کے بارہ میں ان کی مجبوری اس انتہا کو پہنچا دوں، اس کو چھوڑ کر پارٹی فلنگ کے لحاظ سے دیکھا جائے تو پارٹی بنے انکی، محاذ وہ قائم کرے جس کا ابتدائی علم بھی مہتمم کو نہ ہو، طلباء میں جتھا ان کا قائم ہو، کھلی جنگ منظر عام پر وہ لے آئیں، اور مدرسین نے طلباء میں تنافس باہمی، مجالس درس تک میں آشکارا ہونے لگے، اعلان اہتمام دربارہ سقوط امتحان وہ لکھائیں اور لکھیں، اس اعلان کے خلاف مولوی محمد میاں صاحب کے مضمون کا جواب خود لکھ کر دوسروں کے نام سے وہ چھپوائیں، بریلی کے نوٹس کے جواب میں باہر سے نوٹس منگوانے کے لئے مضمون وہ قلم بند کریں جو بہ تغیر الفاظ کئی جگہوں سے مدرسہ میں پہنچے اور شامل مثل ہوئے طلبا سے مخرجین کے دوبارہ داخلہ کے بارہ میں، ممبران شوریٰ کی انفرادی رائیں کیونکہ وہ نہ مانیں، پھر عین اجلاس شوریٰ میں انہیں طلبہ کے داخلہ و عدم داخلہ کے بارے میں ممبران شوریٰ سے جھڑپ انکی ہو، بھری مجلس میں اپنی رواداری اور حضرت کی تنگی یا پارٹی بندی کی حمایت کی مثالیں وہ دیکر

بھنورا تو بھی پھول کا کلی کلی رس لے　　　　کانٹا لاگے پریم کا تڑپ تڑپ جیو دے

مت گھبرائیے اور صبر و استقلال اور عالی ہمتی اور خوشدلی کے ساتھ اس باغ محمدی (علیہ السلام) کو سرسبز و شاداب کیجئے، فیوض قاسمیہ کو چار دانگ عالم میں منتشر کیجئے،

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۶۱ و ۶۲) وہ بیان کریں، حضرت کی شرائط پر نقد و تبصرہ کرتے ہوئے انہیں شرائط کو موجب فساد نظم وہ تبلائیں، جس سے مجلس اس یقین پر پہونچکر کہ مدرسہ کے اندر فساد شدید موجود ہے ان سے یہ اپیل کرے کہ بھر صفائی سے مفسدین کے نام بتائیے، تو اس پر جواب میں وہ فرمائیں کہ مجھے مفسدین کے فساد پر روز روشن کی طرح یقین ہے، مگر جماعت مفسدین کی چالاکیوں کے سبب عدالتی ثبوت ہاتھ میں نہیں، اس لئے نام لینا نہیں چاہتا، غرض رؤس فساد اور ان کا فساد تقریری و تحریری کارروائیوں کے ذریعہ ظہور تو ان کی طرف سے ہو، ان کے فساد کا یقین انہیں ہو، اور مجرم بنے مہتمم اور وہ بھی اجبار و اکراہ کا جس کی نہ کوئی پارٹی ہے اور نہ جس میں پارٹی سازی کی صلاحیت ہی ہے اور نہ خبروں کے تلاش و تجسس کا جذبہ ہی اس میں ہے، مجھے اس سلسلہ میں اشتراک عمل سے کوئی انکار نہیں جسمیں اگر میں اپنے کو مجبور کہوں تو بجا ہے، کیونکہ اول تو مہتمم کو قوت نافذہ اور صدر کو قوت آمرہ قرار دیا گیا ہے، اس لئے ہر چیز سامنے مہتمم ہی کی قلم سے آسکتی ہے اور اسے کوئی حق نہیں کہ وہ اشتراک عمل سے گریز کرے، یا اپنے قلم کو بچانے کی فکر میں رہے، دوسرے میں خصوصیت سے پالیسی کے سلسلہ میں مہتمم اصل نہیں بلکہ صدر کے ماتحت اور اس کے تابع ہے، اس لئے اشتراک عمل سے بچنے کی اس کے لئے کوئی صورت بھی نہ تھی، تیسرے یہ کہ حضرت نے اپنے بعض مکاتب میں تحریر فرمایا ہے کہ بظاہر اسباب مدرسہ کی بقا و ترقی ہم تین کے سر پر اور ہمارے اشتراک عمل پر آپڑی ہے اس لئے اس اشتراک کو توڑ دینے والا مدرسہ کا دشمن ہوگا. (او بمامعناہ) جو کہے یہ کہ طلبہ کے اس سورش کے زمانہ میں بھائی یوسف صاحب نے باہتمام تمام صدر صاحب کے مکان پر میرا اجہہ خان بہادر شیخ ضیاء الحق صاحب اسکی تائید فرمائی کہ مہتمم اور صدر مہتمم اتفاق و اتحاد اور دلی یکجہتی سے

ٹھوکریں لگیں تو آہ مت کیجئے۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ۔
صبر کن حافظ بسختی روز و شب عاقبت روزے بیابی کام را

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۶۱ و ۶۲) کام کریں تو اس اشتراکِ عمل ہی سے تمام سورشیں ختم ہو جائیں گی، اور فتن کا استیصال ہو جائے گا، ان امور کی بنا پر میں نے اور زیادہ خلوص کے ساتھ اشتراکِ عمل شروع کیا اندریں حالات ان ہنگامی امور میں اگر میں اپنے کو مجبور کہتا تو بجا تھا مگر اللہ اور عجیب ماجرا ہے کہ مجھے اس میں اصل یا مدعی یا جابر کہہ کر ارباب اختیار اپنے کو مجبوری کا عذر رکھ کر بچانے کی فکر فرمائیں۔

اس سلسلہ میں حیرت ناک یہ ہزار داستاں ہے کہ مولانا عزیز گل صاحب سے تو یہ کہا گیا کہ رؤس فساد کے بارہ میں مہتمم آگے آگے جبر کنندہ ہے اور حاجی رشید احمد صاحب سے بعد علیہ شوریٰ یہ کہا جائے کہ جو انہوں نے مجھ سے خود نقل فرمایا کہ ان مسائل میں میں تو بہت کچھ کر گذرتا مگر مشکل یہ کہ مہتمم تعاون نہیں کرتا، ایسا ہی ہے، جیسا کہ حضرت تھانوی مدظلہٗ سے میرے مواجہ میں یہ کہا جائے کہ مولانا حسین احمد صاحب اور ان کے ہم خیال مدرس جو نجی مجلسوں اور درسوں میں کانگریست یا سیاسی تحریکات کا پرچار کرتے ہیں، اس کا سدِ باب کرنا بہت مشکل ہو رہا ہے، اور شاید حضرت سے میری غیبت میں یہ کہا جاتا ہے کہ میں تو آپ کا ہوں بلکہ آپکی کشیدگی یا کبیدگی کی صورت میں میں یہاں رہنے ہی پر تیار نہیں، میں نے تو حیدرآباد میں آپ کی روک تھام اور حفاظت کی فکریں اس وقت کی ہیں جب کہ مخالفین آپ کو مدرسہ سے اکھاڑنے کی فکریں کر رہے تھے، ہاں مگر مہتمم حضرت تھانویؒ سے تعلق رکھتا ہے، اُسے سوچ لینے کی ضرورت ہے۔ اسلئے میرے لئے سخت اشکال ہے کہ میں ان کے کون سے کلام کا یقین کروں، یا ہر کلام کو ناقابلِ اعتبار سمجھ کر رد کر دوں اگر فی الواقع مہتمم کی عادت اسی طرح محاذ بنا کر جنگ کرنے کی ہوتی تو اس سورش کے زمانہ میں مولوی سلطان، عثمان وغیرہ کے مقابل آئی ہوئی پارٹی کی قیادت مہتمم ہی کے ہاتھ میں ہوتی بلکہ اسی کے اقدامات سے یہ پارٹی معرضِ وجود میں آئی ہوتی۔

اخلاص وللہیت تقویٰ اور خشیت کو ہاتھ دل اللہ زبان میں محفوظ رکھیئے، یہی قاسمیت ہے یہی رشیدیت ہے، یہی امدادیت ہے، کان اللہ فی عونکم، زمانہ کی تیز و تند ہوائیں چلیں گی، سمندروں کی موجیں تھپیڑے ماریں گی، خواہشات کے زلزلے آئیں گے، اصحاب

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۶۱ و ۶۲) اب میں رؤس فساد کے استیصال کی اصل حقیقت عرض کرتا ہوں، جس کو بطور استراقِ سمع کوٹھریوں میں چوروں کی طرح چھپکر سنا گیا اور باہر نکل کر اپنے معتقدین میں اضافوں کے ساتھ اسے نقل کیا گیا، بلکہ اس کا پروپگنڈہ کیا گیا یہاں تک کہ یہ مخبوط روایت حضرت تک پہونچ گئی، واقعہ صرف اتنا ہے کہ میرے مکان پر خلیفہ عاقل آئے، اور طلبہ کی ہڑبونگ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس بارہ میں آپ صدر صاحب سے مل لیں، وہ بھی آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں اور اسی وقت مل لیں، اپنے مکان پر اس وقت وہ تنہا ملیں گے، میں اسی وقت ان کے مکان پر پہونچا، معاملات حاضرہ کا ذکر چھیڑا صدر صاحب نے طلبہ کی سورش اور بدلگامی کا بلیغ اندازمیں ذکر فرمایا اور اس صورت کو نہ صرف مدرسہ بلکہ شہر کے لئے بھی خطرناک ظاہر فرمایا، اس سلسلہ میں میری زبان سے نکلا کہ اندریں حالات اس کے سوا چارۂ کار نہیں ہے کہ رؤس فساد کا استیصال کیا جائے، طلبہ، مدرسین، ملازمین میں سے کسی کی تشخیص اس مجلس میں نہیں ہوئی، یہ نام بنام فہرست ان مسترقین نے تراش کر اور مولوی سلطان وعثمان وغیرہ کے اسماء جمع کرکے لوگوں کے سامنے خود کی ہے، جس کے ذمہ دار بھی بہرحال وہی ہیں نہ کہ میں، اس سے ان حضرات کی دیانت اور امانت کا اندازہ ہوتا ہے، ایک سرقۂ سمع پر آمادہ کرتے ہیں، اور وہ بھی دوسرے کو ملزم و مطعون بنانے کے لئے، اور ایک استراق سمع کرتے ہیں تاکہ ایک اصل چیز میں افواہیں شامل کرکے اپنی مجلس کو خوش کرسکیں، مگر ولایحیق المکر السیئ الا باہلہ۔

رہے میرے خیالات اور کابل سے آنے کے بعد جذبات سو اس میں بحمد اللہ کوئی ادنیٰ تغیر نہیں یہ جذبات کابلی نہیں ہیں، بحمد اللہ قدیم ہیں مگر جس طرح آج ان جذبات پر پردہ ڈالنے کی کوشش استراق سمع جیسی حرکات سے کی جارہی ہے، تا آنکہ حضرت کے قلب تک یہ شک پیدا

اغراض جھڑ جھڑائیں گے، مگر آپ کو ہمالیہ بنا چاہیئے، پر دامنت کیجئے اور سعی پیہم میں مردانہ وار گام زنی کرتے رہیئے، حضرت قاسم قدس سرہٗ العزیز نے اگر لیگیوں کی چلمیں بھر بھر کر اور پاؤں دبا دبا کر ان کو راہ پر لانے کا شیوہ اختیار کیا تھا، تو ان کے اخلاف صدق

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۶۱ و ۶۲) کر دیا گیا کہ وہ جذبات اب ہیں بھی یا نہیں؛ ایسے ہی سفر کابل سے پہلے بھی بحمد اللہ اصل جذبات یہی تھے، مگر اس قسم کے نو مساعی اور ساتھ ہی مسئلہ سرپرستی وغیرہ کے اختلاف رائے کو ان جذبات کا پردہ بنایا گیا، اور وہ کبھی بھی حضرت کے سامنے نہ آئے، مجھے خود اس میں غیرت بھی کہ میں از خود اپنے جذبات کو خواہ مخواہ باور کرانے کی کوشش کرتا پھروں، مگر بہر حال جذبات آج بھی جوں کے توں ہیں، طلبہ کے بارے میں نہ حضرت یہ چاہتے ہیں کہ وہ احاطۂ دار العلوم میں انارکسٹ بن جائیں، نہ میں چاہتا ہوں، دوسری جانب نہ حضرت یہ چاہتے ہیں کہ وہ سیاسی شعور سے کورے اور بے بہرہ رہیں نہ میں چاہتا ہوں آگے ان کی سیاسی بصیرت اور ان میں سیاسی شعور پیدا کرنے کی تدبیر کا مسئلہ ہے، کہ وہ ایک صحیح سیاسی جذبۂ شعور و بصیرت کے ساتھ لیکر نکلیں، ان میں محض جذبات ہی نہ ہوں بلکہ ادراک و شعور بھی ہو اور وہ اپنے دینی.. مسلک کے ساتھ سیاسی مسلک بھی لیکر دار العلوم سے نکلیں، جسمیں وہ مبصر اور محقق ہوں سو یہ مسئلہ نہ آپ کے سامنے ہے نہ میں تنہا اس میں کچھ کر سکتا ہوں، میں نے جو تدبیر سمجھ میں آئی تھی، اسے بذیل تحریر حضرت کو دکھلایا تھا اور باضابطہ تعلیمات میں بھی اسے بھیجدیا تھا، مگر وہ ابتدا ہی سے نذر بے التفاتی رہی اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے، حضرت کی اس سارت کے بعد طلبہ کا جو عظیم الشان جلسہ جامع مسجد میں زیر صدارت احقر منعقد ہوا جسمیں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے تقریر فرمائی اور بیچ تقریر درمیان ہی میں چلے گئے، اسمیں حسن اتفاق سے طلبہ کے سامنے احقر نے کابل ہی کے معاملات و خیالات اور وزیر خارجہ سے اپنے مکالمہ کا حوالہ دیکر تقریر کی، اسلئے کوئی چیز الحمد للہ فراموش شدہ نہیں ہے، طلبہ کے سلسلہ میں نیز ملازمین معلومہ کے بارے میں میں نے بحمد اللہ کوئی کارروائی کسی جذبۂ انتقام کے ماتحت نہیں کی اول تو ہر کارروائی میں میں منفرد تھا آمر نہ تھا لیکن جس حد تک بھی

کو اس میں عار نہ آنا چاہیئے، اور نہ گھبرانا چاہیئے اور ہمت بلند ہی رہنی چاہیئے حسن تدبیر اور حکمتِ صدق کو اختیار کر کے سلف صالح اور ان کے فیض کو زندہ کرنا چاہیئے ہم ناکارے بدنام کنندہ نکو ناماں آپ کے ساتھ ہیں، حسب طاقت خدمات انجام

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۶۱ و ۶۲) میری آراء شامل تھیں وہ الحمد اللہ انتقامی نہیں تھیں، مجھے اپنی خود داراً حیثیت کے پیش نظر حضرت کے اس جملہ سے رنج ہوا۔ جو مولوی طاہر سلمہٗ کے موسومہ والا نامہ میں مرقوم تھا کہ "مہتمم صاحب انتقامی جذبات سے کام لے رہے ہیں" اگر میں انتقامی جذبات سے کام لیتا تو اس وقت لیتا جب کہ سنین گذشتہ میں مجھے ہر معاملہ میں زبانے اور پست کرنے کی مساعی جاری تھیں، جو بھی میری طرف منسوب تھا اسے مدرسہ سے کاٹ پھینکنے کی صورتیں پیدا کی جارہی تھیں اور یہ کاٹ و تراش عملاً بہت سوں پر واقع ہوئی، متعدد ملازمین بلا رپوٹ اہتمام بالا بالا نکال پھینکے گئے، حالانکہ جو جرائم ان کی طرف منسوب کئے گئے ان سے بہت زیادہ دوسروں پر بھی عائد ہوئے اور کاغذات میں بھی آئے الیکن چشم پوشی کی گئی یہ سب کچھ مہتمم کی قوت توڑنے کے لئے عمل میں لایا گیا، ۵۵ھ میں طلبہ کا ہڑبونگ بھی ہوا جس کی زد مہتمم ہی پر تھی، مہتمم کو سب تنہا چھوڑ کر بھی چلے گئے یہ سب کچھ ہوا، مگر میں نے کبھی اُف تک نہیں کی، صبر کیا اور اپنے بڑوں کی تکریم و تحریم و تعظیم میں کبھی فرق نہ آنے دیا، اگر انتقامی جذبات سے کام لیتا طلبہ کے مظاہرات کے سلسلہ میں جب سورش اور نظم کا مقابلہ کھلم کھلا شروع کر دیا تو بقائے نظم کے سلسلہ میں میری رائے بھی شریک تھی کہ جو حقیقتاً اس تخریب نظم کے مرتکب ہیں ان کے ساتھ ضابطہ کی کارروائی کی جائے مگر جب کہ حضرات شوریٰ نے طلبہ کے عددِ کثیر کے اخراج پر توجہ دلائی اور اس پر نظر ثانی کرنے کے لئے دائرہ اہتمام کو ہدایت دی تو سب سے پہلے میں نے ہی اپنی رائے ظاہر کی کہ سوائے پانچ طلبہ کے سب کا داخلہ کیا جائے، اگر وہ معذرت کریں۔

حضرت مہتمم صاحب کی رائے میں پانچ سے زیادہ کا عدد ناقابلِ داخلہ تھا، مگر اس رائے

دیتے رہے، اور انشاء اللہ دیں گے۔ واللہ یھدنیا ء ایاکم لما یحبہ ویرضاہ، آمین، والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۲۶ و ۱۲۲) کے بعد انہوں نے اپنی رائے بدل دی کہ سوائے محمدؐ فیض آبادی کے سب کا داخلہ ہو سکتا ہے، البتہ چودہ پندرہ طلبہ جن سے جواب طلب کیا گیا ہے، ان کے جواب آنے پر ان کے داخلہ کے بارہ میں غور و فکر کیا جائے گا، اس کے بعد احقر نے آخری رائے یہ ظاہر کی کہ میرے خیال میں اب کل مخرجین قابلِ داخلہ قرار دیدیئے گئے ہیں تاکہ اعلان اخراج کے مضر اثرات ملک کی فضا میں زایل ہو جائیں، بہرحال اگر طلبہ کے علاوہ کثیر کے اخراج میں اپنی رائے کو شامل کر کے میں نے ایک غلطی کی تھی تو از خود ہی میں نے اس کا تدارک بھی کر لیا اور حضرت کے ارشاد سے قبل ہی میں نے منشا گرامی کی تعمیل کر دی، اخراج طلبہ کے سلسلہ میں میری اولین رائے یہ تھی کہ اس مسئلہ کو مجلسِ انتظامیہ یا مجلس کے مخصوص ممبران حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب، مولانا حفظ الرحمن صاحب کے مشورہ سے طے کیا جائے بلکہ اس میں دوسرے اہل الرائے کو بھی شامل کر لیا جائے اگرچہ وہ ممبر نہ ہوں، کیونکہ مسئلہ اہم ہے، نیز اس سلسلہ کے دوسرے مسائل مثل التوا امتحان اور بندش مطبخ وغیرہ بھی مجلس انتظامیہ ہی کے مشورہ سے عمل میں لائی جائے لیکن اس میں حضرت صدر صاحب کی رائے یہ ہوئی کہ وہ مسائل ہمارے حدود و اختیار سے خارج تھے، اس لئے مجلس سے رائے لینی ضروری تھی لیکن اخراج طلبہ کا مسئلہ خالص اہتمام کے حدود و اختیار کا ہے، اس کی اپیل بھی نہیں ہے، اس لئے خواہ مخواہ مجلس کو اپنی حدود میں دخیل کرنا کیا ضروری ہے، اس پر احقر نے بھی سکوت کیا، اور اسی کے مطابق پھر عمل درآمد ہوتا رہا بہرحال اپنی غلطی اگر ہے تو خود اپنی رائے کی نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ دوسرے حضرات کی رائے مان لینے کی ہے، ~~سو یہ~~ غلط یہ ودی میری پرانی ہے، خود میرے خلاف بھی جو رائیں ہوئیں ان پر بھی اظہار خیال بالآخر دوسروں ہی کی

مکتوب نمبر ۶۲

محترما! میں نے جو کچھ لکھا تھا کہ ہم تینوں کا اشتراکِ عمل مدرسہ کی بہبود اور ترقی کیلئے ضروری ہے، اس کا مطلب یہی تھا کہ اپنی انفرادی زندگی کے لئے تو ہر ایک ایسے سامان رکھتا ہے، کہ جن کی بنا پر کسی کو کسی کی حاجت نہیں، مستقل طور پر گذر بسر کرتا اور کر سکتا ہے، مگر دارالعلوم کی بہبود اور ترقی کے لئے ہم تینوں میں سے ہر ایک کو ایک دوسرے کی حاجت ہے،

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۶۱ و ۶۲) رائیں مان لیں اور جو کچھ ہوا وہ ہوا۔

حضرت نے بہ کمال شفقت تحریر فرمایا ہے کہ "یہ شفیع صاحب اور دوسرے ان کے رفقاء سے مہتمم صاحب کی صفائی کرا دی جائے"۔ مجھے بحمد اللہ ان حضرات سے کوئی کدورت اور گرانی نہیں ہے، مگر اس پر بھی یہ حضرات بکمال محبت خود میرے پاس آئے اور جب یہ مجلسِ شوریٰ ختم ہوئی۔ اور صفائی چاہی ان سے بھی میں نے یہی کہا کہ الحمد للہ کوئی ذاتی عداوت نہیں، معاملات مدرسہ کے سلسلہ میں بحیثیت فرضِ منصبی تنقید اور نکتہ چینی اس سے مستثنیٰ ہے، اس تقریر سے وہ بھی مطمئن ہو گئے اور میں بھی مطمئن اٹھا، لہذا حضرت کے ارشاد سے قبل ہی منشاءِ گرامی کی تعمیل ہو چکی ہے آخر میں ایک خودانہ شکایت پر جو میری پرانی شکایت ہے اس دفترِ بے معنی کو ختم کرتا ہوں اور وہ یہ کہ اکابر نے مجھ پر الزام قائم کرنے کی تو ہمیشہ سعی فرمائی ہے، لیکن بزرگانہ طریق پر اپنے منشاء کو سمجھانے اور تعمیلِ منشاء کا ارشاد کرنے کی صورت کبھی پیدا نہیں ہو پائی، تحریکات کے سلسلہ میں اور معاملات دارالعلوم کے سلسلہ میں بھی خود حضرت نے بھی یہ رویہ اختیار نہیں فرمایا کہ فلاں معاملہ کی صورتِ حال یہ ہے اور تجھے اس معاملہ میں اتنا کام کرنا ہوگا، اگر اس کے بعد بھی میں چون و چرا کرتا تو قابلِ الزام اور قابلِ شکایت تھا، لیکن جب کہ یہ صورت ہی نہیں ہوئی بلکہ از خود کچھ کر لینے پر الزام ضرور قایم کیا گیا تو اس بارہ میں میری ذمہ داری بہت ہلکی ہو جاتی ہے: بہر حال مجھے منشاءِ گرامی کی تعمیل سے کبھی انحراف نہیں ہے، اور نہ پہلے کبھی ہوا، بعض مسائل میں رائیں میری مختلف

آپس میں سر جوڑ کر ہم اپنی جد و جہد جاری رکھیں، تمام امور مہمہ میں مشورہ کریں اور یکجہتی سے کام کریں، صاف دلی کے ساتھ دوسرے کے مشورہ کو قبول کریں، کبھی اپنی رائے پر ہٹ نہ کریں، جو مفید اور حق بات ہو قبول کریں خواہ اپنی رائے اس کے خلاف ہی ہو، اپنی بات کی ترجیح نہ ہونی چاہیے:

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر (۶۲۶) ہوئیں مجلس شوریٰ میں بھی اختلاف رائے نمایاں ہوا تعلیمات کے سلسلہ میں بھی ہوا، لیکن الحمدللہ میں نے اپنی رائے کو منوالنے یا قوی بنانے کے لئے کوئی محاذ نہیں بنایا، مسئلہ سرپرستی میں چھ برس تک میری ایک رائے رہی، لیکن میں نے خود ممبران یا اندرونی جماعت کی کوئی پارٹی اس سلسلہ میں الحمدللہ کبھی نہیں بنائی، بخت اتفاق کچھ ممبر اس رائے میں شریک ہو گئے تو وہ ایک جماعت نظر آنے لگی، ورنہ میری کسی سعی سے ایسا نہیں ہوا، بہرحال اختلافی مسائل میں اظہار رائے کی حد تک توسعی کی لیکن تحزب یا گروہ بندی کے چکر میں کبھی نہیں پھنسا اور اس کے باوجود بھی نہیں پھنسا کہ اندرونی اور بیرونی جماعت کے بہت سے افراد نے مجھ سے اسکی خواہش بھی کی ان حالات میں میرے بزرگوں کا مجھے اپنا نہ سمجھنا یا ضابطہ کی باتوں پر قناعت کرتے رہنا میرے لئے ہمیشہ دلشکنی کا باعث رہا ہے اور اگر اب بھی یہ طرز رہا تو رہے گا، یوں چھوٹا اپنے بڑوں کے سامنے ہر وقت قصور وار ہے، اور اسے اعتراف تقصیر میں کسی وقت بھی تقاعدسی کام نہ لینا چاہیے.

آخر میں توجہ گرامی پر شکر گذار ہوں اور اس تضیع اوقات سامی کی معافی چاہتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آئندہ بھی اسی طرح اپنی ہدایات سے سرفراز فرمایا جاتا رہے گا۔ والسلام

احقر محمد طیب از دیوبند ۶ ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ

راقم الحروف نے مکتوبات شیخ الاسلام جلد اول اخبارات و رسائل کو برائے تبصرہ بھیجی احباب اور بزرگوں نے تقریظ اور تنقید کے ذریعہ میری حوصلہ افزائی فرمائی، اور دوسری جلد کے لئے کچھ ہدایتیں دیں، میں ان تمام حضرات کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں، مجھکو اس سلسلہ میں جناب مولانا سعید احمد صاحب اکبرآبادی اڈیٹر برہان کے مشورہ اور تنقیدات پر خصوصیت کے غور کرنا پڑا، جناب موصوف کو مجھ سے یہ شکایت ہے۔

جیسا کہ حضرت نانوتوی قدس سرہ العزیز کی ہدایت ہے، منفرد ہو کر یا آمر و ڈکٹیٹر بن کر
کام نہ چلائیں میں نے اپنے کو آجتک امور مدرسہ بالخصوص انتظامات میں اسی نمبر کا سمجھا ہے اور
جہانتک مجھے یاد پڑتا ہے ممبروں نے بھی ہم تینوں کو یہی درجہ دیا ہے، بحیثیت اہتمام اگرچہ قوت

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۶۱ و ۶۲) "خطوط کا وہ حصہ جن میں مولانا مدنی مدظلہ نے ملکی سیاسیات
یا معاملات دارالعلوم دیوبند کے سلسلہ میں اپنے بعض معاصرین کی نسبت رنج و ملال
اور کبیدگیِ خاطر کا اظہار کیا ہے، ہماری رائے میں ان کی اشاعت میں جلد بازی اور
بے احتیاطی سے کام لیا گیا ہے "۔

اس تنقید میں راقم الحروف پر دو فرد جرم لگائی گئی ہیں ایک یہ کہ جلد بازی کی، سو اس کا جواب
یہ ہے کہ آخر اس کے اشاعت کی وہ کون سی تاریخ ہوتی؟ صاف بات ہے کہ اس سلسلہ کی ...
سب سے بڑی اور معتبر شہادت حضرت مولانا مدنی دامت فیوضہم کا وجود گرامی ہے اور خدا کرے
تا دیر قائم رہے۔ ضرورت ہے کہ اس طرح کے جملہ امور جو سیاسیات ملکی اور معاملات دیوبند
سے متعلق ہیں اور جو آگے چل کر اہم تاریخ بننے والے ہیں، وہ ایک ایک کر کے ظاہر کر دیئے
جائیں، تاکہ بعد کو قیل و قال کا موقع نہ رہے، اگر کہیں کچھ گنجلک ہو تو اس کی تصحیح و توثیق حضرت
مولانا مدنی مدظلہ العالی سے کر لی جائے سب کو معلوم ہے کہ مکتوبات کے جمع و ترتیب کا کام
تاخیر سے ہو رہا ہے، حالانکہ آج سے بہت پہلے یہ کام ہو جانا ضروری تھا، یہ جلد بازی نہیں
ہے، بلکہ دوسروں کی فرض ناشناسی و ناحق سپاسی ہے۔

دوسرا جرم بے احتیاطی کا ہے، جواباً عرض ہے کہ مکتوبات جلد اول ص ۱۲۶ تا ۱۲۲ پر جو ایک
نوٹ لکھدیا گیا ہے اس کو اب جلد دوم کے مکتوب نمبر ۶۱ و ۶۲ اور مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم
دیوبند کے ایک مفصل خط کے ساتھ پڑھ لیا جائے تو کہنا پڑ جائے گا کہ جلد اول کا مختصر نوٹ بہت
ہی کم ہے۔ مگر ہے بات وہی حق، اگر مہتمم صاحب مدظلہ کا والا نامہ جلد اول کی اشاعت سے
قبل مل گیا ہوتا تو شاید اڈیٹر برہان مجکو بخشدیتے، اور بات گھر کی گھر ہی میں رہتی موصوف اور

عاملہ آپ کے ہاتھ میں ہے اور تھی، مگر یہ قید کہ تینوں کی رائے کا اعتبار ہو، اور اختلاف کی صورت میں کثرتِ رائے کا اعتبار ہو۔ اسی لئے تھی، ممکن ہے کبھی آپ نے میرے اکھڑ پنے کی وجہ سے یہ خیال فرمایا ہو کہ یہ اپنی بات منوانا چاہتا ہے، اور آمریت کو عمل میں لانا ہے۔ مگر میرے دل میں

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۶۱ و ۶۲) مہتمم صاحب نمٹ لیتے۔ مہتمم صاحب نے حضرت شیخ مدنی مدظلہٗ العالی کے جو والا نامے عنایت فرمائے ہیں ان میں ایک تو وہ ہے جو حضرت شیخ مدظلہٗ العالی نے جیل سے حافظ محمد یوسف صاحب کو لکھا ہے اور انہوں نے مہتمم صاحب کو سہارنپور بلا کر دیا تھا۔ دوسرا مہتمم صاحب کا وہ والا نامہ ہے جو بجواب والا نامہ مولانا مدنی مدظلہٗ العالی جیل بھیجا گیا ہے، اور تیسرا حضرت مولانا مدنی کا وہ والا نامہ ہے جو مہتمم صاحب کے خط کے جواب میں جیل ہی سے آیا ہے، ان تمام خطوط کو اور مہتمم صاحب کے مفصل والا نامہ کو اور اس کے خط کشیدہ فقروں اور عبارتوں کو جب کوئی دیانت داری سے پڑھے گا تو انشاء اللہ وہ بھی اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی مرحوم اگرچہ بہت بڑے علامہ اور فہامہ تھے مگر تھے انتہائی بھولے بھالے آدمی جو بقول اکبرآبادی

"مولانا مرحوم عملاً سیاسی آدمی کبھی بھی نہیں رہے۔"

تو پھر جب وہ اس میدان کے مرد نہ تھے، تو پھر چاہے وہ سیاست دارالعلوم کی ہو یا ملکی سیاست اس میں مولانا مرحوم کو آنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟۔

ناظمِ اکبرآبادی نے راقم الحروف کو طعنہ دیا ہے بے احتیاطی کا۔ اور یہ خیال نہیں رہا کہ مولانا عثمانی کے بارے میں کیوں بے احتیاطی کے مرتکب ہو کر مرحوم کی تشہیر ان فقروں کے ذریعہ فرما رہے ہیں

"لوگوں نے توہین و تذلیل کا کوئی طریقہ ایسا نہیں تھا جو حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں اختیار کیا ہو چنانچہ مولانا مرحوم نے خود ہم سے کئی مرتبہ انتہائی غمگین اور آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ ان لوگوں نے دیوبند میں میرا رہنا تو کجا گھر سے نکل کر مسجد تک آنا جانا دوبھر کر دیا ہے الخ۔"

کبھی مشورے سے زیادہ کا خیال نہیں رہا ہے، اور بسا اوقات میں نے اپنی رائے کیخلاف آپ حضرات کی رائے کے سامنے سر جھکایا ہے، ہاں بعض طلبہ کے داخلہ یا امداد کے مسئلہ میں البتہ زور دیتا رہا ہوں اور اس مرتبہ بھی جب یہ معلوم ہوا کہ آپ دونوں حضرات نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ تقریباً اسی طالب علم مدرسے سے بالکل خارج کر دیئے جائیں، اسکا مجھ کو سخت صدمہ ہوا، اور اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ موجودہ زمانہ میں جس قدر بھی ہم سے

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۶۱ و ۶۲) آخر مولانا اکبرآبادی کی جلد بازی اور بے احتیاطی سے لوگ کس نتیجہ پر پہنچیں گے؟ صاف بات ہے کہ دارالعلوم کی فضا صد درجہ خراب ہو کر اہتمام اور سرپرستی کے جھگڑوں سے مسموم ہو چکی تھی، کیا حضرت مولانا طیب صاحب کے والا نامہ سے بھی بڑھ کر کوئی سند ہو سکتی ہے؟ کیا اکبرآبادی صاحب نے مہتمم صاحب پر برہان نومبر ۵۲ء کے ص ۳۰۹ سطر ۱۱ و ۱۳ میں بے احتیاطی سے کام نہیں لیا ہے؟ اور کیا آپ نے حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پر برہان کے صفحات میں چند نمبروں کے اندر صد درجہ بے احتیاطی نہیں برتی ہے؟ حالانکہ

"چہ نسبت خاک را با عالم پاک"

مولانا اکبرآبادی نے ایک الزام حضرت مولانا مدنی مدظلہ العالی پر رکھا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں کہ

"چند غیر ذمہ دار لوگوں کی تحریروں پر اپنے عمر بھر کے رفیق اور حضرت شیخ الہندؒ کے معتمد علیہ سے بدگمان ہو جانا ان کی حوصلہ مندی اور علو ظرف کی شان کے شایاں نہیں ہے"

راقم الحروف کو اکبرآبادی سے یہ دوستانہ شکوہ ہے کہ آپ نے اب تک حضرت امام العصر مدظلہ العالی کو سمجھا ہی نہیں ہے، ورنہ مولانا عثمانی مرحوم کی بلا ضرورت حمایت پر اس درجہ نیچے نہ اتر آتے، کیا اس کے صاف معنی یہ نہیں ہیں کہ مولانا مدنی مدظلہ کی ساری سیاست محض چند حاشیہ نشینوں کی رطب و یابس تحریروں اور اطلاعات پر مبنی تھی! معاذ اللہ معاف فرمائیں۔

"تو حق شناس نہ دلبر خطا اینجاست"

میرے محترم! دبی زبان سے گذارش ہے کہ مولانا حسین احمد کو اگر سمجھنا ہے تو تاریخ آزادی ہند

ممکن ہے لوگوں کو مسلمان اور صحیح العقیدہ مسلمان بنائیں، اور حسب فرمان نبوی (علیہ السلام) فاستوصوا بہم خیرا، ممکن سے ممکن درجہ تک طلبہ کو راہ راست تک کھینچیں تاکہ یہ نوجوان پڑھ لکھکر اپنی حالت بھی درست کریں اور مسلمانوں کی بھی حالت درست کریں اور اسلام کے سچے مبلغ بنیں اخراج کرنا اس نعمت عظمے سے محروم کردینا ہے، اور ہمارے یہاں کی انتہائی سزا ہے جس سے بہت سے خطرات

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۶۱ و ۶۲) کے اس دور کی طرف پلٹ کر جائزہ لینا ہوگا، جب کہ برطانوی دارالعوام سے ڈنکے کی چوٹ یہ آواز سنائی گئی تھی۔

"یہ ترک اور انگریزوں کی جنگ نہیں ہے، یہ اسلام اور عیسائیت کی جنگ ہے خلافت اور اس کے نام پر چلنے والی کسی بھی تحریک کو شمشیر کی نوک سے دھکیل دیا جائیگا۔"

یہ آواز ساری دنیا کے مسلمان سن رہے تھے، ساری دنیا کے مسلمانوں کے کروڑوں دل اس مغرور آواز کو سن کر دھڑک اٹھے، لیکن سنگینوں کی تیز نوکیں، گلے میں قریب لہراتے ہوئے پھانسیوں کے پھندے، بارود کی بدبو اور تاریک قید خانوں کا تصور اتنا دہشت انگیز اور خوفناک تھا کہ زبان ہلانے کی سکت کسی کے اندر نہ تھی، اس سراسیمگی اور دہشت کی فضا کو طاقت اور جبر کے طلسم کو توڑ دینے کے لئے کراچی کی عدالت میں طاقت ور اور ہیبت حق میں ڈوبی ہوئی ایک آواز اٹھی۔

"اسلام کے خلاف بنائے جانے والے یہ شیطانی منصوبے خاک میں ملا دیئے جائیں گے، اگر مذہبی فرائض اور پابندیوں کا احترام اور لحاظ نہ رکھا گیا تو کروڑوں مسلمانوں کو اس کا تصفیہ کرنا پڑے گا۔ کہ وہ مسلمانوں کی حیثیت سے زندہ رہنا چاہتے ہیں، یا مفلوج رعایا کی حیثیت سے، اگر گورنمنٹ اسلام کے مقابلہ پر کمر بستہ اور مذہبی آزادی چھیننے پر تیار ہے، تو پہلا شخص میں ہوں گا جو اپنی جان قربان کردوں گا۔"

یہ حسین احمد مدنی کا نعرہ تھا، جس نے ہندوستان کی ٹھٹھری ہوئی سیاست میں گرم اور

ہیں، شدید ضرورت اور انتہائی معصیت کے وقت ہی اس کو استعمال کرنا چاہیئے اس لئے بطور مشورہ ہر دو عریضوں میں لکھا تھا مجبور کرنا ہرگز ہرگز مقصود نہ تھا۔ میں ہمیشہ کا خادم ہوں مگر نالائق، آپ حضرات بالخصوص حضرت نانوتوی قدس سرہُ العزیز کے خاندان کا خیر خواہ ہوں مگر اکھڑ دریوزہ گر ہوں، مگر ناکارہ غلام ہوں، مگر بیوقوف۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۲۶، ۲۲۶) پرجوش دلوں کی روح پھونکدی، مضمحل اعصاب میں بجلی، اور طوفان کی قوت دوڑا دی، ساری دنیا کے آزاد مسلمان اس آواز کو سن کر غیرت سے پسینے میں نہا گئے۔ جو محکوم اور غلام ہندوستان کی کڑی سے کڑی بندشوں کو توڑ کر بالکل آئی تھی، یہ شیخ الاسلام کا اسلامی کردار تھا، اسوۂ حسنہ پر عمل تھا، اس ہدایت کی تعبیر تھی، جس میں کہا گیا ہے۔" اعلاء کلمۃ الحق" جہاد سے بہتر ہے۔

مولانا اکبر آبادی شوق سے مولانا مدنی کی ذات کو ایک شخصیت سمجھ لیں اور اس کا نام حسین احمد رکھ دیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک مرکز ہے، جس پر شریعت طریقت مذہب و سیاست خوشگوار سنگم بناتا ہے، کیا آج ہند و پاکستان علما سے خالی ہو گیا ہے؟ ایسا ہرگز نہیں، مولانا عثمانی مرحوم جیسے خطیب انشا پرداز اور مصنف موجود ہیں۔ مگر ان ہر دو ممالک میں کوئی اور دوسرا حسین احمد قطعاً نہیں ہے، یہ صرف میرا فیصلہ نہیں ہے خود اکبر آبادی وغیرہم، اہل قلم کا اعتراف ہے۔ اسلامی تاریخ بھی اس طرح کے نظائر سے خالی نہیں ہے، کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ دہلی کے اندر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کی علمی جلالت کا سکہ ہمالہ سے راس کماری تک ہند سے بخارا تک جاری تھا، سیکڑوں ہزاروں شاگردوں اور مریدوں کے علوم معارف کا ایک سمندر لہرا رہا تھا، مگر ان میں سے مولانا فضل حق، مولانا اسمٰعیل شہید، مولانا عبدالحئی، شاہ اسحٰق، سید احمد شہید، امداد اللہ مہاجر مکی، قاسم نانوتوی، قطب گنگوہی، شیخ الہند، عبید اللہ سندھی، انور شاہ، کفایت اللہ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی دامت برکاتہم وہ ہوئے جو سب نہیں ہوا کرتے، مولانا مدنی مدظلہ العالی

میری عین خواہش ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاف اس طریقہ پر مضبوطی سے قائم رہیں جس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ چلتے رہے، اور جس پر ہم دور انتشار وں کو چلایا، میں جب کہ ان اخلافِ صدق میں سے کسی کو اس طریقہ سے دور اور خلاف پاتا ہوں تو بہت زیادہ متاثر ہوتا ہوں، چونکہ زور کچھ نہیں، اس لئے گھوٹ کر رہ جاتا ہوں، اور کنارہ کش ہو جاتا

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۶۱ و ۶۲) کا ظرف وہ ظرف نہیں ہے کہ چند حاشیہ نشینوں کی اطلاع پر بدگمان ہو جائیں، بلکہ اس کا ماخذ آپ کی خدا داد فراست، برطانوی نشیب و فراز سیاست پر گہری بصیرت ہے، اس محمودی و مدنی سیاست کا کورس مالٹا کی پنج سالہ زندگی میں ختم ہوا ہے اور بیسویں صدی میں انگریزی سامراج کا سب سے بڑا دشمن شیخ الہندؒ کا یہ سپوت شاگرد قرار پایا جس نے اپنوں اور بیگانوں کی گالیاں سنیں مگر سب کو اس نے بخشد یا اور معاف کر دیا کہ قصور ان کا نہیں جرم سفید قوم کا اور اس کے کارندوں کا ہے، کیونکہ اس کا مذہب تھا اور ہے "کہ فراست زر شریعت ما کینہ داشتن" البتہ افسوس کے ساتھ اس کو یہ کہنا پڑتا تھا کہ ع

کہ با من آنچہ کردان آشنا کرد

دماغی کام کرنے کی وجہ سے مولانا اکبر آبادی کا حافظہ کچھ کمزور سا ہو گیا ہے اور یاد نہیں رہا کہ کبھی موصوف کے قلم سے "جمعیۃ العلما کا سیاسی مسلک" ایسا اہم اور بصیرت افروز مقالہ سپرد قلم ہو چکا ہے، اور مولانا موصوف کا لیگی سیاست کے متعلق یہ جملہ کہ

"مسلمانوں کی پوری تاریخ میں ایسی کوئی غلطی نہیں ہوئی"

پھر جب مکتوبات شیخ الاسلام جلد اول پر تبصرہ کرنے بیٹھ گئے تو شاید نادانستہ طور پر قلم فیض رقم سے عبارت ذیل ٹپک پڑی ....

....

..... اور آج مسلمان جس دور ابتلاء و آزمائش سے گذر رہے ہیں اس کے پیش نظر تو اب یہ فیصلہ کرنا بھی مشکل ہے کہ کون حق پر تھا اور کون حق پر نہیں تھا نہ وہاں قرآنی اور اسلامی

ہوں، نیز چونکہ گوناگوں افکار میں مبتلا رہتا ہوں مشغولیتیں بہت زیادہ رکھتا ہوں، اس لئے یہی اختراع کیا جاتا ہے، کہ یہ ہم سے کنارہ کش ہے، ورنہ حقیقت یہ نہیں ہے میرا کبھی بھی یہ خیال نہیں ہے کہ معاذ اللہ خاندانِ قاسمی کو کوئی گزند پہنچے ارادہ و عمل تو درکنار، اگر کسی بات سے یہ انتزاع کیا جاتے تو غیر صحیح ہوگا، بہرحال اس اجتماع میں بھی اور آئندہ

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۶ : ۶۲) حکومت ہے اور نہ یہاں مسلمانوں کو سکھ اور چین نصیب ہے"

مولانا اکبر آبادی سا اہلِ قلم آخر یہ کیسے لکھ گیا؟ ع

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے"

اور یا پھر مولانا نور الدین صاحب راجی کی زبان سے اقبال مرحوم کا یہ شعر کیوں نہ پیش کر دیا جائے ؎

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں — کہ درویشی بھی عیاری ہے، سلطانی بھی عیاری

ہماری حیرت واستعجاب کے کئی سبب ہیں، ہم اس کو ظاہر کرنا نہیں چاہتے، البتہ جناب موصوف کی مذکورہ بالا عبارت کی روشنی میں تدرۃً یہ سوالات پیدا ہوتے ہیں، جو مولانا اکبر آبادی کی توجہ کے محتاج ہیں،

(۱) اگر وہاں اسلامی اور قرآنی حکومت نہیں ہے تو وہاں والوں کا حق پر نہ ہونا کیا ظاہر بات نہیں (۱) وہاں والوں کے حق پر نہ ہونے کے ثبوت کے لئے قرآن کے علاوہ اور دلیل کی ضرورت ہے؟-

(۲) اور اگر ہم بھارت کے مسلمانوں کو سکھ اور چین نصیب نہیں تو کیا ہمارے حق پر نہ ہونے کے لئے ہماری پریشانی اور بے چینی ہی دلیل ہے؟

(۳) ہم بھارت کے ساڑھے چار کروڑ سے اوپر کی تعداد والے مسلمانوں کی ماضی کی تاریخ کیا شہادت دے رہی ہے، آیا ہماری اکثریت بلکہ قریب قریب کل تعداد جمعیۃ کی اطاعت گذار تھی؟ یا کہ خود جمعیۃ کو اپنی اطاعت کے لئے جائز و ناجائز ہر طریقے سے مجبور کر رہی تھی؟ جب یہ حقیقت ہے کہ یہاں کے بقیہ مسلمانوں کا رویہ بھی جمعیۃ کے ساتھ معاندانہ تھا تو پھر ہماری پریشانی کو جمعیۃ کے حق پر ہونے نہ ہونے سے کیا تعلق؟

مولانا اکبر آبادی مجھ سے کہیں زیادہ دار العلوم دیوبند کی کشمکش کو جانتے ہیں، لیکن اسی کے ساتھ

ہیں بھی جو صورت حقیقی مفاد دارالعلوم اور ملت اسلامیہ کی ہو اسے اختیار فرمائیں ہرگز ہرگز شخصی اور بالخصوص حسین احمد کے مفاد کو ترجیح نہ دیں، نہ دارالعلوم حسین احمد پر موقوف ہے، اس کے جیسے نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر ہزاروں درجہ بڑھ کر آپ کی جماعت میں، جو کہ اسلاف کرام کے دریوزہ گروں کی جماعت ہے، علمائے کرام اور صلحائے عظام موجود

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۶۱ و ۶۲) مولانا عثمانی مرحوم کی حمایت میں: "غیر محتاط ہیں جو ان کے لئے زیبا نہیں اور نہ تنقید و تبصرہ کے یہ معنی ہیں کہ"

بیک گردشِ چرخ نیلوفری   نہ نادر بجا ماند نے نادری

ناچیز مولانا مدنی دامت برکاتہم کو معصوم نہیں سمجھتا، البتہ محفوظ کا اعتقاد رکھتا ہے اور حتی الوسع ہر ایک بزرگ کے امتیازی اوصاف اور ان کی دینی اور علمی خدمات کا پوری فیاضی سے قائل ہے اور علی وجہ البصیرت مولانا مدنی مدظلہ العالی کو حق پر سمجھتا ہے اور دوسروں کو ناحق پر یقین کرتا ہے اور پاکستانی تحریک کے مؤیدین کے سامنے جن میں مولانا عثمانی مرحوم پیش پیش تھے مولانا اکبرآبادی کے اسی جملے کو دہرا دینا کافی سمجھتا ہے "مسلمانوں کی پوری تاریخ میں ایسی سیاسی غلطی نہیں ہوئی الخ"

اگر قارئین مکتوبات مولانا مدنی مدظلہ العالی کے ہر دو خطوط کے خط کشیدہ فقروں کو بار بار پڑھیں گے تو خود اندازہ کرلیں گے کہ دارالعلوم دیوبند کی کشمکش میں حضرت مولانا مدظلہ العالی کس قدر محتاط، نظام دارالعلوم کے بقاء و استحکام میں کس درجہ ساعی اور اپنے اکابر کے کتنے سچے جانشین اور ان کے خادم اور جانباز سپاہی ہیں دارالعلوم اس کے طلبہ، اساتذہ اور ارباب حل و عقد سے ان کو کتنا گہرا رابطہ محبت اور خلوص ہے، ساتھ ہی اپنے اکابر کے طریق کار اور اس کی صحت پر کتنا زبردست عقیدہ ہے، اسی کے ساتھ تواضع و للہیت کا یہ عالم ہے کہ ساری دنیا بہتر، خود کچھ نہیں، سب لائق اور خود سب سے ہیچ، اسی کا اثر ہے اور ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "من تواضع للہ رفعہ اللہ" اگر ولی اللہی فیض حضرت شاہ اسحاق صاحب سے جاری ہوا، یا حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم و معارف حکم و اسرار کا سرچشمہ میزاب محمودی سے پھوٹ نکلا تو کیا آئیں

ہیں، اور اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے تو تنکے سے کام لیتا ہے، اور پہاڑ رہ جاتا ہے،
حضرت مولانا فخر الحسن صاحب اور مولانا عبد العدل صاحب حضرت نانوتوی قدس سرہٗ
العزیز کے شاگردوں میں سب سے زیادہ ذکی حفظ اور ذہن وغیرہ میں اعلیٰ درجہ رکھنے
والے تھے، مولانا احمد حسن صاحب امروہوی دوسرے درجہ میں تھے۔ اور حضرت

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۶۲ و ۶۳) کسی کو کلام ہو سکتا ہے، کہ اس وقت حضرت امام العصر دامت فیوضہم
کے اقوال، احوال، افعال، مواعظ و حکم، معارف و حقائق، علوم و فنون کا سمندر عجم سے لیکر
عرب تک اور ایشیا سے یورپ تک تشنگان علوم نبوی کے لئے پوری فیاضی سے جاری
ہے، جس نے حرم نبوی میں بیٹھ کر دنیا کی سب سے بڑی زبان دان قوم سے اپنی علمیت اور ادبیت
کا لوہا منوایا اور جس نے قاسم و رشید و محمود اور امداد اللہ کی جانشینی کا حق ادا کرکے
یہ ثابت کر دیا کہ قرن اول کی روح کو بیسویں صدی میں یوں سمویا جاتا ہے۔ ؎

بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن

حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے استعفے کے بعد ۱۳۴۶ھ میں امام العصر مدظلہٗ العالی کا
دار العلوم کی صدارت کو قبول فرمانا دار العلوم کے حق میں خدا کی رحمت ثابت ہوا، چنانچہ
اس وقت سے لے کر آج تک کی مالی اور علمی ترقی سے کس مائی کے لال کو انکار ہو سکتا ہے
.. دار العلوم دیوبند کی دوازدہ سالہ (۱۳۴۶ تا ۱۳۵۸ھ) زندگی پر اجمالی نظر سے غلط پروپیگنڈا کرنے
والوں کا پول کھل جاتا ہے اور مع روزروشن واضح ہو جاتا ہے کہ دار العلوم کی بساط
پر کتنے اور کس قسم کے مہرے بچھے ہوئے تھے، اور کیا کیا کھیل کھیلا جا رہا تھا، باوجودیکہ امام العصر
مدظلہٗ العالی نے پردے پردے میں ظاہر کر دیا تھا کہ اگر علوم قاسمی نے میزابِ محمودی سے نکل کر بہت سوں کو
سیراب فرمایا ہے تو علوم و حکم نبوی میزاب مدنی سے اہل کر حجاز و افغانستان، ہند و پاکستان بخارا
و ترکستان اور افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں کو چودھویں صدی تک آب حیات کا کام دیں گے اور آنے
والی نسلوں کے لئے اس کے زریں کارنامے نقش حیات ثابت ہوں گے۔

رحمۃ اللہ علیہ کی عنایت بھی ان پر سب سے زیادہ تھی، ہمارے آقا حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ ان سب میں گرے ہوئے شمار کئے جاتے تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ سے جو کام لیا وہ ان میں سے کسی سے نہیں ہوا اور نہ ہو سکا، آج فیض قاسمی عالم میں میزاب محمودی سے جاری ہے، حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں شاہ محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سب سے زیادہ غبی مشہور تھے، مگر خاندان ولی اللہی کا فیض انہی سے جاری ہوا، بڑے بڑے مشاہیر علماء اور اذکیا دھرے رہ گئے، بہرحال اللہ تعالیٰ دارالعلوم کا فیض چلانا چاہے گا تو ایک تنکے سے وہ کام لے گا جن کا وہم و گمان بھی کسی کو نہیں ہو سکتا، حسین احمد کی زندگی اور معیشت بھی دارالعلوم پر موقوف نہیں، وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا کی بنا پر اس کا خالق کہیں نہ کہیں سے رزق پہنچائے گا۔ (انشاء اللہ) اس لئے میری مشروط ملازمت میں اگر کلام ہے، یا میرے عقیدے یا دستور العمل میں کلام ہے تو مفاد دارالعلوم اور ملت کو سامنے رکھ کر آپ اور ممبران تجویز فرمائیں، مجھ کو جو کچھ اپنے اکابر سے پہنچا ہے اس کو چھوڑ نہیں سکتا اور نہ چھوڑوں گا۔ الا ان یشاء اللہ باقی جو کچھ میری سمجھ میں بہتری کا ذریعہ آئے گا

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۶۱ و ۶۲) ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق — ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

مولانا اکبرآبادی کی یہ تنقید حق بجانب ہو کر شمس العلمائی کا خطاب حضرت مولانا حافظ احمد صاحب مرحوم کو ملا تھا نہ کہ حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب مرحوم کو قارئین جلد اول میں اسکی تصحیح فرمالیں حالانکہ اس خطاب میں مولانا حبیب الرحمن صاحب مرحوم جو اپنے وقت کے حضرت عمرو بن العاص تھے، انہیں کی سعی کو بڑا دخل تھا، استاذی حضرت مولانا عبیداللہ سندھی مدرسۃ الاصلاح سرائے میر کے قیام کے زمانہ میں العلوم کی ساری داستان مختلف اوقات میں بیان فرماتے رہتے تھے انہیں میں سے علامہ کاشمیری کا حضرت سندھی کی تکفیر کر دینے کا بھی ذکر آگیا تھا یہ کوئی معمولی حادثہ ہے؟ سہ

دیکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی میں معاف — آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے

عرض کرتا رہوں گا، اپنے منشا پر مجبور کرنا نہ میرا منصب ہے، اور نہ کبھی ہوا، تقدیر الٰہی یہی تھا کہ میں شریک اجلاس شوال ہوتا، اور بظاہر اس اجلاس میں بھی شرکت کی کوئی امید نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی اعانت فرمائے اور اپنی مرضیات کی توفیق عطا کرے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

مکتوب نمبر ۶۳

جناب مولانا ابوالحسن حیدری صاحب ایڈمنسٹن روڈ الٰہ آباد کے نام

ترجمہ ابوالطیب المتنبی عن احوالنا بادنی تغیر

(۱) عید بایۃ حال عدت یا عید — بما مضٰی ام بامر فیک تجدید

یہ عید ہے، اے عید تو اب کیا لے کر آئی ہے — کیا پہلے ہی جیسے یا کوئی نئی چیز

(۲) اما الاحبۃ فالبیداء دونھم — فلیت دونک بیدا دونہا بید

میرے اور احباب کے درمیان لمبے میدان حائل ہیں (وہ مجھ سے بہت دور ہیں) اے عید کاش تیرے درمیان بھی بہت سے میدان حائل ہوتے کہ تو میرے پاس نہ آسکتی۔

حاشیہ مکتوب نمبر ۶۳) یہ مکتوب نینی جیل الٰہ آباد سے اس وقت آیا، جب کہ حضرت شیخ الاسلام قید و بند کی زندگی گذار رہے تھے، حضرت شیخ الاسلام مدظلہ العالی کا ادبی ذوق اور بے تکلف عربیت آپ اپنی مثال ہے، خالص عربی لب و لہجہ میں بولنا یہ آپ کا وہ امتیازی وصف ہے جس نے حجازی علماء کو خاص طور پر متاثر کیا، عربی میں لکھنا اور بولنا تو ہمارے ہندی علماء کے اندر سے گویا مفقود ہے، اور خانقاہوں میں تو شاید کار و بار ہی دوسرا ہے وہاں عربیت اور ادبیت کا کیا سوال، اور اب تو خانقاہ اور مدارس دونوں کا حشر ایک ہی ہے، غرض ہماری یہ بہت بڑی بدبختی ہے کہ ہم زبان عربی پر توجہ نہ کریں، ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ جبتک کوئی عربی زبان میں اتنی مہارت نہ پیدا کرلے کہ چند سطریں لکھ سکے اور چند منٹ باتیں کرے ہرگز سندیں نہ دی جائیں اس طرح عربی کا معیار بلند ہوجاتا، اس مکتوب گرامی میں حضرت شیخ مدظلہ العالی

(۳) لولا العلی لم تخطبی ما احاطبها — سجن ولا امر بابه السود

اگر میرے سامنے بلند مقصد نہ ہوتا تو میں ان ارباب جہل و زنید خانے کے حصار میں ہوتا

(۴) انی نزلت بکذابین ضیفهم — عن القری وعن الترحال محدود

میں ایسے جھوٹوں کے یہاں اترا ہوں جن کے مہمان کی نہ تو ضیافت ہوتی ہے اور نہ انہیں جانے دیا جاتا ہے،

(۵) جود الرجال من الایدی وجودهم — من اللسان فلا کانوا ولا الجود

لوگوں کی فیاضی ہاتھوں سے ہوتی ہے لیکن انکی فیاضی محض زبان سے ہے خدا کرے کہ نہ ان کا اور نہ انکی سخاوت کا وجود رہے۔

(۶) نامت نواظیر مصر عن ثعالبها — فقد بشمن وما تفنی العناقید

ہندوستان کے باغبان لومڑیوں سے غافل ہوکر سو گئے، تو وہ انگوروں سے خوب سیر بھی ہوگئے

لیکن انگور ختم نہ ہوئے

(۷) امسیت اروح مثر خازنا ویدا — انا الغنی واموالی المواعید

میں ایسا مالدار ہوگیا ہوں کہ خازن اور ہاتھ دونوں کو کچھ کرنا نہیں پڑتا ہے، یعنی میں غنی ہوں اور میرے

مال لوگوں کے وعدے ہیں

(۸) من علم الانگلو الغربی مکرمة — اقومه الجلف ام آباؤه السود

انگریز صاحب کو کس نے شرف سکھایا کیا اسکی اناڑی قوم نے یا اس کے بدبخت اباء نے

مولائی المحترم رفاکم اللہ تعالیٰ اسنی المراتب آمین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! اولاً نبارك لكم فی هذا العید السعید

جعلكم الله من العائدین لامثاله وامثال امثاله الی ما لا یعد ولا یحصی

ومن الفائزین بالمقاصد فی الدارین آمین، وان تفضلتم علینا بالسؤال

عنا فاعلموا انا ورفقاء نا کلهم بخیر وعافیة وقد تشرفوا بالعید وما فیه فی الحالة

(بیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۶۳) نے متنبی کے ایک قصیدہ میں خفیف تغیر کے ساتھ بسلسلۂ عید فطر اپنے جذبات

کی ترجمانی فرمائی ہے جو بہت خوب ہے۔ اشعار کا ترجمہ راقم الحروف کا ہے۔

۱۸۰۳ء میں دار الحرب ہونے کا فتویٰ دیتے رہے ہے، فتاویٰ عزیزیہ دیکھئے، اور ہمارے اکابر اسی وقت سے دار الحرب ہونے کا فتویٰ دیتے رہے ہے، اور آج بھی وہی حال ہے جمعہ دار الحرب میں یقیناً ہوتا ہے اور فرض ہے، جیسا کہ آپ انگریزی زمانہ میں پڑھتے رہے ہے اور شامی شرح درمختار میں خلیفۂ وقت سلطان عبدالحمید مرحوم آف ٹرکی کا حکم ان اہالیانِ بلاد کے متعلق ذکر کیا گیا ہے، جو کہ پہلے دیارِ اسلام تھے اور پھر ان پر کفار نے غلبہ کرلیا ہے، کہ ان بلاد کے مسلمان جمع ہوکر جمعہ پڑھا کریں، دعواتِ صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں، واقفین و پرسان حال کو سلام مسنون عرض کردیں، والسلام۔

ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ۔ ۶ر صفر ۱۳۷۰ھ از دارالعلوم دیوبند۔

مکتوب نمبر ۶۵

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاج شریف

تعجب ہے کہ آپ اپنی مساعی معاشیہ کو جو کہ اہل وعیال اور یتیم و بیوگان کے لئے بھی ہے شکم پروری قرار دیتے ہیں، اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ العزیز کے قول "جب انسان بیل اور گدھے کی طرح روٹی کے پیچھے پڑجاتا ہے تو اسوقت اس کی روحانیت سلب ہوجاتی ہے" کو اپنی حالت کا مصداق بناتے ہیں، حالانکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(حاشیہ مکتوب نمبر ۶۵) اس مکتوب گرامی میں عبادت کے مفہوم کو نمایاں اور واضح دلیل سے ظاہر فرمایا گیا ہے کہ آدمی کا محنت اور مزدوری کرکے اپنے اہل وعیال کی پرورش کرنا، حتی کہ جو لقمہ بیوی بچوں کے منہ تک جاتا ہے وہ سب عبادت کے مفہوم میں ہے کیونکہ جس طرح ہمارے نفس کا حق ہے اسی طرح اہل وعیال کا بھی حق ہم پر لازم ہے، اور سارے اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے، تو پس جس طرح ہر حکم خداوندی کو ماننا عبادت ہے، اسی طرح ہر ممانعت سے باز آجانا عبادت ہوگا، اس لئے ہمارا فریضہ یہ ہونا چاہئے کہ ہم اپنی پوری زندگی کو عبادت بنالیں، جو بدون رضائے باری کے معتبر نہیں ہے۔

ارشاد فرماتے ہیں "نفقۃ الرجل[۵۱] علی اہلہ صدقۃ حتی اللقمۃ ترفعہا الی فم امرأتک الحدیث متفق علیہ،

مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

چیست دنیا از خدا غافل بُدن　　　نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

کھانا پینا، سونا جاگنا وغیرہ نیت سے عبادت ہو جاتا ہے اور بلا نیت یا بہ نیتِ ریا و سمعہ نماز بھی عبادت نہیں رہتی، پھر آپ اسقدر غلط فہمی میں کیوں مبتلا ہیں انما الاعمال[۵۲] بالنیات وانما لکل امرء مانوی، الحدیث کو کیوں بھول گئے، نیت کیجئے اور اس کی تصحیح کیجئے، لنفسک[۵۳] علیک حق ولاہلک علیک حق الحدیث کو پیش نظر رکھکر ہر صاحب کیلئے حسب ارشاد خداوندی، حقوق پہنچانے کی نیت کیجئے، اور اپنے چلنے بیٹھنے، سونے جاگنے، کو عبادت بنایئے۔ انسان اسی نیت سے اپنے تمام اوقات کو عبادت کرلے گا، نعمائے خداوندیہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے لوٹیئے اور خوب لوٹیئے، ہر کام میں رضائے باری سبحانہٗ تعالیٰ ملحوظ نظر رکھیئے واللہ الموفق،

آپ کا تفرقہ ''دربارۂ کفر و ایمان خاتمہ.... سمجھ میں نہیں آیا، محترما! جب تک انسان کے ہوش و حواس ہیں اور ملائکہ اور روحانیین کا مشاہدہ نہیں ہوتا ایمان بھی معتبر ہے اور کفر بھی اور جب عالم غیب مبدل بالشہادت ہو گیا، جس کو غرغرہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور کبھی "حضر احدہم الموت" اور کبھی "بلغت القلوب الحناجر" سے تعبیر کیا گیا ہے، تو اسوقت کا نہ ایمان مفید ہے، اور نہ کلمات کفریہ مضر ہیں نہیں سمجھتا کہ آپنے تفرقہ کہاں سے کیا، یہ مسئلہ عنداللہ کے متعلق ہے، البتہ عند الناس اسوجہ سے تفرقہ ہوگا کہ وہ حقیقت سے ناواقفیت کی بنا پر غیب و مشاہد میں فرق نہیں کرتے اور خاتمہ کو محض ظاہر پر معلق رکھتے ہیں۔

والسلام۔　　　ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۷۱ھ

---

۵۱ انسان جو کچھ اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے وہ صدقہ ہے یہاں تک کہ اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ اٹھا کر دیتا ہے تو وہ بھی صدقہ ہے۔ الخ۔ ۵۲ عمل کا مدار نیت پر ہے، انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ نیت کرے۔

۵۳ تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے۔ تیرے گھر والوں کا بھی تجھ پر حق ہے۔

الراهنۃ واشکر واللہ علی ما انعم۔ یرجون رحمتہٗ ویخافون عقابہ ۵

عسی الکرب الذی امسیت فیہ یکون وراءہ فرج قریب

ھذا وسلموا منّا علی من لدیکم سیما الوالدۃ الماجدۃ واھلکم البررۃ واشبالکم الکرام ومن یسئل ودمتم علی قلل المرادات والسلام ختام فی ۳ر من شوال۔ خویدکم۔ چراغ محمّد غفرلہ من الہ اباد۔

مکتوب نمبر ۶۴

حزب البحر کے متعلق جناب سوال فرماتے ہیں، اس کا طریق زکوٰۃ حسب ذیل ہے اس کے تین طریقے ہیں۔

۱۔ پہلا طریق:۔ (۳۶۰) دفعہ پڑھنا، تین دن میں یا بارہ دن میں، اسمیں اعتکاف اور احتیاط کھانے پینے کی اور پہننے کی شرط ہے، جسے ترک جلالی وجمالی کہتے ہیں، ایک جنس غلہ کی بے نمک، بے دودھ مٹھائی وغیرہ کھانا ہے، اور کپڑا ایک مثل احرام کے اور ہر روز غسل مگر سردی میں سیکنا یا آگ پاس رکھنا مضائقہ نہیں، ایسا ہی کمبل رضائی وغیرہ اوڑھنے میں بھی حرج نہیں مگر اس کے لئے کوئی وقت معین نہیں، گرمی کے موسم میں کرلے کہ یہ تکلیف کرنا نہ پڑے، اعتکاف کے لئے سامان بعد العصر کرلیں، اور قبل غروب آفتاب اعتکاف میں بیٹھ جائے، اور آخر اس کا غروب تیسرے دن یا گیارہویں دن ہوگا، تعداد معین تمام شب وروز میں پوری کرلے، مگر ایک سو بیس بار روز پڑھنے میں فرصت نہیں ملتی کہ کچھ کرسکے، بعد سونے اور حاجت ضروری اور وظیفۂ معمولی بہت قلیل وقت اسے پڑھ کر بچتا ہے، ترک جلالی وجمالی میں احتیاط ہونی چاہیئے، کھڑاؤں کھونٹی دار پہنیں، تہبند اور چادر خواہ سلی ہوں یا جدا جدا پہنیں، مقصد یہ ہے کہ چادریں بشکل کفن ہوں سلی ہوئی ہوں یا نہ ہوں، جا نماز کا دوختہ ہونا حرج نہیں ایسے ہی بچھونا وغیرہ

اعتکاف میں بیٹھنا، لیٹنا، سونا، جائے اعتکاف میں ہونا چاہیے، کیونکہ خلوت مقصود ہی، بے ضرورت باہر نہ نکلے ؛

۲ - دوسرا طریق :- خاص عشرہ کے مہینے میں تین دن کا اعتکاف اور تین بار ہر روز پڑھنا، اس میں کچھ شرط نہیں، البتہ کھانے میں اگر ترک لذات یعنی نمک مٹھائی وغیرہ کرے بہتر ہے، ضروری نہیں، البتہ سبحان اللہ سوالاکھ مرتبہ پڑھنا، ان دنوں میں بہتر ہے تاکہ وقت بے کار نہ جائے اور اثر ہو، رات کو کچھ جاگنا اور سونا معین نہیں، اپنے معمول کے مطابق سوتا جاگتا رہے۔

۳- تیسرا طریق، مدام پڑھتے رہنا، اس طرح برس دن میں زکوٰۃ ہو جاتی ہے۔ حاجت اعتکاف وغیرہ کی نہیں ہے، اور یہ قاعدہ عام ہے کہ جب حزب البحر کو چند بار پڑھنا ہوتا ہے، خواہ زکوٰۃ میں یا عمل میں تو ایک بار اشارات اور مکرر پڑھنا سب معمولی امور ادا کرتے ہیں باقی میں صاف بدون تکرار و اشارہ وغیرہ کے پڑھ لیتے ہیں چراغ جلانے اور خوشبو لگانے میں کچھ مضائقہ نہیں، ان ترکیبوں میں نہ حصار کی حاجت ہے نہ خوف رجعت کا ہے نہ کسی قسم کی دہشت اور خوف ہے، درود شریف ہر وظیفہ کے اول آخر میں تین بار یا سات بار یا گیارہ بار پڑھ لینا بہتر اور افضل ہے۔

حزب البحر کے روزانہ پڑھنے کے منافع | منافع اس کے بے حد ہیں، حفاظت بلا سے، نجات دشمنوں سے، خاص کر غلبۂ نفس اور شیطان پر، تسخیر عام کشائش رزق، دفع کید اعدا، پناہ امراض ناکارہ، غرض کہ بہت کچھ منافع ہیں، اور اس صورت پر برس دن میں زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔

آپ دریافت فرماتے ہیں کہ اس وقت ہندوستان دارالحرب ہے یا نہیں؟ اور دارالحرب میں جمعہ جائز ہے یا نہیں؛ تو حضور ہندوستان میں جب سے اقتدار اسلام ختم ہوا، جب ہی سے دارالحرب ہے، حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ..... اپنے زمانہ

خواب سب اچھے ہیں اور امید افزا، تعویذوں کی بھی اجازت دیتا ہوں، القول الجمیل میں سے لکھدیا کریں، یا مقصود کے مطابق کوئی آیت لکھدیا کریں، قرآن شریف کا ترجمہ پڑھانا بھی تبلیغ ہے، بہرحال جسقدر ممکن ہو انسانوں اور بالخصوص مسلمانوں کی اصلاح اور ہدایت میں بلا طمع کوشاں رہیں، دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں، واقفین پرسان حال سے سلام مسنون عرض کردیں، آپ کا لفافہ کارآمد نہ ہونے کیوجہ سے واپس ہے۔

والسلام۔ حسین احمد غفرلہٗ۔ ۷ ربیع الاول ۱۳۶۹ھ

مکتوب نمبر ۶۷

ایک طالب علم مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کے نام

محترم المقام زید عنایتکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاج شریف

آپ کا والانامہ باعث سرفرازی ہوا، میں سفر میں تھا اور مصروفتیں بہت زیادہ رہیں اس لئے جواب میں تاخیر ہوئی، معاف فرمائیں، آپکے اور آپکے دوست کے سوالات کے متعلق جوابات عرض کرنے کے پہلے دو تین باتیں بطور تمہید پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

(حاشیہ مکتوب نمبر ۶۷) وجود باری تعالیٰ اور انسان کے مجبور ہونے سے متعلق سوالات پر مشتمل ایک خط مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے کسی صاحب نے حضرت امام العصر دامت برکاتہم کی خدمت میں بھیجا تھا، جو بجنسہ الاصغر اکتوبر ۱۹۵۰ء سے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں، وھو ہذا۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا صاحب السلام علیکم۔ آپ مجھے تو نہ جانتے ہوں گے، لیکن آپ کو تقریباً ہندوستان کا بچہ بچہ جانتا ہوگا۔ دراصل مجھے آپ سے کچھ سوالات کرنے ہیں، خدا تعالیٰ کے وجود کے اوپر، یہ نہ سمجھئے گا کہ اس وجہ سے پوچھ رہا ہوں کہ میں خدا کو نہیں مانتا، بلکہ یہ حقیقت ہے کہ میرا دل ہمیشہ سے اسلام کے اصولوں اور خدائے تعالیٰ کے حضور میں جھکا رہا، دراصل میری گفتگو ایک کمیونسٹ لڑکے سے ہوئی، اس نے مجھ سے مندرجہ ذیل سوالات پوچھے۔ (۱) خدا تعالیٰ ہے کیا چیز؟ جواب،

(۱) سلسلۂ اوصاف میں دو قسم کے اوصاف پائے جاتے ہیں بعض وہ ہیں جو کہ اپنے موصوف میں عارضی ہیں اور بعض وہ ہیں جو کہ ذاتی اور اصلی ہیں، عارضی وہ ہیں کہ جو کبھی موصوف میں پائے جاتے ہیں اور کبھی جدا ہو جاتے ہیں، عالم میں روشنی کبھی پائی جاتی ہے جیسے دن میں اور کبھی جدا ہو جاتی ہے جیسے رات میں یہی حال چیزوں کی گرمی سردی وغیرہ کا ہے، کبھی کوئی لوہا، پتھر، برتن وغیرہ سرد ہوتا ہے کبھی گرم ہو جاتا ہے، ذاتی وہ اوصاف ہیں جو کہ کبھی اپنے موصوف سے جدا نہیں ہوتے۔ جیسے آفتاب کی روشنی، اور آگ کی گرمی۔

فلسفہ کا مشہور و مسلم مسئلہ ہے کہ عرضی اوصاف ہمیشہ ذاتی اوصاف والے سے آتے ہیں، عالم میں روشنی آفتاب سے آتی ہے، لوہے پتھر، برتن وغیرہ میں گرمی آگ سے آتی ہے، ذاتی اوصاف کسی دوسرے سے حاصل نہیں ہوتے، بلکہ وہ اپنے موصوف کے خانہ زاد اور اصلی ہوتے ہیں، ان کے حاصل ہونے میں کسی دوسرے موصوف کا محتاج نہیں ہوتا، یہ سلسلہ اوصاف کا موصوف ذاتی پر ختم ہوتا ہے، اس بنا پر جیسے روشنی کا سوال آفتاب پر اور گرمی کا سوال آگ پر ختم ہو جاتا ہے، تمام اوصاف کا سوال اباالذات پر ختم ہو جاتا ہے، ہر چیز مکانی ہے مکان کی محتاج ہے مگر مکان کیلئے

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ٦٧) میں نے اس سے کہا کہ خدا تعالیٰ نے تمام کائنات کو بنایا ہے، جیسے کہ بڑھئی میز کرسی کو بناتا ہے، تو ظاہر ہے کہ وہ کسی کے ہاتھ ہی سے بنائی جاتی ہے نہ کہ خود بن جاتی ہے یہی سوال خدا اور دنیا کے درمیان ہے۔

(۲) ان صاحب نے کہا کہ میں مانتا ہوں جیسے کہ ایک میز کرسی بنانے والا بڑھئی ہو سکتا ہے تو اس کے ساتھ ساتھ بڑھئی کو بھی تو کوئی پیدا کرنے والا ہے، لیکن آپ لوگ کہتے ہیں کہ خدا کو بنانے والا کوئی نہیں تو اس کا بنانے والا بھی تو کوئی ہو سکتا ہے، جواب، میں نے کہا کہ حضرت جو اتنی بڑی کائنات کو بنا سکتا ہے تو اس کے لئے ممکن ہی نہیں بلکہ ظاہر ہے کہ اس کو بنانے والا کوئی غیر

مکتوب نمبر ۶۶

جناب مولانا مظہر حسین صاحب بہین تحصیل چکوال ضلع جہلم کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

والانامہ باعث سرفرازی ہوا تھا، مگر عدیم الفرصتی کی وجہ سے جواب میں تاخیر ہوئی معاف فرمائیں آپ کی خیر وعافیت معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی، تلاشی کا واقعہ صرف ایک اشتہار قربانی کے متعلق ہوا تھا، جس میں کوئی چھپانا مقصود نہیں تھا، اسکو حکام نے قابلِ اعتراض سمجھا اور اہل دار العلوم اس کو قابلِ اعتراض نہیں سمجھتے تھے بہرحال تقدیرات الٰہیہ میں جو کچھ تھا وہ پیش آیا۔ فالی اللہ المشتکیٰ،

میرے محترم! مقصود اصلی سلوک سے احسان ہے (ان تعبد اللہ کانک تراہ الحدیث) یعنی سالک میں ملکۂ راسخہ پیدا ہو جائے، یہ مدار ہے اور باعتبار نہایت کے رضا باری عز اسمہ کا حصول ہے ؎

فراق و وصل چہ خواہی رضائے دوست طلب   کہ حیف باشد از و غیر ازیں تمنائے

یہ کوشش کرنا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت صادقہ پیدا ہو جائے، اور وہ بڑھتے بڑھتے اتنی ہو جائے کہ ماسوا کا تعلق قلبی منقطع ہو جائے، یہ اور اس کے مؤیدات ذرائع سب کے سب وسائل ہیں ریاضات اور اصلاح اخلاق بھی اسی قسم سے ہیں، متقدمین صوفیہ اصلاح

(حاشیہ مکتوب نمبر ۶۶) خوف اور رجا کے مفہوم میں مفسرین اور علماء سلوک کی تحقیقات کا خلاصہ صرف اس قدر ہے کہ خوف درجایہ ہے کہ کوتاہی کی وجہ سے عمل کے قبول نہ ہونے کا ڈر اور محض رحمت کے بھروسہ پر اس کے قبول ہونے کی امید کا نام الایمان بین الخوف والرجاء ہے، چنانچہ اہل علم اس طرف بھی گئے ہیں کہ بندے کو سزاوار ہے، کہ زندگی میں خوف کو غالب رکھے اور جب موت آجائے تو امید کا غلبہ ہو جائے کیونکہ مسلم میں روایت ہے۔ کہ تم میں سے کوئی نہ مرے مگر وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بہترین حسن ظن کیساتھ مرے،،

اخلاق کو مقدم سمجھتے ہیں اور بسا اوقات اس میں سالہا سال خرچ کر دیتے ہیں جس کے نتیجہ میں بسا اوقات وصول الی اللہ سے پہلے موت آجاتی ہے، اور انسان کو محرومی کی حالت میں دنیا سے سفر کرنا پڑتا ہے، متاخرین نے اس میں تدبر سے کام کیا، وہ وصول الی اللہ اور توجہ الی الذات المقدسہ کو مقدم فرماتے ہیں، اور اس رابطہ میں انہماک کرا کر حضور دائم کو پیدا کرتے ہیں اور اس ہی ملکہ کو رسوخ و قوت دیتے ہیں، اور جس کی وجہ سے اخلاقِ ذمیمہ اور رذائل ایک ایک کر کے زائل ہو جاتے ہیں بہرحال آپ توجہ الی الذات المقدسہ میں ہمیشہ کوشاں رہیں خواہ الی الذات المحضہ کی طرف یا باعتبار صفۃ من صفات الکاملۃ اور الَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلٰوتِهِمْ دَآئِمُوْنَ کا حال قائم رکھیں۔

انسان کے اعمال میں نقائص کا ہونا فطری امر ہے، مگر انسان کا فریضہ ہے کہ نقائص کے ازالہ میں کوشاں رہے اور ایاک نستعین ہر نماز میں اخلاص سے کہتا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں (دعا میں) ما عرفناک حق معرفتک[1] ولا عبدناک حق عبادتک (او کما قال) غرضکہ اپنی طرف سے جدوجہد اعمال کی تتمیم اخلاص کی تکمیل ہمیشہ جاری رہنی چاہیئے اور بارگاہ خداوندی میں اقرار بالتقصیر کے ساتھ جو کہ واقعی امر ہے، معافی کی درخواست ہمیشہ جاری رہنی چاہیئے اور قبولیت کی امید رکھتے ہوئے ہر وقت خائف عن غضبہ تعالیٰ بھی رہنا ضروری ہے، الایمان بین الخوف والرجاء۔

میں پہلے بھی غالباً آپ کو لکھ چکا ہوں کہ آپ کو اجازت ہے، جو بھی آپ سے بیعت ہونے کی درخواست کرے اس کو بیعت کر لیا کریں اور اشغال سلوک تلقین فرما دیا کریں اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا، اتباع سنت کا ہمیشہ اور ہر امر میں خیال رکھیں، علاوہ مراقبۂ معیت کے دوسرے اذکار کی ضرورت اگرچہ اب نہیں ہے، مگر تائید اور تقویت کے لئے جو مناسب سمجھیں کرتے رہا کریں، صراط مستقیم اور امداد السلوک کو زیر مطالعہ رکھیں۔

---

[1] نہ ہم تجھ کو پوری طرح پہچان سکے۔ اور نہ جس طرح تیری عبادت کرنی چاہیئے اسکا حق ادا کر سکے۔

مکان کی ضرورت نہیں، وہ مکانیت کے ساتھ موصوف بالذات ہے، اسی طرح ہر چیز زمانی اور زمانہ کی محتاج ہے، مگر زمانہ کسی دوسرے زمانہ کا محتاج نہیں ہے، زمانیت اسکی اصلی اور ذاتی ہے، خلاصہ یہ کہ جتنے اوصاف عارضہ ہیں وہ اس موصوف سے حاصل ہوتے ہیں، جس کا یہ وصف اصلی اور ذاتی ہوتا ہے، اسی قاعدہ کلیہ اور عقلیہ پر وصف وجود بھی ہے، دنیا کی ہر چیز کو ہم دیکھتے بھی ہیں کہ وصف وجود اس میں عارضی ہے، کبھی پایا جاتا ہے، کبھی جدا ہو جاتا ہے، عالم کی عام چیزوں میں وصف وجود کا آنا جانا تو ہم ہمیشہ خود مشاہدہ کرتے ہیں، ہاں بعض چیزیں ایسی بھی ہیں جن کے وجود کے جانے کا ہم نے اپنی کم عمری کی وجہ سے مشاہدہ نہیں کیا، جیسے زمین، سورج، ستارے وغیرہ مگر عقل اور فلسفہ گواہی دیتے ہیں کہ ان چیزوں میں بھی وجود عارضی ہے، ذاتی نہیں کیونکہ یہ چیزیں عارضی اوصاف سے خالی نہیں رہتیں، اور فلسفہ میں یہ بات دلائل سے تسلیم کرلی گئی ہے کہ جو چیز اوصاف حادثہ اور پیش آنے والے اوصاف سے خالی نہ ہو وہ خود بھی حادث نہ ہوگی، وجود ان کا عارضی ہوگا، بہرحال وجود جو کہ تمام چیزوں کا اور تمام عالم کا عارضی ہے، حسب قاعدہ سابقہ کسی ایسے موصوف سے آیا ہوگا، اور یقیناً آیا ہوگا جس کا وجود ذاتی اصلی ہو، خواہ بلاواسطہ آیا ہو یا بالواسطہ، میز اور کرسی کا وجود بڑھئی سے آیا ہو اور بڑھئی کا وجود اسی ذاتی وجود والے سے ممکن ہے اس سلسلہ میں عارضی موصوفوں کے بہت سے افراد ہوں یعنی بڑھئی کا وجود اس کے باپ سے اور اس کے باپ کا وجود اس کے دادا سے آیا ہو، مگر تمام موصوفین بالعرض

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۶) ہو سکتا۔ خیر صاحب پھر میں نے ان سے یہ پوچھا کہ جب آپ خدا کو نہیں ملتے تو دنیا کہاں سے آئی، یہ تو نا ممکن ہے کہ ہمیشہ سے ہو تو ان صاحب نے جواب دیا کہ دنیا سورج سے گری ہے، اور سوال کہ سورج کہاں سے آیا تو انہوں نے کہا کہ اسکے لئے معلومات ہو رہی ہیں۔

(۳) انہوں نے اس کے بعد کہا یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ خدا ہر آدمی کی بات کو جانتا ہے کہ فلانے

کا وجود ضرور ہے کہ کہیں نہ کہیں ختم ہو کر موصوف ذاتی پر پہنچ جائے۔ ہم اس موصوف ذاتی کو جس کا وجود اصلی اور ذاتی ہے کسی دوسرے سے حاصل کیا ہوا نہیں خدا کہتے ہیں اس کا وجود ذاتی اور اصلی ہے تمام کائنات کو وہ موجود کرنے والا اور وجود عطا کرنے والا ہے اور جب وجود اس کا اصلی ہے، تو اوصاف کمال یعنی حیات، علم، قدرت، ارادہ سننا (سمع) دیکھنا (بصر) کلام وغیرہ چونکہ وجود ہی کے مختلف شعبے اور شاخیں ہیں اصلی اور ذاتی ہوں گے وہ تمام کمالات کا مالک ہوگا، ایسی مقدس ذات تمام عالموں کی پیدا کرنے والی اور پالنے والی اور مارنے والی اور جلانے والی ہوگی اس کے احاطۂ قدرت اور علم سے کوئی چیز نہیں نکل سکتی، کیونکہ بنانے والا اور پالنے والا اپنی بنائی اور پالی ہوئی چیز کا یقیناً جاننے والا ہوگا، کوئی ذرہ اس کے علم سے باہر نہیں ہو سکتا، جب کہ اس کا وجود اسی کا عطا کیا ہوا ہے۔

(۲) دوسری تمہید۔ مجبور اس کو کہتے ہیں جس کو بلا قدرت اور بے اختیار والے نے کیا ہو اور اگر کوئی شخص کسی کام کو اپنے اختیار و ارادہ سے کرتا ہے اس کے کرنے کے وقت میں اس کا ارادہ اور اختیار موجود ہے، اور وہ یہ دیکھ رہا ہے کہ میں چاہوں تو اس کو کروں اور چاہوں تو چھوڑ دوں، وہ مجبور نہیں ہے، رعشہ والا شخص اپنے ہاتھ کے ہلانے میں مجبور ہوگا، ہم جب کہ صحیح اور تندرست ہیں اپنے ہاتھ کے ہلانے میں مجبور نہیں ہیں ہم اپنے اندر کرنے اور چھوڑنے دونوں کی طاقت پاتے ہیں، ہم کو اگر کوئی ادھر کھینچ لے

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۶) وقت کیا کرے گا، اور فلانے وقت کیا کر چکا ہے، فرض کیجئے کہ خدا کو معلوم ہے کہ میں رات کے دس بجے چوری کروں گا، تو یقینی مجھ پر فرض ہو گیا کہ میں چوری کروں، اگر نہیں کرتا تو خدا کی بات جھوٹی ہوتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ مجھے چوری کرنی پڑے گی، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ کسی دباؤ سے کام کرایا جا رہا ہے تو اس میں میرا کیا گناہ ہوا، انہوں نے ایک مثال دیتے ہوئے کہا کہ اگر میں تم کو زبردستی یہ کہوں کہ شراب پیو تو تم کو مجبوراً پینی پڑے گی، تو اس میں آپ خطا دار نہ ہوئے

یا چھت پر سے گرا دے تو نیچے آنے میں مجبور ہیں، ہم اپنے اندر رکنے کی طاقت نہیں پاتے ہیں، ہمارا نیچے آنا بغیر ہمارے اختیار کے ہوگا، اس میں ہم مجبور شمار کئے جائیں گے، مگر اوپر چڑھنا اور سیڑھیوں پر قدم رکھنا یقیناً بلا مجبوری ہوگا، اپنے ارادہ اور اختیار سے ہوگا، خلاصہ یہ ہے کہ جو کام فاعل کے ارادہ و اختیار سے ہو وہ مجبوریت کا نہیں ہے، خواہ چوری ہو یا ڈاکہ یا کوئی اور دوسرا کام اور جس کام میں ہمارا اختیار و ارادہ موجود نہ ہو وہ مجبوریت ہے، اس پر گرفت اور ملامت نہیں ہو سکتی، اب غور فرمائیے کہ آیا علم خداوندی کی وجہ سے انسان کا ارادہ اور اختیار چھن جاتا ہے، اور وہ اپنے کاروبار میں رعشہ والے اور اوپر سے نیچے گرنے والے کی طرح بے اختیار اور بے قدرت ہو جاتا ہے یا نہیں، بلکہ وہ اپنے اندر پورا اختیار رکھتا ہے، اور دیکھتا ہے کہ مجھکو قدرت ہے خواہ چوراؤں یا نہ چوراؤں تو پھر اس کو مجبور و معذور کس طرح کہا جا سکتا ہے، یہ بات صحیح ہے کہ خداوند کریم کا علم صحیح ہے اور تمام چیزوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے، کوئی چیز اس کے علم سے نکل نہیں سکتی اور نہ خلاف ہو سکتی ہے، مگر یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے ایک اعلیٰ درجہ کا ماہر نجومی، جوتشی، کاہن، رمال، یا اعلیٰ کشف و الہام والا آدمی آنے والی باتوں کو جانتا ہے، اور جیسی پیشین گوئی وہ کرتا ہے، ویسا ہی دنیا میں ہوتا ہے، تو کیا اس کی پیشین گوئی کی وجہ سے اس کے علم کی وجہ سے جو کسی چوری یا ڈاکہ یا ظلم وغیرہ کی متعلق ہوئی ہے، چور یا ڈاکو یا ظالم مجبور ہو جائے گا، اور اسکے

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۶) تو ایسے ہی خدا کا یہ سوال اس کا جواب مجھ سے نہ دیا گیا، کیونکہ مجھے اب بھی خدا کی طرف سے بہت بڑا اعتقاد ہے، اور مجھے یہ سوال نہ پوچھنا چاہیئے تھا، لیکن سوال ایسا ہی آن پڑا کہ جواب دینا لازمی ہو گیا، ورنہ وہ شعر آپ نے سنا ہوگا۔ ع

طعنہ دیں گے بت کہ مسلم کا خدا کوئی نہیں

اس لئے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے آپ بلد از جلد ایسے جواب بھیج دیجئے، جس سے کہیں اپنے ایمان و اعتقاد کو سنبھال سکوں۔

قدرت اور ارادہ میں ذرہ بھر کمی ہوگی، ٹائم ٹیبل میں گاڑیوں کے وقت مقرر ہیں، ہم اسکو دیکھ کر کہتے ہیں، کہ فلاں گاڑی فلاں وقت اتنے منٹ پر علی گڈھ پہنچ جائے گی، تو کیا اس کی وجہ سے انجن ڈرائیور مجبور ہو جائے گا، اور اس کی قدرت مسلوب ہو جائے گی" نہیں نہیں، اگرچہ اس مثال میں کمی ہے، مگر علم کی حقیقت سمجھنے میں مؤید ہے، بہر حال اللہ تعالیٰ کے علم کی وجہ سے لوگ مجبور نہیں ہوتے ہیں ان کا اختیار اور ان کی قدرت پوری طرح باقی رہتی ہے اسی کی بنا پر لوگوں سے مواخذہ ہوتا ہے، کہ تم کو ہم نے حکم کیا تھا چوری مت کرو تم نے اپنے ارادہ اور اختیار سے چوری کیوں کی، نیز خدا کے علم کا نہ تو چور کو چوری سے پہلے علم تھا اور نہ کسی نافرمان کو بلکہ اس کو چوری اور نافرمانی کے بعد یہ علم ہوگا، تو جب کہ اس نے چوری اور گناہ کا ارادہ اور عمل اپنے ارادہ اور قدرت سے کیا ہے، اس پر مواخذہ کرنا بالکل صحیح ہوگا؛

میرے محترم! علم کی حقیقت ذہنی اور قلبی روشنی سے کسی چیز کو جان لینا ہے، جیسے کہ ابصار کی حقیقت ان آنکھوں کی روشنی سے کسی چیز کو دیکھ لینا ہے چونکہ اللہ تعالیٰ کا علم نہایت قوی ہے اسلئے وہ تمام اشیاء کو حقیقی طور پر جانتا ہے، اور اسمیں غلطی نہیں ہوسکتی جیسے قوی بصارت والا چیزوں کو کما حقہ دیکھ لیتا ہے، اس میں غلطی نہیں ہوتی، علم کی حقیقت یہ نہیں ہے کہ کرنے والوں کے ارادہ اور اختیار کو چھین لے، تو چور نے جس طرح چوری کی، اس طرح سے خدا نے اپنے قوی علم سے اسکو جان لیا کہ چور نے اپنے ارادہ اور اختیار و قدرت سے چوری کی اسلئے اسپر گرفت کرنا صحیح اور ضروری ہے، ہاں اگر علم کی حقیقت یہ ہوتی کہ شخص معلوم کو بالکل بے جان اور بے اختیار اور بے قدرت کر دے، تب آپ کے دوست کا شبہ وارد ہو سکتا ہے، میں امید کرتا ہوں کہ مندرجہ بالا امور کو غور سے ملاحظہ فرمائیں گے تو آپ کے شبہات کا ازالہ ہو جائے گا۔

والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

مکتوب نمبر ۶۸

جناب تصدق حسین عارفی بہلول پور مرادآباد کے نام

محترم المقام زید مجدکم   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

والانامہ باعثِ سرفرازی ہوا، آپ کی غیرتِ دینی باعثِ مبارک باد ہے جزاکم اللہ خیرالجزاء و وفقنا و ایاکم لما یحب و یرضیٰ۔ آمین،

میرے محترم! آپ جذبات دینیہ مبارکہ رکھتے ہوئے اس وقت اس کو کیوں فراموش کئے ہوئے ہیں کہ آپ کہاں اور کس ماحول میں ہیں، اگر آج ملک تقسیم نہ ہوا ہوتا تو کیا آج وہ مشکلات پیش آتیں جو آج درپیش ہیں، اس وقت مسلمان جمہوری ہند میں ۳۷ فیصدی ہوتے، جو کہ مؤثر اقلیت ہے، دس کروڑ ہوتے، مگر آج چار کروڑ ہیں، ۹ یا ۱۰ فیصدی پڑتے ہیں، ایسے ہی امور کے ماتحت جمعیۃ تقسیم کے مخالف رائے رکھتی تھی

(حاشیہ مکتوب نمبر ۶۸) ملجائی و ماوائی، مخدومی و مطاعی حضرت قبلہ زید لطفکم۔

بعد سلام مسنون کے عرض ہے کہ بندہ ناچیز ایک موضع بہلول پور ضلع بجنور کا رہنے والا ہے جو کہ اسٹیشن کانٹھ ضلع مرادآباد سے چار کوس کے فاصلہ پر ہے، میری تعلیم نہیں ہوئی، اس لئے اگر کوئی لفظ غلط ہو تو جناب معاف فرمادیں اپنے بزرگوں کی صحبت سے قدرے خدا کا خوف دل میں ہوگیا ہے، حضرت والا سے نہایت ادب سے گذارش ہے کہ یہ زمانہ اہل اسلام کے لئے حد درجہ تاریک اور بھیانک گذر رہا ہے، میں اپنے وطن ہندوستان کو چھوڑ کر پاکستان منتقل ہونے کو اب تک بری نظر سے دیکھتا رہا ہوں، لیکن اب جب کہ پانی سر سے اونچا ہو رہا ہے اور یہاں کی اکثریت ہم غریب مسلمانوں کو انتہائی ذلت سے دیکھ رہی ہے اور قدم قدم پر مسلمانوں کی عزت اور ناموس کو پامال کرنے کے منصوبے بنائے ہوئے ہے اور طرح طرح کی ذلت برداشت کرنے کے باوجود بھی جین کی زندگی نہیں پا رہے ہیں، یہاں تک بھی کوئی بات نہ تھی، لیکن جب ہمارے آقائے نامدار اور ہمارے پیغمبر جنکو

مگر ہماری نہیں سنی گئی، فرقہ پرست ہندو تو دل سے چاہتا ہے کہ ہندوستان میں ایک بھی مسلمان باقی نہ رہے، وہ اپنی من مانی کارروائی عمل میں لائیں، ہمارے لیگ پہلے کہتے تھے۔ نواب زادہ لیاقت علی خان صاحب نے لیگ کے جلسۂ شاہجہانپور میں کہا تھا، کہ ہم چاہتے ہیں کہ جہاں ہماری اکثریت ہے وہاں ہم حکومت کریں اور من مانی کارروائی عمل میں لائیں، اور جہاں ہندوؤں کی اکثریت ہو وہاں ان کی حکومت ہو، اور وہ اپنی من مانی کارروائی عمل میں لائیں تو جب آپ نے ملک کو تقسیم کرالیا تو پھر آپ کو کیوں طیش آتا ہے، یہ ان کا کرم ہے کہ وہ اس کو سیکولرزم قرار دیتا ہے، ورنہ آپ کے اور لیگ کے قراردادوں اور اعمال کا مقتضیٰ تو یہی ہے کہ وہ اپنی اکثریت کے حصہ میں جو چاہیں کریں اور آپ دم نہ ماریں، جیسے کہ آپ پاکستان میں جو چاہتے ہیں کر رہے ہیں، اور کوئی دم نہیں مار سکتا، اگر آپ یہ تجویز کرتے ہیں کہ جلسہ کرکے اگر وہ آپ کی نہ مانیں تو ہندوستان سے مسلمان نکل جائیں، تو یہ تو ان کی عین منشا ہے، پھر آپ ہی فرمائیں کہ

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۶) اللہ تعالیٰ نے ہمارا رسول بناکر بھیجا تھا، جن کا کلمہ ہم ہر روز پڑھتے تھے، یعنی یہ ہی رسول کہ جن پر قرآن شریف نازل ہوا تھا، جب اس رسول کی توہین ہمارے سامنے کیجاتی ہے تو ہمارا کلیجہ پاش پاش ہوجاتا ہے اور ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کے مصداق بنکر دیکھتے اور سنتے ہیں اور ہمارے اندر کوئی طاقت نہیں کہ جو اس گستاخی کا بدلہ ان کافروں کو دے سکیں، میں غور کرتا ہوں کہ ہم اسلام اور اسکی شریعت سے بہت دور جا پڑے ہیں، حشر کے میدان میں ہم اللہ اور اس کے رسول کو کیا جواب دیں گے، اور کس منہ سے ان کے سامنے پیش ہوں گے، اور کس دل سے امید رکھیں کہ ہمارے پیغمبر ہماری شفاعت فرمائیں گے، ہم نے تو خیر اپنے بزرگوں کو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ دیتے اور کرتے سنا ہے اور دیکھا ہے تو اس لیے ہم سے جیسا بھی ہو سکتا ہے اللہ کی رسی کو مضبوط نہیں تو کمزور ہی ہاتھوں سے پکڑے ہوئے ہیں، لیکن وہ آنے والی نسل جنھوں نے آنکھیں ہی اس ماحول میں کھولی ہیں اور اللہ اور اسکے رسول کی تعریف کے بجائے پرائمری اسکولوں میں گاندھی اور نہرو کی تعریفیں پڑھتے اور مناجات کے بجائے وہ ہاتھ جوڑکر پرارتھنا اور...

یہ چار کروڑ مسلمان یہاں سے نکل جائیں گے؟ آپ اور میں یا ہمارے جیسے دس بیس ہزار نکل گئے بھی تو کیا سب نکل پڑیں گے، اور اگر نکل بھی پڑے تو کون سی زمین ان کو ٹھکانا دیگی۔ ہجرت کی تحریک جو کہ تحریک خلافت میں کی گئی تھی کیا ہوا، اسی تقسیم ملک کے بعد جو مسلمان یوپی، بہار، مشرقی پنجاب وغیرہ سے نکل کر گئے، ان کا کیا حشر ہوا، اور آج کیا ہو رہا ہے۔ سیکڑوں نہیں، ہزار دو ہزار نہیں، آج لاکھوں کی مقدار میں مسلمانوں کو سر چھپانے کی جگہ نہیں مل سکی، ہندوستان نے ہندو شرنارتھیوں کے لئے کچھ کیا بھی، اور بہت کچھ کیا، مگر ابھی تک ہزاروں یا لاکھوں شرنارتھی کیمپوں میں پڑے ہوئے ہیں، باوجود کروڑوں روپئے خرچ کر دینے کے سب کا انتظام نہیں ہو سکا، مگر پاکستان تو اتنا تو درکنار آدھا، تہائی، بلکہ دسواں حصہ بھی نہیں کر سکا، اور افغانستان یا عرب تو کیا کر سکتے ہیں، اور ان کو آپ کے ساتھ یا ہندوستانی مسلمانوں کے ساتھ کیا ہمدردی ہے، ذرا حوال کو غور سے دیکھئے۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۲۰) گاندھی جی کا بخصوص بھجن گاتے ہیں، ان کا دو چار سال ہی میں کیا حشر ہوگا، اور کیا اسکا جواب بھی ہم کچھ اللہ تعالیٰ کو دے سکیں گے، اور ہر گورنمنٹ بھارت جمہوری حکومت ہوتے ہوئے اور سب کچھ جانتے ہوئے بھی کوئی ایکشن نہیں لیتی، دوسرے تھوڑی سی تڑپ ہمارے اندر آج موجود بھی ہے، کہ جب توہین رسول اللہ کی سنتے ہیں تو تڑپ جاتے ہیں، اگر اسی طریقہ سے دس بیس مرتبہ یونہی سنتے رہے تو ممکن ہے کہ ہمارے کان ان الفاظ سے آشنا ہو جائیں، اور ہماری یہ تھوڑی سی تڑپ بھی جاتی رہے اور ہمارے کان سننے کے لئے عادی ہو جائیں تو ایسی صورت میں مجھ جیسے نالائق اور جاہل کے دل میں یہ آتا ہے، اگر حضور والا بھی اس پر توجہ فرمائیں کہ ہندوستان میں کوئی جگہ مناسب خیال فرما کر ایک آل انڈیا جلسہ بڑے پیمانہ پر منظور فرما کر اور ہر صوبہ کے علمائے کرام اور رؤسا اور ذمہ داشخاص کو طلب فرما دیں اور اس میں ان تمام باتوں کو پرزور طریقہ سے دہرایا جائے اور گورنمنٹ سے اس کے متعلق پرزور مطالبہ کیا جائے کہ ہماری مسجدیں، ہماری اذان، ہماری قربانی ہمارے جملہ اسلامی ارکان ہماری زبان، ہماری جان و مال، ہماری دل آزادی کا تحفظ کیا جائے اور تین ماہ یا چھ ماہ کا نوٹس دیدیا جائے

صوبجاتی تعصب سندھ میں، پنجاب میں، بنگال میں، یوپی بہار وغیرہ کے مسلمانوں سے نہایت بدترین صورت میں عمل میں لایا جارہا ہے، یہاں کے مسلمان وہاں انتہائی مشکلات میں مبتلا ہیں، اپنے اوطان کو واپس آنے کے لئے سو دوسو نہیں ہزار دو ہزار نہیں لاکھوں کی تعداد میں بیقرار ہیں، پرمٹ اور پاسپورٹ اور حدود پر حکومتوں کے سپاہی مانع ہیں، ورنہ اب تک مہاجرین کا دو تہائی یا تین چوتھائی حصہ واپس آچکا ہوتا، اور بالفرض آپ اور ہم یا دس بارہ ہزار نکل بھی گئے اور وہاں آرام کی جگہیں بھی مل گئیں تو جو مسلمان یہاں باقی رہیں گے ان کے دین وایمان کا کیا حشر ہوگا اور کون ان کی حفاظت کرے گا، اور کیا وہ مرتد اور شدھ نہ ہو جائیں گے۔

میرے محترم! مکہ معظمہ کی زندگی قبل الہجرۃ پر غور کیجئے، وہاں سے ان عشاقِ رسول علیہ السلام نے جن کو سچا اور مکمل مسلمان مانتے ہیں، حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس وقت تک ہجرت نہیں کی، اور اسکے بعد بھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان کی اولاد اور ان کا گھرانہ وغیرہ باقی رہے، کفار سب کچھ کرتے اور سب کچھ کہتے تھے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو خصوصی دشمنی تھی، پھر کیا انہوں نے صبر وتحمل کو ہاتھ سے دیا یا جھیلتے ہی رہے، اور استقامت کے ساتھ گذر کرتے اور اسلام کو تھامتے

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۲۶) کہ اس میعاد مقررہ کے اندر ہمارے مطالبات منظور کرے، ورنہ پھر ہمارے لئے اسپیشلوں کا انتظام کرے ہم کو انڈیا کی سرحد سے پار چھوڑے اور ساتھ ہی ان مسلم نمائندوں اور لیڈروں کو شرم لائی جائے کہ وہ گاندھی ٹوپی لگائے گورنمنٹ کی کرسیوں پر اکڑے بیٹھے ہیں اور ان کو پرواہ نہیں کہ اس بنگلہ سے باہر ہم مسلمانوں پر کیا بیت رہی ہے، ان کو عیش کی نیند سے بیدار کیا جائے، کہ تم کس منہ سے یہاں بیٹھے ہو، اور رسول اللہ کی امت پر کیا گذر رہی ہے، اگر تم لوگ مسلمان ہو اور تم کو ذرا سی بھی غیرت ہے تو استعفا دے کر ان کرسیوں سے اتر آؤ، اور ہمارے ساتھ مل کر کام کرو، اگر ہمارے ان جائز مطالبات کو گورنمنٹ منظور کرتی ہے تو نہیا ہمارا وطن زندہ باد، ورنہ میرے بزرگ محترم پاکستان بچارے پر کیا منحصر

رہے، اور اسلام کی مضبوطی اور اشاعت کو عمل میں لاتے رہے، شرک اور بت پرستی اسلام میں سب سے بڑا گناہ ہے، آپ اس کو دیکھتے ہیں، بتخانے اور مندر آپ کے سامنے ہیں، مشرکانہ جلوس اور بت نکلتے ہیں، مشرکانہ نعرے لگائے جاتے ہیں، آپ ان کو دیکھتے ہیں سنتے ہیں مگر صبر و تحمل کرتے ہیں، اف نہیں کرتے، اور یہ کہتے ہوئے گذر جاتے ہیں۔ لکم دینکم ولی دین آج اس سے بڑھ کر کون سی بات ہے، جس پر آپ کو طیش آتا ہے۔ سوچئے اور عواقب پر نظر ڈالئے، یہ دار الاسلام نہیں ہے اپنے ہی ہاتھوں سے تقسیم کرایا ہوا ہے، آپ نے اور ہم نے کیا ہے، آپ کے اور ہمارے بزرگوں نے محمود غزنوی اور محمد بن قاسم سے پہلے یہاں کے شہروں اور قصبوں اور دیہاتوں میں سکونت اختیار کی اس وقت کی حالت اور آج کی حالت میں کس قدر فرق ہے، مگر انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم ہزار دو ہزار ہیں ہم لاکھ دو لاکھ ہیں اور ملک کفار سے بھرا ہوا ہے، یہ انتہائی دشمنی رکھتے ہیں، خدا جانے کس وقت کیا ہوگا، مگر آج آپ کو اس قدر عاقبت بینی بے چین کر رہی ہے۔

جب آپ کے پاس قوت آئی اور آپ کی فوجیں یہاں داخل ہوئیں اس وقت بھی آپ انتہائی اقلیت میں تھے، آج تو آپ چار کروڑ ہیں، اس وقت آپ کے زیر نظر انقلاباتِ زمانہ نہیں رہے، جو کہ تاریخ میں ہمیشہ سے ظہور پذیر رہے ہیں، مگر آج انقلابات سے خائف ہیں، اس وقت کیا مشرکین آپ کے دوست تھے، ان میں مشرکانہ جذبات نہ تھے، زمانہ کے انقلابات اس وقت معدوم ہو گئے تھے، مانا

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۶) اللہ کی زمین وسیع ہے ہمارے لئے بہت پاکستان ہیں جہاں جس کے سینگ سمادیں وہاں زندگی گذاریں، محنت مشقت کریں، اور اپنے بچوں کی پرورش کریں، ممکن ہے کہ اس صورت سے اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کا باعث بن سکیں، اور یہ قربانی ہمارے حشر کے میدان میں ہمارے پیغمبر رسول اللہ کو ہماری شفاعت کیلئے مجبور بنا دیں، ورنہ کیا ہمارا منہ اور کیا ہماری بخششیں۔

کہ آپ کے ہاتھ میں قوت آگئی تھی، مگر اس کے دوام کا کون متکفل تھا، آپ یہاں ہی رہے اسلام کی تبلیغ کی اور کروڑوں کو مسلمان بنالیا، آج آپ ہمت ہار کر یہاں سے نکلنے پر آمادہ ہیں،
میرے محترم! اس زمانہ میں جب کہ مدینہ منورہ دارالاسلام ہوگیا تھا اور جہاد کی آیتیں نازل ہو چکی تھیں، غزوہ بدر و احد ہو چکا تھا، سورۂ آل عمران نازل ہوتی ہے اور اس میں اخیر میں یہ آیت ہے، لَتُبْلَوُنَّ فِي أَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ۔

(تم ضرور بالضرور اپنی جانوں اور مالوں کے متعلق آزمائش کئے جاتے رہو گے اور تم ضرور بالضرور اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) اور مشرکین سے بہت زیادہ اذیت کی باتیں سنتے رہو گے اور اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری کرو تو یہ اعلیٰ ترین امور میں سے ہے۔)

اگر یہ حکم اس وقت صبر و تحمل کا تھا تو آج کیا معنی ہے، صبر و تحمل استقلال اور عالی ہمتی سے کام لینا اور اسلام کے مضبوط کرنے میں لگے رہنا ہمارا اور آپ کا فریضہ ہے۔
میرے محترم! سب سے پہلے جمعیۃ علماء نے پرتاپ کے خلاف آواز اٹھائی، احتجاج کیلئے مسلمانوں کو آمادہ کیا، اس پر عمل درآمد ہوا، چنانچہ اڈیٹر نے معافی مانگی، چیف اڈیٹر نے بہت زیادہ زور دار الفاظ میں تمام مسلمانوں سے معافی مانگنے کا اور اپنے کلکتہ کے ہسپتال میں بیمار ہونے کا

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۲۶) ہمارا اس وقت یہ حال ہے بقول شاعر ؎

کس کس طرح نہ بے نے ستایا ہمیں نظام
ہم ایسے ہیں کہ جیسے کسی کا خدا نہ ہو

میں ایک غریب کسان ہوں، جاہل ہوں، اگر کوئی لفظ غلط ہو، عند اللہ معاف فرمادیں اور میری تسلی فرمادیں۔ فقط امید ہے کہ حضرت کا مزاج بعافیت ہوگا۔ والسلام

آپ کا خادم

محمد تصدق حسین عارفی موضع بہلول پور ڈاکخانہ ادمری ضلع مرادآباد

عذر کیا، پھر گورنمنٹ نے اڈیٹر کے خلاف دعویٰ دائر کیا، ضمانت لی گئی، ادہر چیف اڈیٹر نے اعلان کیا کہ لکھنے والے کو برخاست کر دیا گیا۔ دو پیشیاں ہو چکی ہیں، معلوم نہیں کورٹ سے کیا فیصلہ ہوتا ہے، اگر خدانخواستہ اس کو کوئی سزا نہ دی گئی تو جمعیتہ ورکنگ کمیٹی کو بلاکر مشورہ کرنے والی ہے، کہ ہم کو حالتِ موجودہ میں کیا کارروائی کرنی چاہیئے، ان امور کو آپ کیوں پس پشت ڈالتے ہیں، آپ اس سے زیادہ اس ملک میں کیا کر سکتے ہیں، اور اس سے پہلے انگریزی راج میں کیا کر سکے، کیا ایسے واقعات پہلے نہیں ہوئے ہیں۔

تعلیمات کے متعلق آپ جو کچھ لکھ رہے ہیں جمعیتہ اس کے مقابلہ کے لئے تجویز اور اپنی جدوجہد جاری کر چکی ہے، نصاب بن چکا ہے، کتابیں شائع ہو چکی ہیں طرز عمل تبلایا جا چکا ہے، آئے دن اس کے لئے کوشش عمل میں لائی جا رہی ہے، مگر مسلم پبلک نہ جاگتی ہے نہ کوئی تعمیری پروگرام عمل میں لاتی ہے، تو بتلائیے کامیابی کیسے ہو اور الزام دینا کس طرح صحیح ہے۔

غرض کہ جوش کو عمل میں نہ لائیے، بلکہ ہوش کو بھی ساتھ رکھیئے، آگا پیچھا بھی دیکھیئے، ماحول سے نظر نہ ہٹائیے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ، ۲۱ رذی الحجہ ۱۳۷۰ھ

مکتوب نمبر ۶۹

جناب مولانا محمد عبدالرحیم صاحب والد کھور ضلع سورت کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(حاشیہ مکتوب نمبر ۶۹) اس والا نامہ میں جو آیات ہیں اور قول حضرت جعفر صادق ان سب کا ترجمہ جلد اول میں گذر چکا ہے، حضرت مولانا مدنی مدظلہ العالی کے اس والا نامہ کی جان حافظ شیرازیؒ کا

آپ کے والانامجات باعث سرفرازی ہوتے رہے۔ مگر آپ کو میری عدم الفرصتی معلوم نہیں ہے اور یہی وجہ عدم ترسیل جوابات کی ہے، آپ فارغ ہیں، جوش میں آکر دفتر کے دفتر لکھ سکتے ہیں، اور لکھتے رہتے ہیں، مگر مجھکو تو اتنی بھی فرصت نہیں ملتی کہ روزانہ کی ڈاک کو روز دیکھ سکوں جواب لکھوانا یا لکھنا تو درکنار ؎

شب تاریک و بیم موج و گرداب چنین حائل
کجا دانند حال ما سبکساران ساحلها

بہرحال یہ خیال کہ جوابات کی تاخیر خفگی کی وجہ سے ہے بالکل غلط ہے جو غلطیاں آپ کرتے ہیں وہ بے شک قابلِ گرفت ہیں ان کو نہ کرنا چاہیئے، مگر اس کی موجب نہیں ہیں کہ سلسلہ خط و کتابت بند کیا جائے۔

مولانا شمس الدین صاحب بیشک میرے عنایت فرما ہیں ان کا یہ کہنا صحیح ہے کہ سالک کو جو واقعات پیش آئیں ان کو نامحرموں سے ہرگز ظاہر کرنا چاہیئے اپنے شیخ سے ظاہر کرے، یا ایسے شخص سے جو طریقت کا ہمراز اور سالک کا ہمدرد ہو اور بس یہ چیز سالک کے لئے مضرت رساں ہوتی ہے اور بسا اوقات فیض ربانی کے انقطاع بلکہ کبھی کبھی سلب کا باعث بنجاتی ہے، جو راز و نیاز عاشق و معشوق کے درمیان ہو، اگر عاشق ان کو ظاہر کر دیتا ہے تو معشوق کی عتاب کا اس قدر ظہور ہوتا ہے کہ بعض اوقات انقطاع کامل کا باعث بن جاتا ہے جب کہ یہ حال مجازی معشوق کا ہے تو محبوب حقیقی کا کیا حال ہوگا، اس لئے ایسے امور سے بچنا چاہیئے اور اللہ تعالیٰ سے صدق دل سے توبہ کرنا چاہیئے، اصمعی ایک عاشق کے مندرجہ سوال کے جواب میں کیا کہتا ہے ؎

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۶۹) فارسی شعر ہے، جن لوگوں کو نہ تو اسلام کی تباہی کا غم اور نہ مسلمانوں کی ... بربادی کا رنج ہے، وہ حضرت مولانا کے جذبات اور احساسات کا بھلا کیا اندازہ کر سکتے ہیں، جو اپنی متاع ایمان کی پونجی کو محفوظ رکھتے ہوئے چپہ چپہ جنگ لڑ رہا ہو، اس مجاہد کا ان دینداروں سے

سوال . یامعشر العشاق باللہ خبروا اذا حل عشق بالفتی کیف یصنع

اے جماعت عشاق خدا را بتاؤ کہ جب عشق آدمی کے اندر سرایت کر جائے تو وہ کیا کرے

جواب یدار ی ھواہ ثم یکتم سرہ ویخشع فی کل الامور ویخضع

وہ اسکی محبت خوش سلوبی سے نباہتا رہے پھر اسکے راز پر پردہ پوشی کرتا اور تمام حالات میں مطیع و فرماں بردار رہے،

محبوب حقیقی ہر چیز کو جانتا ہے، ہر چیز کو دیکھتا ہے، ہر چیز کو سنتا ہے، اس پر کوئی چیز مخفی نہیں، وہ شدید الغیرۃ ہے، اسکے سامنے بجز خشوع و خضوع اور رازہائے سربستہ کے اخفاء اور اظہار عبودیت کاملہ اور اتباع سید العشاق (علیہ السلام) کوئی چیز کارآمد نہیں ہے۔ (فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا)

جاہ طلبی، مال طلبی اس کی سخت غضبناکی کا باعث ہے، حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ما اشغلک عن الحق فھو طاغوتک ۔ قرآن فرماتا ہے ۔ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ الآیۃ۔

بہرحال نصب العین فقط اس کی رضا جوئی چاہیئے، ہے۔

دنیا و آخرت بگذار و حق طلب کن کاین ہر دو لوبیاں را من خوب می شناسم

اثنائے تلاوت وغیرہ میں جہاں تک ممکن ہو ناجائز اور غیر صحیح الفاظ کو زبان سے نہ نکلنے دیجئے، اور شان الوہیت کے ساتھ ہمیشہ ادب اور عظمت کا لحاظ رکھئے: بارگاہ شہنشاہی

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۶۹) کیا مقابلہ جو نماز تو پانچ وقت کی پڑھیں اور کھانا چھ وقت تناول کریں یا وہ مرد حق انتہائی خوف و ہراس اور فسادات کی گرم بازاری اور غم والم کے سمندر میں موجوں کے تلاطم سے کھیل رہا ہو اسکے تاثرات کو وہ کیا جان سکتا ہے، جو کنارے پر بڑے سکھ چین اور آرام کی زندگی بسر کر رہا ہے، آج بھی جو لوگ حضرت مولانا کی زندگی سے کچھ واقف ہو چکے ہیں، پاس بیٹھنے پر مولانا کے قلبی تاثرات اور احساسات کی آنچ اچھی طرح محسوس کرتے ہیں، مولانا کی خاموشی اور اخفاء کا راز کبھی کبھی اشعار اور جملوں سے فاش ہو جایا کرتا ہے، ورنہ اس پرسکون گر متلاطم سمندر کی گہرائیوں کی کوئی تھاہ نہیں۔

میں گستاخی کے الفاظ اگرچہ قصداً نہ ہوں موجب تکدر شاہانہ ہو جاتے ہیں، وہ سمیع، بصیر، حلیم و بردبار ہے، مگر بے نیاز اور مستغنی بھی ہے، اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُوْنَ، توبہ اور استغفار، اپنی فروگذاشتوں اور خطایا پر جاری رکھیے۔

جہاں تک ممکن ہو اتباع شریعت اور سنن نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری ہمیشہ ملحوظ قالب بصر رکھیے، ذکر میں غفلت مت کیجیے اپنی غفلات اور معاصی پر ہمیشہ نادم مستغفر رہیے، عمر گرانمایہ کو ضائع مت کیجیے ؎

جز یاد دوست ہر چہ کنی عمر ضائع است — جز سر عشق ہر چہ بخوانی بطالت است
سعدی بشوئے لوح دل از نقش غیر حق — علمیکہ راہ حق نہ نماید جہالت است

والسلام۔ زائد ٹکٹ اور لفافہ واپس ہے۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۹ر صفر ۱۳۶۱ھ

کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ آپ بتلائے ہوئے اذکار کو چھوڑ بیٹھے ہیں کبھی جوش میں آیا مہینہ دو مہینہ کیا، پھر چھوڑ بیٹھے، کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ آپ پنجگانہ نماز جماعت کی پابندی نہیں کرتے، کیا یہ واقعہ نہیں کہ نماز فرض کو آپ قضا کر دیتے ہیں، صبح کو اس قدر سوئے کہ آفتاب نکل آیا، کیا اس قسم کے واقعات سے آپ کے ہمدردوں اور خیر خواہوں کے دل پر صدمہ نہ ہوگا۔

بہرحال آپ کو لازم ہے کہ اپنی اصلاح کریں، اتباع شریعت اور احیائے سنت میں کوشاں ہوں جب آپ پر مصائب کی بوچھار ہوتی ہے تب تنبہ ہوتا ہے، اور جب اللہ تعالیٰ فارغ البالی عطا فرماتا ہے تو بالکل بے فکر بن جاتے ہیں، جس قدر بھی ممکن ہو اپنے کو ذکر کا عادی بنالیجیے، روزانہ مغرب یا عشا کے بعد سورہ مزمل گیارہ مرتبہ اول آخر درود شریف

گیارہ گیارہ مرتبہ پڑھا کریں اور جب فاتخذہ وکیلا پر پہونچا کریں تو ۲۵ مرتبہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھا کریں انشاء اللہ تنگدستی دفع ہوجائے گی یہ عمل دائمی ہونا چاہیے۔

والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۲۲ صفر ۱۳۶۲ھ

مکتوب نمبر ۱۷۵

(۱) زنا بالقلب اور اس قسم کے تفکرات کا علاج سوائے استغفار اور الحاح زاری بارگاہ رب العالمین کیا ہو سکتا ہے، اس قسم کے گناہوں کے لئے ارشاد ہے، اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ اور یہ ذنوب جماعات خمسہ اور جمعہ اور صلوٰت سے معاف ہوجاتے ہیں اور جب کہ آپ کو تجربہ ہے کہ جس قدر ازالہ کی فکر کرتا ہوں اسی قدر زیادہ تفکرات پیدا ہوتے ہیں تو پھر تو علاج معلوم ہوگیا، آپ کوئی اہمیت اس قسم کے خیالات کو نہ دیا کیجئے، انشاء اللہ طاعت اور نمازوں سے ان کا کفارہ ہوہی جائے گا، جہاں تک ممکن ہو حقیقی اور جسمانی زنا سے احتراز رکھئے وہی کبیرہ ہے۔

(حاشیہ مکتوب نمبر ۱۷۱) اس مکتوب گرامی میں ایک اصطلاح سلوک حضرت شیخ الاسلام مدظلہ نے ارشاد فرمائی ہے یعنی لفظ "قبض" بسط اور قبض پر صاحب عوارف وغیرہ نے مفصل کلام فرمایا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ قبض اور بسط کی دو حالتیں ہیں، ایک جو موسم خاص اور وقت کیساتھ پیدا ہوتی ہیں، یعنی جب بندہ محبت کے ابتدائی حالات میں ہوتا ہے، تو خوف اور رجا کی حالت پیش آتی ہے، لہذا عارف کیلئے قبض ایسا ہی سمجھنا چاہیے جیسے ایک متامن کیلئے خوف ہوتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ خوف ورجا کا تعلق مستقبل سے ہے۔ اور قبض وبسط حاضر کیساتھ متعلق ہے، پس آدمی سے جب کوئی معصیت ہوجاتی ہے تو اس کے قلب میں ایمان ہونے کیوجہ سے ایک بوجھ اور انقباض پیدا ہوتا ہے، اگر فوراً توبہ کرلیا اور رجوع وانابت شروع کردی تو طبیعت ہلکی ہوجاتی ہے اور ایک طرح کا سرور محسوس ہونے لگتا ہے، انہیں چیزوں کو قبض وبسط سے تعبیر کیا جایا کرتا ہے، شیخ الاسلام کے اس جملہ میں کہ معاصی کی بنا پر بھی قبض ہوتا ہے غالباً اسی جانب اشارہ ہے مفصل بحث جلد اول میں گذر چکی ہے۔

(۲) گناہ اور طاعت کا مسبب کے متعلق جو حال پیدا ہوا ہے، نہایت امید افزا ہے اللہ تعالےٰ مبارک کرے۔ آمین۔

(۳) ذکر و اذکار اور معمولات میں فرق نہ آنے دیجئے خواہ دل لگے یا نہیں، دل کا لگنا مطلوب نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا راضی کرنا مقصود ہے اسکی کوشش جاری رہنی چاہیئے۔ ؎

من نہ کردم شما حذر بکنید

(۴) جہاں تک ممکن ہو دعا گڑگڑا کر کیجئے۔ ورنہ دعا کرنا نہ چھوڑیئے ؎

یابم اورا یا نیابم جستجوئے میکنم   بشنود یا نشنود من گفتگوئے میکنم

معاصی کی بنا پر بھی قبض ہوتا ہے، اور کبھی طبعی طور پر بھی ہوتا ہے، بہرحال بندہ کا کام عبدیت کا اظہار اور تضرع و زاری ہے،

(۵) استغفار اور دیگر اذکار نیت خالص ہی سے پڑھنا چاہیئے بار بار کو ادا کرنا کوئی مستقل چیز نہیں ہے، استغفار میں تو نیت استغفار و انابت ہی ہونی چاہیئے۔

(۶) الدعاء مخ العبادۃ صاف طور سے بتا رہا ہے کہ دل لگا کر تضرع و زاری کرنا عبادت ہی ہے، بلکہ افضل تر ہے اسی کو عمل میں لایئے۔

میں باوجود اپنی نالائقی دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ مقاصد دارین میں کامیاب فرمائے آمین، آپ بھی اس خستہ حال کو دعاؤں میں یاد رکھیں، والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ   ۲۰ رجادی الثانی ۱۳۶۲ھ۔

مکتوب نمبر ۵۷

ذکر کرتے وقت طبیعت پر زور ڈال کر ذکر کے معنی اور مذکور کی عظمت اور محبوبیت کا

(حاشیہ مکتوب نمبر ۵۷) یہ والا نامہ بہت صاف اور مدنی مطب کی خصوصیات سے بھرپور ہے، اس والا نامہ میں نہ تو کہیں منطقی جواب ہے، اور نہ کہیں بو علی سینائی موشگافی اور اشراقیت کا

دھیان رکھا کریں احباب وانکار دنیا زیادہ ہیں حتی الوسع حصہ اور دلچسپی نہ لیا کریں ان امور کا خیال رکھیں، اس کا بھی التزام کریں کہ جب کوئی خطرہ آئے، اس کو دل میں ٹھہرنے نہ دیں، اور دلچسپی پیدا نہ ہونے دیں۔ فوراً دفع کریں۔ آپ کو اپنی دعاؤں اور اذکار میں نقصانات نظر آرہے ہیں، ان کو مکمل کرنے کی جدوجہد رکھنی ہی چاہیئے مگر واقعہ یہی ہے کہ ہم کتنی بھی کامل عبادت کریں، شان الٰہی کے سامنے وہ نہایت حقیر اور ناقص ہے، جب کہ سرور کائنات سید الرسل علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"ماعبدناك حق عبادتك وما عرفناك حق معرفتك" تو ہم اور آپ کس شمار قطار میں ہیں..... آپ کو ہمیشہ ذلیل و خوار سمجھنا اور اپنے اعمال و اخلاق کو ناقص سمجھنا واقعیت اور ضروری ہے، اور اس پر ناز کرنا اور کامل سمجھنا خوفناک ہے۔ لن ینجو احدا کم بعمله الا ان یتغمده الله برحمته (او کما قال علیہ السلام) تم میں سے کوئی بھی اپنے عمل کی بنا پر نجات نہیں پا سکتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں چھپالے اس کی رحمت اور کرم کا ہمیشہ سہارا چاہنا چاہیئے اور صرف اسی کی رضا کی طلب ہونی چاہیئے ؎

فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد از و غیر ازیں تمنائے

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۷۲) گذر رہے، بلکہ کتاب اور سنت کے ظاہری نصوص کو اصل قرار دیکر وہی نسخہ تجویز فرمایا گیا ہے، جو سلف کا آزمودہ اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کا جانا بوجھا مجرب نسخہ ہے، یعنی مذکور کی عظمت کا تصور، دنیا سے بے رغبتی، اپنے اعمال کو ہیچ سمجھنا، رحمت پر بھروسہ، اس کی رضا کی طلب، نفس کو سمجھا کر رام کرتے رہنا وغیرہ اس مکتوب سامی کے بنیادی نکتے اور موقف: سلوک نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اساسی خط و خال ہیں، اس مکتوب گرامی کے اندر "صمیت" کا لفظ آگیا ہے جس کی تشریح ہم اپنے استاد حضرت مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ جو علوم قرآن کے امام، تقویٰ اور طہارت، وفور عقل اور درستی عمل کے لحاظ سے آیۃ من آیات اللہ تھے، ان کی زبان سے کرنا ضروری سمجھتے ہیں فرماتے ہیں کہ صمد اصل وضع میں بڑی چٹان کو کہتے ہیں، اور چونکہ دشمنوں

تہجد کے واسطے کوشش جاری رکھیں، اور ابتدائی شب میں جلدی سو جایا کریں، ممکن ہے کہ ان دنوں میں اٹھنے میں کوتاہی، رات کے چھوٹے ہونے اور گرمی کی زیادتی کیوجہ سے ہوئی ہو، بہرحال اس پر رنج وغم کا ہونا بھی امید افزا ہے ۔

گر نداری شادئے از وصل یار خیز بر خود ماتم ہجران بدار

عبادات و ذکر وغیرہ کا نفس کو گراں معلوم ہونا طبعی امر ہے، ان اعدی عدوک نفسک التی بین جنبیک (او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم) (تیرا سب سے بڑا دشمن وہ نفس ہے جو تیرے دونوں پہلوؤں کے بیچ میں ہے) مگر اس کی اصلاح کرنا چاہیئے، اور نفس کو سمجھانا چاہیئے کہ ان عبادات میں محبوب حقیقی کے ساتھ مکالمہ اور شہنشاہ حقیقی کے دربار میں حضوری اور غیر متناہی نعمتوں کے ساتھ انعام اور احسان کرنے والے کا شکریہ ہے ان باتوں کو تفصیلی طور پر نفس کے سامنے ہمیشہ غور اور فکر کرتے ہوئے پیش کیا کریں، ان میں ہر ایک چیز دنیا میں مستقل طور پر مکمل حضوری اور بار بار اخلاص اور نیازمندی کی باعث قوی ہوتی ہیں، ایک چیز باری تعالےٰ کی صمدیت ہے، کہ وہ تمام حاجتوں کا ماوی اور ملجا ہے، اسی کے ہاتھ میں ہیں اور وہی سب کو پورا کرنے والا ہے، اور ہم ہر وقت اور ہر لمحہ میں اس کے محتاج ہیں، ایسے دربار میں با اخلاص حاضر رہنا بالخصوص

(حاشیہ مکتوب نمبر ۲۷) کے حملہ کیوقت اسکی پناہ پکڑتے ہیں اس لئے سردار کو جو قوم کی پشت پناہ ہو) اور سب لوگ اسی کیطرف متوجہ ہوں صمد کہنے لگے پس صمد کا شرعی مفہوم یہ ہوا کہ سب کا مقصود اور سب کا ملجا ہو، خود بیشک بے نیاز ہو، مگر سب کی دستگیری اور خبرگیری کرتا ہو، تمام قوت اور تمام احسان کا سرچشمہ ہونے کے ساتھ جب مانگو عطا کرتا ہو، مانگنے کی خواہش بھی وہی بخشتا ہو، بلکہ بن مانگے دیتا ہو، لیکن اگر کوئی قبول نہ کرے تو یہ عمل اس کے دائرہ عمل سے باہر ہے کیونکہ بندگی تو ہمیں کریں گے، ہماری طرف سے وہ بندگی نہیں کرے گا پس صمدیت کے معنی ہوئے ایسی ذات جو بزرگی اور بے نیازی کے ساتھ انسانی عادتوں سے پاک اور منزہ ہو، اس والا نامہ میں جو آیات قرآنی اور احادیث آئی ہیں ان سب کا ترجمہ ہم نے جلد اول میں کردیا ہے وہاں دیکھ لیا جائے

جب کہ وہ ہمارے حرکات و سکنات، اقوال و اعمال، نیات و خطرات سب کا جاننے والا ہے، تمام دنیا و مافیہا سے اہم اور ضروری ہے حتیٰ ما تلق من تقوی ورع الدنیا واہلہا ۔۔۔۔ اس کو ہمیشہ سمجھانے اور فکر کرنے سے انشاء اللہ حالت پلٹ جائے گی۔

کچھ حرج نہیں، لیس علی المریض حرج ارشاد قرآنی ہے، طبیعت پر زور ڈالئے اور جس وقت غصہ آئے تو اللہ تعالےٰ کے قہر و غضب اور اس کی قدرت کو یاد کیجئے۔ من لا یرحم لا یرحم، الراحمون یرحمہم الرحمٰن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء (اقوال نبویہ علیہا الصلوٰۃ والسلام) جو رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا، رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے، زمین والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم کرے گا۔ لوگوں پر رحم کرنے کی اور احسان کرنے کی عادت ڈالئے، ذکر میں کوشش زیادہ سے زیادہ ہونی اس کی مداومت کی، معنی اور مضمون کے خیال رکھنے کی جاری رکھیئے، اللہ تعالیٰ مدد فرمانے کا قوی وعدہ فرماتا ہے، وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ قول قرآنی ہے۔ من تقرب الی شبراً تقربت الیہ ذراعاً الحدیث (جو مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے میں اس سے ایک گز قریب ہوتا ہوں) کا خیال رکھئے۔ مگر جو کچھ ہو اس میں ریاء سمعہ اغراض دنیویہ نہ ہوں، پردہ ہونے کی صورت میں اولاً غض بصر کیجئے ثانیاً استغفار کی کثرت رکھیئے، یعلم خائنۃ الاعین و ما تخفی الصدور کا دھیان رکھیئے اور ان الحسنات یذھبن السیئات سے امید باندھئے، اللہ آپ کی اور میری اور تمام مسلمانوں کی دستگیری فرمائے۔

والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

۲۷ شعبان ۱۳۶۲ھ

مکتوب نمبر ۵۳

(۱) آپ کا ذکر میں کوتاہی کرنا اور پاس انفاس کو دن رات میں صرف دس پندرہ منٹ انجام دینا انتہائی کسالت اور بے توجہی ہے۔ اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِہِمْ[۵۱] کا سماں کس طرح پیدا کریں گے، کیا یٰۤاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا وَّ سَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّ اَصِیْلًا[۵۲] پر اسی طرح عمل ہو سکتا ہے، وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّ خِیْفَۃً وَّ دُوْنَ الْجَہْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَکُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ[۵۳]، فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِکُمْ[۵۴] پر کس طرح عمل کریں گے، افسوس آپ بہت زیادہ غفلت اور کوتاہی میں مبتلا ہیں، آپ مجھ سے وقت پوچھتے ہیں میں کیا بتا سکتا ہوں، آپ خود سوچئے، اور انتظام کیجئے۔

(۲) رمضان شریف کے روزوں کے لئے اکثر متیقن یا کم از کم اغلب ظن پر جتنے دن ہوں ان کی قضا رفتہ رفتہ کیجئے یہ سردی کے ایام غنیمت باردہ ہیں۔

(۳) نظر کی حفاظت کیجئے، استغفار اور ذکر کی کثرت کیجئے، نظر شہوت کو روکئے مشتبہات سے اجتناب کیجئے، بالخصوص خلوت ہرگز نہ ہونی چاہیئے۔

(۴) کرکٹ وغیرہ لہو و لعب میں جانا بالکل چھوڑ دیجئے، آخرت اور خداوندی

(حاشیہ مکتوب نمبر ۵۳) [۵۱] وہ جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے۔ [۵۲] اے ایمان والو یاد کرو اللہ کی بہت سی یاد اور پاکی بولتے رہو اسکی صبح و شام۔

[۵۳] اور یاد کرتا رہ اپنے رب کو اپنے دل میں گڑگڑاتا ہوا اور ڈرتا ہوا، اور ایسی آواز سے جو کہ پکار کر بولنے سے کم ہو، صبح کے وقت اور شام کے وقت اور مت رہ بے خبر [۵۴] پھر جب تم نماز پڑھ چکو یاد کرو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے۔

حقوق کا مسئلہ نہایت اہم ہے، موت ہر وقت سر پر کھڑی ہے، عالم السر والخفایا کی خفیہ پولیس ہر وقت اعمال و اقوال کو نوٹ کر رہے ہیں، کراماً کاتبین یعلمون ما تفعلون، مایلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید، ایحسبون انا لا نسمع سرھم ونجواھم بلیٰ ورسلنا لدیھم یکتبون انا کنا نستنسخ ما کنتم تعملون۔ ان آیات پر غور کیجئے اور جہاں تک ممکن ہو عمر عزیز کے لمحات کو ضائع نہ ہونے دیجئے۔

والسلام ...... ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲۶ محرم سنہ ۶۲ھ

مکتوب نمبر ۵۴

میرے خیال میں عام دعاؤں کے لئے مندرجہ ذیل دعا زیادہ مناسب ہوگی،

اللھم بلغنی وبلغ جمیع من اوصانی بالدعاء وجمیع من لہ حق علی المقاصد فی الدنیا والاخرۃ واکشف عنی وعنھم سائر الکربات فی الدنیا والاخرۃ انت اعلم بھم وبمقاصدھم کلھا بانیھم انت اکرم الاکرمین وارحم الراحمین حیی کریم تستحیی ان ترد یدی العبد صفرا اذا رفع الکف الیک وصل علی احب خلقک الیک سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم

نیز اسلاف اور مسلمانوں کے لئے دعائیں مختصر اور مناسب حسب ذیل ہوگی۔

اللھم تغمدنا برحمتک ورضوانک وغفرانک جمیع مشائخی وجمیع اساتذتی فی

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۳۷) ؎ عزت والے عمل لکھنے والے جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔ ؎ نہیں بولتا کچھ بات جو نہیں ہوتا اس کے پاس ایک راہ دیکھنے والا تیار۔ یعنی جب کوئی بات زبان سے نکالتا ہے تو اس کے پاس ایک نگراں جو چست و مستعد ہے موجود رہتا ہے۔ ؎ کیا خیال رکھتے ہو کہ ہم نہیں جانتے ان کا بھید اور ان کا مشورہ کیوں نہیں، اور ہمارے بھیجے ہوئے ان کے پاس لکھتے رہتے ہیں۔ ؎ ہم لکھتے رہتے ہیں جو کچھ تم عمل کرتے ہو۔

وَجَمِیْعِ اَسْلَافِیْ وَجَمِیْعِ اَمْوَاتِیْ وَجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ اِنَّکَ یَا مَوْلَانَا سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ کَرِیْمٌ مُّجِیْبُ الدَّعَوَاتِ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

ان مختصر اور جامع دعاؤں میں جس قدر تکرار اور خشوع وغیرہ عمل میں لایا جاوے وہ کارآمد ہوگا۔

تمام مسلمان خواجہ تاش اور آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خادم ہیں سب سے محبت رکھنی اور خیرخواہی چاہنی اور ان کے لئے دعا کرنا ہمارا فریضہ ہے، ان کی دعاؤں حاجتوں میں خبرگیری حتی الوسع اور خدمات بجالانا ضروری ہے، جس قدر ہو سکے اس میں کوشش کیجئے، اور اگر کسی پر غصہ آجائے تو اسی خواجہ تاشی کو اور اللہ تعالےٰ کے غضب اور انتقام کو یاد رکھ کر جہاں تک ممکن ہو غصہ کو فرو کیا کیجئے۔

والسلام ..... ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۱۰ ربیع الثانی سنہ ۱۳۶۳ھ

مکتوب نمبر ۷۵

(۱) دعا میں دل لگنا ضروری ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، ان اللہ لا یقبل الدعاء بقلب لاہ[1] لہٰذا دعا میں دل لگنا ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ مظلوم کی دعا

(حاشیہ مکتوب نمبر ۷۴) خواجہ تاش کے معنی ہیں ایک مالک کے کئی غلام یا ایک آقا کے بہت سے نوکر یہ ہر ایک آپس میں اہل فارس کے نزدیک خواجہ تاش ہوئے، مقصد شیخ الاسلام کا واضح ہے کہ ہم کو خصوصاً تمام مسلمانوں کے ساتھ محبت و ہمدردی ہونی چاہیئے یعنی دوستی اور دشمنی کا معیار اللہ کی اطاعت اور رسول کی محبت ہو نہ کہ جذبات۔

(حاشیہ مکتوب نمبر ۷۵) [1] حدیث کا مفہوم یہ ہے اللہ تعالیٰ اس دعا کو قبول نہیں فرماتے جو دل لگا کر نہ کیجائے یعنی دل غافل ہو۔

بہت جلد قبول ہوتی ہے، کیونکہ وہ خلوص دل سے نکلتی ہے: تاہم اگر دل نہ لگے تب بھی فائدہ سے خالی نہیں لیکن کوشش کرنا ضروری ہے۔

(۲) دعا اور تلاوتِ کلام پاک میں فرق ہے، قرآن مجید کے الفاظ اور حروف چونکہ اللہ تعالیٰ سے سرزد ہوئے ہیں، اس وجہ سے قرآن مجید بالفاظہ مامور بالتلاوت ہے، اگر اس میں بھی دل نہ لگے تب بھی ثواب آخرت اور اثر سے خالی نہیں ہے۔ اور دعا میں یہ بات کہاں؟

(۳) رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ[۵۲] ہر نماز کے بعد اور اوقاتِ دعا کے علاوہ درود شریف کے بعد نماز میں پڑھنے سے حسنِ خاتمہ کے لئے نہایت مؤثر ہے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۶۳ھ

مکتوب نمبر ۵۷۶

پاکستان سے آکر ہنود کی آبادی پر پریشانی کی کیفیت معلوم ہوئی، میں دعا کرتا ہوں، مگر گجرات کے لوگوں نے جیسا کیا ہے، اس کو بھگتنا پڑے گا۔ آپ روزانہ پانچ سو مرتبہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھتے رہیں۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۳ جمادی الاول ۱۳۶۳ھ

مکتوب نمبر ۵۷۷

آپ کو معلوم ہے کہ اسباب کی تعاطی مع الاعتماد الکامل علی اللہ عین توکل ہے

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۵۷۵) [۵۲] آیت کا ترجمہ یہ ہے، اے رب نہ پھیر ہمارے دلوں کو جب تو ہم کو ہدایت کر چکا اور عنایت کر ہم کو اپنے پاس سے رحمت، تو ہی ہے سب کچھ دینے والا۔

اس لئے احباب یا غیر احباب سے ذکر کرنا یہ اسباب ہی کی تعاطی ہوگی یہاں اعتماد ان پر نہ ہونا چاہیئے، اللہ تعالیٰ کو اگر منظور ہے ان کو مسخر کر دے گا، ورنہ وہ کچھ نہ کر سکیں گے، وہ مجبور محض ہیں۔

ان الذی انت ترجوہ وتاملہ ۔۔۔ من البریۃ مسکین ابن مسکین

فاسترزق اللہ مما فی خزائنہ ۔۔۔ فانما الامر بین الکاف والنون

اس لئے مخلوقات پر اعتماد کو چھوڑ دیئے، اور مالک خزائن السمٰوٰت والارض پر اعتماد کیجئے، عالم اسباب پر متوسط طریقہ سے عملدرآمد رکھیئے۔ ع

برتوکل زانوے اشتر بہ بند

والسلام ..... ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۷؍ جمادی الثانی ۱۳۶۳ھ

مکتوب نمبر (۷۸)

(۱) نصوص شرعیہ سے آپ واقف ہیں، بوقت ضرورت سوال کی اجازت دی گئی ہے۔ ضرورت کی تحدید حقیقی نہیں کی گئی ہے، یہ کلی مشکک ہے اور مختلف درجات رکھتی ہے، اضطرار کے وقت میں سوال واجب اور فرض ہو جاتا ہے،

(حاشیہ مکتوب نمبر ۷۷) اشعار کا مفہوم یہ ہے کہ تم جن سے امیدیں وابستہ کئے ہوئے ہو وہ تو خود مسکین در مسکین ہیں البتہ اللہ تعالیٰ سے رزق مانگنا اور امیدیں وابستہ رکھنا چاہیئے، جو ایک لفظ کن سے نیکون کرتا رہتا ہے۔

(حاشیہ مکتوب نمبر ۷۸) اس مکتوب گرامی میں بعض اصطلاحات منطقی، فقہی آگئی ہیں انکو صاف کر دیا جاتا ہے باقی مکتوب صحیح ہے، کلی مشکک وہ کلی ہے جو اپنے افراد پر برابر برابر صادق نہ آئے، مثلاً موجود، یا مثلاً نور وغیرہ تشکیک کی چار قسمیں ہیں، جو کتب منطق میں موجود ہیں، حوائج اصلیہ کی تعریف یہ ہے وہ مال جو اپنی اصلی اصلی ضرورتوں سے زیادہ نہ ہو، اور اصلی ضرورتوں کی مثال جیسے رہنے کے مکان، بدن کے کپڑے گھر کے اسباب، سواری کے جانور، خدمت کے غلام، استعمال میں ہونے والے ہتھیار ان پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔ (ہدایہ)

سرمایہ دار کو سرمایہ بڑھانے کے لئے حرام ہوجاتا ہے (یعنی وہ سرمایہ دار جو کہ حوائج اصلیہ سے زائد اتنے مال کا مالک ہے، جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور حولان حول بھی ہوگیا ہے) درمیانی درجات، احکام بھی درمیانی رکھتے ہیں، آپ کی وہ ضرورتیں جن کو تحریر فرمارہے ہیں، اگر نفس پرستی اور خوش خوراکی اور تلذذ و تنعم کے لئے نہیں ہیں تو اباحت اور تجویز کا موقع ضرور دیں گی، بالخصوص وہ طریقہ سوال جسکو آپ ذکر فرمارہے ہیں جو کہ الحاح اور تفرع سے خالی بھی ہے۔

والسلام:۔ .... ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ، ۱۷ رجب ۱۳۶۳ھ

مکتوب نمبر ۷۹

وہ مصائب جن کا ذکر جناب فرمارہے ہیں، بے شک باعثِ اضطراب ہیں مگر اس کا یہ اثر غلط ہے جو کہ آپ لکھ رہے ہیں، اس کا اثر ابتہال الی اللہ اور تضرع وزاری ہونا چاہیئے تھا، معاصی اور غفلات سے تنفر ضروری تھا، آپ کو اس روایت کا خیال رکھنا چاہیئے، ان[1] الناس اذا راوا الظالم فلم یاخذوا علی یدیہ یوشک اللہ ان یعمھم بعقاب من عندہ فلا یستجیب لھم اوکما قال علیہ السلام) بہرحال عقل اور دانائی سے کام لیجئے، اور مالک قضاء و قدر کی رضاجوئی کی زیادہ سے زیادہ فکر ہونی چاہیئے۔ والسلام .... ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ، ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ

مکتوب نمبر ۸۰

آپ کی بیماریوں اور تکالیف کی کیفیات معلوم کرکے صدمہ ہوا، جو طبعی امر ہے

(حاشیہ مکتوب نمبر ۷۹) [1] روایت کا مفہوم یہ ہے کہ جب لوگ ظالم کو ظلم کرتے دیکھیں اور نہ روکیں اور اسکے ہاتھ پکڑیں تو قریب ہے کہ عام طور پر لوگ عذاب میں آجائیں پھر اگر دعا بھی کریں گے تو قبول نہ ہوگی۔

ورنہ عقلی طور پر چونکہ مسلمان کے لئے یہ جملہ تکالیف موجب کفارہ سیئات اور مضاعفت حسنات ہیں، اس لئے یہ سب ایسی ہی شان رکھتی ہیں، جیسے شاہانہ لباس کی دھوبی کے یہاں ہوتی ہے، وہ کپڑوں کو خم میں ڈالتا ہے، پانی گرم کرتا ہے۔ ریہہ اور صابون لگاتا ہے، پٹروں اور پتھروں پر پٹکتا ہے، اور بار بار نچوڑتا ہے، گرم دھوپ میں ڈالتا ہے، مار مار کر استری پھیرتا ہے، شکنوں کو صاف کرتا ہے، ان تمام مراحل کو ایک ظاہر بین کپڑوں کے لئے آزار شدید اور سخت مصیبت سمجھے گا، مگر حقیقت شناس یہ ہی کہے گا کہ ان کپڑوں کا اعزاز و اکرام ہے، اور یہی ان کے لئے رحمت کاملہ ہے، انکو شہنشاہ کے جسم کی زینت بنانے کے لئے یہ اعمال کئے جاتے ہیں، اس لئے یہ سب اعمال ان کے لئے رحمت ہی رحمت اور ترقی ہی ترقی ہیں۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ، ذی الحجہ ۱۳۶۳ھ

مکتوب نمبر ۱۸

(۱) اگر میں حق پر ہوں اور مخلصانہ مذہبی اور اسلامی خدمات کر رہا ہوں تو... غیروں اور اپنوں سے جو کچھ بھی اذیتیں پیش آئیں یا آ رہی ہیں ان کے لئے اسلاف کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے احوال اور اعمال مشعل راہ ہیں، جو جو مصائب انبیاء کرام اور اولیائے عظام اور مقدس علماء کو پیش آئی ہیں ان کے سامنے ہمارے مصائب تو ذرہ بھی نسبت نہیں رکھتے، جو ذرہ کو پہاڑ سے ہے، پھر اس پر کبیدگی اور قلق کیوں ہے، اشد الناس[1] بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل سے تو بشارت حاصل ہوتی ہے جس سے تبدیلیت

(حاشیہ مکتوب نمبر ۱۸) [1] امتحان و آزمائش میں سب سے زیادہ سخت انبیاء علیہم السلام ہیں، پھر درجہ بدرجہ جو زیادہ افضل ہیں ان کے امتحانات بھی زیادہ سخت ہیں،

عند اللہ کا پتہ چلتا ہے اور اگر خدانخواستہ میں غلط راستہ پر ہوں، اور معاذ اللہ ضلال اور گمراہی میں پھنسا ہوا ہوں تو اس کا مستحق ہی ہوں۔ اللھم انی[۵] اعوذ بک من ان اضل او اضل او اذل او اذل او اجھل او یجھل علی۔ امین

(۲) معمولات کے بدستور جاری رکھنے میں حتی الوسع کوشش فرماتے رہیں الاستقامۃ[۶] فوق الکرامت۔

(۳) خواب میں سورۂ فتح کی آیات اور آیت یریدون ان یبدلوا الآیہ پڑھنا بہت بڑی بشارت ہے، شکر کرنا چاہیئے۔

دوسرا خواب جس میں پیشاب سے پانی خالص سمجھ کر وضو کرنا اور اس کے بحقیقت پر مطلع ہو کر پاک پانی سے غسل کرنا دیکھا گیا ہے یہ بھی فی الجملہ مبارک ہے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۶۵ھ

مکتوب نمبر ۸۲

احوال مندرجہ سے سخت کوفت ہوئی یہ دار، دار ابتلاء و امتحان ہے، انہیں مشکلات کی وجہ سے انسان کی فرشتوں پر فوقیت ہے، ان عوائق اور تعلقات کے ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ذکر میں مشغولیت امتحان میں کامیابی کا ذریعہ ہے۔ وَلَقَدْ[۱] اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً یہ امتحان کے ایام استقلال سے پورے کیجئے، نفس خبیث کو اس کی

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۸۱)
[۵] اے اللہ میں اس سے پناہ مانگتا ہوں کہ خود گمراہ ہوں یا کسی کو گمراہ کروں یا خود لغزش کروں یا کسی دوسرے کو لغزش میں مبتلا کروں۔ استقامت اور کرامت پر جلد اول میں بحث گذر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمالیا جائے [۶] ترجمہ یہ ہے۔ استقامت اور مضبوطی سے قائم رہنا کرامت سے بڑھا ہوا ہے۔

(حاشیہ مکتوب نمبر ۸۲) [۱] اور بھیج چکے ہیں ہم کتنے رسول تجھ سے پہلے اور ہم نے دی تھیں ان کو جوروئیں اور اولاد۔

خواہشات سے روکئے انبیاء علیہم السلام کی زندگی کو یاد کیجئے اور اس پر قدم بقدم چلنے کی کوشش کیجئے، وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى تصریح قرآنی ہے، اس پر عمل کیجئے، مثنوی میں ہے کہ حضرت سری سقطی یا خواجہ شبلی رحمہما اللہ تعالیٰ نے اپنے تصرف سے نفس کو اپنے میں سے نکال لیا، جوکہ بصورت کبوتر نکلا، تو دیکھا کہ جو الطاف و انوار خداوندی تھے بند ہو گئے، بہت تعجب کیا، اور عرض کیا کہ پروردگار یہ تو تیرا اور میرا دشمن ہے، جب کہ یہ مجھ میں سے نکل گیا، تو اور زیادہ الطاف مجھ پر نزول ہونے چاہئیں تھے، فرمایا گیا کہ اے شبلی تجھ پر میرے انعامات اسی بنا پر تھے کہ میرے دشمن کی موجودگی اور اس کی ہر وقت کی مخالفت کے ہوتے ہوئے تو میری اطاعت اور محبت و یاد میں مشغول تھا، اور اگر وہ نہ رہے تو پھر تیری کیا منزلت ہے، جب تو تو میری عبادت اور یاد پر مجبور ہو گا۔

بہرحال نہ گھبرانا چاہیئے، نہ ترک تعلقات کرنا چاہیئے نہ مایوس ہونا چاہیئے نہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور ذکر سے غافل ہونا چاہیئے، ان تمام تعلقات اور عوائق کے باوجود ذکر و فکر اطاعت اور اخلاص میں قدم آگے ہی بڑھنا چاہیئے۔ خبردار خبردار ذکر میں کوتاہی نہ کیجئے اور نفس پر زور ڈال کر حضور قلب اور تصور معنی کے ساتھ ذکر میں مشغول ہونا چاہیئے، آپ نے ان دنوں زیادہ دنیا داری شروع کر دی ہے، دنیا کی محبت اور غیر اللہ سے تعلق بہت بڑھا دیا ہے، جاگئے اور اپنی حالت اور اپنے نفس خبیث پر سرزنش کیجئے اور طمع دنیوی سے رد کئے، دنیاوی مطاعم اور ملابس وغیرہ میں تلذذ سے بچیئے، ہمیشہ سادہ اور موٹا جھوٹا کھانا کپڑا فرش وغیرہ اختیار کیجئے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۵ر شوال ۱۳۶۵ھ

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۸۲) ۵۲ اور جو کوئی ڈرا ہو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے اور روکا ہو اس نے جی کو خواہش سے ۱۔ خوف و رجاء پر ہم نے اسی جلد میں کہیں کچھ تفصیلی باتیں لکھدی ہیں، ملاحظہ فرمایئے

مکتوب نمبر ۸۳

مسئلہ مذکورہ میں کچھ غلطی ہے، خواہ آپ کی یادداشت یا استاذ کے بیان میں متحقق ہوئی ہو، ایمان کو ہمیشہ بین الخوف والرجاء ہونا چاہیئے وادعوہ خوفاً وطمعاً۔[1] نص قرآنی ہے اور اس معنی پر مختلف آیت صریح موجود ہیں، مگر حالت زندگی میں غلبہ خوف کا ہونا چاہیئے، اور قرب موت میں غلبہ رجاء کا ہونا چاہیئے، لقولہ علیہ السلام فی الحدیث القدسی انا عند ظن عبدی بی وقال سبحانہ تعالیٰ، اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ، اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ، اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ وقال وَلَا تَيْاَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ الخ۔

والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

مکتوب نمبر ۸۴

جو مظالم بہار اور گڈھ مکتیشر وغیرہ میں دلگداز واقع ہوئے ہیں یقیناً نہایت

(حاشیہ مکتوب نمبر ۸۳) حضرت امام العصر مدظلہ العالی نے قرآن اور حدیث سے اس مسئلہ پر جو روشنی ڈالی ہے اگر اسکے ترجمہ اور مفہوم کو سامنے رکھا جائے تو بڑی آسانی سے ایمان بین الخوف والرجاء کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے اسلئے ہم آیات اور حدیث کا ترجمہ ذیل میں درج کر دیتے ہیں،

[1] پکارو اپنے پروردگار کو خوف سے اور لالچ سے یعنی رحمت اور عیش کی طمع سے،

[2] بندہ کا میرے بارے میں جو گمان ہوتا ہے میں وہی ہو جاتا ہوں، میرا معاملہ اپنے بندے سے وہی ہوتا ہے جسکی وہ مجھ سے توقع رکھتا ہے۔ [3] اب کیا نڈر ہیں بستیوں والے اس بات سے کہ آ پہونچے ہمارا عذاب راتوں رات اور وہ پڑے سوتے ہوں، یا نڈر ہیں بستیوں والے اس سے کہ آ پہونچے ہمارا عذاب دن چڑھے اور وہ کھیل کود میں مصروف ہوں۔ کیا نڈر ہو گئے

رنجیدہ اور سنگین ہیں، مگر میرے محترم تصویر کے دوسرے رخ سے غافل رہنا بھی تو درست نہیں، ابتدا کس نے کی کبھی اس پر بھی غور فرمایا کہ نہیں؟ نواکھالی، پترہ میں ایسے ہی مظالم پہلے کس نے کئے تھے؟ ڈائرکٹ ایکشن ۱۶ اگست ۱۹۴۶ء کو کس نے کیا، جس سے کلکتہ کے فسادات کی ابتدا ہوئی؟ کیا اس تاریخ سے پہلے بھی یہ ہنگامی فرقہ وارانہ فسادات تھے؟ ۱۹۳۷ء سے اشتعال انگیز تقریریں اور تحریریں کس نے پھیلائیں؟ کبھی ان امور پر آپ نے غور کیا؟ ڈائرکٹ ایکشن کے پہلے ڈیلی گیشن کے آنے کے بعد سے ہلاکو اور چنگیز خاں کی تقلید اور خون بہانے، امن و اماں غارت کرنے اور تشدد کے اعلانات لگاتار کون کرتا رہا؟

کیا ان امور کی ابتدا لیگی لیڈروں اور اخباروں، لیگی تقریروں اور لیڈروں سے لگاتار جاری نہیں رہی؟

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد، المستبان[۵۱] ما قالا فعلی البادی منہما کیا بتلاتا ہے، قرآن مجید کا ارشاد ہے وَلَا تَسُبُّوا[۵۲] الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ کیا سکھلاتا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث صحیح[۵۳] لا یسب احدکم والدیہ قالوا یا رسول اللہ وہل یسب احد والدیہ قال نعم یسب والد الرجل فیسب والدہ (او کما قال) کیا کہتی ہے۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۸۲) اللہ کے داؤ سے، سو نہیں نڈر ہوتے اللہ کے داؤ سے مگر وہی لوگ جو خراب ہوں گے۔ ۵۰ اور نا امید نہ ہو اللہ کی رحمت سے۔

(حاشیہ مکتوب نمبر ۸۴) ۵۱ سب و شتم کرنیوالے جو کچھ ایک دوسرے کو کہتے ہیں، تو بار گناہ اس پر ہوگا جس نے یہ سلسلہ شروع کیا، کیونکہ اس کے بعد جو کچھ کہا جا رہا ہے وہ ایک دوسرے کا جواب اور جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا ہو رہا ہے۔ (واللہ اعلم) ۵۲ اور تم لوگ برا نہ کہو ان کو جن کی یہ پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا پس وہ برا کہنے لگیں گے اللہ کو بے ادبی سے بدوں سمجھے۔ ۵۳ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم میں

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ الفتنۃ نائمۃ لعن اللہ من ایقظہا [۱۲۲] (او کما قال) کا کیا مفاد ہے، جب کہ ان خیانتوں کی ابتدا مسلمانوں ہی سے ہو رہی ہے تو کس پر قصور رکھا جا سکتا ہے، آج لیگی ان تمام نقصانات کے بعد خوش و خرم ہیں کہ یہی قربانیاں ہم کو پاکستان کے لئے ذریعہ ہیں، حالانکہ پاکستان ہی بجائے خود مسلمانوں کے لئے خودکشی کے مرادف ہے، اور وہ سب کیا دھرا انگریزوں کا ہے، آج تمام فرقہ وارانہ فسادات میں انگریزی ہاتھ کام کر رہا ہے، پاکستان بھی انگریزی ہاتھوں نے اپنے مفاد کے لئے بنوایا ہے اور ہر قسم کی تائید اس کے لئے کر رہے ہیں، غور کیجئے اور حقائق پر نظر ڈالئے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲۰ رجب ۱۳۶۶ھ

مکتوب نمبر ۸۵

مجکو آپ کے سوالات پر تعجب ہوتا ہے۔

(۱) مسلمانان پاکستان جو کہ اہل سنت والجماعت ہیں وہ سب ہمارے بھائی ہیں، ان سے ہمارے تعلقات وہی ہونے چاہئیں جو کہ ساری دنیا کے سنی مسلمانوں کے ساتھ ہیں، اور جن کی تاکید ہم کو کتب مذہب میں کی گئی ہے، وہاں کی حکومت ایک یورپین طرز کی جمہوری حکومت ہے، جس میں حسب آبادی مسلم اور غیر مسلم سب حصہ دار ہیں اس کو اسلامی حکومت کہنا غلطی ہے، جیسا کہ خود مسٹر جناح نے بار بار تصریح کی ہے اور

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۸۴) کوئی اپنے والدین کو گالی نہ دے، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا کوئی اپنے باپ اور اپنی ماں کو گالی دے گا، آپ نے فرمایا ہاں، دوسرے کے ماں باپ کو گالی دیگا وہ اسکے ماں باپ کو گالی دے گا (تو اس طرح گویا خود اس نے اپنے والدین کو گالی دی)۔

[۱۲۲] فتنہ سویا ہوا ہے، اللہ کی لعنت جو اس کو جگائے۔

اب بھی اسمبلی کے افتتاح میں انہوں نے یہی تقریر کی ہے، اس کو بیرونی حکومتیں بھی اسلامی حکومت نہیں تسلیم کرتی ہیں۔

ہمیشہ سنی مسلمانوں کے لئے دعا کرنا ضروری ہے، مگر ایک ایسی جمہوری حکومت جب کہ اسلامی حکومت ہی نہیں ہے، کس طرح ان ادعیہ کی مستحق ہو سکتی ہے جنکے مستحق سنی مسلمان ہیں، ہاں اس لحاظ سے کہ اہون البلیتین ہے (مگر اس کا ثبوت ہو جائے) تو البتہ مستحق ہمدردی ہو سکتی ہے، مگر کانگریسی صوبوں میں کفار اصلی برسر اقتدار ہیں پاکستان میں ملاحدہ اور مرتدین کا اقتدار ہے، دینی حیثیت سے دونوں کا فرق ظاہر ہے، کانگریسی صوبوں میں انگریزی اقتدار برائے نام ہے اور اس کو رفتہ رفتہ مٹایا جارہا ہے، اور پاکستان میں اس کو ترقی دی جارہی ہے اور اس کی فراوانی ہے، ہاں وہاں کے سنی مسلمانوں کے ساتھ یقیناً ہماری پوری ہمدردی ازبس ضروری ہے۔

(۲) جینا خود اپنے کو رافضی کہتا ہے، اس کے عمائد اس کے مُقر ہیں ۲۵ نومبر ۱۹۴۵ء بروز اتوار امام باڑہ روڈ مسجد بمبئی میں راجہ محمود آباد شیعوں کے جلسہ میں قائد اعظم کے الیکشن کے لئے تقریر فرماتے ہیں۔

"ہمارے قائد اعظم خوش قسمتی سے سچے شیعہ ہیں، تاریخ اسلام بدل رہی ہے اور آج ہندوستان کے تمام سنی ایک جانشین امام علیہ السلام کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہیں، اور اس کے حکم پر سر کٹانے کو تیار ہیں، اگر سابق کے مسلمانوں میں سمجھ ہوتی تو نہ تو اختلاف کا دروازہ کھلتا اور نہ اعلاء کلمۃ الحق کے لئے شیعہ وجود میں آتے، قائد اعظم کی مخالفت کرنا اپنی تاریخ کو جھٹلانا ہے۔"

مدینہ بجنور یکم دسمبر ۱۹۴۵ء نمبر ۸۷ جلد ۳۴،

اگر ایسے شخص کے لئے مولوی ابراہیم صاحب دعا کرنا چاہتے ہیں تو وہ اسکے ذمہ دار ہیں، وہ خود جانتے ہیں کہ آیا شیعہ مسلمان ہیں یا نہیں؟ آپ کا فرمانا کہ حکومت

توبہر حال اسلامی ہے تعجب خیز ہے۔ حالانکہ خود قائد اعظم اور ان کا ترجمان ڈان اس کا منکر ہے۔

اخبار ایمان نے مسلم لیگ کے ترجمان ڈان کے ایک مراسلہ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ

"پاکستان میں مذہبی حکومت یا مسلم راج نہ ہوں گے کیونکہ مذہبی حکومت صرف وہاں قائم ہو سکتی ہے جہاں ایک ہی مذہب کے سو فی صدی لوگ ہوں یا اتنی فوجی طاقت ہو کہ وہ غیر مذہب والوں کو مجبور کر کے مطیع کر لے۔"

پھر یہی بزرگ مذہبی حکومت کے مفاسد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اگر پاکستان میں مذہبی حکومت بنا دی گئی تو اس سے عوام کی ترقی رک جائیگی طبقات کی تفریق کا سلسلہ جاری رہے گا، انسان کی اجتماعی اور اقتصادی نجات کی راہ بند ہو جائے گی، مذہبی حکومت کے پیش رو مسلمان ہوں گے اور وہ قابل نہیں ہیں ہندو صوبوں میں مسلمانوں پر ظلم و ستم ہونے لگیں گے، اس سے ہندوستان میں خانہ جنگی کی آگ بھڑک جائے گی۔

مدینہ بجنور جلد ۳۳ نمبر ۸۴ مورخہ ۱۲ نومبر ۱۹۴۴ء

نواب زادہ لیاقت علی خاں صاحب علی گڑھ یونیورسٹی میں تقریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"ہم سے سوال کیا جاتا ہے کہ پاکستان کا دستور اساسی کیا ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ پاکستان ایک جمہوری اسٹیٹ ہوگا اور اس کے دستور اساسی کی تشکیل ان علاقوں کے باشندگان بتوسط ایک منتخب کردہ مجلس دستور اساسی خود ہی کریں گے، ہر چیز اظہر من الشمس ہے۔

ڈان ۵ ستمبر ۴۵ء ص ۶ کالم اول

خود قائد اعظم فرماتے ہیں احمد آباد میں تقریر فرماتے ہوئے "پاکستان کی حکومت

جمہوری، سارا نظم و نسق عوام کے نمائندوں کے ہاتھوں نہیں ہوگا (انجام مورخہ ۲۰ اگست ۴۵ء)
مسٹر جناح نے ہمیشہ پاکستان کو ایک دنیاوی اسٹیٹ قرار دیا ہے اور اس خیال کی ہمیشہ سختی سے مخالفت کی ہے کہ اس میں مسلمانوں کی حکومت الٰہیہ قائم ہوگی جو لوگ پاکستان کو پان اسلام ازم (اتحاد اسلامی) کے مرادف قرار دیتے ہیں وہ اتحاد کے دشمن ہیں" (ڈان ۹ ستمبر ۱۹۴۵ء)۔

اس قسم کی مختلف تصریحات موجود ہیں، آج بھی دستور ساز اسمبلی میں پاکستان کے مسلمان، سکھ، ہندو، قادیانی، کمیونسٹ، شیعہ، اچھوت، سب ممبر ہیں، اور دستور اساسی بنا رہے ہیں اور حکومت کی عملی تشکیل یہ لوگ دے رہے ہیں، اگر آپ کی مراد اسلامی حکومت سے یہی ہے تو آپ جانیں، الفاظِ دعائیہ میں مسلمانوں اور ان کے حکام کے لئے بلا تعیین دعا کر دینا اور ان کی ہدایت اور تقویت کی خواہش کافی ہے .... والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲۲ شوال ۱۳۶۶ھ

مکتوب نمبر ۸۶

جناب مولانا فضل الحق صاحب سہسپور (ضلع بجنور) کے نام

محترم المقام زید مجدکم .... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

والا نامہ باعثِ سرفرازی ہوا جس طرح تمام اعضاء و جوارح عطاء خداوندی ہیں۔

(حاشیہ مکتوب نمبر ۸۶) حضور والا، خادم کئی روز سے ان مسائل کے حل میں الجھا ہوا ہے اشعار العلی السوال
(۱) حق جل شانہٗ نے بندہ کو اپنے اختیار کے مشابہ ایک گونہ اختیار عطا فرمایا ہے اور حسب علم فرقہ جبریہ مجبور محض نہیں پیدا کیا جسکی بنا پر وہ مستحق ثواب و مستوجب عتاب قرار پایا، اور فاعل مختار کی حیثیت میں ظہور ہوا لیکن بندہ کے افعال اور مشیت عبد تابع مشیت رب ہے، جیسا کہ ...

اسیطرح ارادہ و مشیت ہی ہے۔ جس بنا پر اس کو صاحب الاعضاء والجوارح کہا جاتا ہے
اس کو بے زبان، بے عقل، بے ہاتھ پیر وغیرہ نہیں کہا جاتا، اسی طرح اس کو بے ارادہ
اور بلا مشیت کہنا غلط ہوگا، مجبور وہ شخص ہوگا، جو کہ بلا ارادہ ہے، اور وہی افعال جبری
افعال کہے جا سکتے ہیں جن میں تداخل ارادہ کا نہیں ہوتا، جیسے مرتعش کی حرکت، اور
اس پتھر کی حرکت جس کو پھینکنے والے نے پھینکا ہے اور جس طرح جسم انسانی جب کہ
بلا ارادہ فوق سے اسفل کو آتا ہے، یہ حرکت البتہ جبری اور بلا اختیار ہے، خود انسان
اپنی حرکت رعشہ اور حرکت جسمانی میں (فوق سے تحت کو) کسی قسم کا ارادہ نہیں محسوس
کرتا، بلکہ خود کو مجبور محض پاتا ہے، بخلاف افعال اختیاریہ کے کہ وہ ان میں اپنے ارادہ
اور اختیار کو صدور افعال تک محسوس کرتا رہتا ہے، اور یقین کرتا ہے کہ اگر میں چاہوں
اس حرکت کو روک دوں، اس لئے ان افعال اختیاریہ میں مجبوریت کا ادعا خلاف
ہے، محسوس و مشاہدہ کے خلاف ہے، ثواب و عقاب انہی افعال اختیاریہ میں ہے،

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۸۶) نص صریح سے واضح ہے۔ وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ، اس سے مسئلہ جبر
کا ثبوت اور بندہ کے افعال پر ترتب ثواب و عقاب عدل کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔
(۲) سورہ واقعہ میں تصریح ہے کہ میدان قیامت میں انسان کے تین فرقے ہوں گے اصحاب
میمنہ، اصحاب مشئمہ، سابقون، سابقون کو اگر فرقہ ثالث قرار دیا جائے اور یہ خیال کیا جائے کہ انکے
مدارج اعلیٰ اور ممتاز حیثیت کے اظہار کے لئے جداگانہ فرقہ قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ ان کے انعامات
اکرام کے بارے میں آیات مابعد میں تصریح فرمائی ہے، تو پھر اصحاب میمنہ میں کون لوگ داخل ہونگے؟
(ب) سابقون کو دو فریق پر منقسم فرمایا، ثلۃ من الاولین وقلیل من الآخرین۔ جزء اول
سے مراد اگر امم سابقہ اور جزء ثانی سے مقصود اگر امت محمدی ہے تو تنقیص و تفضیل امت محمدیہ کا شائبہ ہے؟
(ج) رکوع دوم ثلۃ من الاولین وثلۃ من الآخرین سے کیا مراد ہے۔ بظاہر یہ جملہ جملہ اولیٰ
کے خلاف و معارض معلوم ہوتا ہے، وجہ تطبیق کیا ہے؟۔

جن میں انسان کا یہی احساس ہے کہ میرے اختیار و ارادہ سے پائے جا رہے ہیں، افعال کو تحقیق سے پہلے جب چاہوں روک دوں، یہ اختیار جبری جس کو ہر فعل اختیاری جبری کا منشا اور مصدر محسوس کیا جاتا ہے، کسب کہا جاتا ہے، جس کو ماتریدیہ اور دیگر متکلمین اثر قدرت حادثہ کہتے ہیں۔ بہرحال تخلل ارادہ واختیار ہوتے ہوئے، جبر کہنا خلاف مشاہدہ ہے، جناب کا ارشاد کہ بندہ کی مشیت تابع مشیت رب ہے، خود اس کا اقرار ہے کہ مشیت عبد موجود ہے، پھر اس کو منعدم قرار دینا اور جبر سے تعبیر کرنا کیونکر نہ غلط ہوگا ۴۶۳

اہلِ محشر کی تین جماعتیں، سابقین اصحاب یمین اصحاب شمال قرار دی گئی، سابقین سب سے اعلیٰ اور اصحاب یمین متوسط اور اصحاب شمال سب سے ادنیٰ، اول و دوم ناجی ہیں اور سوم غیر ناجی پھر اولین و آخرین میں سے فریق اعلیٰ و اوسط کی تعداد بتلائی گئی ہے کہ سابقین میں اولین اور آخرین کی تعداد بہت زیادہ بلکہ تقریباً برابر ہوگی بخلاف اصحاب یمین کے کہ ان میں اولین کی بہت زیادہ اور آخرینؓ کی کم ہوگی، ظاہر اور اقرب یہی ہے کہ یہ تفصیل امت محمدیہ کی ہے، اگرچہ مفسرین کی ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ یہ تفصیل تمام عالم انسانی کی ہے، بصورت ارادہ امتِ محمدیہ تنقیص امتِ محمدیہ کا خیال یا تو اس طرح دفع ہوسکتا ہے کہ متاخرین کو شرف فرما کر سابقین کا درجہ زیادہ عطا کر دیا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد کیا گیا ہے، کہ متاخرین اگر "عشر ما امر دابہ" (یعنی کل احکام خداوندی کے دسویں حصے کی تعمیل بھی کرتے رہیں گے تو ناجی ہو جائیں گے، اور

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۸۶) راقم الحروف کا علم ہی کیا، البتہ قرآن کے سیاق و سباق سے ایک طالب علم قرآن کا ذہن اسی طرف جاتا ہے کہ رکوع اول ثلۃٌ من الاولین وقلیلٌ من الآخرین، السابقون السابقون میں سے ہوں گے اور رکوع دوم ثلۃٌ من الاولین وثلۃٌ من الآخرین۔ یہ اصحاب الیمین سے ہوں گے، واللہ اعلم۔ باقی امام العصر حضرت مولانا مدنی مدظلہ العالی نے جو توجیہیں فرمائی ہیں وہ عطر ہیں تمام محققین قرآن کا۔

۴۶۳ اور جب اختیار جبری موجود ہے تو ثواب و عقاب یقیناً عدل ہوگا۔

متقدمین کو یہ شرف نہ حاصل ہوگا، کیونکہ ان کو ماحول کی سعادت سے نوازا گیا تھا، اور اسی وجہ سے ان کو عشر ما امرتم کے ترک پر مواخذہ ہونا پڑا اور یا یہ کہا جائے کہ زمانہ ہائے آخرہ میں غلبۂ شر کی وجہ سے اصحاب یمین کم پیدا ہوئے۔ واللہ اعلم۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

مکتوب نمبر ۸۵

جناب مولانا مشہود حسن صاحب امروہی کے نام

محترم المقام زید مجدکم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

جواب، چونکہ انسان قوت علمیہ اور کمالات عملیہ کا حاصل ضرب ہے اور زوجیت مساوات کی مقتضی ہے (عقلا و عرفا) اس لئے عورت کی مساوات بالرجل چار سے ہی ہوسکتی ہے، کیونکہ احادیث بتلاتی ہے کہ عورت کی قوت علمیہ نصف رجل ہے جس پر نصاب شہادت دلالت کرتا ہے، قولہ تعالیٰ فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان۔ یہ نص ہے اور قوت عملیہ بھی نصف ہے، جس پر لفظ "شطر دینہا" الحدیث دلالت کرتا ہے، دین عمل ہی سے ہوتا ہے، لہٰذا عورت نصف قوت عملیہ اور نصف قوت علمیہ کی حاصل ضرب ہوئی اگر ½ + ½ ضرب دیں تو حاصل ضرب ¼ نکلتا ہے، اس لئے چار عورتیں ایک مرد کے مساوی اپنی فطری قوت سے ہوسکیں گی۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۹ ربیع الاول ۱۳۷۱ھ

(حاشیہ مکتوب نمبر ۸۷) ایک حاجت کاتب الحروف کی ہے، وہ یہ ہے کہ ۶۹ھ میں احقر نے جناب والا سے دورۂ حدیث کی تکمیل کی جناب والا کی تقریر کو بھی قلمبند کیا تھا، لیکن ایک بات لکھنے سے رہ گئی، اور ذہن سے بھی نکل گئی، جناب والا نے ایک مرد کے لئے چار بیویوں کی حکمتوں میں سے ایک حکمت باعتبار حساب کے فرمائی تھی، یعنی اس کو ٹوں کے حساب سے سمجھایا تھا، اگر جناب والا

مکتوب نمبر ۸۸

جناب مولانا محمد منظور حسین صاحب قاسمی قصبہ سہسپور ضلع بجنور کے نام

محترم المقام زید عنایتکم۔　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

والا نامہ باعثِ سرفرازی ہوا...... قاری اصغر علی صاحب ۵ رمضان کو بہت نخروں سے تشریف لائے، بخیر و عافیت ہیں، ایک قرآن تراویح میں اور ایک تہجد میں پڑھ رہے ہیں، آپ کی مستقل ملازمت کا مجھ کو بہت خیال ہے، مگر سال گذشتہ کتب درسیہ ختم ہونے کی وجہ سے کہیں تجویز نہ کر سکا، کتابوں کا ختم ہونا بہت ضروری ہے، میرے پاس رہنا نہ ضروری ہے، نہ بظاہر کوئی ایسی صورت ہے جس میں آپ کی ضروریات پوری ہو سکیں۔ رمضان شریف میں پڑھنے کے لئے مشاغل قرآنیہ سے بڑھ کر اور کیا چیز ہو سکتی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ روپیہ ابھی تک وہاں نہیں پہنچا۔ والسلام۔　ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ از سلہٹ نئی سڑک ۸ رمضان المبارک سنہ ۶۹ھ

مکتوب نمبر ۸۹

آپ کے دو والا نامے آئے، مگر مشاغل قرآنیہ کی وجہ سے بالکل فرصت نہ تھی اب چونکہ ختم ہو چکا ہے، اور دوسرا ختم چل رہا ہے، اس لئے لکھنا ممکن ہوا، آپ کے بہنوئی کے واقعہ سے صدمہ ہوا تھا، ہم سب دعا کرتے ہیں، غالباً اب تو صحت تامہ کے قریب پہنچ گئے ہوں گے۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۸۰) اشارہ بھی فرمائیں گے، تو انشاء اللہ تعالیٰ میں سمجھ جاؤں گا امید ہے کہ حضور والا اس سوال کے جواب سے محروم نہ فرمائیں گے۔

(مشہود حسن جامعہ حسینیہ راندیر سورت)

قاری رضوان علی صاحب روزانہ ایک پارہ تراویح میں اور تین پارہ نوافل میں پڑھتے ہیں اور ایک پارہ تراویح میں، اور چھ پارے نوافل میں سنتے ہیں، الحمدللہ بخیر و عافیت ہیں بعد از عید انشاء اللہ ۵ ر شوال کو ہم یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ سلہٹ ۲۵ ر رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ

مکتوب نمبر ۹۰

آپ کا ارادۂ حجاز مبارک ارادہ ہے مگر نہایت بے وقت جب کہ آپ پر حج فرض نہیں تو سفرِ طویل کا بلا ضرورت خیال کیسا؟ کیا اس میں نفسانی ہوا و ہوس خیال نہیں کی جا سکتی۔ اولاً تو میرے پاس اتنی مقدار نقود نہیں کہ آپ کے سفر کے اس عظیم الشان بار کا متحمل ہو سکوں ثانیاً آپ سے پہلے مختلف اشخاص یعنی اسحاق مولانا ظہور محمد وغیرہ درخواست کر چکے ہیں، ثالثاً آپ کے لئے جب کہ آپ نے فریضۂ حج ادا نہیں کیا، نیابۃً حج کرنا مکروہ ہے، اور بعض کے نزدیک ادا ہی نہیں ہوتا، اور اگر یہ موانع نہ بھی ہوتے تو میں آپ کے لئے بالفعل اس کے علاوہ دوسری صورت کو ازبس ضروری سمجھتا ہوں کہ کہیں مناسب ملازمت ہاتھ آجائے اور آپ کو وہاں مقرر کر دیا جائے، میں اس فکر میں ہوں اور جلد از جلد انشاء اللہ کوئی موقع ہاتھ آجائے گا، جب کہ آپ کی استطاعت پھل اور پھول لے آئے گی، دیکھا جائے گا، آپ اس وقت سفرِ حجاز کے لئے بے چین نہ ہوں، اگر خدا کو منظور ہے تو میں ۸ ر شوال تک دیوبند پہنچوں گا۔

والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

مکتوب نمبر ۹۱

حج بدل میں اس شخص کے لئے جو کہ اپنا فریضہ ادا نہیں کرچکا ہے، خلاف ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے موافقین ناجائز بتلاتے ہیں، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ مکروہ فرماتے ہیں، تحریماً اس کے لئے جو کہ پہلے سے مالک زاد وراحلہ تھا اور تنزیہاً اس کیلئے

(حاشیہ مکتوب نمبر ۹۱) حج کے متعلق دو اہم فتووں کے عنوان سے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی دارالعلوم کے فیصلے الجمعیۃ ۳ جولائی ۱۹۵۲ء میں شائع ہو چکے ہیں جو قارئین مکتوبات کے افادہ کے لئے درج کر دیئے جاتے ہیں۔

(۱) اگر ایسا شخص حج بدل کے لئے بھیجا جائے جس نے اپنا حج فرض ہونے کی وجہ سے ادا نہیں کیا تو جائز ہے اور کراہت تنزیہی کیساتھ حج بدل ادا ہو جائیگا، شامی نے حج بدل کی بحث میں اسکو مفصل بیان کیا ہے، اور اس پر بھی بحث کی ہے کہ خانہ کعبہ دیکھنے سے حج اس پر فرض ہوتا ہے یا نہیں؟۔ اختلاف نقل کر کے ترجیح اسی کو دی ہے کہ حج بدل ادا ہو گا، اور ایک سال اسکو ٹھہرنے کی ضرورت نہیں ہے، حنفیہ کے نزدیک ایسے شخص کو حج بدل کے لئے بھیجنا جائز ہے، جس نے اپنا حج نہ کیا ہو، مالدار ہو تو کراہت تحریمی ہے، اور فقیر ہو تو کراہت تنزیہی ہے۔ واللہ اعلم

کتبہ السید مہدی حسن مفتی دارالعلوم دیوبند ۲۸ ۹/۷۱ھ

(۲) جس شخص کے پاس اپنی رقم اتنی ہے کہ خود حج کر سکے اسکو حج بدل کیلئے بھیجنا جائز ہے مگر جب کہ اس نے پہلے حج نہیں کیا ہے اسکو مکروہ بتایا ہے، کیونکہ رویت بیت اللہ سے خود اس پر حج فرض ہو جاتا ہے، اور پھر وہ بغیر ادائے فریضہ واپس آجاتا ہے، اسلئے مکروہ بتایا ہے لیکن اس مسئلہ میں یہ ہے کہ اگر وہ بعد ادائے حج بدل، وہاں آسانی سے قیام کر سکے تو سال بھر ٹھہرے اور یہ ممکن نہ ہو کہ وہاں قیام کر سکے تو چلا آئے، اس پر ترک حج کا گناہ نہ ہوگا کیونکہ اس کا وقت اور اسکے لئے صرفہ نہیں پایا۔ بہتر تو یہی ہے کہ ایسے شخص کو حج بدل کیلئے بھیجا جائے جو اپنے حج سے فارغ ہو چکا ہو۔ (محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی)

جوکہ پہلے سے غیر مستطیع تھا، مگر ہر دو حالت میں فریضہ آمر ادا ہو جائے گا، البتہ مامور فقیر جب میقات پر حدود حرم میں پہنچ گیا تو اس پر حج بھی فرض ہو جائے گا۔ اب یا تو وہیں ایک سال رہ کر اگلے سال کا حج کر کے لوٹے ورنہ وطن واپس آکر حج اسلام ادا کرے ورنہ گنہگار ہوگا۔ .... والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ دیوبند ۳ رصفر ۱۳۵۱ھ

مکتوب نمبر ۹۲

امیدوار ہوں کہ محنت اور شوق کے ساتھ کتب درسیہ میں مشغول رہنیگے، کتابوں میں خوب مہارت پیدا کر لیجئے، علیٰ ہٰذا القیاس تقریر و تحریر میں ملکۂ تامہ حاصل ہونا چاہیئے اتباع سنت کا پورا خیال رہے، حُسنِ خلق مع الناس نہایت ضروری چیز ہے،

والسلام ...... ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ۔ ۱۲ر جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ

مکتوب نمبر ۹۳

امور مسئولہ کا جواب حسب ذیل ہے۔

(۱) الہ آباد کانفرنس اول کی واپسی پر بحمد اللہ پیر بالکل اچھا ہو گیا تھا، ڈاکٹر عبدالعلی صاحب نے دیکھ کر فرمایا تھا کہ اب ضرورت نہیں رہی کہ دوا استعمال کیجائے۔

(۲) اب کی مرتبہ ساتھ میں مولوی جلیل صاحب اور مولوی عبدالکریم صاحب ساتھی ہیں، قاری اصغر علی صاحب کی طبیعت بھی صاف نہیں ہے اور میں نے خود ان کو باوجود ان کی خواہشِ و اصرار کے ساتھ لانا بہتر نہیں سمجھا، آخر ان پر والدہ ماجدہ اور اہلیہ محترمہ اور اعزہ و اقارب اور نفس کے حقوق ہیں ان کو پامال کرانا مناسب نہیں۔

(۳) قوت حافظہ اور فہم کی بیماری میں تو میں خود مبتلا ہوں، نہ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

کی ذکاوت ہے، نہ مولانا انور شاہ صاحب کا حافظہ ہے۔ پھر "خفتہ را خفتہ کے کند بیدار" کا سماں ہے، میں اسمیں آپکا سہارا کس طرح بن سکتا ہوں، کوشش بلیغ جاری رکھیئے۔

"ما قبت روزے بیابی کام را"

معاصی سے بچیئے اور ہر نماز کے بعد رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي۔ سات مرتبہ پڑھ کر سینہ پر دم کرلیا کیجئے انشاءاللہ کامیابی ہوگی عمل اور بالخصوص اتباع سنت میں جان توڑ کوشش کیجئے اور جس طرح بھی ممکن ہو، اخلاص اور للہیت کا ہر کام میں پورا خیال کیجئے۔

والسلام....... ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ سلہٹ ۲ر رمضان المبارک ۱۵۱ھ

مکتوب نمبر ۹۴

میرے محترم میں آپ سے خفا اسی صورت میں ہو سکتا ہوں جب کہ آپ حقوق ذوی الحقوق میں کوتاہی اور تعدی کریں، والدہ ماجدہ دام ظلہا کو انتہا سے زیادہ آپکو خوش رکھنا چاہیئے، حد سے زیادہ ان کی خدمت کرنی چاہیئے، اب آپ بچہ نہیں ہیں، وہ ناز و انداز کا زمانہ گیا، اب آپ کا یہ مرتبہ ہرگز نہیں ہے کہ والدہ ماجدہ کو بات بات پر ڈانٹیں ڈپٹیں، ان کی دلخراشی کریں، اور زعم یہ ہو کہ میں ان کا بچہ ہوں جھک ماریں گی، میری دلجوئی کریں گی، بجز لا طاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق اور کوئی صورت ان کی حکم عدولی کی نہ ہونی چاہیئے، اور وہ بھی نہایت نرم الفاظ میں نرم طریقہ پر وان جاهداك على ان تشرك بي ما ليس لك به علم۔ فلا تطعهما وصاحبهما في الدنيا معروفا۔ وہ آپ کی جنت اور نار ہیں، خبردار، خبردار ذرا بھی ان کے دل کو نہ دکھائیے۔ آپ کا نکاح ابھی تک نہیں ہوا، اس کے لئے خرچ کی شدید ضرورت ہے، کتنا ہی کم صرف کیا جائے، مگر کم از کم زیور اور جوڑے وغیرہ کے لئے دو تین روپیہ

ازبس ضروری ہے، آپ کو جلد از جلد شادی کرنا چاہیئے۔ جاہ اور عزت کی خواستگاری میں مشغول نہ ہونا چاہیئے، غریب گھرانہ کی لڑکی خواہ ناخواندہ ہو، زیادہ مطیع اور فرمانبردار خاوند و خوش دامن کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتی ہے، امیر گھرانہ اپنے سے زیادہ مالدار اپنے سے زیادہ شریف گھرانہ کی لڑکی سب کو حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے اور خاوند کے لئے بات بات پر عذاب الیم اور دوزخ ثابت بنتی ہے، آپ غریبوں میں اپنے کنبہ والوں میں نکاح کیجئے، مجکو قوی امید ہے کہ وہ آپ کے لئے مفید ہوگی، جاہ و عزت نام و نمود پر خاک ڈالیئے، نکاح سادہ ہو فضول خرچیاں نہ ہوں۔ اسرافات غیر صحیحہ سے بہت زیادہ گریز کرنا چاہیئے، عمل صالح اور اتباع سنت کو نہایت مضبوطی اور شدت سے پکڑنا چاہیئے۔ ذکر سے غافل نہ ہونا چاہیئے، دو دن ذکر کرنا اور چار دن چھوڑنا، غفلتوں میں عمر ضائع کرنا انتہائی خسران ہے۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ دیوبند ۲۲ صفر ۱۳۵۲ھ

مکتوب نمبر ۹۵

ملاقات کا اشتیاق غلطی ہے اپنے کام میں لگے رہیئے، ہمارے جیسے لاکھوں ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔ ؎

جز یاد دوست ہرچہ کنی عمر ضائع است — جز سر عشق ہرچہ بخوانی بطالت است

سعدی بشوی لوح دل از نقش غیر حق — علمیکہ راہ حق نہ نماید جہالت است

عمر عزیز کا جو حصہ ملے اس کو غنیمت سمجھیئے اور ضائع نہ ہونے دیجئے، محبوب حقیقی کی یاد میں صرف کیجئے۔ ؎

ہر نفس بہرت نسیمائیت چست — گر نداری پاس او از جہل تست

من نہ کردم شمار حذر بکنید،

والسلام........ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۲۰ جمادی الاول ۱۳۵۲ھ

مکتوب نمبر ۹۶

اوقات کو ذکر و شغل میں معمور رکھئے، ذکر کا جو کچھ اثر ہے وہ نہایت امید افزا ہے دل لگا کر استقلال سے محنت کیجئے تاکہ بفضل اللہ و رحمتہٖ ملکہ راسخہ (نسبت) پیدا ہو جائے وہ کریم کارساز روزانہ ہزاروں کو نوازتا ہے، اس کے لطف و کرم سے مایوسی جائز نہیں، وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا. بشارت تو یہ ہے... والدہ ماجدہ کی تعظیم و تکریم ان کی اطاعت اور فرمانبرداری میں ذرہ برابر بھی کوتاہی روا نہ رکھئے رغم انف الذی وجد والدیہ او احدھما ثم لم یدخلاہ الجنۃ (او کما قال)..... والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

مکتوب نمبر ۹۷

جناب مولانا ابوسعید خدابخش صاحب ملتان کے نام

ایھا الغائبون عن نظری طال شوقی الی لقاءکم

محترم المقام زید مجدکم..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاج شریف۔

ایام عید الاضحیٰ میں دارالعلوم دیوبند ہی میں رہا، کیونکہ گھٹنوں کے ثقل و کمزوری جو کہ

(حاشیہ مکتوب نمبر ۹۶) آخری عربی عبارت کا ترجمہ اللہ اس شخص کی ناک مٹی میں رگڑے جس نے اپنے والدین کو پایا، ان کی خدمت کا موقع ملا، مگر وہ اسکو جنت میں نہ داخل کر سکے۔

یعنی ماں باپ کی خدمت کر کے اس کو جنت میں داخل ہو جانا چاہیے تھا۔ اس نے خدمت کر کے یہ سعادت نہیں حاصل کی۔ اس سے بڑھکر بدبختی کیا ہو سکتی ہے۔

عرصہ سے ترقی پذیر اور قائم ہے، علاج کر رہا تھا منضج اواخر ذیقعدہ سے شروع ہوئے پندرہ بیس روز کے بعد چار مسہل اور تبرید ہوئی، اب دواؤں کا استعمال کر رہا ہوں اولاد کی نالائقی سے صدمہ ہوا، اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے، آمین، بددعا کبھی نہ کریں ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریاتنا الخ ہمیشہ ورد زبان رکھیں نیز آیت رب اوزعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علی الخ کا بھی ورد رکھئے۔

دریاؤں کا سیلاب ہمارے اعمال کا نتیجہ ہے، ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر (الایۃ) مدرسہ قاسم العلوم ملتان اور خیر المدارس کی ترقیوں سے بہت خوشی ہوئی، اللّٰھم زد فزد۔ طوبیٰ لمن جعلہ اللہ تعالیٰ مفتاحاً للخیر ومغلاقاً للشر الحدیث۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲ محرم الحرام ۱۳۷۰ھ

مکتوب نمبر ۹۸

محترم المقام زید مجدکم .... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

مبلغ ۵۰ روپیہ مرسلہ آنجناب پہنچے، میرے محترم یہ تکلف بالکل بے موقع ہے، میں بحمد اللہ ایک ایسی بڑی تنخواہ پاتا ہوں جو کہ ہمعصر معلمین کو عموماً نہیں ملتی، آپ حضرات کو خود ہی بال بچوں کی پرورش کی ضروریات مجبور کرتی رہتی ہیں، اس پر ایسے ناکارہ سگ دنیا کی خبر گیری اور اتنی بڑی مقدار سے امداد و اعانت کرنی اسراف کے درجہ تک ہوگی، میں امیدوار ہوں کہ کبھی ایسا نہ کیا جائے گا،

بحمد اللہ تمام ضروریات پوری ہوتی رہتی ہیں، آپ کو اپنے ذکر اور توجہ الی اللہ میں پورا انہماک چاہیئے، اسعد سلمہٗ مدینہ منورہ بخیریت پہونچ گئے، دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں،

والسلام ...... ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲۹ ذیقعدہ ۶۵ھ دیوبند

مکتوب نمبر ۹۹

وقد یجمع اللہ الشتیتین بعد ما یظنان کل الظن ان لاتلاقیا

محترم المقام زید مجدکم۔

والانامہ مورخہ ۱۰ر رمضان المبارک باعث سرفرازی ہوا، چونکہ اس مرتبہ موسم انتہائی گرم رہا، اس لئے روزے سخت واقع ہوئے، قرآن مجید کا روزانہ دور کرنا اور اس کو تراویح میں سنانے کے قابل بنانا بھی اس سخت گرمی میں انتہائی مشکل سے انجام پاتا تھا اب ۲۰ر رمضان شریف سے موسم میں تغیر ہوا ہے، اور تھوڑی تھوڑی بارش ہونے لگی ہے، تب ذرا سہولت پیدا ہوگئی ہے، بہرحال توفیق و امداد خداوندی شامل حال رہی کہ ماہ مبارک بخیر و خوبی انجام کو پہنچ گیا، آج ۳۰ر رمضان المبارک یوم سہ شنبہ ۲۴ر جون ہے، کثرت ابر کی وجہ سے ۲۹ر رمضان کو چاند نمودار نہیں ہوا اور کہیں سے قابلِ اعتماد خبر ہلال کی اب تک آئی۔

محترما! بفضلہ تعالیٰ میں بالکل صحیح و سالم ہوں، داہنا ہاتھ جس میں فالج کا اثر

(حاشیہ مکتوب نمبر ۹۹) سوال نمبر ۱۔ اصطلاح سلوک میں رجعت کیا ہے اور اسکے اسباب انجام کیا ہیں؟۔

سوال نمبر ۲۔ نسبت یا لشیخ کے حصول کے طریق اور علامات کیا ہیں؟۔

سوال نمبر ۳۔ شرک فی الشیخ کیا ہے، اور طریق اجتناب کیا ہے؟۔

سوال نمبر ۴۔ ملکی قومی اور ملی، مفاد کے پیش نظر جماعت مودودی کے کسی جائز مطالبہ میں تائید۔ یا اشتراک ہونا چاہیئے، یا کلی اجتناب؟۔

یہ مکتوب گرامی بھی اپنے اندر بہت سے مسائل اور نکات تصوف کو سمیٹے ہوئے ہے اور ساتھ ہی ترک فی الشیخ کو جس تہ نظر اور گہرائی سے سمجھایا گیا ہے، وہ عرفا اور کاملین ہی کا حصہ ہے، شعر کا مفہوم یہ ہے کہ کبھی کبھی اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اکٹھا کر دیا کرتا ہے جنکے متعلق یہ خیال ہوتا ہے کہ وہ کبھی جمع نہ ہوں گے۔

ہوا تھا بحمد اللہ پوری صحت پر ہے، اسی سے میں یہ عریضہ لکھ رہا ہوں۔ مجکو بھی احباب واکابر کی ملاقات کا انتہائی شوق ہے مگر تقدیرات خداوندیہ کی نیرنگیوں کے سامنے سر جھکانا ہی پڑتا ہے، تاہم رحمتہائے خداوندیہ کے مظاہر عالیہ سے مایوس ہونا کسی طرح جائز نہیں ہے

الا لا یجارن اخو البلیہ فللرحمٰن الطاف خفیہ

بہرحال ہر انسان کو اللہ تعالیٰ اور صرف اللہ تعالیٰ سے دل لگانا چاہیئے، اور اسی کی محبت میں دل اور دماغ ظاہر و باطن کو منہمک اور مصروف رکھنا چاہیئے مخلوق خواہ کوئی بھی ہو، استاذ ہو یا مرشد، باپ ہو یا ماں، بیٹا ہو یا بیٹی وغیرہ سب فانی ہیں، کوئی بھی دل لگانے اور محبوب ہونے کے قابل نہیں محبوب حقیقی صرف اللہ تعالےٰ ہے اور بس ہے

جہاں اے برادر نہ ماند بکس دل اندر جہاں آفریں بند و بس

بابا سب سے رشتہ توڑ بابا حق سے رشتہ جوڑ

ممکن درحقیقت فنا ہی ہے، عدم اس کی حقیقت میں داخل ہے، موجود صرف واجب الوجود ہے، اس کی فریفتگی ضروری اور واجب ہے، کسی ممکن کے فراق سے مضطرب ہونا غلطی ہے، متنبہ ہوجیئے اور غیر اللہ کی محبت اور یاد میں ہرگز ہرگز عمر عزیز ضائع نہ کیجئے، امور مسئولہ عنہا کا جواب مختصر لکھتا ہوں اور صرف یاد سے لکھتا ہوں کیونکہ یہاں وطن میں کتابوں کا ذخیرہ موجود نہیں ہے، ۱۰-۱۲-دن کے بعد دیوبند واپس ہونا ہے۔

الجواب نمبر (۱) رجعت لغۃً لوٹنے کا نام ہے، اصطلاح میں ان کیفیات اور احوال کے زائل ہوجانے کو کہا جاتا ہے، جو کہ سلوک اور ذکر و ریاضت وغیرہ کی وجہ سے انسان میں اثر پذیر ہوئے تھے، اس کے اسباب معاصی اور بے ادبی

اور جناب باری عزاسمہٗ کا غضب اہل اللہ کو ستانا وغیرہ ہے، انجام اس کا محرومیت از تقرب خداوندی ہے جو کہ مراتب مختلفہ رکھتا ہے، اور کبھی کبھی سوء خاتمہ کا مقتضی ہوتا ہے۔ والعیاذ باللہ۔

الجواب نمبر ۲۔ شیخ محض واسطہ فیض ربانی مثل نالیاں کشت زار ہے، اس سے تعلق ہونا ضروری ہے، ورنہ فیض کے اندر نقص یا معدومیت پیدا ہوگی، اگر کھیت کی نالی کھیت سے علیحدہ ہوگی، اس کا رخ دوسری طرف رہے گا تو ظاہر ہے کہ... پانی کھیت میں نہ پہنچے گا اسلئے بطور توحید مطلب مسترشد کو ضروری ہے مرشد سے اتنا تعلق رکھے کہ اس کو اذعان قلبی حاصل ہو جائے کہ میرا مطلب صرف اسی شیخ کے ذریعہ حاصل ہوگا اس لئے اپنی توجہ کا مرکز اسی کو بنائے اور مشائخ اگرچہ اس سے اعلیٰ اور افضل ہوں گے حصول فیض کے اندر ان کی طرف توجہ نہ کرے، وہ مثل اس شیرخوار بچہ کے بنجائے کہ جو صرف ماں کی طرف دوڑتا ہے، اور مجمع میں ہزاروں دودھ پلانے والیاں موجود ہوتی ہیں، مگر ان کی طرف توجہ نہیں کرتا، بہرحال تعلق بالشیخ صرف توحید مطلب کا نام ہے۔ شیخ کو تمام مشائخ سے افضل و اعلیٰ اعتقاد کرنے کا نام نہیں اور یہ سلوک میں ضروری ہے، یک درگیر و محکم گیر اسی کا نام ہے اس کی علامات ظاہر ہیں کہ وہ تعظیم و تکریم تمام اہل اللہ اور اہل کمال کی کرے گا، مگر اپنی کامیابی کا سوائے مرشد کے کسی کا طالب ہوگا، اور نہ اس میں کسی غیر کی طرف توجہ کرے گا، اور نہ غیروں سے واسطہ رکھے گا اپنے آپ کو مرشد کے سامنے کالمَیِّتِ فی یدِ الغسال بنائے گا، اور اس کی ہی ہدایت پر عمل پیرا ہوگا۔

الجواب نمبر ۳ اپنی مقصد براری (وصول الی اللہ) میں سوائے مرشد کے کسی دوسرے کو شریک کرنا اور فیما بینہ و بین اللہ واسطہ بنانا توحید مطلب کے خلاف کرنا اس کی وجہ سے شیطان کو سالک میں خلل کا راستہ ملتا ہے، شیخ کے التفات میں

میں نقص ہوتا ہے، اور بسا اوقات شیخ کا مورد غضب و طرد بن جاتا ہے۔ ۵

دو دل بودن بجز بے حاصلی نیست

کتاب امداد السلوک مصنفہ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ العزیز مطالعہ فرمایئے۔

الجواب نمبر ۴۔ میں نے اس جماعت کے اصول و فروع کو بہت دیکھا، یہ ایک گمراہ اور گمراہ کنندہ جماعت ہے، اگر اس کا تعلق محض سیاسیات سے ہوتا تو کوئی مضائقہ نہ تھا، مگر اسنے تو نفس مذہب اور طریق اہل سنت والجماعت میں نقص و ابرام اور قطع و برید کر ڈالی اور بہت کر ڈالی، وہ ایک نیا فرقہ خلاف اہل سنت والجماعت بنا رہی ہے، اس لئے اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے، اگر وہ حکومت سے کسی ایسے مطالبہ کو لے کر کھڑی ہوتی ہے جو کہ صحیح اور شرعی ہے اور اس میں کوئی شائبہ باطل کا نہیں ہے تو اس کی تائید اور تقویت بقدر مطالبہ ہونی چاہیئے، کلمۃ الحکمۃ ضالۃ المؤمن اینما وجدہا فہو احق بہا الحدیث[۱]، مگر اس طرح تائید نہ ہوگی، چاہیئے کہ اس جماعت کی شرکت معلوم ہو، اور اس کی تقویت ہو جائے، صرف اس جائز اور مشروع مقصد کی تائید ہونی چاہیئے، واللہ اعلم،

والسلام...... ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ٹانڈہ، ۳ رمضان المبارک ۱۳۷۱ھ

مکتوب نمبر ۱۰۰

جناب سید احمد شاہ صاحب مراد آباد کے نام

محترم المقام زید مجدکم........ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

لے دانشمندی کی بات مومن کی گمشدہ (دولت) ہے، جہاں وہ اس کو پالے تو اس کا سب سے زیادہ حقدار وہی ہے۔

(حاشیہ مکتوب نمبر ۱۰۰) حضرت مسیح علیہ السلام کا قول ہے کہ "درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے" اکی

مولانا محمد الیاس صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر تبلیغی خدمات انجام دینے کا قصد مبارک قصد ہے، اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے، میں دعا کرتا ہوں کہ تم اس فرض کو بلکہ اپنی خاندانی وراثت کو انجام دے سکو۔ اس مقصد کے لئے علیحدہ خط لکھنے کی ضرورت نہیں ہے، وہ خود اس کام کو کامل طریقہ پر انجام دیں گے اور اگر بالفرض ضرورت ہی سمجھو تو یہی عریضہ پیش کر دیا جائے۔ اور میری جانب سے استدعاء دعواتِ صالحہ پیش کر دی جائے۔

والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ نینی جیل ۱۹۴۳ء

مکتوب نمبر ۱۰۱

جناب سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کے نام

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج مبارک

والانامہ باعثِ سرفرازی ہوا، حسب ارشاد تاریخ معینہ یعنی ۲۸-۲۹ کو جناب مفتی کفایت اللہ صاحب اور دوسرے حضرات کو لکھوں گا کہ وہ دیوبند ہی تشریف لے آئیں،

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۰۰) مثال حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وہ جماعت ہے جو تبلیغی جماعت کے نام سے موسوم ہے یہ جماعت بڑی مخلص اور جفاکش خاموش کام کرنے والی جماعت ہے جس کا طریقہ انبیاء علیہم السلام کے طریقہ کار سے بہت اشبہ ہے۔ اس جماعت کے عمائدین کا امتیازی وصف یہ ہے کہ اپنے کام سے کام نہ یہ کہ اپنا دہی میٹھا اور دنیا کا کھٹا کہنا ان کا شیوہ ہو، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ناجائز تنقیدات سے بچائے اور بزرگوں کے احترام اور ان کی خدمات کے اعتراف کی توفیق بخشے کیونکہ ع "ہر کرا نیست ادب لائق خدمت نبود"

(حاشیہ مکتوب نمبر ۱۰۱) میرے حضرت جی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ گرامی نامہ بجواب عریضہ صدر مجلس احرار اسلام کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا۔ الحمد للہ صدر صاحب نے اس وقت

امید توی ہے کہ وہ حضرات میری استدعا کو شرف قبولیت بخشیں گے، اور آپ حضرات سے بھی یہی التجا ہے کہ یہاں ہی تشریف ارزانی فرماکر معزز فرمائیں۔

والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۳ رجمادی الثانی ۶۲ھ

مکتوب نمبر ۱۰۲

جناب حافظ محمد ابراہیم صاحب مانکی دیوبند سہارنپور کے نام

محترم المقام زید عنایتکم .... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

آپ کے جمادی الثانی کے خط سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید بھی ختم ہو چکا، اور نوافل میں آپ ختم بھی کر چکے، اس کو معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی: خداوند کریم آپ کو اپنے

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۰۱) کلکتے پہنچے ہوئے ہیں ان چند سطروں کے پیش کرنے کا فخر مجھے حاصل ہو رہا ہے، حضرت کی خدمت اقدس میں جو عریضہ ارسال کیا گیا ہے وہ محض اظہار مقصد کیلئے ہے، اب حضرت والا اپنی مرضی کے مطابق جہاں مناسب خیال فرمائیں اور جس مقام کو موزوں سمجھیں اور جن حضرات کو دعوت دینا حضرت کی نظر برکت اثر میں عزیز ہو ارشاد فرمائیں انشاء اللہ تعالیٰ ارشاد عالی کی تعمیل کی جائے گی، حضرت کی دعاؤں کا محتاج ہوں۔

محمد سید عطاء اللہ شاہ بخاری امرتسر۔

شیخ الاسلام مدظلہٗ العالی اور سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کے یہ دو والا نامے ہیں جب کہ تقسیم سے قبل مجلس احرار اور جمعیۃ العلماء آپس کے مسائل میں گفتگو کر رہی تھی اور احرار کے ذمہ دار حضرات کے خطوط شیخ الاسلام کے پاس آئے تھے

(حاشیہ مکتوب نمبر ۱۰۲) جناب حافظ محمد ابراہیم صاحب سے ٹانڈہ میں کئی بار ملاقات ہوئی بڑے جفاکش اور جان باز مجاہد ہیں سن زیادہ ہو چکا ہے، مگر اچھے اچھے نوجوانوں کی تاب نہیں کہ کسی محنت کے کام کو ان سے بہتر اور جلد کر سکیں، ایک خدائی مشین ہے جو برابر چالو رہتی ہے۔

تفضل وکرم سے توفیق دے، کہ ہمیشہ اس کی خوشنودی طلب کرتے ہوئے نیک عمل کی کوشش کرتے رہیں، آمین۔

آپ کو خیال ہے کہ خدانخواستہ میں آپ سے خفا ہوں، بھائی صاحب خفگی کا کیا سبب ہو سکتا ہے، مگر جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں، سخت عدیم الفرصتی ہے اگر نوکری نہ کروں تو بھی نہیں گذر سکتی اور اگر نوکری کرتا ہوں تو باقیماندہ وقت خطوط کے جوابات اور کرمفرماؤں کی ملاقات اور ضروریات کو کافی نہیں ہوتا، اسوقت میرے پاس تقریباً سوا سو خطوط کا گڈھ ہے، پھر کس کس کا جواب لکھوں، آپ کیطرح سے اور بھی بہت سے حضرات جلدی جواب کے طالب ہیں، پھر سفروں کے لئے علیحدہ تقاضے رہتے ہیں۔

والدہ صاحبہ دام مجدہا کو آپ نے خوش کر لیا، یہ بہت بڑی نعمت حاصل ہو گئی اب والد صاحب کو خوش کرنے کا مرحلہ باقی ہے، ان کے حکم سے کسی معصیت میں پڑنا ہرگز جائز نہیں، ان کا مقابلہ ہرگز مت کیجئے، جہانتک ممکن ہو ان کی خدمت گذاری کرتے رہیئے، وہ برا بھلا کہیں اس کو سن لیجئے، پولیس اور فوج کی نوکری سے اگر ممکن ہو تو ضرور بچیئے، ہاں کاشتکاری کرنا اچھی بات ہے، اور خصوصاً جب کہ والد صاحب اس پر اصرار فرما رہے ہیں، تو بنام خدا اس میں پورا حصہ لیجئے، اور خیال رکھیئے کہ جس طرح

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۰۲) ماشاء اللہ قرآن مجید خوب یاد ہے بیک وقت تمام مہمانوں کی خدمت ان ہی کی کرامت ہے، سادگی کا یہ عالم ہے کہ اسٹیشن سے سامان سر پر رکھے ہوئے کوسوں کا سفر اس طرح کرتے ہیں گویا خالی ہاتھ ہیں، زیارت کے لائق بزرگ ہیں شیخ الاسلام مدظلہ کے خدام میں ان صاحب کا خاص مقام ہے کھیتی کے کام کو عموماً حقیر کہا جاتا ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جو مسلمان کھیتی کرے یا کوئی درخت لگائے، پھر کوئی انسان یا پرندہ یا کوئی مویشی اس سے کچھ کھالے تو وہ اس کے لئے صدقہ ہے، شیخ الاسلام نے اسی جانب اپنے مکتوب میں اشارہ فرمایا ہے۔

بھی ممکن ہو قرضہ ادا کیا جائے، میں دعا کرتا ہوں اور آپ بھی اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ روزانہ کسی وقت سو مرتبہ پڑھ لیا کریں جو کچھ جائداد یا مکان ہے وہ والد صاحب ہی کا ہے، اگر انہوں نے یہ قرضہ کر لیا ہے تو آپ لوگوں کو مداخلت کا کوئی حق نہیں ہے، صبر کیجئے، اور دعا کرتے رہیئے کہ خداوند کریم ان سے وہ کام لے جس میں خود خوش ہو، اور کوشش کر کے جس طرح بھی ممکن ہو قرضہ کو ادا کرا ئیے، کاشتکاری کرنے میں اگرچہ محنت ہے، مگر انشاء اللہ حلال روزی ہے اس سے نہ گھبرائیے، اور نکاح کے لئے بھی رغبت ہونا اور سعی کرنا مبارک ہے۔ خداوند کریم سے دعا کرتا ہوں کہ جلد از جلد آپ کے مقاصد کو پورا کر دے۔

قوم میں جو کچھ جہالت ہے، وہ تعلیم سے انشاء اللہ آہستہ آہستہ رفع ہو گی برسوں بلکہ صدیوں کی بیماری یکبارگی نہیں جایا کرتی اسی طرح بے پردگی بھی انشاء اللہ آہستہ آہستہ رفع ہو جائے گی۔

آپ نے دوسرے خط میں جس کو رجب کو بھیجا ہے کہ غذا مطلق حلال نہیں میرے محترم آج اس حال کو ڈھونڈھنا اور حاصل کرنا جس کو اہل تقویٰ امام غزالیؒ اور دوسرے اکابر فرماتے ہیں محال ہو گیا ہے، اگرچہ صریح حرام سے بچنا ہو جائے تو یہی بسا غنیمت ہے، میرا خیال ہے کہ آپ حرام صریح سے ضرور بچتے رہیں، بیشک نفس نہایت شریر اور خبیث ہے اس کی اصلاح حتی الوسع کرنی چاہیئے، اور ذکر کی کثرت سے اس میں بہت کچھ مدد ملتی ہے، میں دعا کرتا ہوں، کاش خداوند کریم قبول فرمائے۔

جب وسواس کا غلبہ ہوا کرے تو لاحول ولا اور استغفار کی کثرت کیا کیجیے، اور خواب جب خبیث آوے تو تین دفعہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور لاحول پڑھ کر بائیں طرف تھوک دیا کیجئے اور جس کروٹ پر سوئے ہوں دوسری کروٹ بدل کر سو جائیے

جس پچھلے خط سے سمجھا تھا کہ پورا قرآن ختم ہو چکا ہے، مگر اس سے معلوم ہوا کہ فقط پونے

چھبیس ۲۶ ہی ہوئے ہیں، خیر اب باقی تھوڑا ہے جلد ختم کر لیجئے، نیک کام دیکھ کر خوش ہونا اور بد پر غصہ ہونا عمدہ بات ہے، مگر اپنے عیوب کو زیر نظر رکھنا ہمیشہ ضروری ہے، جس قدر جلد ممکن ہو، نکاح کر لیں، یہ دنیا اور آخرت کے لئے مفید ہے، فقط والسلام

ننگ اکابر حسین احمد غفرلہٗ از اسٹیشن لکشام ضلع کمرلا۔

مکتوب نمبر ۱۰۳

جناب چودھری حافظ محمد مختار احمد صاحب مرحوم سیوہارہ ضلع بجنور کے نام

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

والانامہ باعث سرفرازی ہوا، میرے محترم آپ کو معلوم ہے کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے مجکو اور نہ کسی دوسرے کو اپنا جانشین بنایا ہے، بلکہ میں تو اتنا بد قسمت ہوں کہ وصال کے وقت خدمت میں موجود بھی نہ تھا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دو ڈھائی ہزار اپنے شاگرد اور خدام چھوڑے ہیں، ان میں سے ایک میں بھی ہوں، مجکو حضرت کے خدام نے بھی نہیں منتخب کیا، اس لئے جانشین کہنا اور سمجھنا ایک غیر واقعی اور غلط امر ہے اور پھر ہر طرح ناقابل و ناکارہ ہوں، شاہ صاحب مرحوم، مفتی کفایت اللہ صاحب مولانا

(حاشیہ مکتوب نمبر ۱۰۳) جناب چودھری صاحب مرحوم (والد ماجد مولانا حبیب الرحمن صاحب عثمانی) حضرت قاضی محمد اسمٰعیل صاحب منگلوری قدس سرہٗ سے بیعت تھے، پھر حضرت مولانا سید احمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق رکھا، آخر میں حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ العزیز سے مالٹا کی واپسی پر بیعت ہو گئے تھے، وفات کے چند سال قبل حضرت مولانا مدنی مدظلہ العالی کی طرف رجوع فرمایا تو یہ والا نامہ شرف صدور ہوا، چودھری صاحب مرحوم نے حضرت مدنی کی مستعمل لاٹھی کی فرمائش کی تھی، لاٹھی سے اسی طرف اشارہ ہے، بزرگوں کے تبرکات پر سلف صالحین کا عمل رہا ہے، پہلی جلد میں ہم نے اس پر روشنی ڈالی ہے، پاس انفاس کے طریقہ پر پہلی جلد میں کئی جگہ ذکر آگیا ہے، اس لئے اس والا نامہ سے ہم نے اس کو حذف کر دیا ہے۔

شبیر احمد صاحب، مولانا سہول صاحب، مولانا فخرالدین صاحب وغیرہ حضرات اس کے احق تر ہیں۔

میں واقعی طور پر عرض کرتا ہوں کہ میرا اپنے کو ننگ اسلاف لکھنا صرف واقعیت پر مبنی ہے، بہرحال میں ایک نالائق خادم ہوں، جناب کا ذکر کی طرف توجہ فرمانا بہت عمدہ ہے، میرے خیال میں آنجناب پاس انفاس میں مشق کریں اور پوری توجہ سے کام لیں، گھر کے انتظامات تک میں بھی حصہ بقدر ضرورت لیں۔

لاٹھی ابھی تک حکیم غلام احمد صاحب کے قبضہ میں ہے۔ وہ بیمار ہو کر دیوبند آئے ہوئے ہیں، انشاء اللہ اس کا خیال رکھوں گا، والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ

مکتوب نمبر ۱۰۴

جناب مولانا حاجی حبیب الرحمن صاحب محلہ چودھریان سیوہارہ ضلع بجنور کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج مبارک

عزیزم مرغوب الرحمن مرحوم کے انتقال سے صدمہ ہوا، اللہ تعالیٰ اس کو والدین کے لئے فرط اور ذخیرہ عظیمہ فرمائے، آمین۔ یقیناً ثمرات قلوب الوالدین کا انتقال موجب حزن و ملال ہے، مگر اگر غور و تدبر سے دیکھا جائے تو موجب شکر و سرور ہی کیونکہ حسب بشارات نبویہ (علی صاحبہا الصلاۃ والتحیۃ) وہ والدین کے لئے حجاب

(حاشیہ مکتوب نمبر ۱۰۴) یہ تعزیت نامہ مولانا حبیب الرحمن صاحب کے صاحبزادے میاں مرغوب الرحمن کے انتقال پر حضرت شیخ الاسلام مدظلہٗ نے مراد آباد جیل سے تحریر فرمایا تھا، اس عنبر نامہ میں سورۂ فاطر کی آیت اور آیت سورۂ تغابن نیز لبید رضی اللہ عنہ کا عربی شعر کا مفہوم یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے مال اور اولاد سے تم کو جانچتا ہی، کہ کون ان فانی و زائل چیزوں میں پھنسکر آخرت کی باقی و دائم نعمتوں کو فراموش کرتا ہو اور

عن النار ہوتے ہوئے خود کو بھی دخول نار سے بچاتے ہیں اور والدین کو بھی، جو اولاد زندہ رہتی ہے، اور سنِ بلوغ کو پہنچتی ہے، اس سے والدین کا انتفاع فی الآخرہ او فی الدنیا قلیل الوجود ہے، خصوصاً ہمارے زمانہ شر و فساد میں بخلاف ان ثمراتِ فواد کے اللہ تعالیٰ خلف صالح عطا فرمائے اور پسماندگان کی عمر اور ان کے اعمال میں برکت عطا فرما کر اپنی رضا اور خوشنودی سے مالا مال کرے، آمین، بہرحال تقادیر الٰہیہ ہیں جو کہ ازل میں مقرر ہو چکی ہیں ان پر اضطرار اور بے چینی ہماری کمزوری ہے، رضا بر رضاء الباری (عز وجل و تدبیرہ و ارادتہ) فریضہ عبودیت ہے صاحب امانت کے امانت لے لینے پر حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا کا سا شکر اور استقلال عمل میں لانا ضروری ہے، دنیاوی مصائب اور تفکرات مومن کے لئے باعث صفائی عن الذنوب ہیں، من یرد اللہ بہ خیرا یصب منہ الحدیث، اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل الحدیث بشارت عظیمہ ہے خود بھی خوش ہو جیئے اور بچہ کی والدہ کو بھی مطمئن کیجئے ؎

جہاں اے برادر نماند بکس ۔ دل اندر جہاں آفرین بند وبس

یہ قلق اضطراب غیر اللہ سے دل لگانے کا نتیجہ ہے اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَ اَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ، صرف محبوب حقیقی سے دل لگنا چاہیئے۔ ؎

الا کل شیٔ ما خلا اللہ باطل ۔ وکل نعیم لا محالۃ زائل

باقی دوائم سے دل لگائیے، اور اسی کی یاد میں محو ہو جیئے، حقوق شرعیہ سب کے سب ادا کیجئے مگر محبت صرف اللہ تعالیٰ سے رکھئے۔ ؎

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۰۴) کس نے ان سامانوں کو اپنی آخرت کا ذخیرہ بنایا ہے اور وہاں کے اجر عظیم کو یہاں کے خطوط و مالوفات پر ترجیح دی ہے، کیونکہ عقل اور سمجھ دینے کا مقصد ہی یہ تھا کہ یہ جو کافی عمر ملی ہے آخر کس کام کیلئے ملی ہے، سیدھا راستہ اختیار کرنے کو یا غفلت میں عمر عزیز ضائع کرنیکو اسلئے تو ایسے اشخاص و حالات بھیجے کہ ان سے سبق حاصل کیا جائے، اور تعلق مع اللہ ہی کو مقصود سمجھا جائے، باقی سب ہیچ۔

یا بارشتہ سب سے توڑ یا بارشتہ حق سے جوڑ

ذکر اور توجہ الی اللہ میں کمی نہ کیجئے، یہ واقعات آپ کیلئے عبرت آموز اور توجہ الی اللہ کے لئے سیڑھی ہیں، کاش ہم اور آپ ان سے سمجھیں۔ اولم نعمرکم ما یتذکر فیہ من تذکر وجاءکم النذیر الآیۃ ......

ازدیاد نعم الٰہیہ اور حفاظت نعم کے لئے سب سے عمدہ اور کارآمد طریق اشتغال بالشکر ہے فرماتے ہیں لئن شکرتم لازیدنکم زیادتی نعم کا شکر یہ کس قدر قوی اور موکد وعدہ ہے، اس لئے جس قدر ممکن ہو بالقلب والقالب شکر خداوندی میں انہماک رکھئے ......۔

یرزقنا اللہ وایاکم۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۶۳ھ

مکتوب نمبر ۱۰۵

احوال مندرجہ پر واقفیت سے بہت صدمہ ہوا، میں دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ شفائے کلی عطا فرمائے، اور مقاصد دارین میں کامیاب کرے آمین گھبرانا نہ چاہیئے صلوٰۃ الحاجۃ کے ہر دو طریقے صحیح ہیں، وہ اور جو دوسرے اعمال آپ کر رہے ہیں، کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ قبولیت سے نوازے آمین، والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ، ۷ رمضان المبارک ۱۳۶۹ھ

(حاشیہ مکتوب نمبر ۱۰۵) سیدی ومولائی ومرشدی زبدۃ الکاملین حضرت مولانا صاحب مدفیوضہم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ....

آج مریضوں کی طرف سے قلب بے چین ہو رہا ہے، حضور والا کو اپنا روحانی اور شفیق باپ سمجھتا ہوں، اس وجہ سے بار بار عرض کرنے کی جرات کر جاتا ہوں، دونوں مریضوں کا دیسی علاج ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ شفا بخشے، بھائی مولانا محمد حفظ الرحمن صاحب نے میرے دونوں مریضوں کو

(حاشیہ مکتوب نمبر ۱۰۵) دہلی بلا لیا ہے اور مثل اولاد کے علاج کرا رہے ہیں، صبح تک کی اطلاع یہ ہے کہ ابھی تک حالات بدستور ہیں، بڑی لڑکی کو دست اور بخار کی شکایت ہے، آنتوں کی دق کا خطرہ ہے، اور مرض پرانا ہوگیا ہے۔ اس مرتبہ بہت سخت حملہ ہوا، دوسری لڑکی کی آنکھوں پر فالج تشخیص کیا گیا ہے، پلک بالکل بند ہے، پلکوں کی جان بالکل ختم ہوگئی ہے، اندر روشنی موجود ہے، علاج دہلی کے مشہور ڈاکٹر کا ہو رہا ہے بیس روز سے زائد ہو گئے ہیں مگر ابھی تک کوئی فائدہ نہیں ہے، حضور والا سے خصوصی دعاؤں کا بھکاری ہوں، مجھکو خیال پیدا ہوا کہ ان پریشانیوں میں نماز سے مدد لی جائے، خدا کا وعدہ ضرور پورا ہوکر رہیگا بدیں وجہ نماز حاجت جسکو شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے قول جمیل میں نقل فرمایا ہے اور حضرت نے مجکو ایک بار اس کے پڑھنے کیلئے حکم بھی فرمایا تھا میں نے اسکو پھر شروع کر دیا ہے استقامت اور مقبولیت کی دعا فرمادیں، اس نماز کے علاوہ نماز حاجت جس کو ترمذی اور حاکم نے نقل کیا ہے وہ بھی پڑھ رہا ہوں، اول نماز دو رکعت نفل پڑھ کر خدا کی حمد الحمد للہ حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ مبارکا علیہ کما یحب و یرضی، تین بار نماز کا درود شریف پڑھ کر بسم اللہ الرحمن الرحیم لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ، سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اَسْئَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ وَالْغَنِیْمَۃَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَۃَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَہٗ وَلَا ھَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَہٗ وَلَا حَاجَۃً ھِیَ لَکَ رِضًا اِلَّا قَضَیْتَھَا یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔ تین بار آمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد وآلہ وصحبہ و بارک وسلم والحمد للہ رب العالمین دوسری نماز چار رکعت قول الجمیل میں ہے۔

مجیب الرحمن ۴ ۹/۶۹ھ چہارشنبہ سیوہارہ

حضرت شیخ مدظلہ العالی کے مکتوب گرامی میں انہیں دونوں نمازوں کے بارے میں ارشاد ہے اور یہ طریقے مجرب ہیں، راقم الحروف نے بھی عمل کیا ہے، دوسرا طریقہ قول الجمیل میں ہے، وہاں سے دیکھ لیا جائے، نقل کرنا کتاب کے حجم کو بڑھانا ہے

⁂ ⁂ ⁂

مکتوب نمبر ۱۰۶

شعر ذیل روزانہ سات مرتبہ باوضو پڑھ کر مریضہ کی آنکھوں پر دم کر دیا کریں، دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ صحتِ کلی عطا فرمائے آمین، وہ شعر یہ ہے ؎

کَم اَبرَأَت وَصِباً بِاللَّمسِ رَاحَتُہٗ   وَاَطلَقَت اَرِباً مِن رِبقَۃِ اللَّمَمِ

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ از دیوبند۔

(حاشیہ مکتوب نمبر ۱۰۶) مولانا حاجی حبیب الرحمٰن صاحب کی نواسی کی آنکھیں جاتی رہیں اس پر موصوف نے حضرت شیخ کو لکھا تو یہ عمل تحریر فرمایا، لڑکی نے اس کو پابندی سے پڑھا، خدا نے رحم فرمایا اور بالکل اچھی ہوگئی اور آنکھیں کھل گئیں، سبحان اللہ۔

شعر کا ترجمہ یہ ہے، آپ کے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے) کفِ مبارک نے بہت سے مریضوں کو اچھا کر دیا، اور بہت سے محتاجوں کو قید جنوں سے چھڑا دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سانپ کا کاٹنا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کے مس سے شفا پانا اور ایک عورت کے بچے کو جنون سے نجات ملنا، اسی طرح کے صدہا معجزات آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ظاہر ہونا کتب حدیث و سیر کے اندر موجود ہے، اسی کی جانب صاحب قصیدہ بردہ نے تلمیح فرمائی ہے۔ قصیدہ بردہ حضرت شیخ ابوعبداللہ شرف الدین بُصیری رحمہ کا وہ مشہور فصیح و بلیغ قصیدہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں آپ اپنی نظیر ہے اس قصیدہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضرت بُصیری قدس سرہ العزیز کو فالج پڑ گیا، اور نصف حصہ جسم کا بیکار ہوگیا، بہت تدبیریں کی گئیں، مگر شفا نصیب نہیں ہوئی آخر میں شیخ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یہ قصیدہ تصنیف فرمایا، جو کم و بیش ۱۶۲ اشعار پر مشتمل ہے جس کے اندر شاعر نے پوری سیرتِ نبوی کو کمال صحت اور اختصار کے ساتھ بیان کر کے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں شفا کی درخواست کی اور سو رہے۔ خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۰۶) کہ دیکھا کہ مفلوج حصہ پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک کو پھیر رہے ہیں، شیخ جب بیدار ہوئے تو اپنے کو صحیح وسالم پایا، بعض عرفاء کاملین نے اس قصیدہ کو شیخ بصیری رحمۃ اللہ علیہ سے صبح ہی کو سننا چاہا، عجب کہ اور کوئی اس سے مطلع نہ ہو سکا تھا، اور پھر اس کی شہرت اس درجہ بڑھی کہ جب کسی کو کوئی معیت اور پریشانی لاحق ہوئی اس کا ورد شروع کر دیا، اور خدا نے اس قصیدہ کی برکت سے نجات بخشی چنانچہ مشہور واقعہ ہے کہ ملک طاہر کے وزیر بہاء الدین ننگے سر اور پا برہنہ اس قصیدہ کی سماعت فرماتے تھے، جس کی بدولت دین اور دنیوی برکت سے مالا مال ہوئے اسعد الدین فارقی جو بڑے مرتبہ کے لوگوں میں تھے، ان کی آنکھیں قریب ضائع ہونے کے ہو گئیں، خواب میں ان کو کسی کہنے والے نے مشورہ دیا کہ بہاء الدین کے پاس جا کر اس قصیدہ کو اپنی آنکھوں پر رکھو، چنانچہ گئے اور آنکھوں سے لگایا، معاً خدا نے شفا بخشی، اس وقت سے یہ قصیدہ برابر علمائے سلف میں روایتاً جاری ہے اور برکت میں مشہور ہے، راقم الحروف نے اس قصیدہ کو استاذی مولانا عبد الصمد صاحب ندوی مرحوم ادیب مدرسۃ الاصلاح سرائمیر سے سبقاً سبقاً پڑھا تھا، اس قصیدہ کو بردہ کیوں کہا جاتا ہے، اہل ادب کے نزدیک اس کی متعدد توجیہات ہیں کیونکہ بردہ عربی میں اس چادر کو کہتے ہیں جسمیں متعدد رنگ اور دھاریاں ہوں اس بنا پر چونکہ قصیدہ کے اندر مضامین گوناگون ہیں، بردہ سے موسوم کیا گیا، یا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قصیدہ کو خواب میں سننے اور پسند خاطر ہونے پر اپنی چادر مبارک کو شیخ ابو عبد اللہ بصیری رحمۃ اللہ علیہ کے اوپر ڈال دیا تھا، اور اسی کی بنا پر شفا ہو گئی، یہ وجہ قصیدہ بردہ کہنے کی ہو، واللہ اعلم۔ اس والا نامہ سے اس قصیدہ کی جہاں اور بہت سی برکتیں منقول ہیں مولانا حبیب الرحمن کی نواسی کا شفایاب ہونا بھی کم برکت نہیں ہے، رہ گئی یہ بات کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرفات روحانی برابر جاری ہیں، اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہیں گے، مرشدی حضرت مولانا مدنی مدظلہ العالی جو اس وقت مسلمانان عالم کے لئے مرکزی نقطۂ ہدایت ہیں ۱۲ مارچ ۱۹۵۳ء کو

مکتوب نمبر ۱۰۷

جناب مولانا محمد احمد صاحب نگینہ ضلع بجنور کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

آپ کا جو یہ جی چاہتا ہے کہ قرآن حکیم کی تلاوت کے وقت بھی یہی مراقبہ جاری رکھوں، ثواب اور قرب میں تو کمی نہ آوے گی، ثواب اور قرب میں انشاء اللہ تعالیٰ زیادتی ہوگی، یہ مراقبہ و فی انفسکم افلا تبصرون ہے جو اعلیٰ درجہ کا ہے۔

قرآن کی تلاوت کرتے وقت تصور فرمائیے کہ ذات حق جل مجدہٗ میری زبان سے قرآن جاری فرما رہا ہے، جو کہ بلا کیف و بلا کم بے چون و بے چگون میرے قلب میں موجود ہے۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۰۶) آپ کے جسم مبارک کا داہنا حصہ سن ہوگیا، مولانا حفظ الرحمٰن صاحب وغیرہم اکابر، دہلی سے ڈاکٹر لے کر دیوبند تشریف لائے، ڈاکٹر نے کہا فالج کا اثر ہے علاج ہوا، خدا نے شفا بخشی، اڈیٹر رسالہ دار العلوم دیوبند نے مدیر الصدق ملتان کو لکھا کہ حضرت مدنی مدظلہ العالی نے اس تکلیف اور صدمہ کے بعد دوسرے دن بیان فرمایا کہ آج رات خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، داہنے ہاتھ پر دعا پڑھی اور دم کیا، فرمایا حسین احمد تشویش کی کوئی بات نہیں ہم صرف تمہاری عیادت کیلئے آئے ہیں، اللہ اللہ قبولیت کا یہ مقام اور ایک ہم ہیں کہ ؎

خواب ہستی میں کسی دن تو نظر آجائیے
مدتیں گذریں کہ آنکھیں کھول کر سوتا ہوں میں

تفصیل کے لئے الصدق ملتان

شعبان ۱۳۷۰ھ ملاحظہ ہو

(حاشیہ مکتوب نمبر ۱۰۷) مراقبہ پر مفصل بحث جلد اول میں گذر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرما لیا جائے، بس اتنا سمجھ لیا جائے کہ لفظ کے مفہوم میں اس طرح ڈوب جانا کہ سوائے اسکے کوئی چیز دھیان میں نہ رہے اسی کو مراقبہ کہتے ہیں۔

میں آپ کو اجازت[۵] دیتا ہوں کہ طالب ہدایت کو کلمۂ الخیر اور تعلیم طریقت کرتے رہیں، دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد ۷ رجب ۱۳۷۲ھ

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۰۷) [۵] شیخ الاسلام قدس اللہ سرہٗ العزیز کے خلفاء اور مجازین کی ایک لمبی فہرست ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس اجازت کے ضمن میں انکے اسمائے گرامی بھی درج کر دیئے جائیں۔

فہرست حضرات خلفاء شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ

(۱) مولوی تخلیص حسین صاحب مرحوم	سیدپور	ڈاکخانہ سیدپور	ضلع	سلہٹ
(۲) حاجی عبدالباری صاحب	جھنگا باڑی	ر چوڑکھائی	ر	ر
۳ - حاجی ابرو میاں صاحب	تال باڑی	ڈاکخانہ چوڑکھائی	ر	ر
۴ - مولانا بشیر احمد صاحب	باگا	ڈاکخانہ باگا	ر	ر
۵ - مولوی مقابس علی صاحب	محلہ شیخ	ڈاکخانہ بنیاچنگ	ر	ر
۶ - مولوی سید عبدالخالق صاحب مرحوم	سیدپور	ڈاکخانہ سیدپور	ر	ر
۷ - ڈاکٹر علی اصغر نوری صاحب	غفر گاؤں	ڈاکخانہ کمارگاؤں	ر	ر
۸ - مولوی حبیب الرحمٰن صاحب	موضع رائے پور	ڈاکخانہ ڈرب پور	ر	ر
۹ - سلیمان خان صاحب مولوی بازاری			ر	ر
۱۰ - مولوی عبدالرحیم صاحب	تری پاڑہ	ڈاکخانہ کنائی گھاٹ	ر	ر
۱۱ - مولوی مجاہد علی صاحب	گنگاجل	ڈاکخانہ گنگاجل	ر	ر
۱۲ - مولوی عبدالمتین صاحب چودھری	پھول باڑی مقیم حال ڈھاکہ لکھن		ر	ر
۱۳ مولوی عبدالرحمٰن صاحب	موضع دھولیا	ڈاکخانہ کاگاڈڑا	ر	ر
۱۴ - مولوی تجمل علی صاحب	انگورا محمد پور	ڈاکخانہ کوڑا بازار	ر	ر
۱۵ - مولوی علاؤالدین صاحب	بنیاچنگ	ڈاکخانہ بنیاچنگ	ر	ر
۱۶ - مولوی عبدالمنان صاحب	موضع اٹھالیا	ڈاکخانہ شنیاجوڑی	ر	ر

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۰۷)

۱۷ - مولوی عبداللطیف صاحب، مولوی بازاری موضع نالی ہوی۔ ڈاکخانہ اکھائل کوڑا				ضلع سلہٹ
۱۸ - مولوی سراج الحق صاحب	موضع پران گاؤں	ڈاکخانہ کایر بھنگا	//	//
۱۹ - مولوی عبدالحق صاحب	// غازی نگر	ڈاکخانہ پتھاریا	//	//
۲۰ - مولوی عبدالمومن صاحب	// پران گاؤں	ڈاکخانہ کایر بھنگا	//	//
۲۱ - مولوی یونس علی صاحب	// رائے گڑھ	ڈاکخانہ ڈھاکہ دکھن	//	//
۲۲ - مولوی عبدالمنان صاحب	// گنوئی	ڈاکخانہ بنیاچنگ	//	//
۲۳ - مولوی عبدالغفار صاحب	// حمزہ خانی	ڈاکخانہ منشی پاڑہ	//	//
۲۴ - مولوی محمد علی صاحب	// بارام پور	ڈاکخانہ منشی بازار	//	//
۲۵ - مولوی ریاض الرب صاحب	ڈھاکہ دکھن	ڈاکخانہ ڈھاکہ دکھن	//	//
۲۶ - مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم	ساکن ٹیٹکھائی		//	//
۲۷ - مولانا حسن علی صاحب مرحوم	گورٹن گھاٹ		//	//
۲۸ - مولانا لطف الرحمن صاحب	حامد نگر	ڈاکخانہ بردنہ	//	//
۲۹ - مولانا حافظ عبدالکریم صاحب	موضع اسلام آباد	ڈاکخانہ لکھی پاشا	//	//
۳۰ - مولانا بدر عالم صاحب	مغل بازار مدرسہ	ڈاکخانہ مغل بازار	//	//
۳۱ - مولانا مسعود الحق صاحب۔ حال شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم۔ پوسٹ عبد چاٹگام ٹاؤن	پٹیا	ڈاکخانہ پٹیا		ضلع چاٹگام
۳۲ - مولانا مفتی احمد الحق صاحب، مدرسہ معین الاسلام		ڈاکخانہ ہاٹ ہزاری	//	//
۳۳ - مولوی عبدالستار صاحب	فتح پور	ڈاکخانہ مدن ہاٹ	//	//
۳۴ - مولوی احمد شفیع صاحب۔	مدرسہ معین الاسلام	ڈاکخانہ ہاٹ ہزاری	//	//
۳۵ - مولوی عبید الرحمن صاحب	موضع امام نگر	ڈاکخانہ نظیرہاٹ	//	//

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۰۷)

۳۶ مولوی عبدالرحمٰن صاحب — موضع گمی — ڈاکخانہ مہامنی — ضلع چاٹگام

۳۷ مولوی محمد نعمان صاحب — " اندھرپاڑہ — ڈاکخانہ بھائی کھن — " "

۳۸ مولوی محمد ادریس صاحب معرفت ایمان علی صاحب — " سازنگ سنتوش پور — ڈاکخانہ امان اللہ — " "

۳۹ مولوی عبدالحلیم صاحب — پیرکھن — " "

۴۰ مولوی شمس الدین صاحب معرفت کیل باڑی — کنچن نگر — ڈاکخانہ کنچن پور — " "

۴۱ مولوی عبدالغنی صاحب — ال سینئر مدرسہ — ڈاکخانہ شورڈانگا — ضلع باینہ

۴۲ مولوی ریحان الدین صاحب — موضع مزید پور — ڈاکخانہ لکھی پور — ضلع نواکھالی

۴۳ مولانا دلاور حسین صاحب چاندپوری — نینی — ڈاکخانہ نینی — " "

۴۴ مولوی عزیز الحق صاحب — عادیل پور — ڈاکخانہ چینگاتلی — " "

۴۵ مولوی کلیم اللہ صاحب — (مدرسہ افسر العلوم ننگل کوٹ) — ضلع ٹپرہ

۴۶ مولوی مجیب الرحمن صاحب — نبنوا — ڈاکخانہ نبنوا — " "

۴۷ مولوی علی اشرف صاحب — سیرام پور — ڈاکخانہ بنتل بازار — " "

۴۸ مولانا ابن الحق صاحب میمن سنگی — جامعہ قرآنیہ — محلہ لال باغ — ڈھاکہ

۴۹ مولوی محمد یونس صاحب باقر گنجی — موضع چرخلیفہ — ڈاکخانہ اودھابلک — ضلع باقرگنج

۵۰ حافظ طیب علی صاحب مرحوم

۵۱ مولوی عبدالواجد صاحب — موضع ماگرام — ڈاکخانہ موہنیا — ضلع کچھاڑ

۵۲ مولوی سعید علی صاحب امام مسجد درگاہ بٹرشی — ڈاکخانہ کریم گنج — " "

۵۳ مولانا مقدس علی صاحب — موضع بڑی ہال — ڈاکخانہ غنسیر گرام — " "

۵۴ مولانا عبدالجلیل صاحب شیخ الحدیث۔ دارالحدیث۔ — بدرپور — " "

۵۵ مولانا مصدر علی صاحب — دارالعلوم — بانسکنڈی — " "

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۰۷)

۵۶ - مولوی بشارت علی صاحب دارالعلوم بانسکنڈی ضلع کچھاڑ

۵۷ - مولانا احمد علی صاحب بدرپوری شیخ الحدیث دارالعلوم بانسکنڈی ″ ″

۵۸ مقبول علی صاحب بانسکنڈی ″ ″

۵۹ ماسٹر غلام احمد صاحب بانسکنڈی ″ ″

۶۰ مولوی ہمایون الدین صاحب مدرس دارالعلوم بانسکنڈی ″ ″

۶۱ مولوی جواد علی صاحب ″ بانسکنڈی ″ ″

۶۲ ہرمز علی صاحب موضع مارا پور ڈاکخانہ ونچی سلچر ″ ″

۶۳ حافظ محمد مستقیم صاحب محلہ بیرنگا - سلچر ″ ″

۶۴ حافظ مکرم علی صاحب مرحوم بانسکنڈی ″ ″

۶۵ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب موضع جالالپور ڈاکخانہ سری گوری ″ ″

۶۶ حافظ شفیق الرحمن صاحب بانسکنڈی ″ .

۶۷ مولوی قاری عبدالمطہر صاحب ساکن بھگادور ڈاکخانہ بیرنگا سلچر ″ ″

۶۸ مولوی قاری عبدالصمد صاحب موضع ٹوپی بال ڈاکخانہ غتیر گرام ″ ″

۶۹ مولوی عبدالمعبود صاحب ساکن مباقل مقیم حال دارالحدیث بدرپور ڈاکخانہ بھنگا بازار ″ ″

۷۰ مولوی معتصم علی صاحب موضع محمد پور ڈاکخانہ لکھن نگ پور۔ ساؤتھ لالہ ″ ″

۷۱ مولوی مظفر علی صاحب مدرسہ اسلامیہ الگاپور ۔ ڈاکخانہ الگاپور بازار ″ ″

۷۲ مولوی عبدالحق صاحب موضع محمد پور۔ ڈاکخانہ لکھن نگ پور، ساؤتھ لالہ ″ ″

۷۳ مولوی عبدالغنی صاحب عاصم گنجی موضع ساتکھری ڈاکخانہ موہنیا ″ ″

۷۴ حافظ عبدالنور صاحب کریم گنجی موضع گندنجانی ڈاکخانہ باڑی گرام ″ ″

۷۵ مولوی جلال الدین صاحب ساتولی۔ ساکن کھوڑا کنڈی مقیم حال گورنمنٹ ہائی اسکول۔ شیلانگ ۔ ڈاکخانہ کالی گنج بازار ″ ″

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۰۷)

۷۶ ۔ حافظ عبدالرحیم صاحب ساکن ماآگرام ڈاکخانہ موہنیا ضلع کچھاڑ

۷۷ محمد نجابت علی صاحب ساکن کھڈاکنڈی ڈاکخانہ گنج بازار " "

۷۸ حاجی عبدالمالک صاحب ساکن بڑرشی ڈاکخانہ گنج " "

۷۹ ۔ حاجی شمس الحق صاحب ساکن بڑرشی ڈاکخانہ کریم گنج " "

۸۰ ۔ حاجی محبت علی صاحب ساکن سوناباری گھاٹ " "

۸۱ ۔ مولوی رحیم الدین صاحب ۔ امام مسجد جامع ۔ بانسکنڈی " "

۸۲ ۔ مولوی محسن علی صاحب ، مدرس دارالعلوم ، بانسکنڈی " "

۸۳ ۔ نرمان علی صاحب بانسکنڈی " "

۸۴ ۔ مولوی اصدر علی صاحب ساکن روپائی بالی " "

۸۵ ۔ مولوی عبدالرزاق صاحب ۔ انگاپور " "

۸۶ ۔ مولوی منور علی صاحب تاراپور " "

۸۷ ۔ مولوی امان اللہ صاحب مرحوم کریم گنجی ساکن سومڑی کنڈی، ڈاکخانہ اشربازار " "

۸۸ ۔ مولوی کریم الدین صاحب، ساکن بانسکنڈی " "

۸۹ ۔ مولوی سعید احمد صاحب موضع رنگ پور ڈاکخانہ دکھن نگیور ساونھ لالہ " "

۹۰ ۔ مولوی عبدالباری صاحب ساکن نیتائی نگر ڈاکخانہ نیتائی نگر بازار " "

۹۱ ۔ مولوی محمد اسحاق صاحب مدرسہ عربیہ اسلامیہ مسجد ڈھاکائی پٹی ساکن گڈی باڑی ڈاکخانہ دوگاؤں ضلع نوگانگ

۹۲ مولوی ضمیرالدین صاحب ۔ گورنمنٹ ہائی اسکول دھوبری ضلع گوالپارہ

۹۳ ۔ مولانا حافظ عبدالرحمٰن صاحب ۔ مرحوم ۔ مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ

۹۴ ۔ اظہر حسین صاحب موضع پورائن ڈاکخانہ پونسی ضلع بھاگلپور

۹۵ ۔ حاجی محمد ایوب صاحب " چلمل ڈاکخانہ بارہ ہاٹ " "

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۰۷)

۹۶۔ خلیل الرحمٰن صاحب موضع چلمل ڈاکخانہ بارہ ہاٹ ضلع بھاگلپور
۹۷۔ مولوی محمد یعقوب صاحب 〃 بھبورہ ڈاکخانہ سنہولا 〃 〃
۹۸۔ اشرف علی صاحب 〃 عظمت پور ڈاکخانہ نرائن پور 〃 〃
۹۹۔ عبدالرحمٰن صاحب 〃 〃 ڈاکخانہ نرائن پور 〃 〃
۱۰۰۔ حاجی مظہر الحق صاحب سمریا 〃 〃
۱۰۱۔ مولوی محمد انیس صاحب ساکن کیتھا ٹیکر ڈاکخانہ کوبیا پرسا 〃 〃
۱۰۲۔ حکیم فدا حسین صاحب موضع سمریا 〃 〃
۱۰۳۔ مولانا عبدالسلام صاحب کوند ڈیہہ ڈاکخانہ پوریني 〃 〃
۱۰۴۔ حاجی احمد حسن صاحب موضع سنہولی ڈاکخانہ پوریني 〃 〃
۱۰۵۔ مولانا قاری فخرالدین صاحب جامعہ قاسمیہ شہر گیا۔
۱۰۶۔ مولانا نبیہ حسن صاحب موضع کرمری ڈاکخانہ بنجرانواں ضلع گیا
۱۰۷۔ حاجی منہاج الدین صاحب۔ تماکو مرچنٹ دھامی ٹولہ شہر گیا۔
۱۰۸۔ مولوی عبداللہ صاحب چھپرہ ی موضع و ڈاکخانہ مانجھا اسٹیٹ ضلع سارن
۱۰۹۔ حاجی محمد عاقل صاحب۔ حیا گھاٹ۔ بالاسپور ضلع دربھنگہ
۱۱۰۔ مولوی محمد ازہر صاحب موضع و ڈاکخانہ رکھوس، براہ کمتول 〃 〃
۱۱۱۔ مولوی عبدالرشید صاحب موضع مبارک پور ڈاکخانہ سلکھوا بازار ضلع مونگیر
۱۱۲۔ قاری مہدی بخاری صاحب، مدرسہ تجوید القرآن جامع مسجد شہر مونگیر
۱۱۳۔ مولوی ادریس صاحب موضع نوکٹہ ڈاکخانہ اسلام پور ضلع پورنیہ
۱۱۴۔ مولوی اظہر صاحب۔ موضع اورنگ آباد۔ ضلع گیا مقیم حال برداڈیہہ گرنڈیہہ ضلع ہزاری باغ
۱۱۵۔ مولانا نعیم اللہ صاحب موضع بھولے پور ڈاکخانہ ہنسور۔ ضلع فیض آباد

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۰۷)

۱۱۶ - مولوی عبدالجبار صاحب ہنسور ضلع فیض آباد

۱۱۷ - مولوی حافظ محمد طیب صاحب (نابینا) قصبہ کبدر محلہ آمنہ بی بی کا احاطہ " "

۱۱۸ - مولوی فیض اللہ صاحب گونڈوی مدرسہ احمدیہ - مغلپورہ شہر "

۱۱۹ - مولانا ادریس صاحب استاذ ندوۃ العلماء - قصبہ نگرام ضلع لکھنؤ

۱۲۰ - مولانا محمد یونس صاحب مرحوم قصبہ بگھرہ ضلع مظفرنگر

۱۲۱ - حافظ عبداللطیف صاحب مرحوم - امام جامع مسجد گڑھی پختہ " "

۱۲۲ - حکیم محمد سلیمان صاحب مرحوم و مغفور موضع و ڈاکخانہ نوکی غازی پور

۱۲۳ - مولانا قاری اصغر علی صاحب سہنس پوری - مدنی منزل دارالعلوم دیوبند ضلع سہارنپور

۱۲۴ - مولانا سید محمود حسن صاحب موضع پیٹھڑ بنھا کاکستھہ عرف پیٹھڑ کلاں " "

۱۲۵ - مولوی ہدایت علی صاحب مدرسہ ہدایت المسلمین کرہی - ڈاکخانہ دودھارا ضلع بستی

۱۲۶ - مولوی قطب اللہ صاحب موضع جھکیا - ڈاکخانہ کوٹ مری " "

۱۲۷ - مولوی سید محمد احمد صاحب مرحوم نگینہ " بجنور

۱۲۸ - مولوی عزیز الرحمٰن صاحب مہتمم یتیم خانہ شہر "

۱۲۹ - مولوی سید احمد شاہ صاحب، مرادآبادی، انٹر کالج " "

۱۳۰ - مولوی عبدالحی صاحب موضع انجان شہید ضلع اعظم گڈھ

۱۳۱ - مولوی صفات اللہ صاحب محلہ بلاقی پورہ - مئوناتھ بھنجن " "

۱۳۲ - مولوی مشتاق احمد صاحب مدرسہ دارالعلوم غنی دامیوں پورہ " " "

۱۳۳ - حاجی محمد احمد صاحب - قصبہ ہنگاؤں ضلع الٰہ آباد

۱۳۴ - کریم بخش صاحب آزاد، دوکان جناب اکبر حسین صاحب چھپائی والی گلی کرنیل گنج شہر کانپور -

۱۳۵ - مولانا محمد اسمٰعیل صاحب سنبھلی مدرس مدرسہ چلہ - امروہہ ضلع مرادآباد

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۰۷)

۱۳۶۔ مولوی محمود احمد صاحب جامع مسجد حسن پور ضلع مرادآباد

۱۳۷۔ مولانا احمد اللہ صاحب۔ برن پور مسلم ہائی اسکول ڈاکخانہ برن پور ضلع بردوان

۱۳۸۔ مولوی عبدالخالق صاحب شانتی باغ ڈاکخانہ شیر دیرائے " "

۱۳۹۔ غلام محی الدین صاحب رحمت نگر ڈاکخانہ برن پور " "

۱۴۰۔ مولوی عبداللہ صاحب کوارٹر ۳ لائن ۵ ڈاکخانہ برن پور " "

۱۴۱۔ مولانا محمد طاہر صاحب۔ کریم گنجی مدرس مدرسہ عالیہ شہر کلکتہ۔

۱۴۲۔ حافظ عبداللطیف صاحب (نابینا) مدرسہ عربیہ اسلامیہ بیجناتھ پارا ضلع رائپور

۱۴۳۔ جناب سی بشیر احمد صاحب۔ ۲۳ محمد رضا اسٹریٹ برنام بٹ ضلع شمالی ارکاٹ

۱۴۴۔ " مولانا شیخ حسن صاحب مالاباری۔ شیخ الحدیث مدرسہ باقیات الصالحات ویلور " "

۱۴۵۔ مولانا نیاز محمد صاحب مدرسہ عربیہ اسلامیہ۔ قصبہ نوح ضلع گوڑگاں

۱۴۶۔ مولوی جمیل احمد صاحب۔ معرفت مولانا نیاز محمد صاحب " " "

۱۴۷۔ میاں جی محمد رمضان صاحب۔ موضع مالب " "

۱۴۸۔ جناب منشی اللہ دتہ صاحب۔ تبلیغی مرکز۔ نظام الدین نئی دہلی

۱۴۹۔ قاری عبدالشکور صاحب ٹھنس پوری امام حوض والی مسجد نئی سڑک دہلی

۱۵۰۔ مولوی خورشید احمد صاحب۔ قصبہ عبدالحکیم ضلع ملتان

۱۵۱۔ مولوی حامد میاں صاحب دیوبندی۔ مسلم مسجد چوک انار کلی۔ لاہور

۱۵۲۔ مولانا حکیم عبدالحکیم صاحب سلیمانی دواخانہ فیض باغ "

۱۵۳۔ مولوی مظہر حسین صاحب۔ بمقام بھین۔ تحصیل چکوال ضلع جہلم

۱۵۴۔ مولوی رحمت اللہ صاحب مدرسہ عربیہ مودب چک D.N.B ڈاکخانہ ہیڈ راز قان۔ ریاست بہاولپور

۱۵۵۔ مولوی عبدالحق صاحب دامانی۔ موضع شیر و کہنہ۔ ڈاکخانہ کولاچی۔ ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خاں

مکتوب نمبر ۱۰۸

جناب مولانا عبد الحمید صاحب اعظمی نظام آباد ضلع اعظم گڈھ کے نام

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ مزاج شریف،

میرے محترم میں آپ سے ہرگز خفا نہیں ہوں، مگر آپ حضرات انصاف نہیں فرماتے ہیں، جلکوڑہ میں بار بار جلسے ہوئے، مولانا حفظ الرحمٰن صاحب تشریف لے گئے ہیں،

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۰۷)

۱۵۶ - حضرت مولانا احمد بزرگ صاحب مرحوم سملک		ڈاکخانہ ڈابھیل	ضلع سورت
۱۵۷ - مولانا عبد الصمد صاحب کاچھوی، مرحوم		"	"
۱۵۸ - مولانا عبد الصمد صاحب	موضع وانکانیر	ڈاکخانہ باردولی	" "
۱۵۹ - مولانا عبد الغفور صاحب قریشی، مدرسہ فوقانیہ		شہر عثمان آباد	
۱۶۰ - سید سلیمان شاہ صاحب قادری		"	"
۱۶۱ - سید بدیع الدین صاحب		ضلع	"
۱۶۲ - مولانا عبد الحکیم		"	"
۱۶۳ - سید طالب علی صاحب مہتمم مدرسہ مصباح العلوم شاستور: تعلقہ لاتور		"	"
۱۶۴ - مولوی عبد الصمد صاحب	شاستور -	تعلقہ عمرگہ	" "
۱۶۵ - مولوی مظفر احمد صاحب	موضع مینگزی	ڈاکخانہ بوسیڈانگ	ضلع اکیاب
۱۶۶ - مولانا بایزید صاحب شہید -	رسٹن برگ	ٹرانسوال	(جنوبی افریقہ)
۱۶۷ - صاحبزادہ محترم مولانا اسعد صاحب زید مجدکم			(باجازت خلفاء)

(حاشیہ مکتوب نمبر ۱۰۸) مولانا عبد الحمید اعظمی فاضل دیوبند ہمارے ضلع کے مشہور مقرر اور جمعیۃ علماء کے مخصوص کارکنوں میں ہیں جن سے ملک کا گوشہ گوشہ اچھی طرح واقف اور آپ کی قومی و ملکی

مولانا عبدالحلیم صاحب وغیرہ گئے، تقریریں ہوئیں، آپ خود مقرر ہیں، سنولہ گھاٹ میں مجکو بار بار انتہائی مصروفیتوں کے باوجود کھینچا گیا، اتنا بڑا ملک ہے، ہر طرف سے مجھ پر حاضری کا تقاضہ ہے، دارالعلوم کی تدریس بخاری و ترمذی میرے ذمہ ہے جس کا تقاضہ یہ ہی ایک دن بھی دیوبند سے باہر نہ جاؤں، تمام دورہ کا مدار صرف ان ۲ کتابوں پر ہے دورہ میں ڈیڑھ سو سے زاید طلبہ ہیں، ان تمام حالات کو جانتے ہوئے آپ مجھ پر ہر خطہ میں تقاضہ کرتے ہیں، آخر میں کیا کروں، کس طرح پڑھاؤں اور کس طرح تمام اسفار کو انجام دوں اور احباب کے تقاضوں کو پورا کروں، اگر احباب سے یہ کہتا ہوں کہ دارالعلوم سے استعفا دے کر علیحدہ ہو جاؤں، تو بھی کوئی اجازت نہیں دیتا، اور اگر اپنی معذوری ظاہر کر دوں تو نہ معاف کیا جاتا ہے اور نہ گوارا کیا جاتا ہے، اور آپ لکھتے ہیں کہ تو خفا ہو گیا۔ ؎

چیست یارانِ طریقت بعد ازیں تدبیر ما

میں نے بہت کوشش کی کہ جمعیۃ کی صدارت میرے متعلق نہ کی جائے

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۰۸) اور مذہبی خدمات کا معترف ہے آپ نے عرصہ تک صوبۂ بہار میں قیام فرما کر جو کار نمایاں کیا ہے، تاریخ اسکو فراموش نہیں کر سکتی ہے ۱۹۴۷ء ملک کی تقسیم کے بعد سے آج تک ملک کے ہر محاذ پر آپ کا ڈٹ جانا اور قوم و ملت کی اخلاص سے خدمت کرنا رہتی دنیا تک یادگار رہے گا۔ آپ حضرت شیخ الاسلام مدظلہ العالی کے مخصوص خدام میں سے ہیں: چنانچہ آپ نے شیخ الاسلام کے قیام سلہٹ پر جو بصیرت افروز رسالہ تحریر فرمایا ہے وہ مدنی برادری کے لئے ایک دستوری حیثیت رکھتا ہے اور جسمیں معمولات مدنی کے کچھ حالات کا سراغ ملتا ہی، اس الانامہ میں شیخ الاسلام مدظلہ العالی نے جس صفائی سے اپنی مجبوریوں کو ظاہر فرمایا ہے اس سے پوری بے بسی حضرت شیخ مدظلہ کی ظاہر ہوتی ہے، اور ساری ذمہ داری معتقدین پر عاید ہوتی ہی، یہ تو حضرت شیخ الاسلام ہی کی کرامت تھی کہ سب کام ہوتا رہتا تھا۔

مگر کچھ شنوائی نہیں ہوئی ۔ ؎

شب تاریک و بیم موج و گردابے چنیں ہائل
کجا دانند حال ما سبکساران ساحل ہا

پاس انفاس کے لئے کوئی وقت شب کا یا دن کا مقرر نہیں ہے، روزانہ وقت معین پر کیا کریں، اور اگر کسی عارض سے اس وقت نہ ہو سکے تو دوسرے وقت میں کرلیں، مگر علاوہ وقت معین کے بھی چلتے پھرنے، اٹھتے بیٹھتے، کھڑے اور لیٹے اجراء کرتے رہیں تا آنکہ بے اختیار ہر وقت ہونے لگے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ سلہٹ ۶۴ء

مکتوب نمبر ۱۰۹

جناب مولانا محمد قاسم مسلم بنا صاحب سامرودی ثم الافریقی کے نام

محترم المقام زید مجدکم . السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔

آپ برادران وطن کے ان امور میں شاکی ہیں، میں ان کی برات نہیں کرتا، مگر بندہ پرور تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی ، برادران ملت اسلامیہ نے کیا کیا، کیا کر رہے ہیں، اس سے کیوں چشم پوشی کر رہے ہیں . کما تدین تدان ، اور اس سبب سے زیادہ خطرناک امر یہ ہے کہ برادران ملت خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور شریعت حقہ سے

بحاشیہ مکتوب نمبر ۱۰۹) راقم الحروف کو اپنی معلومات یا سیاسی واقفیت کے بارے میں کوئی غلط فہمی یا حسن ظن نہیں ہے، بلکہ اپنی ہیمیرزی کا اعتراف ہے اور دبی زبان سے اس بات کے کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ پاکستان کا قیام ہندوستانی مسلمانوں کے لئے وطن یا اسلامی حکومت کے قیام یا اسلامی تہذیب تمدن کے بقا کے لئے نہیں ہوا ہے، بلکہ ایشیا میں مغربی سرمایہ دارانہ نظام کے استحکام اسکی بقا کے لئے ہوا ہے ، فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ اصحاب کہف کے بارے میں امام العصر مدظلہ العالی نے جو ارشادات فرمائے ہیں، یہی رائے جمہور مفسرین کی ہے، اور امام دمفسر احدی نے اسکو ترجیح

کس قدر دور ہو گئے تھے، اور دور ہوتے چلے جا رہے ہیں، جو عزت سابق میں مسلم قوم کو ملی تھی، وہ ایمان اور عمل صالح کی بنا پر ملی تھی، اب دونوں کا معاملہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ ظاہر و باہر ہے، اور تو اور جو امور شرائط نصرت خداوندی تھے، انہیں سے انتہائی بغاوت کا مظاہرہ ہے، سورہ حج میں فرمایا گیا ہے۔

وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ الآيہ - کیا قبضۂ پاکستان کے بعد ہماری قوم نے ان شرائط کا کچھ خیال کیا، یا کھلم کھلا مخالفت کی اور کرتے جاتے ہیں، پھر غیروں کی شکایت کیا ہے، جب ہم نے خدا اور رسول علیہ السلام کا دامن پکڑا تھا، خدا نے بھی ہماری مدد کی، اور دنیا کی قوتوں اور بادشاہتوں کو ہمارے قدم میں ڈال دیا، اور جب ہم نے اس کو چھوڑ دیا اس نے بھی اپنا سایہ اٹھا لیا، پھر عبرت نہیں معالجہ کی فکر نہیں بلکہ طغیان روز افزوں ہے، فالی اللہ المشتکی۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا "أَنَهْلِكُ وَفِينَا الصَّالِحُونَ" (کیا اہل اصلاح وتقویٰ کے ہم میں موجود ہوتے ہوئے ہلاک ہو جائیں گے!) تو فرمایا کہ "نعم اذا کثرت الخبث" ہاں جب کہ فسق و فجور غالب اور کثیر ہو جائے۔ کیا یہی واقعہ نہیں ہے مسلم قوم کی اکثریت ہر جگہ اور بالخصوص پاکستان میں کس رنگ ڈھنگ میں ہے، خود آپ ارقام فرما رہے ہیں، پھر ماتم کیوں؟ نہ صورت اسلامی ہے، نہ سیرت "مسلمانان در گور مسلمانی در کتاب" کا سماں ہر جگہ ہے۔

اصحاب کہف کے متعلق جو آپ نے لکھا ہے کہ ہندوستانی اخبارات میں میں نے

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۰۹) دی ہے، مولانا آزاد مدظلہ نے اصحاب کہف وغیرہ پر بالکل انوکھی تحقیق فرمائی ہے: جو اگرچہ جمہور کے خلاف ہے لیکن دلائل کے اعتبار سے ناقابل انکار تحقیق ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ترجمان القرآن جلد دوم سورہ کہف۔

نہیں دیکھا، بہر حال کتب تفسیر سے پتہ چلتا ہے کہ یہ واقعہ ایشیائے کوچک میں واقع ہوا ہے، جس پر زمانۂ قدیم میں رومیوں کا قبضہ تھا، دمشق، اور اسکے اردگرد کے ممالک اسلام کے قبضہ سے پہلے رومیوں ہی کے قبضہ میں تھے، اس لئے مستبعد نہیں، کہ یہ واقعہ وہاں ہی ہوا ہو، شام یعنی دمشق وغیرہ ایشیاء، روم اور ایشیائے کوچک میں شمار ہوتے تھے اس زمانہ کا بادشاہ دقیانوس تھا، واللہ اعلم۔

دارالعلوم بفضلہ تعالیٰ خیریت ہے (۱۳۰۰) کے قریب اطراف و جوانب کے طلبہ پڑھ رہے ہیں تقریباً (۷۰۰) طلبہ کی امداد ضروریات کی کفالت مدرسہ کر رہا ہے، دورۂ حدیث میں تقریباً ڈیڑھ سو طلبا ہیں۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ دیوبند، ۷ ذی الحجہ ۱۳۷۱ھ

مکتوب نمبر ۱۱۰

جناب مولانا محمد صادق صاحب محلہ کھڈہ کراچی کے نام

سیدنا المحترم زید مجدکم

کریم بخش صاحب کی حالت کا معلوم ہونا باعثِ تشویش ہوا، دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ان کو شفا بخشے۔ اگر ہو سکے تو مندرجہ ذیل عمل کیا جائے۔

باوضو تازہ پانی پر جو کوری ہانڈی یا کورے گھڑے میں ہو سورہ فاتحہ ہر مرتبہ بسم اللہ الرحمن الرحیم بوصل میم رحیم بلا الحمد ہو ایک سو ایک مرتبہ پڑھ کر اور معوذتین گیارہ گیارہ

(حاشیہ مکتوب نمبر ۱۱۰) بہت سے لوگ جھاڑ پھونک اور تعویذ پر اعتراض کرتے ہیں، حالانکہ جمہور صحابہ تابعین اور ان کے بعد کے لوگ اس کے جواز کے قائل ہیں، علامہ نسفیؒ نے ایسی تعویذوں کے لینے دینے کو جائز کہا ہے، جو قرآن اور حدیث سے ماخوذ ہوں، ان کے الفاظ سریانی، عبرانی اور ہندی کے نہ ہوں ملاحظہ ہو فتح الباری ص ۱۳۶۷ یہ عمل تپ دق اور بعض دیگر بیماریوں میں مفید ہے۔

مرتبہ اور قُلْنَا یَا نَارُ کُونِی بَرْدًا وَّ سَلَامًا عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ گیارہ مرتبہ پڑھ کر پھونکیں اور بوقت صبح نہار منہ قبل طلوع الشمس جسقدر پیا جائے زیادہ سے زیادہ پلائیں، اور اس کے پینے کے بعد آدھ گھنٹہ تک کوئی دوا یا غذا نہ دیں، اس کے آدھ گھنٹہ گذر جانے پر جو چاہیں کھلائیں اور پلائیں، اور باقی ماندہ ہی پانی دن اور رات میں جب بھی پیاس لگے پلایا کریں، اگلے دن صبح تک یہی پانی پلایا جائے، اگلے روز کے لئے نہ پانی باقی ماندہ کسی پاک جگہ میں جہاں پیر نہ پڑتے ہوں، گرادیں، اور دوسرا تازہ پانی حسب سابق پڑھ کر استعمال کرائیں یہ عمل چالیس روز تک متواتر کیا جائے، کورا گھڑا یا برتن وہی رہیگا بدلا نہ جائے گا۔

عصر کے بعد سورۂ مجادلہ تین بار پڑھ کر ہر مرتبہ مریض پر پھونکا کریں، یہ بھی متواتر چالیس روز تک عمل میں لائیں۔

یہ میرا تجربہ ہے، اس سے متعدد مایوس العلاج شفایاب ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے، اور گھر کے تمام پرسان حال سے میرا اسلام مسنون عرض کر دیں اس ناکارہ کو دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں، والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۵ر صفر ۱۳۷۰ھ

مکتوب نمبر ۱۱۱

جناب مولانا رحمت اللہ صاحب مدرس اشرف العلوم بڑا گرہ ڈاکخانہ کنّا ڈھا پان کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ مزاج شریف

والا نامہ مورخہ ۲۰ر صفر ۱۳۷۰ھ باعثِ سرفرازی ہوا، خیر و عافیت معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی، بالخصوص آپ کے علوم دینیہ میں مشغول ہونے سے بہت ہی زیادہ خوشی ہوئی طوبیٰ لمن جعلہ اللہ مفتاحا للخیر مغلاقا للشر، الحدیث،

میرے محترم! تعلیم حدیث و تفسیر اور دیگر علوم دینیہ میں جس قدر بھی ممکن ہو کوشش کریں، اور شروح و حواشی کے مطالعہ میں کوتاہی نہ کریں اور سب میں محض رضائے خداوندی اور احیائے سنن نبویہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ) نصب العین بنائیں حطام دنیا کو ہرگز مقصد نہ بنائیں، تعلی اور بلند مرتبی حسد اور کینہ کو ہرگز ہرگز قلب میں جگہ نہ دیں تنگدستی اور افلاس سے نہ گھبرائیں خورد و نوش وغیرہ میں صحابۂ کرام اور انبیاء علیہم السلام کی تنگی معیشت کو ہمیشہ زیر غور لاکر شکر و ثناء خداوندی پر عمل پیرا رہیں، لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ کو خیال میں رکھا کریں، وفقنا اللہ وایاکم جمیعا لما یحبہ ویرضاہ آمین، ذکر سے غافل نہ ہوں، عمر عزیز کا ہر لمحہ نہایت بیش قیمت جوہر ہے اسکو غفلات میں ضائع نہ کریں۔

من نہ کردم شما حذر بکنید

میں بفضلہ تعالیٰ بخیر و عافیت ہوں، صرف گھٹنے میں کچھ تکلیف چلی جاتی ہے، معالجہ جاری ہے، دیگر مشاغل علمیہ انجام دیتا ہوں، آپ بھائیوں کی دعوات صالحہ کا بہت محتاج ہوں، تمام واقفین پرسانحال سے سلام مسنون عرض کر دیں، بالخصوص مولانا عبد الاحد صاحب غازی پوری سے سلام مسنون اور استدعاء دعوات صالحہ عرض کر دیں، مدرسہ کے دیگر مدرسین سے بھی یہی عرض ہے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ از دارالعلوم دیوبند ۳ صفر ۱۳۷۰ھ

مکتوب نمبر ۱۱۲

جناب مولانا بایزید صاحب شہید کے نام

محترم المقام زید مجدکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یاد فرمائی کا شکریہ ادا کرتا ہوں، والا نامہ مورخہ ۱۵ فروری ۱۹۵۱ء کے متعلق مندرجہ ذیل عرض ہے، جناب عبد الرحمٰن صاحب کے متعلق جو کیفیات تحریر فرمائی ہیں، بہت بہتر ہیں، اللہ تعالیٰ کی دین ہے، جس بندہ کو اپنے کرم و فضل سے نواز دے

عجب نہیں ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ ۔ يُعِزُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيُذِلُّ مَنْ يَّشَآءُ
اصل میں یہ امر دو اصولوں پر مبنی ہے، اول اصل یہ ہے کہ گھر کو اولاً کوڑے کرکٹ گندگی
اور نجاستوں سے صاف اور پاک کیا جائے، اس کے بعد شہنشاہ کو لایا جائے، دوسری
اصل یہ ہے کہ شہنشاہ کو پہلے لایا جائے، اور پھر کوشش جاری رکھی جائے کہ اسکی موجودگی
برقرار رکھتے ہوئے، گھر کو صاف کرنے کی کارروائی عمل میں لائی جائے گی حضرات چشتیہ
اور قادریہ اصل اول پر عمل پیرا ہیں، اور حضرات نقشبندیہ اصل ثانی پر عمل پیرا ہیں، یہ حال
ابتدائی سالک کا ہے، انتہا میں سب کا اجتماع ہو جاتا ہے، حضرات نقشبندیہ بالخصوص
حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے لطائف کے مراکز علیحدہ قائم فرما کر ان کو ذکر اسم ذات سے
منور فرمایا اور سالک کی حضوری کو بڑھانا اپنا طریقہ رکھا ہے، حضرات چشتیہ اور قادریہ نے اولاً
نفی و اثبات اور پاس انفاس وغیرہ سے قلب کی صفائی کر کے ذات مقدسہ کی طرف توجہ
بڑھائے جانے کو اپنا مسلک بنایا ہے، ان حضرات کے نزدیک لطائف سب کے سب قلب کے
اندر ہیں، قلب کی صفائی اور اس کے منور بالذکر ہونے سے تمام لطائف پر اثر پڑتا ہے،
جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، الا ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت
صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب۔ (او کما قال)
دونوں اصولوں پر سلطان الاذکار حاصل ہوتا ہے، جو کہ مبادی سلوک میں ایک
عمدہ مبدا ہے، لطائف کا جاری ہونا یا سلطان الاذکار کا حاصل ہونا مقاصد میں سے
نہیں ہے، وسائل اور ذرائع میں سے ہے، بہرحال عنایات خداوندیہ اور مرشد کی
توجہ اور اس کی ماہریت اس راہ میں بہت زیادہ کارآمد ہے، آپ کو معلوم ہے کہ میں
نہایت نالائق اور ناکارہ ہوں، نفس اور دنیا کی نجاستوں میں مبتلا ہوں، اگرچہ بفضلہ تعالیٰ

(حاشیہ مکتوب نمبر ۱۱۲) حضرت امام العصر مدظلہ العالی مہر فاطمی کے قائل ہیں اور اسی کو ترجیح دیتے ہیں
تفصیلی بحث راقم الحروف کے نام والے خطوط میں اسی جلد کے اندر موجود ہے۔

مجکو اعلیٰ درجہ کے خدا رسیدہ اہل کمال اور خواص مقربین کے در تک پہونچنے کا شرف حاصل ہوا۔ مگر میں نے اپنی نالائقی اور کم ظرفی اور نفس پرستی سے عمر کو ضائع کیا، اور اسلاف کرام کو بدنام کیا ہے، میں اس قابل اپنی بداعمالیوں اور نالائقیوں کی وجہ سے نہیں ہوں، کہ مجھ سے بیعت کیا جائے، فقط امتثالاً لامر الاکابر کرتا ہوں، ذکر کے وقت اس تصور کو میں عرش کے نیچے بیٹھا ہوں، کوئی خصوصی دخل نہیں ہے اور نہ منافات ہے، والد صاحب اور ہمشیرہ صاحبہ اور دیگر اعزہ واحباب سے سلام مسنون عرض کر دیں میں دعا کرتا ہوں اور آپ بھی دعوات صالحہ سے اس نابکار کی دستگیری فرماتے رہیں۔ والسلام

حسین احمد غفرلہٗ از دار العلوم دیوبند ۲؍ مارچ ۱۹۵۱ء

مکتوب نمبر ۱۱۳

جناب عبد الجلیل صاحب دار الحدیث بدپور ضلع کچھاڑ کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

والا نامہ باعث عزت افزائی ہوا، یاد آوری کا شکریہ ادا کرتا ہوں، مصروفیات کا بڑھنا اور خدمتِ خلق و دین انجام دینا جب کہ بوجہ اللہ ہوا اور کسی دنیاوی اور شخصی طمع سے نہ ہو، بہت بڑی نعمت ہے، ہمت گھرائیے، الخلق عیال اللہ[۵۱] وان احب الخلق الی اللہ اکثرھم احسانا الی عیالہ (مشکوٰۃ) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر باش ہونے والوں میں تربیت کے متعلق فرمایا گیا ہے افضلھم[۵۲] عندہ

(حاشیہ مکتوب نمبر ۱۱۳) [۵۱] ترجمہ حدیث:۔ مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ ساری مخلوقات میں اللہ کو سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اللہ کے کنبے (مخلوق) پر احسان سب سے زیادہ کرتا ہے۔ [۵۲] ترجمہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں افضل وہ مانا جاتا تھا جس کی خیر خواہی عام ہوا کرتی تھی اور

اعمّهم نصیحۃ و اعظمهم منزلۃ احسنهم مواساۃ و موازرۃ رشمائل ترمذی
فہنیاً لکم والحمد للہ، ذکر پاس انفاس میں جی لگنا اور کبھی کبھی چیخ کا آجانا، یا
کبھی زور زور سے اللہ اللہ نکل جانا، جب کہ بلا اختیار اور بلا تصنع ہو بہت امید افزا
ہے، مبارک ہو، انوار اور شعاعوں کا نظر آنا بھی مبارک اور امید افزا ہے شکر کیجئے
ذکر جلی کا اگر شوق ہے تو مولانا سعید علی سے سیکھ لیجئے اور مداومت کے ساتھ عمل میں
لاتے رہیئے، دودھ کا اندر جانا بہت ہی مبارک ہے، اللّٰھم زد فزد جو کچھ دیکھتے
ہیں وہ بہتر اور امید افزا ہے۔ مگر مطلوب سوائے اللہ تعالے اور اس کی رضا کے
کوئی دوسرا نہ ہونا چاہیئے، اسی کو طلب کیجئے اور کسی دوسری چیز سے دل نہ لگایئے
بھائی صاحب کی شادی جلد اور ضرور کر دیجئے، اگر وہ مہر فاطمی نہیں مانتے تو اس وجہ
سے شادی میں دیر نہ کیجئے اور جلد کر دیجئے۔ اگر کی لڑکی اب تک نہیں پہونچی، دعواتِ
صالحہ سے اس نابکار ننگ خاندان کو فراموش نہ فرمایئے، واقفین دیر سا نحال
سے سلام مسنون عرض کر دیجئے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲۰ ؁ھ از دار العلوم دیوبند

مکتوب نمبر ۱۱۴

جناب مولانا عبد الحکیم صاحب چاہ میراں روڈ محلہ فیض باغ لاہور پاکستان

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ مزاج شریف۔
والانامہ مورخہ ۲ ؁ ۵۱ء باعثِ سرفرازی ہوا، یادآوری کا شکریہ ادا کرتا ہوں،

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۱۳) آپ کے یہاں (صلی اللہ علیہ وسلم) مرتبہ کے لحاظ سے سب سے زیادہ
عظیم اور بڑا ہوا وہ ہوتا تھا جو ہمدردی خلق اور لوگوں کی ذمہ داریوں کا بار برداشت
کرنے میں سب سے بہتر ہوتا تھا۔

بحمد اللہ خیر و عافیت سے ہوں، مشاغل ضروریہ میں حسب استطاعت معروف ہوں۔ اگرچہ کوتاہی بہت ہوتی ہے، کوئی غیر معمولی تکلیف نہیں ہے۔

غلبہ بکا ذکر کا اثر ہے، اور نسبت چشتیہ قدس اللہ اسرارہم، کا ظہور ہے، پاس انفاس کا بلا اختیار جاری ہونا انعام خداوندی ہے، اللہ تعالیٰ اور زیادتی عطا فرمائے آمین

اب آپ ذکر قلبی کی طرف توجہ فرمائیں، بائیں پستان سے تین انگل نیچے قلب ہے، یہ تصور فرمائیں کہ قلب سے ذکر اسم ذات لفظ (اللہ) یا لفظ (اللہ ہو) ہو رہا ہے. قلب عشق خداوندی کی وجہ سے بے چین ہو کر اس کا نام نامی لے رہا ہے۔ مَنْ اَحَبَّ شَيْئًا اَكْثَرَ ذِكْرَهٗ ۔ اس ذکر کو با وضو قبلہ رو ہو کر تنہائی میں محض خیال اور تصور سے بجالایا کریں، زبان کو حرکت نہ ہو، سانس اپنے ذکر پاس انفاس میں مشغول رہے اس سے نفیاً یا اثباتاً کوئی تعرض نہ ہو، مرکز توجہ اس وقت میں نقطہ قلب رہے اس ذکر قلبی کو بارہ ہزار سے شروع کریں، اگر ایک مجلس ہو تو بہتر ہے، ورنہ متعدد مجالس میں ۲۴ گھنٹے شب و روز میں پورا کر لیا کریں، پھر آہستہ آہستہ اس کو بڑھائیں تا آنکہ یہ بھی پاس انفاس کی طرح بلا ارادہ و اختیار جاری ہو جائے دعوات صالحہ سے اس نابکار کو فراموش نہ فرمائیں، واقفین و پرسان حال سے سلام مسنون عرض کر دیں۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ از دارالعلوم دیوبند ربیع الثانی ۱۳۷۱ھ

مکتوب نمبر ۱۱۵

جناب سید شبیر حسین صاحب رشیدی منڈی شاہ ضلع جھنگ کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ، مزاج شریف۔

آپ کا والا نامہ باعث سرفرازی ہوا، احوال مندرجہ سے خوشی ہوئی، آپ کا روزانہ روز؟

رکھنا اگر کمزوری محسوس نہیں ہوتی اور تمام کاروبار بخوبی انجام پاجاتے ہیں تو جاری رکھیے
مراقبہ میں دھیان اور دھیان ذاتِ مقدسہ خداوندیہ کی طرف لگائیے، وہی اسم ذات
اللہ کی مسمّیٰ ہے، وہی تمام عالموں کی پیدا کرنے والی اور سب کو پالنے والی ہر چیز کو جاننے
والی اور تمام عالم میں تصرف کرنے والی ہے، سب اس کے محتاج ہیں وہ کسی کی محتاج
نہیں وہ ہر قسم کے عیبوں سے پاک ہے، اور وہ تمام کمالات سے موصوف ہے، نور
اور نار سب اس کے پیدا کئے ہوئے ہیں تو ہمیشہ اس تصور اور دھیان کو جمائے رکھیے
کہ وہ ذاتِ مقدسہ میرے قلب میں موجود ہے اور جلوہ گر ہے، وہ مجھکو دیکھتی اور جانتی
ہے، کوئی حالت اور کوئی خطرہ یا خیال یا ادراک یا کام اس سے چھپا ہوا نہیں ہے، اسی
تصور کو دل میں جمائیے، دوسری اور چیزیں خواہ روشنی اور .... نور ہو
یا بزرگ ہستیاں وغیرہ ان کی طرف دھیان نہ کیجئے، فقط ذاتِ خداوندی جل وعلا وشانہٗ
کی طرف دھیان رکھیے ؎

ہست رب الناس را با جان ناس　　　اتصالے بے تکیف بے قیاس

جو واقعہ تین چار آدمیوں کے آنے اور اعضاء کاٹنے کا دیکھا، اس سے ہراساں
نہ ہو جیئے وہ امید افزا واقعہ ہے، اس ذاتِ مقدسہ ربانیہ کو علاوہ جو کچھ دکھائی دے
اس کی طرف توجہ نہ کیجئے اور نہ اس سے لذت حاصل کیجے۔ میں دعا کرتا ہوں اللہ
تعالیٰ آپ کی اور ہماری سب کی دستگیری فرمائے، شریعت و سنت کی پابندی رکھیے
کوئی کام خلافِ شریعت مت کیجئے۔ مجھ ناکارہ کو دعواتِ صالحہ سے فراموش
نہ فرمائیے، واقفین پرسانِ حال سے سلام مسنون کہدیجئے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

۱۷ ربیع الاول ۱۳۷۱ھ

✤✤✤✤✤✤✤

مکتوب نمبر ۱۱۶

آپ ذات مقدسہ کی طرف رجوع کرنے میں اشکال ذکر فرماتے ہیں، ابنا ئر علیہ عرض یہ ہے کہ ہر عامی مسلمان اور ہر خصوصیت رکھنے والا مسلمان سمجھتا اور یقین کرتا ہے، کہ تمام عالم اور اہل عالم کا پیدا کرنے والا کوئی ہے، جس کو ہم لفظ اللہ سے تعبیر کرتے ہیں، وہ فقط ایک ہے جو شرکت اور نقصانات وعیوب سے پاک اور منزہ ہے اور تمام کمالات سے متصف، جو اپنی تمام مصیبتوں کے دور کرنے کا خواستگار ہوتا ہے وہ یقین رکھتا ہے کہ وہ تمام مخلوقات کا پیدا کرنے والا نعمت، بشری زندگی، اور اس کے تمام لوازم کو عطا کرنے والا ہے، وہ سب سے بالاتر ہے: سب سے مستغنی ہے سب سے پہلے اور سب کے بعد اور سب کے ساتھ اپنی صفات کمالیہ اور اپنی تمام تنزیہات کے باوجود موجود ہے اور وہ تمام موجودات کا پیدا کرنے والا اور پالنے والا ہے سب اس کے محتاج ہیں وہ کسی کا دستِ نگر نہیں، اسی کی ذات مقدسہ کی طرف قلب میں توجہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ صراط مستقیم صفحہ ۱۰۴ میں ہے۔

"سوم کہ مراد در ینجا است کہ وجود از ایگانہ غیر تمام اشیاء ہر جا تصور کنند آں چیز بانفی کنند نہ عین حق دانند شانش ایں کہ ہر شخص می داند کہ معنی ازاں بلفظ ہست در فارسی و ہے در ہندی تعبیر می کنند ہر جا موجود است و عین ہیچ چیز نیست بلکہ غیر ہر چیز است باوجودیکہ ہیچ چیز خالی ازاں نیست۔

صفحہ ۱۰۸ میں ہے۔ (در بیان یادداشت)

"حقیقتش التفات دائمی است بسوئے ذات بے چون و بے چگون در ہمہ اوقات در نشست و برخاست و عروض مکاسب و مصائب و اوقات خوردن و آشامیدن بحیثیتیکہ ہیچ امر مانع التفات نگردد و بمثابہ آنکہ ہرگاہ محبت چیزے باہتمام تمام

در دل شخصے راسخ گردد پس در ہمین اشتغال بحوائج ضروریہ و اعمال معاشیہ دلش کما ینبغی بسوے ہماں امر متوجہ میماند چنانچہ بر ہر صاحب وجدان پوشیدہ نیست پس یاد حق تبارک و تعالٰے را باید کہ تمثیل مذکورہ را از وجدان خود دریافت نمودہ یاد داشت حق را ممتنعات عقلیہ یا عادیہ نشمارند بلکہ آن را سہل و آسان پنداشتہ کمر ہمت بر تحصیل او چست بندد ۔"

خلاصہ یہ ہے کہ ذات مقدس جناب باری عز اسمہ کی تمام حوادثات سے پاک و منزہ ہے، نہ وہاں رنگ و روپ ہے، اور نہ نور و نار، نہ آواز و راگ ہے یہ سب مخلوقات اور حوادث ہیں، اس ذات بے چون و بے چگون کو تمام صفات کمالیہ کے ساتھ دل میں جلوہ گر سمجھئے اور اسی کی طرف متوجہ ہو جیئے۔ اور اس کی توجہ کو دائمی بنائیے۔ ؎

ہست رب الناس را با جان ناس اتصالے بے تکیف بے قیاس

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلٰوتِهِمْ دَائِمُوْنَ کی حالت پیدا کیجئے اور ملکۂ یاد داشت حاصل کیجئے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ از دار العلوم دیوبند ۵ محرم الحرام ۱۳۶۲ھ

مکتوب نمبر ۱۱۷

جناب میر مشتاق احمد صاحب ایم ایل اے دہلی کے نام

محترم المقام زید عنایتکم

بعد از سلام مسنون عرض آنکہ والا نامہ باعث سرفرازی ہوا، میں سفر میں تھا، اس لئے جواب میں تاخیر ہوئی، جو کٹنگ آپ نے "ملاپ" کا بھیجا وہ پورا شائع نہیں کیا گیا، وفد مذکور آیا اس نے گئو رکھشا کی حمایت کی خواستگاری کی

میں نے جواب میں کہا آپ لوگ اپنی اکثریت سے جو چاہیں پاس کرا سکتے ہیں، ہم اس میں کوئی حمایت نہیں کریں گے، نہ ہم مخالفت کریں گے، غیر جانبدار رہیں گے انہوں نے کہا آپ کیوں اس کی حمایت نہ کریں گے، مذہبی وجہ سے یا اقتصادی وجہ سے، میں نے کہا کہ دونوں وجہوں سے، نہ مذہبی حیثیت سے گئو رکھشا کی حمایت کر سکتے ہیں، کیونکہ ہمارے مذہب میں حلال ہے، اور نہ اقتصادی حیثیت سے اس لئے کہ مسلمانوں کی خورونوش کی یہ چیز ہے، ہندوستانی غریب مسلمانوں کی خوراک تقریباً اس پر منحصر ہے، اس کے بند ہونے سے (گئو رکھشا ہونے سے) تمام غریب مسلمان طبقہ کی خوراک پر مضرت رساں اثر پڑے گا، انہوں نے کہا، کانگریس نے اس کو منع کیا ہے، میں نے کہا کانگریس نے اپنے اصول میں گائے کی اور اس کے ذبح کرنے کی ضرور اجازت دی تھی، مگر آزادی کے بعد اس نے اس میں رکاوٹیں ڈالیں، انہوں نے کہا کہ کیا قرآن میں گائے کی قربانی ہی کا حکم ہے، میں نے کہا خصوصی طور پر گائے ہی کی قربانی کا حکم تو نہیں ہے مگر جن جانوروں کی قربانی کا حکم ہے، ان میں گائے بھی ہے، انہوں نے کہا دوسرے اسلامی ممالک میں کیا ہوتا ہے کیا وہاں گائے کی قربانی ہوتی ہے میں نے کہا کہ ہم باہر کے ملکوں کو یہاں سے کیسے جان سکتے ہیں، انہوں نے کہا کہ اس کی رکھشا سے اقتصادی حالت کا سدھار ہوتا ہے، میں نے کہا یہ غلط ہے، ؁۱۹۳۷ء[۱] سے گائے کی قربانی اور ذبیحہ بند ہے، نہ دودھ میں ارزانی ہوئی نہ گھی میں بلکہ دونوں چیزیں پہلے سے گراں ہوتی جا رہی ہیں، کیونکہ عام طریقے دودھ بھینس کا پیا جاتا ہے اور دہی بازاروں میں فروخت ہوتا ہے اور گھی بھی عام طور سے بھینس ہی کا فروخت ہوتا ہے اور کھانوں میں بھی وہی مستعمل ہے، گئو رکھشا کی وجہ سے کوئی فائدہ گھی اور دودھ کا نہیں ہے، جیسا تجربہ بتاتا ہے، انہوں نے

---

[۱] غالباً ؁۱۹۴۷ء ہے۔ نقل میں غلطی ہوئی ہے۔ (مصحح)

کہا پہلے بادشاہوں کے زمانہ میں ذبیحہ گاؤ بند تھا، میں نے کہا یہ بھی غلط ہے تاریخ اس کی غلطی کی شہادت دیتی ہے۔ بے شبہہ تاریخیں اس کے گوشت کی نہایت ارزانی ہر زمانے میں بتلاتی ہیں، اس کے بعد وہ چلے گئے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

مکتوب نمبر ۱۱۸

جناب محمد خاں صاحب کانسٹبل کامبنہ واڑہ ضلع بلند شہر کے نام

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ و برکاتہٗ۔

آپ کا والانامہ آیا، حضرت فاطمہؓ کے صاحبزادوں کو ابنی ھذا سید و لعل اللہ یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین (میرا یہ بیٹا سیّد (سردار) ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرا دے گا) اور دونوں صاحبزادوں امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے فرمایا، سیدا شباب اہل الجنۃ الحسن والحسین، (اہل جنت کے جوانوں کے سردار امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما ہیں) اس کی وجہ سے صاحبزادوں کو سید کہا جانے لگا، پھر ان کی اولاد کو بھی یہی لقب دیا گیا، جیسے قاضیوں کی اولاد کو قاضی، اور راجاؤں کی اولاد کو راجہ، اور بادشاہوں کی اولاد کو شاہزادہ کہا جاتا ہے، شیوخ کی اولاد کو شیخ کہتے ہیں، چونکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ....

(حاشیہ مکتوب نمبر ۱۱۸) جناب محترم معظم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی دام مجدکم

خدمت برکات میں عرض ہے کہ سید کا مرتبہ کیا ہے؟ اور کہاں سے سید کا مرتبہ شروع ہوتا ہے اور اسوقت سید کا زمرہ کیا سمجھنا چاہیئے، اگر آپ نے اس کا جواب نہ دیا تو میں شیعہ یعنی مذہب اپنا میں اختیار کرلونگا۔ اسکے جواب دہ آپ ہوں گے، جواب کا انتظار ہے، میں دس یوم تک جواب کا منتظر رہوں گا اور یہ بھی تحریر کریں کہ کبوتر سید کیوں ہے؟ حضور والا جواب سے جلد از جلد مشرف فرمائیں گے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں اور قاعدہ ہے کہ ماں باپ کو چھوٹی اولاد سے زیادہ محبت ہوتی ہے اس لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت فاطمہ رضؓ سے بہت زیادہ محبت تھی جتنی کہ اور صاحبزادیوں سے نہیں تھی، آپ نے فرمایا ہے کہ فاطمۃ بضعۃ منی یریبنی ما ارابھا ویؤذینی ما آذاھا، فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے، جس چیز سے ان کو تکلیف ہوتی ہو اس سے مجکو تکلیف ہوتی ہے، اور جو چیز ان کو ستاتی ہے مجکو بھی ستاتی ہے یہ ارشاد اس وقت فرمایا جب کہ حضرت علی رضؓ نے ابو جہل کی لڑکی سے شادی کا ارادہ کیا تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے شادی کا ارادہ ترک کر دیا تھا اور جب تک حضرت فاطمہ رضؓ زندہ رہیں دوسری شادی نہیں کی، مسلمان ہمیشہ اسی بنا پر حضرت فاطمہ رضؓ کی اولاد سے محبت کرتے رہے، اور احترام کی نظر سے دیکھتے رہے، سیدوں کا رتبہ آج یہ ہے کہ اگر کوئی سید صحیح النسب اور متقی پرہیز گار، شریعت پر مضبوطی سے چلنے والا ہے تو سب کی عزت سے زیادہ عزت اور احترام کا مستحق ہو اور اگر صحیح النسب نہیں ہے۔ یا متقی و پرہیزگار شریعت کا تابعدار نہیں ہے تو نہ مستحق مسلمانوں کے احترام کا ہے، اور نہ اس کے لئے نجات اخروی کا اطمینان ہو۔ بلکہ اس کے لئے آخرۃ میں زیادہ خطرات ہیں اگر اس نے جھوٹ نسب سادات اختیار کیا ہے تو لعنت خداوندی کا مستحق ہو اور اگر باوجود صحیح النسب ہونے کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اور حکم قرآن و حدیث سے بغاوت کی ہے تو بہت زیادہ عتاب کا مستحق ہے، نزدیکان رابیش بود حیرانی۔ بزرگی اولاد کی نزدواری بہت بڑی ہوتی ہو جیسی کہ تابعداری کرنے پر انکے مرتبے بھی بہت بڑے کئے جاتی ہیں، کبوتر نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غار ثور پر خدمت کی تھی اسکے دروازے پر گھونسلا بنا کر انڈے دیئے تھے، اور دشمنوں سے اس طرح حفاظت کی تھی، فقط والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

مکتوب نمبر ۱۱۹

جناب حافظ ریاض احمد صاحب قاسمی میر لاج تکیہ سادھواں اندرون موچی دروازہ لاہور کے نام

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

امور مسئولہ عنہا کا جواب ذیل ہے۔

(۱) بیشک کتاب الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب میری ہی پہلی تصنیف ہے جو کہ مولوی احمد رضا خان بریلوی کے (حسام الحرمین کے) خلاف میں لکھی گئی تھی، وہابیوں کا تذکرہ اس میں ضمناً آیا ہے، جس سے مقصود یہ ہے کہ ہمارے اسلاف افراط و تفریط دونوں سے علیحدہ ہیں، ان کا مسلک معتدل اور بین بین ہے اور اہلِ سنت والجماعت اسلاف کرام کے سچے متبع ہیں۔

(حاشیہ مکتوب نمبر ۱۱۹) بخدمت حضرت شیخ الحدیث مولانا سیدنا حسین احمد مدنی مدظلہ العالی.....

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

(۱) کیا کتاب الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب وہابیوں اور بریلویوں کے خلاف آپکی ہی تصنیف ہے۔؟

(۲) اب بھی آپ یہی مسلک رکھتے ہیں یا اس سے رجوع فرمایا ہے، جس مسلک کا آپنے اپنی اس کتاب میں اظہار کیا ہے اور محمد بن عبدالوہاب مرحوم کو آپ خارجی ہی تصور کرتے ہیں، یا متبع سنت عالم جیسا کہ آپ کے پیر مرشد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ رشیدیہ میں تحریر فرمایا ہے؟

(۳) کیا یہ درست ہے کہ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے حضرت شیخ الہند مولانا و مقتدانا محمود حسن قدس سرہٗ العزیز کو مالٹا میں قید کروا دیا تھا، ایک صاحب کہتے ہیں کہ مولانا تھانویؒ نے حضرت شیخ الہند قدس سرہ العزیز کے خلاف گورنمنٹ کے ہاں مخبری کی تھی، اور مولانا تھانوی سی، آئی۔ ڈی کا کام کرتے تھے، اور مشرکانہ عقائد رکھتے تھے، کیونکہ پیری مریدی کرتے تھے۔ (۴) نیز وہی صاحب

(۲) اب بھی میرا وہی مسلک ہے جو اس کتاب میں ظاہر کیا گیا ہے اور یہی مسلک میرے اسلاف کرام کا ہے، محمد بن عبدالوہاب اور اس کی جماعت کو میں نے نہیں بلکہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ردالمختار حاشیہ درمختار میں جو کہ فقہ حنفی میں نہایت مستند اور مفتی بہ کتاب ہے جلد ثالث ص ۳۳۹ میں بھی لکھا ہے، صاحب ردالمختار... علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ اسی طرف کے رہنے والے اور اسی زمانہ کے ہیں، ۱۲۳۳ھ میں جب کہ محمد بن عبدالوہاب کی جماعت نے حجاز پر قبضہ اور تسلط کیا ہے وہ حج کے لئے مکہ معظمہ گئے ہیں، جیسا کہ انہوں نے جلد اول ص ۲۷۴ میں تصریح کیا ہے پس وہ جس قدر محمد بن عبدالوہاب اور اس کی جماعت سے واقف ہیں دور دور کے رہنے والے اور زمانہ مابعد میں ہونے والے اتنے واقف نہیں ہو سکتے، حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز بہت بعد کے لوگوں میں ہندوستان کے باشندہ ہیں، ان کو اس قدر اس جماعت کے احوال معلوم نہیں ہیں، چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ ص ۶۴ میں اس کی تصریح فتویٰ میں موجود ہے اور ص ۸ میں جو عبارت انکی تحسین میں لکھی گئی ہے وہ محض سنی سنائی باتوں پر مبنی ہے۔ حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز اس کتاب شامی پر بہت زیادہ اعتماد فرماتے تھے، عموماً ان کے فتاویٰ اسی کتاب سے ماخوذ ہیں۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۱۹) کہتے ہیں کہ حضرت مولانا مدنی مولانا تھانوی کو صحیح مسلمان نہیں سمجھتے تھے اسی لئے میں بھی مولانا تھانوی کو اچھا نہیں سمجھتا، میں امید کرتا ہوں کہ آپ ان سوالات کے جوابات ضرور بالضرور تحریر فرمائیں گے، اور آپ سے زیادہ اب کوئی ایسا آدمی نہیں جو قابل اعتماد ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہماری زندگیاں بھی آپ کو دیدے اور آپ کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھے آمین. بحرمت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم،

والسلام۔ ریاض احمد قاسمی!

عبارت درمختار ص ۳۳۹ جلد ثالث یہ ہے وخوارج وهم قوم لهم منعة خرجوا عليه

(۳) یہ بالکل غلط ہے کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ الہند قدس سرہ العزیز کو مالٹا میں قید کرایا تھا، وہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور محبین میں سے تھے، البتہ تحریک آزادی ہند میں ان کی رائے خلاف تھی نہ انہوں نے کوئی مخبری کی اور نہ ان کو انگریزوں سے اس قسم کے تعلقات رکھنے کی کبھی نوبت آئی، ہاں مولانا مرحوم کے بھائی، محکمہ سی آئی ڈی میں بڑے عہدیدار آخیر تک رہے ان کا نام منظہر علی ہے، انہوں نے جو کچھ کیا ہو مستبعد نہیں ہے۔

مولانا اشرف علی رحمۃ اللہ علیہ معاذ اللہ مشرکانہ عقاید ہرگز نہیں رکھتے تھے بہت بڑے موحد، خدا پرست تھے، تصوف میں ان کا قدم بہت راسخ تھا، پیری مریدی بھی حضرت قطب عالم حاجی امداد اللہ صاحب اور حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز کے حکم پر اور ان کی اجازت سے کرتے تھے، علم ظاہر میں بھی ان کا قدم بہت راسخ تھا،

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۱۹) بتاویل یرون انہ علی باطل کفر او معصیۃ توجب قتالہ بتاویلہم یستحلون دماءنا واموالنا ویسبون نساءنا ویکفرون اصحاب نبینا صلی اللہ علیہ وسلم وحکمہم حکم البغاۃ باجماع الفقہاء کما حققہ فی الفتح وانالم نکفرھم لکونہ عن تاویل وان کان باطلا بخلاف المستحل بلا تاویل کما مرفی باب الامامۃ قولہ بتاویل ای بدلیل یاولونہ علی خلاف ظاہرہ کما وقع للخوارج الذین خرجوا من عسکر علی رضی اللہ عنہ علیہ بزعمہم انہ کفر ھو ومن معہ من الصحابۃ حیث حکم جماعۃ فی امر الحرب الواقع بینہ وبین معاویۃ رضی اللہ عنہ وقالوا ان الحکم الا للہ ومذہبہم ان مرتکب الکبیرۃ کافر وان التحکیم کبیرۃ لشبہۃ قامت لہم استدلوا بہا مذکورۃ مع ردھا فی کتب العقائد اھ۔ قولہ ویکفرون اصحاب نبینا صلی اللہ علیہ وسلم علمت ان ھذا غیر شرط فی مسمی الخوارج بل ھو بیان لمن خرجوا علی سیدنا علی رضی اللہ عنہ

حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہٗ العزیز کی مالٹا میں قید ان کے کارناموں اور انگریز دشمنی اور آزادیٔ ہند کی جانبازانہ جد و جہد نے کرایا تھا جس کی کچھ تفصیل رولٹ رپورٹ میں لیساسا ریشمی خط موجود ہے، ان کے متعلق اس قدر رپورٹیں فرنٹیر اور صوبہ یوپی کے سی، آئی، ڈی کی تھیں کہ ان کا مجموعہ ہم کو قاہرہ میں بیان لیتے وقت۔ انگریزی افسر نے ایک بڑی ضخیم کتاب کی صورت میں دکھایا تھا اور اسی کو دیکھ دیکھ کر ہم سے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سوالات کرتا تھا، اس میں فرنٹیر کے سی، آئی، ڈی کی رپورٹیں بہت زیادہ ہیں

(۴) حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو میں نہ صرف صحیح مسلمان ہونے کا معتقد ہوں، بلکہ ان کو بہت بڑا عالم باعمل اور صوفی کامل جانتا ہوں۔ ہاں ان کی رائے درباۂ تحریک آزادی ہند غلط سمجھتا ہوں اس بارہ میں میرا یقین کامل ہے کہ میرے اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہٗ العزیز کی رائے نہایت صحیح اور واجب الاتباع تھی یہ غلطی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اجتہادی غلطی جانتا ہوں جس کی وجہ سے حضرت تھانوی مرحوم کی شان میں نہ میں گستاخی کرتا ہوں اور نہ کسی کی گستاخی کو روا رکھتا ہوں۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ، دیوبند ۴ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر۱۱۶) والا فیکفی فیھم اعتقادھم کفر من خرجوا علیہ کما وقع فی زماننا فی اتباع عبدالوھاب الذین خرجوا من نجد وتغلبوا علی الحرمین وکانوا ینتحلون مذاھب الحنابلۃ لکنھم اعتقدوا انھم ھم المسلمون ان من خالف اعتقادھم مشرکون واستباحوا بذلک قتل اھل السنۃ وقتل علمائھم حتی کسر اللہ شوکتھم وخرب بلادھم وظفر بھم عساکر المسلمین عام ثلاث وثلاثین ومائتین والف اھ۔

مکتوب نمبر ۱۲۰

جناب مولانا سید صبغۃ اللہ صاحب بختیاری دارالارشاد علیم آباد رای چوٹی ضلع کڈپہ مدراس کے نام

محترم المقام زید مجدکم   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج مبارک۔

مسلکہ والانامہ ماہ شعبان میں آیا تھا، وہ زمانہ انتہائی عدیم الفرصتی کا تھا۔ مجکو اس زمانہ میں بعض امراض سے بھی ابتلاء واقع ہوا تھا، جواباً عرض ہے۔

میں مودودی صاحب اور ان کے لٹریچر اور ان کی جماعت کو سخت گمراہ اور ضال اور مضل سمجھتا ہوں۔ مجکو جس قدر بھی ان کی تصانیف دیکھنے کی نوبت آئی، اسی قدر میرا گمان متعلق عقیدہ بڑھتا گیا، اگر آپ کی توجہ صادق ہے تو اعلان فرمائے اور اخباروں میں شائع کرا دیجئے کہ میں مودودی صاحب اور ان کی جماعت کو سخت

(حاشیہ مکتوب نمبر ۱۲۰) حضرت اقدس مخدومی و مطاعی مد اللہ فیضہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یہ ناکارہ خلائق آوارہ بہ علائق اب گذشتہ شعبان کے بعد سے اپنے ذہن کو یکسو کر لیا ہے اور بے شرط و بے تحفظ اپنے وجود کو حوالہ خدا کرنے کا قصد کر لیا ہے، دربار عالی میں حاضری اور قدم بوسی کی اجازت مرحمت فرمائی جائے، تمام بزرگان سلسلہ کو واسطہ بنا کر درخواست کرتا ہوں، میرے بزرگان خاندان کی تمنائیں بھی یہی تھیں، کمترین خدام بارگاہ حسینی (صبغۃ اللہ)

مولانا بختیاری کا اعلان بیزاری، (مدینہ مورخہ ۱۷ مارچ ۱۹۵۳ء)

مولانا سید صبغۃ اللہ بختیاری علاقہ اندھرا جنوبی ہند اس امر کا اعلان کرتے ہیں کہ انکو جماعت اسلامی کے نام سے جو مجموعہ افراد کی تنظیم ہو رہی تھی کوئی علاقہ نہیں رہا بعض وجوہ کی بنا پر پہلے تعلق ٹوٹ گیا پھر قالب الگ ہو چکا ہے اور اس امر کا اعلان بھی کرتا ہوں کہ قرآن حدیث فقہ تصوف ان علوم دینیہ اربعہ کے بغیر ہند میں تحریک اسلامی کا نام لینا مشکل ہے اور

ضال اور مضل سمجھتا ہوں، اور اس لئے میں ان سے علیحدہ رہتا ہوں مسلمانوں کو چاہیے کہ اس جماعت سے علیحدہ رہیں، ان کی تلبیسات میں نہ آئیں اور سلف صالحین کی متبع ہو کر احیاء شریعتِ حقہ اور اتباع سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سرگرم عمل رہیں، وَاللہُ یَقُولُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ :- والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ دیوبند ۳ ذی الحجہ ۱۳۷۱ھ

مکتوب نمبر ۱۲۱

جناب مولانا محمد سعید صاحب گذری روڈ کراچی پاکستان کے نام

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہٗ۔

بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کیطرف جو مضمون انکار ختم نبوت زمانی کا نسبت کیا گیا ہے، بالکل جھوٹ اور افترا ہے۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۲۰) چند خالی الذہن افراد احاد کا مہیا ہو جانا کافی نہیں، جب تک کہ اصحاب تفقہ کا اجتماع نہ ہو جائے تبلیغ دعوت و اصلاح کے اہم کام انجام نہیں پا سکتے۔ وہو الموفق

(حاشیہ مکتوب نمبر ۱۲۱) بخدمت اقدس جناب مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی السلام علیکم۔

ابھی چند روز ہوئے کہ ایک پمفلٹ میری نظر سے گذرا جو شاید سلسلۂ احمدیہ کی جانب سے شائع ہوا تھا، اس میں دیوبند کے بانی صاحب کے کچھ اقتباسات درج ہیں جن کا مطلب تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سے نبوت ختم نہیں ہو جاتی، جناب عالی، آپ کی برگزیدہ ہستی دیوبند کی ممتاز ہستی ہے، یہی وجہ ہے کہ میں نے یہ خط لکھ کر آپ کو زحمت دینے کی کوشش کی ہے، جناب سے التماس ہے کہ براہ کرم اپنے قیمتی اوقات سے کچھ منٹ نکال کر ذرا مجھے یہ وضاحت کے ساتھ تحریر فرمادیں کہ کیا واقعی کوئی دوسرا نبی صرف قوم کی اصلاح کے لئے آسکتا ہے؟ اور اگر بارِ گراں نہ گذرے تو ذرا اس کی بھی وضاحت فرمادیجئے کہ کیا حضرت عیسیٰؑ دوبارہ آئیں گے اور قوم کی اصلاح کریں گے

حضرت مولانا مرحوم تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تین قسم کی خاتمیت ثابت کرتے ہیں خاتمیت (ذاتی امرتبی) خاتمیت مکانی اور خاتمیت زمانی کی قطعی ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو اس کا منکر ہے وہ کافر ہے، دائرۂ اسلام سے خارج ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانۂ نبوت تمام انبیاء سے آخر میں واقع ہوا ہے، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے جو شخص اس کو نہ مانے اور انکار کرے وہ مسلمان نہیں ہے، حضرت مولانا مرحوم ص ۹ سے خاتمیت زمانی کے عقلی دلائل شروع فرما کر ص ۱۰ میں بطور نتیجہ ارشاد فرماتے ہیں.....

تحذیر الناس ص ۱۰ میں مندرجہ ذیل عبارت ہے۔

. سو اگر استغراق اور عموم ہے، (یعنی لفظ خاتم النبیین مذکورہ آیت میں) تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے، ورنہ لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے، ادہر تصریحات نبوی مثل انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی او کما قال، جو بظاہر بطرز مذکور اسی خاتم النبیین سے ماخوذ ہے، اس باب میں کافی رہا کیونکہ یہ مضمون درجۂ تواتر کو پہنچ گیا ہے، پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا، گو الفاظ مذکور بسند متواتر منقول نہ ہوں اور یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا، جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض ووتر وغیرہ باوجودیکہ الفاظ احادیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں، جیسا اس کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہوگا۔" (تحذیر الناس ص ۱۰ مطبوعہ قاسمی پریس)

صفحہ ۲۱ میں فرماتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۲۱) کیا وہ ابھی تک زندہ ہیں، اور اگر زندہ ہیں اور دوبارہ آئیں گے تو انکی پوزیشن کیا ہوگی، امید ہے کہ جناب اس کی وضاحت فرما کر عند درجہ مشکور و ممنون فرمائیں گے۔

(محمد سعید)

ہر حادث زمانی کے لئے ایک عمر کہ جس کی وجہ سے محققان صوفیہ کرام ہر حادث میں قائل تجدد امثال ہوتے ہیں کیونکہ زمانہ ایک حرکت ہے، چنانچہ اس کا متجدد غیر قار الذات ہونا بھی اس کا مؤید ہے، اس صورت میں مسافات متعددہ اور حرکات متعددہ منجملہ حرکات سلسلہ نبوت بھی تھی سو بوجہ حصول مقصود اعظم ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم مبدل بہ سکون ہوئی، اور حرکتیں البتہ باقی ہیں اور زمانہ آخر میں آپ کے ظہور کی ایک یہ بھی وجہ ہے۔
(تحذیر الناس صفحہ ۱۱۰ مطبوعہ قاسمی پریس)

مندرجہ بالا عبارت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ جب کہ حرکت سلسلہ نبوت ختم ہو کر مبدل بہ سکون ہو گئی۔ تو پھر کوئی نبی کیونکر آسکتا ہے۔ حضرت مولانا کی تحریرات میں متعدد مقامات پر آپؐ کی خاتمیت زمانی کا زور شور سے اقرار کیا گیا اور آپ کے بعد کسی نبی کے آنے کے امکان کا سختی سے انکار موجود ہے۔ دیکھو مناظرہ عجیبہ اور ہدیۃ الشیعہ وغیرہ رسالہ تحذیر الناس میں عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ تمام انبیاء سے اونچا اور آخری ہے آپ سے اوپر کسی نبی کا مرتبہ نہیں ہے اور آپ کا زمانہ سب سے آخر ہے، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اور اسی طرح آپ کا مکان اور وہ زمین جس میں آپ مبعوث ہوئے۔

احادیث صحیحہ قویہ دلالت کرتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور آخیر زمانہ میں اتریں گے، اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے متبع ہو کر قیام فرمائیں گے۔

والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ۔ دیو بند ۲ ذی الحجہ ۱۳۷۱ھ

مکتوب نمبر ۱۲۲

جناب مولانا عبدالحق صاحب مدنی مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد کے نام

قال علیہ الصلوٰۃ والسلام للہ ما اخذ وما اعطی فلتصبر ولتحتسب:

وما المال والاھلون الا ودیعۃ ولابد یوما ان ترد الودائع

عزیز محترم سلمکم اللہ تعالیٰ ورقاکم علی المرضاء المرادات بفضلہ ومنہ آمین۔

واقعہ میں میں خطاوار ہوں، کہ آپ کو تعزیت نامہ نہیں بھیجا، مگر مختلف ذرائع سے بار بار خبر پہنچتی رہی کہ آپ یہاں آنے کا ارادہ کر رہے ہیں، اس لئے مجھ سے تقصیر ہوئی اور انتہائی عدیم الفرصتی اور بھی اس کی باعث بنی، بہرحال میں قصور وار ہوں معافی کا طالب۔

میرے محترم! مجھے سخت تعجب آپ کی حالت سے ہوتا ہے، آپ کو غیر اللہ سے اس قدر تعلق کیوں ہے؟ اپنا نفس ہو، اپنی اولاد ہو، اعزہ واقارب ہوں سب کے سب فانی اور غیر محبوب حقیقی ہیں۔ ان سے دل لگانا سخت غلطی ہے۔ دل میں جگہ اور محبت صرف اللہ تعالیٰ کی ہونی چاہیئے۔ شرعی حقوق سب کے ادا کیجئے مگر دل میں جگہ اللہ تعالیٰ کو اور صرف اللہ تعالیٰ کو دیجئے، لاالٰہ الا اللہ کی ضرب نفی واثبات کو عمل میں لائیے اور غیر اللہ کو دل سے نکال دیجئے، کوئی بھی اس کے سوا قابل محبت نہیں ہے۔ وہ قلق اور بے چینی جو آپ کے قلب اور دماغ پر مستولی ہے۔ نہایت غلط اور قابلِ ملامت ہے۔ من کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت۔ مادیہ مرحومہ مریم نیز یحییٰ اسماعیل ان کی والدہ سلمہم اللہ تعالےٰ سب کے سب فانی غیر اللہ ہیں، سب کو دل سے نکالئے اور حی باقی دائم لا شریک لہ کی یاد اور حضور دائم میں مشغول ہوجیئے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

کیا آپ کے پیش نظر حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہ کا واقعہ جو صحیحین میں مذکور ہے عبرت کیواسطے کافی نہیں ہے، انہوں نے بچہ کو نہلایا، کفنایا، اور ایک طرف جنازہ چھپا کر رکھدیا، پھر خود نہائیں، عمدہ کپڑے پہنے خوشبو لگائی، اور خاوند کی راحت کا سامان کیا، خاوند (ابو طلحہ رضی اللہ عنہ) کے پوچھنے پر ایسے الفاظ کہے جس سے افاقہ اور اطمینان ہوتا تھا اور صبح کو امانت کی واپسی کا مطالبہ مالک کا پیش کر کے خاوند کو تکفین و تدفین کی تلقین کی، اور مطالبہ کیا۔ کیا آپ ماں کا صبر و استقلال نہیں دیکھتے، آپ کو کیوں مرحوم کی اس قدر بے چینی اور قلق ہے۔ مالک الملک کو سپرد کیجئے اور اس کی یاد میں کوتاہی مت کیجئے، انما الصبر عند الصدمة الاولیٰ ہر قسم کی بے چینی کو دل سے نکال دیجئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن، یہ دنیا دار کدر ہے، کسی کے لئے اس میں صفا نہیں ہوئی بلکہ حسب ارشاد اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل جسقدر قرب ہے اسیقدر مصائب اور کدورات ہیں اور حسب ارشاد و ما من شیٔ یصیب المومن من نصب و لاحزن و لا وصب حتی الھم یھمہ لکفر اللہ بہ عنہ سیاتہ الحدیث و ارشاد لایصیب المومن شوکۃ فما فوقہا الا رفعہ اللہ بہا درجۃ و حط عنہ بہا خطیئۃ الحدیث، یہ سب باعث تزکیہ و تطہیر اور باعث رفع درجات ہیں، ان سے کیوں غافل ہوتے ہیں، اور اگر اس پر راضی نہیں ہیں تو اما ان تعنی بقضاء اللہ قدرہ والا نقم وحاربہ، صبر جمیل کیجئے، اور ہر چیز میں توسط اور تقصد کو اختیار کیجئے، کان اللہ فی عوننا وعونکم آمین، ماریہ مرحومہ کے لئے دعاء و استغفار کیجئے۔

گھر میں اور بچوں کو میرا اور میرے متعلقین کا سلام مسنون کہدیجئے۔ مریم سے بھی سلام مسنون اور دعوات صالحہ سے اس نابکار اور سگ دنیا کو فراموش نہ فرمایئے

خویدکم ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ از دار العلوم دیوبند ۲ ربیع الثانی ۱۳۷۱ھ

مکتوب نمبر ۱۲۳

جناب مولانا عبد الحمید صاحب اکبر پوری ضلع سیتاپور کے نام

محترم المقام زید مجدکم   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج مبارک

آپ کا مفصل اور طویل والا نامہ محررہ ۱۱ شوال مجکو ملا تھا، احوال مندرجہ سے آگاہی ہوئی، میں شوال کی ۲۴-۲۵ تاریخ کو اعذار کی وجہ سے پہونچا تھا میرے پہونچنے سے تین دن پہلے اسباق شروع کرا دیئے گئے تھے، بنا بریں پہونچنے کے اگلے دن مجکو بھی شروع کرا دینا پڑا۔ پھر اس قدر مصروفیتیں لگاتار پیش آئیں کہ جواب میں تاخیر پر تاخیر ہوتی رہی، معافی کا خواستگار ہوں۔

محترما! سنی سنائی باتوں پر اعتماد نہ کیجئے، میں ایک معمولی طالب علم ہوں میں ولی، بزرگ، قابل ارشاد، صاحب کشف وکرامات نہیں ہوں، تمام عمر لہو لعب، کھانے پینے، سونے نفس پرستی دنیا طلبی میں مثل بہائم گذری ہے اور گذر رہی ہے اس سے بڑھ کر دنیا طلبی کیا ہوگی کہ کتب دینیہ حدیث شریف وغیرہ تنخواہ لے کر پڑھاتا ہوں، اور تنخواہ بھی معمولی نہیں ؁ ماہوار۔ بیشک فضل کرم خداوندی سے باکمال اہل اللہ کے جوتوں کے سیدھے کرنے کا شرف حاصل ہوا مگر حسب ارشاد:۔

تہیدستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل   خضر از آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را

خالی رہا، لوگ حسن ظن عمل میں لا رہے ہیں، اور انہوں نے آپ کو بھی گمراہ کیا ہے میں جو کچھ حقیقت اپنی بتلاتا ہوں واقعہ یہی ہے، اگر میرے صحیح معائب پر آپ مطلع ہو جائیں تو اسقدر نفرت مجھ سے کرنے لگیں جیسی کہ سور اور کتے سے کرتے ہیں یا اس سے زیادہ۔ اگر کرم و فضل خداوندی شامل حال ہوا تو مجکو امید نجات ہو سکتی ہے ورنہ انتہائی خطرناک حالت ہے اسلئے

آپ کسی کامل تارک الدنیا اللہ والے کو تلاش کریں، امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ اللہ والوں سے خالی نہیں رہ سکتی اور اگر بالفرض آپ کو کوئی ایسا نہ ملتا ہو تو ایسے نالائق و نابکار کے پھندے میں تو نہ پھنسئے ؎

کس نیاید بزیرِ سایۂ بوم　　　　ور ہما از جہاں شود معدوم

میرے بال سفید ہوگئے، اعضاء میں کمزوری بے حد آگئی، پچھتر سال سے عمر زیادہ ہوگئی، مگر ہنوز بر روزِ اول ہے ؎

قوت تمام گشت و بپایاں رسید عمر　　　　ماہمچناں در اول راہش فتادہ ایم

میں مخلصانہ اور ہمدردانہ آپ کو لکھتا ہوں آپ گوہر مقصود تلاش کیجئے اور اس تگ و دو میں لگے رہیے، اللہ تعالیٰ کامیاب فرمائے گا، ورنہ آپ معذور ہوں گے، آپ کو بوقت پیشی یہ عذر معقول ہوگا۔ والسلام دعوات صالحہ سے اس نابکار و روسیاہ کو فراموش نہ فرمائیے، واقفین و پرسان حال سے سلام مسنون کہیئے۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ از دارالعلوم دیوبند ۳؍ ذی الحجہ ۱۳۷۱ھ

مکتوب نمبر ۱۲۴

جناب مولانا شمس الدین صاحب مبارک پور اعظم گڈھ کے نام

محترم المقام زید مجدکم　　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

محمد امین صاحب انصاری کے لئے بھی وہی طریقہ تمام پر ایک ہزار ایک مرتبہ آیت و اذ

(حاشیہ مکتوب نمبر ۱۲۴) مولانا شمس الدین صاحب نائب ناظم و مدرس مدرسہ احیاء العلوم حضرت شیخ مدنی مدظلہٗ العالی کے خدام میں ایک ممتاز درجہ رکھتے ہیں، اور مدرسہ مذکور کے روح رواں ہیں، بزرگوں سے خاص عقیدت ان کی زندگی کا جزء لاینفک ہے، بڑے جفاکش سپاہی ہیں، مذہب کا درد اور تبلیغ کا جوش اور سلیقہ بھی اچھا خاصا ہے، حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی ذات

فَتَنْتُمْ نَفْساً...... تَعْقِلُوْنَ - تک باوضو پڑھ کر پھونکنے اور پھر کھانے میں ملاکر کھانے کا استعمال فرمایئے، انشاء اللہ تعالیٰ اگر سحر ہی یا آسیب ہے زائل ہو جائیگا نیز سفید مرغ کو باوضو ذبح

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۲۴) جس حاضری کا شرف بھی حاصل ہے۔ اس والانامہ میں سحر یعنی جادو کے دفع کی جو تدبیر درج ہے، اور جس کے لئے حضرت شیخ مدظلہ العالی نے بتلائی ہے وہ ہمارے دوست محمد امین صاحب انصاری مبارکپوری ہیں، انصاری صاحب مدرسہ اشرفیہ کے سرپرست اور ایک خاص مکتب خیال کے لوگوں کے نمایندہ ہیں، جن کا اکثر یہ مشغلہ رہا ہے کہ علمائے حق (معاذ اللہ) خاکم بدہن کافر اور ایسے اور ویسے ہیں جس کا اثر یہ ہوا کہ مدرسہ ہذا کو اور مدرسہ احیاء العلوم میں برابر رقابت رہکر بلکہ دیوبندی اور بریلوی تفریق ہو کر امت مسلمہ کا ایک زبردست جتھا پاش پاش ہو گیا، اور ابتک راہ راست پر نہیں آیا، انا للہ وانا الیہ راجعون حضرت مولانا مدنی مدظلہ العالی اچھی طرح انصاری صاحب سے واقف ہیں کہ یہ دیوبندیوں کے خلاف ہیں، مگر خلق مدنی کا یہ عالم ہے کہ امین صاحب کی صحت کے لئے دعا اور تدبیر سے دریغ نہیں کرتے، کاش اس دور انقلاب میں مبارک پور کے دونوں مدرسے مل جل کر کام کرتے اور سارے فروعی اختلافات کو ختم کر دیتے۔ ان میں سے ہر ایک مدرسہ کے ذمہ دار اساتذہ اور طلبہ اگر صرف اپنے اپنے پر متحد ہو کر معاہدہ کریں کہ کسی بزرگ پر لعن طعن نہ کریں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ اختلاف و شقاق کی خلیج جو حائل ہے، خود بخود جاتی رہے گی، سچ فرمایا گیا ہے۔ ؎

اللہ کی راہیں سب ہیں کھلی آثار نشاں سب قایم ہیں ÷ اللہ کے بندوں نے لیکن اس راہ پہ چلنا چھوڑ دیا

ان راہوں میں سے ایک راہ یہ ہے۔ ؎

نہ تھی اپنے گناہ سے جب کہ خبر تو رہے دیکھتے غیروں کے عیب و ہنر

پڑی اپنے گناہوں پہ جب کہ نظر تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا

اس والانامہ میں "اساتذہ ورزش" کا جو ذکر آگیا ہے اس سے مراد فنون حربیہ کے استاد عبدالرشید صاحب ہیں جو دارالعلوم دیوبند میں بچوں کو ورزش وغیرہ کی تعلیم دینے کے لئے

کر کے اسکے تازہ خون سے ایک کاغذ پر (جاذبہ سیرجاد وگر) لکھکر جہاں ڈسویا کرتے ہیں، اس کاغذ کو چھت پر لٹکا دیں، اس طرح کہ کاغذ مذکور ان کے سر اور سینہ کے مقابل رہے۔ اساتذہ

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۲۴) ممبر دنکی رائے سے مشاہرہ ۵، روپیہ ماہوار بلائے گئے تھے، افسوس آج کا نوجوان جس بری طرح اپنی اخلاقی اور جسمانی بربادی پر تلا ہوا ہے، اور یورپ کی باد سموم سے جس درجہ متاثر ہو چکا ہے اسکے پیش نظر گھوڑوں کی سواری، شمشیر زنی، تیر اندازی فنون حربیہ کا سیکھنا اور ورزش کرنا، پانی میں تیرنا، بندوق چلانا سائیکل پر بیٹھنا، بندوق اور توپ کا تیار کرنا، ہوائی جہاز، آبدوز کشتیاں، آہن پوش، گروزر و بانا اور بنوٹ وغیرہ کا سیکھنا اور سکہانا، تیار کرنا بنانا جو کہ نصوص کتاب و سنت، صحابہ کی زندگی اور سلف کے طریق عمل سے ثابت ہے، آج کل کا مسلم بچہ سب چھوڑ چکا ہے، جہاد اسکی زبان میں لغو، بنوٹ اور دیگر فنون حربیہ آوٹ آف فیشن ہو گیا ہے، وہ تو اس بات پر خفا ہے کہ ہمارے چہروں پر ڈاڑھی کیوں ہوئی اور ہم کو صنف نازک کیطرح گلبدن کیوں نہ بنایا گیا اسلئے ہر صبح و شام چند منٹ تک وہ اپنے چہروں کو چھیل چھیل کر اندر سے حسن نکالتا ہے۔ اور اچھی خاصی بیگم صاحبہ بن کر اپنے چشم وابرو اور زلف گرہ گیر سے پہلے ..... زمانے کی حیادار عورتوں کو مات کر دیتا ہے حالانکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف فرما دیا تھا کہ "مومن قوی مومن ضعیف سے بہتر ہے" یہ حدیث اپنے اندر ایک دنیا رکھتی ہے جس کی مختصر توجیہ یہ ہے کہ ہر انسان جسم اور روح کا مجموعہ ہے، روح کی غذا اور اسکی طاقت اللہ کے ذکر اور امور شرعیہ پر عمل اور نواہی سے پرہیز ہے، اور جسم کی صحت و تندرستی احتیاطی تدابیر یعنی سویرے اٹھنا جفاکش ہونا سوائے بیوی کے لنگوٹ کا کسی اور جگہ نہ کھلنا، نشہ کی چیزوں سے بچنا، کم سونا پوری بھوک پر کھانا کھانا پانی بہت صاف پاک پینا غسل کرتے رہنا سبزی اور پھل کھانا، بھوکے رہنے کی عادت ڈالنا وغیرہ توانائی اور قوت بخشتے ہیں امید ہے کہ مدنی برادری کے لوگ اپنے اپنے حلقوں میں ورزش کا انتظام اور بچوں میں مردانگی اور شجاعت پیدا کرنے کی کوشش کریں گے، سینما بازی، بیڑی اور سگریٹ نوشی اور خصوصاً بچیوں میں بے پردگی اور جدید تعلیم غیر شرعی نظام کے تحت ہرگز ہرگز نہ دلائیں گے، کیونکہ دین کی رسوائی

ورزش کے متعلق ابھی تک انہوں نے کوئی جدوجہد نہیں فرمائی اس کا انتظار ہے۔ والسلام

ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۱۸ صفر المظفر ۱۳۷۰ھ

مکتوب نمبر ۱۲۵

جناب مولانا نورالدین راجی ہاڈکوڈ ضلع کھیڑا کے نام

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کا والانامہ مع پوسٹل آرڈر ۵ پونڈ باعثِ سرفرازی ہوا تھا حسب ارشاد دارالعلوم میں پوسٹل آرڈر پانچ پونڈ داخل کردیئے گئے، رسید پہونچی ہوگی۔

آپ والانامہ میں ارسال جواب کا ارشاد فرماتے ہیں، اور عدم وصول پر افسوس کا اظہار فرماتے ہیں۔ واقعہ یہی ہے کہ ہر دو صحیح ہیں، مگر مجھ نالائق کی اخلاقی پستی اور عدیم الفرصتی کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔

امور مسئولہ عنہا کے متعلق عرض حسب ذیل ہے۔

(۱) آیت اَلَمْ تَرَوْا کَیْفَ خَلَقَ اللّٰہُ (۱) میں گزارش یہ ہے کہ رویت کو آپ رویت بصری پر کیوں منحصر فرماتے ہیں، رویت محاوراتِ عرب اور قرآنی محاورات میں دونوں قسم میں مستعمل ہوتا ہے۔ رویت قلبی بمعنی علم اور رویت عینی بمعنی البصر ہر دو اس کے معانی حقیقیہ بطور اشتراک ہیں۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّا اَرْسَلْنَا الشَّیَاطِیْنَ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ تَؤُزُّھُمْ اَزًّا وغیرہ آیات بکثرت وارد ہیں، کتاب التفسیر میں بخاری نے

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۲۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیزاری یہ وہ مصیبت ہے کہ جس کی کوئی کاٹ نہیں ہے ع من نکردم شما حذر بکنید

(حاشیہ مکتوب نمبر ۱۲۵) شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی کی خدمت اقدس میں راقم نے یہ سوال پیش کیا تھا کہ سورہ نوح میں باری تعالیٰ نے منکرین سے یوں خطاب فرمایا ہے اَلَمْ تَرَوْا کَیْفَ خَلَقَ اللّٰہُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا جب آسمانہائے سبعہ نظر آتے نہیں تو پھر اس کو دلیل قرار دیکر مخاطبت کیسے صحیح ہے؟ نورالدین راجی،

تصریح فرمائی ہے، لہٰذا اگر آسمانہائے سبعہ بذریعہ قوت بصریہ مدرک نہیں تو بذریعہ قوتِ علمیہ تو مدرک ہیں، اس لئے مخاطبت صحیح ہے۔

(۲) اذان کے وقت میں قبلہ کی طرف منہ نہ ہونے کو خواب میں کسی نمازی کا دیکھنا یہ ضرور بتلاتا ہی کہ آپ کے اخلاص عبادت میں کوتاہی ہے، اس لئے اس میں جدّوجہد فرمائیے، اور ذکر کے پورا کرنے اور دل لگا کر انجام دینے میں کوتاہی کو روا نہ رکھیے۔

(۳) آسمان پر مشرق کی طرف سنہرے اور جلی خط میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہوا دیکھنا مبارک اور مسعود ہے، خوشی کی بات ہے۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ٹانڈہ فیض آباد

مکتوب نمبر ۱۲۶

آپ کی تحریر کے مطابق یہ حدیث احبوا اللہ لما یغدوکم من نعمۃ الخ ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۲۰ میں موجود ہے، ہم کو اس وقت باوجود تلاش نہیں ملی تھی اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

(حاشیہ مکتوب نمبر ۱۲۶) رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ایک اردو رسالہ میں نظر سے گذرا تھا "اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو، بہ سبب اس کے کہ وہ تمہیں کھانے کی نعمت عطا فرماتے ہیں، اور مجھ سے محبت رکھو اس لئے کہ اللہ عزوجل مجھ سے محبت رکھتے ہیں، اور میرے ساتھ محبت رکھنے کے سبب میرے اہل بیت سے بھی محبت رکھو" او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث نفیس کے عربی الفاظ اور اس کی صحت کا علم مطلوب تھا جو حضرت کو اس وقت فوری طور پر نہیں ملی تھی، بعد کو نشر الطیب میں نظر نواز ہوئی تو حضرت کو لکھا، حضرت والا نے خوش ہو کر راقم کے لئے دعا فرمائی، اللہ تعالیٰ میرے لئے سعادت کا سرمایہ بنائے۔ آمین۔

اس حدیث کے متعلق یہ سوال کیا گیا کہ ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن اور ذریت طیبہ

درود ماثور ابوداؤد میں لفظ اہل بیت ذکر ازواج اور ذریۃ کے بعد عطف واؤ کے ساتھ شرح مشکوٰۃ میں طیبی سے نقل کرتے ہوئے ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ یہ عطف عام علی الخاص ہے، جیسے کہ آیت ولقد اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ میں واقع ہوا ہے۔ (مرقاۃ جلد ۲ ص ۱۰)

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۲۶) رضی اللہ عنہم کے ذکر کے بعد اس درود ماثور میں اہل بیت سے کون مراد ہیں۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سرہ ان یکتال بالمکیال الاوفی اذا صلی علینا اھل البیت فلیقل،

ابوداؤد میں ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاَزْوَاجِہٖ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

ایک مرتبہ خواب دیکھا حضرت مولانا مدنی مدظلہ میرے گھر میں رونق افروز ہیں اور اس ناکارہ کو متبسمانہ نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں ایک اہل علم اس وقت حاضر ہوئے اور حضرت والا کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مناسبت ہے۔ (نورالدین راجی)

نظم قرآن پر غور کرنے والے بالخصوص قرآن حکیم کے اسلوب سے واقفیت رکھنے والے اچھی طرح واقف ہیں کہ قرآنی سیاق وسباق سے یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے، کہ آیت تطہیر سورۂ احزاب میں لفظ اہل بیت (یعنی گھر والوں) میں ازواج مطہرات قطعی داخل ہیں رہ گیا اثنا عشریہ کا یہ طالب علمانہ شبہہ کہ ضمیر کم میں ازواج کا آنا عربیت کے خلاف ہے تو اس کا جواب خود قرآن اور کلام عرب سے واضح ہے، سورہ ہود میں ہے برکاتہ علیکم اھل البیت" ضمیر علیکم حضرت ابراہیم کی بیوی کے لئے موجود ہے، اور ضمیر جمع مذکر نساء کے لئے کلام عرب میں بہت زیادہ مستعمل ہے جب کہ اس سے اہل کو تعبیر کیا جائے، عمران ابی ربیعۃ القرشی کا شعر ہے ؎

الم تعلمی ما کنت آلیت فیکم   واقسمت لاتخلین ذاکرۃ باسمی

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مفردات القرآن علامہ فراہی رحمۃ اللہ علیہ ص ۲۷۔

اور شرح ابوداؤد جلد ثانی ص ۱۲۴ میں ہے وھذا ابیان لما قبلہ من الازواج الذکر یعنی اس کو عطف تفسیری قرار دیا ہے، اور ممکن ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے داخل فرمانے کے بعد یہ لفظ زیادہ کر لیا گیا ہو، جیسا کہ حدیث عبا میں وارد ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت نزول آیت انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس الآیہ میں حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ اور حسین رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے فرمایا تھا، اللّٰھُمَّ ھؤلاء اھل بیتی الحدیث یقیناً حضرت علی رضی اللہ عنہ ازواج اور ذریہ سے خارج ہیں واللہ اعلم، اس صورت میں عطف متغایرین کا ہوگا جو کہ اصل قاعدہ عطف کا ہے۔

آپ کا خواب امید افزا ہے ..... کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور آپ جیسے کرم فرماؤں کے حسن ظن اور دعوات صالحہ سے مجھ جیسے ننگ اسلاف و ناکارہ کو اپنے عباد صالحین میں داخل کر دے جزاکم اللہ خیر الجزاء ؎

یظن الناس بی خیرا وانی لشر الناس ان لم یعف عنی

والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ۔ ۱۷ر

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۲۶) ممکن ہے کسی کو حدیث ترمذی جو کہ مشکوٰۃ میں موجود ہے یعنی احبوا اللہ لما یغذوکم من نعمۃ الخ مفہوم میں کچھ خلجان ہو، سو یہ حدیث آیہ کریمہ وما بکم من نعمۃ فمن اللہ۔ یعنی جو کچھ نعمت تم کو ملتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے۔ اسی آیت سے ماخوذ ہے، ورنہ عرفاء اور محبین کے نزدیک تو چاہے دے یا نہ دے اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات کی بنا پر محبوب ہے۔ مفہوم حدیث اللہ تعالیٰ کے قول "فلیعبدوا رب ھذا البیت" کی طرح ہے، حضرت شیخ مدظلہٗ العالی نے حدیث کی جو توجیہہ فرمائی ہے وہ اپنی جگہ پر قول فیصل ہے۔

مکتوب نمبر ۱۲۷

جناب مولانا قاری فخر الدین صاحب مدرسہ قاسمی گیا کے نام

محترم المقام زید مجدکم   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

میرے محترم۔ آپ کو تعلیمی سلسلہ کے جاری رکھنے اور ترقی دینے میں جو کچھ مشکلات پیش آئی ہیں وہ طبعی امور ہیں " لکل شیئ آفۃ وللعلم آفات " عربی کی مشہور مثل ہے۔ مخلص مصلحین کے لئے رکاوٹوں کا پیدا ہونا اس عالم میں لوازم ذاتیہ کا ... منصب رکھتا ہے۔ اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل الحدیث اگر ان مشکلات کے سامنے کوئی کمزور اور کم ہمت ہوگیا، تو نہایت ذلیل ناکامی کا شکار ہوتا ہے۔ اور اگر استقلال اور عالی ہمتی سے کام کرتا رہا تو اللہ تعالے کی رحمت دستگیری کرتی ہے۔ وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔

(حاشیہ مکتوب نمبر ۱۲۷) حضرت مولانا قاری فخر الدین صاحب مدرس مدرسہ قاسمیہ گیا۔ حضرت .... شیخ الاسلام مدظلہ العالی کے مزاج طریقت اور مخصوص جانثار خدام میں ہیں اردو کے زبردست شاعر اور دیوبند کے فاضل صاحب حال بزرگوں میں ممدوح کا خاص مقام ہے، شاعری اور نسبت ومحبت شیخ کا اندازہ آپ کے اس شعر سے ہوتا ہے۔ ؎

بڑے ہشیار ہیں ہم بھی حسین احمد کے دیوانے
ہمارے پر نہیں جلتے مگر بنتے ہیں پروانے

سورہ بنی اسرائیل کی دونوں آیتوں کا ترجمہ یہ ہے۔ ۱؎ ہر ایک کو ہم پہنچائے جاتے ہیں، ان کو اور ان کو۔ تیرے رب کی بخشش میں سے اور تیرے رب کی بخشش کسی سے نہیں رکی ہوئی ۲؎ اور جس نے چاہا پچھلا گھر اور دوڑ کی اس کے واسطے جو اس کی دوڑ ہے اور وہ یقین پر ہے، سو ایسوں کی دوڑ ٹھکانے لگی ہے۔

۳؎ اس والا نامہ میں اخلاص پر متوجہ فرمایا گیا ہے، کیونکہ کتاب اور سنت اس پر شاہد

اس کی نہایت زیادہ امید دلانے والی سند ہے۔ سعی پیہم اور جد وجہد، استقلال اور جانفشانی ہمیشہ کامیابی تک پہونچاتی ہیں۔ كُلًّا نُّمِدُّ هٰؤُلَاۤءِ وَهٰؤُلَاۤءِ مِنْ عَطَاۤءِ رَبِّكَ اہلِ دنیا اور اہلِ آخرت کے لئے بشارت ہے، ہاں اگر اخلاص محبت بھی ساتھ ہے تو دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی ہوتی ہے، وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰۤئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا۔ اس کے لئے شاہد عادل ہیں..... ہاں اخلاص وللّٰہیت نہایت مشکل امر ہے، جس کے لئے قوی رہزن نفس اور شیطان انس وجن ہمیشہ مسلط رہتے ہیں ان سے بغیر امداد خداوندی خلاصی ناممکن ہے، اور یہی وجہ ہے کہ ایاک نعبد کے بعد وایاک نستعین کو لایا گیا ہے، ہر حرکت اور سکون قول اور فعل میں استعانت خداوندی اور صرف استعانت خداوندی کو ملحوظ رکھنا چاہیئے اپنی کسی طاقت و

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۲) عادل ہیں، ارشاد ہوتا ہے: الا للّٰہ الدین الخالص؟ سنتا ہے اللہ ہی کے لئے ہے بندگی خالص، حدیث انس بن مالک جس کو قشیری نے اپنی سند صحیح سے بیان کیا ہے مزید شاہد ہے، اخلاص نام ہے اس بات کا کہ طاعت و بندگی کا مقصد محض تقرب باری تعالیٰ ہو، اور تشریع وتکوین کے کسی شعبہ میں کسی دوسرے کو خود مختار نہ سمجھے، کیونکہ مخلص ہی ریا سے خالی ہوتا ہے جس طرح صادق عجب وتکبر سے، حضرت فضیل نے خوب بات فرمائی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے لوگوں کی خاطر عمل کو چھوڑ دینا ریا ہے اور لوگوں کے لئے عمل کرنا شرک ہے۔ اخلاص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں باتوں سے دور رکھے، یوسف ابن حسین فرماتے ہیں " اعز شیئ فی الدنیا الاخلاص وکم اجتهد فی اسقاط الریاء عن قلبی فکانه ینبت علی لون آخر" دنیا میں سب سے بلند مقام اخلاص کا ہے، کتنی بار میں نے کوشش کی کہ میرے قلب سے ریا نکل جائے لیکن وہ ایک دوسرے رنگ میں پیدا ہوجاتا ہے، مطلب یہ ہے کہ کثرت وسواس اور ریا صرف اخلاص سے ختم ہوجاتا ہے، اور اس کے

سعی پر اعتماد نہ کرنا چاہیئے، جس طرح کسی سعی ممکن کو چھوڑنا بھی نہ چاہیئے ؎

صبر کن حافظ بسختی روز و شب   عاقبت روزے بیابی کام را

والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲۹ جمادی الاول ۵۹ھ

مکتوب نمبر ۱۲۸

مندرجہ افسوسناک واقعات معلوم ہوئے، تقدیرات الٰہیہ میں عبید[۱] کو مجال دم زدنی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ امداد و اعانت فرمائے، آپ کو ضرور ہے کہ ہمیشہ اپنی زبان بزرگوں کے حق میں محفوظ رکھیں اور اسی طرح ابنائے زمان اور برادریوں کے متعلق بھی حرف شکایت بلا ضرورت شدیدہ زبان پر نہ لائیں، صبر جمیل اور صفح جمیل کے یہی معنی ہیں، معاملات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں۔ اسلام اور مسلمانوں کی خدمت اور عباد اللہ کی ہمدردی اور بھلائی میں جس قدر بھی حصہ لے سکیں، اس کو غنیمت سمجھیں، عباد اللہ عیال اللہ ہیں، الخلق عیال اللہ و احب الخلق الی اللہ اکثرہم احسانا الی عیالہ فرمان نبوی ہے۔ کسی کی دلآزاری کا ہرگز قصد نہ ہونا چاہیئے۔ اخلاص اور للہیت کا ہمیشہ منتظر رہیے۔ اور تلاوت نفس سے اسی کا مطالبہ کرتے رہیئے۔ امام جعفر صادق فرماتے

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۲۷) بعد میں حکمت ربانی کے چشمے دل سے زبان پر جاری ہو جاتے ہیں حضرت مولانا دامت برکاتہم کا تاکیداً ارشاد فرمانا کہ ہاں ہاں اخلاص اور للہیت نہایت مشکل امر ہے، اس سے بھی اخلاص کی اہمیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

(حاشیہ مکتوب نمبر ۱۲۸) [۱] عبید کے معنے بندے۔ حدیث بیہقی کا ترجمہ یہ ہے۔ مخلوق خداوند کریم کی بمنزلہ عیال ہے تو جو شخص اللہ تعالیٰ کے عیال پر سب سے زیادہ احسان کرے، گا وہ خدا کے یہاں سب سے زیادہ محبوب ہوگا۔

ہیں: "ماشغلک عن الحق فہو طاغوتک"۔ بہت سے لیگیوں اور حضرت تھانوی کیطرف انتساب کے بعض دعویدار کی کوشش یہ ہے کہ دار العلوم دیوبند کو چندہ نہ ملے اسلئے حسب موقع لوگوں کو اس چندہ کیطرف بھی متوجہ کرنے کا خیال رکھیں۔

والسلام :- ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲۴ رمضان المبارک سلہٹ

مکتوب نمبر ۱۲۹

مجھ کو سخت تعجب ہے کہ آپ اس قدر تجربہ کار ہو کر لوگوں کے کہنے میں آگئے تفاسیر اور بالخصوص اردو تفاسیر کی جسقدر کثرت ہے وہ بذات خود کہاں کم ہے جو ہم جیسے بے مایہ اس کی طرف مزید توجہ کریں۔ کتابیں بہت ہو گئیں، انکو دیکھنے والے

(حاشیہ مکتوب نمبر ۱۲۹) حضرت مولانا دامت برکاتہم نے خوب بات فرمائی کہ کتابیں بہت ہو گئیں ان کو دیکھنے والے ناپید ہوتے جاتے ہیں" نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم ومغفور نے اپنے زمانہ تک کی تفاسیر کی تعداد پانچسو کم وبیش بتائی ہے جو اب تک لکھی گئیں، مزید براں ہیں، کتابوں کا ایک انبار لگا ہوا ہے اور خودرو مصنفین اور خانہ ساز مؤلفین کا شمار نہیں لیکن کتابوں کا سمجھنا، فنون پر نظر اور پڑھنا پڑھانا یہ بہت ٹیڑھی کھیر ہے، مدرسین ناپید ہیں، اور اپنے ساتھ نہ جانے کتنے علوم وفنون لئے ہوئے اٹھتے جاتے ہیں حضرت علامہ انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ہمارے حضرت جیسے جامعیت کے .... اساتذہ حفظ واتقان میں اجتہادی شان رکھنے والے معاصرین میں بھی ہیں

ہم ! اور اب تو اس کا کوئی سوال ہی نہیں۔ کیونکہ اس دورجہل میں جس چیز کی بہتات ہے قرآنِ مجید کے تراجم اور تفاسیر کی کثرت ہے۔ ان خانہ ساز اور مصنفین میں ایک بھی شاید ہی ایسا ہو جو کسی حدیث کی کتاب کی شرح لکھ سکے، یا نفس کلام کی مشکلات کو عربی میں کھول سکتا ہو، یا معانی و ملاغت اور ادب پر نظر اور عبور رکھتا ہو، کیا تماشہ ہے کہ جو علوم وفنون کو پڑھا نہ سکے۔ ..

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۲۹)

ہماری طرح مؤلف اور مصنف مانا جائے، نہ عوام و خواص سے اسکا تعارف ہو، اور جیکی پیسنے والے مدرسین جو سلف کے علوم و فنون کے خادم اور محافظ ہوں ان کو حقارت سے دیکھا جائے۔ اور یہاں تک کہدیا جائے کہ مانا کہ بہت بڑے عالم ہیں مگر کوئی کتاب نہیں لکھی، حالانکہ کتاب کا لکھدینا کوئی بڑا کام نہیں اور نہ اس سے کوئی مصنف ہوتا ہے، مصنف نہ تو بنتا ہے نہ بنایا جاتا ہے، بلکہ پیدا ہوتا ہے، جو اپنے ساتھ ایک علمی انقلاب لیکر آتا ہے اور دوسروں کے .... شروح و حواشی کا محتاج نہیں ہوتا، اور پیچھے مڑکر بہت کم دیکھتا ہے، اور اپنا راستہ خود پیدا کرتا ہے، ہندوستان کی خاک سے میرے نزدیک ابتک صرف ایسے تین ہی مصنف پیدا ہوئے ہیں، ایک امام شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ دوسرے حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب بانی دار العلوم دیوبند تیسرے استاد امام مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ۔ اول الذکر عارف باللہ کی اجتہادی شان اور فیضان باری کی بلا واسطہ تلقی کی شاہکار حجۃ اللہ البالغہ البدور البازغہ تفہیمات الہیہ اور خیر کثیر ہیں اور آخر الذکر بزرگ کے انقلاب آفرین نظریات و خیالات کی بین دلیل جمہرۃ البلاغہ امعان فی اقسام القرآن وغیرہ کتب مطبوع و غیر مطبوع ہیں، ہندی مصنفین میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کے صاحبزادوں کا قرآن مجید سے شغف اور فارسی اور اردو تراجم کا شرف اہل علم کے نزدیک ایک ایسا علمی اور تصنیفی انقلاب ہے کہ اگر ان تراجم کو اور ان کے مختصر نوٹ اور فوائد جو موضح القرآن اور فتح الرحمن کے نام سے مشہور ہیں سمجھ لیا جائے تو ایک حرف اس پر نہ تو زیادہ کرنے کی ضرورت ہے اور نہ اردو تفاسیر کی کوئی قدر و قیمت ہے، یہ تراجم اگر بیچ سے ہٹا دیئے جائیں تو اردو مفسرین کی ساری قلعی کھل جائے۔ اور اردو تفاسیر و تراجم کا جو فتنہ ہے فرو ہو جائے اور لکل فن رجال کی صداقت سامنے آجائے۔ کیا اس حقیقت سے انکار کیا جا سکتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو آٹھ سال تک صرف سورہ بقرہ کی تفسیر بارگاہ رسالت

ناپید ہوتے جاتے ہیں، علومِ دینیہ سے نہ صرف عدم اعتناء بلکہ نفرت بڑھتی جاتی ہے، ہم اپنے خیالات اور وساوس اور شہواتِ نفسانیہ میں عمرِ عزیز ضائع کر رہے ہیں، اور ہمیشہ اپنے آپ کو اور دوست احباب کو دھوکا دیتے ہیں، کہ ہم مخلصانہ طریقہ پر خدماتِ دینیہ انجام دے رہے ہیں، مگر ذرا غور سے دیکھا جائے تو اخلاص کا پتہ چلنا ایسا ہی ہوتا ہے جیسے عنقاء کا پتہ، اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہُ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا میرے محترم نفس اور شیطان نہایت زیادہ دھوکے باز ہیں ان سے

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۲۹) میں حل کرنی نہیں پڑی تھی؟ اور کیا سعید بن جبیر کو تین بار ترجمان القرآن حضرت ابن عباس سے قرآن پڑھنے کی سعادت نہیں نصیب ہوئی تھی؟ اور کیا ابوبکر محمد بن عطیہ الدمشقی المتوفی ۳۰۳ھ کو قرآن حکیم کے افہام و تفہیم کے لئے پچاس ہزار اشعارِ جاہلیت حفظ کرنے نہیں پڑے تھے؟ اور کیا حافظ ابن تیمیہؒ کو ایک ایک آیت پر سو سو تفسیریں دیکھنی نہیں پڑی تھیں، اور کیا شاہ عبدالقادرؒ کو ۴۲ سال مسجد میں معتکف ہو کر درسِ قرآن میں بسر کرنا نہیں پڑا تھا؟ اور کیا استاذی مولانا حمیدالدین فراہی صاحب نظام القرآن کو ۳۰ و ۴۰ سال اپنے دماغ کو قرآن کریم کیلئے وقف کر دینا نہیں پڑا؟ امام فخرالدین رازیؒ جیسے فاضل کا اپنی افتادِ طبع کی بنا پر ابو مسلم اصفہانی کے اندازِ فکر پر تفسیر کرنا ایک علمی کارنامہ ہے جس کی بدولت نے بھی انیاز نہیں ہو سکتے اگر بقول ابو حیانؒ "کل شیٔ الا التفسیر" تفسیر رازی کے بارے میں لکھ جانا خود بڑا ہی معنی خیز فقرہ اور سانحہ عظیم ہے بس جب یہ امام محقق سمجھ نہیں سکا کہ متکلمانہ نظریات و خیالات کی خواہ مخواہ قرآن سے تائید چاہی تو پھر عہدِ حاضر کے اردو مفسرین کس شمار و قطار میں ہیں، لاریب علومِ الٰہیہ کی تحصیل اور مدت تک علومِ دینیہ کی خدمت کے بعد تزکیہ نفس اور فیضانِ الٰہی افہام و تفہیم کلامِ ربانی کا وسیلہ اور ذریعہ بن سکتا ہے، مگر بدون اس کے عموماً گمراہی کا زیادہ امکان ہے اس مختصر معروض کے بعد حضرت مولانا مدظلہ العالی کی بے نفسی، سلف کے علوم کی اہمیت، دوسرے حضرات کی غیر معمولی معرفت کا اندازہ کرتے ہوئے مولانا کی طرف سے یہ کہنے میں ذرہ برابر بھی تامل نہیں ع

دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد

مطمئن ہونا سخت غلطی ہے۔ ع

فانت تعلم کید الخصم الحکم

کتب تصنیف کردہ میں سمجھنے اور کوشش کرنے والے کے لئے کفایت سے بھی زیادہ مواد ہیں اور نادان اور متکاسل کے لئے آیات بینات سے واضح سے اصح اشیاء بھی ناکافی ہیں لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا۔ مولانا محمد بشیر صاحب کو میری اور حافظ ابراہیم صاحب۔ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب، مولانا محمد اسمٰعیل صاحب سنبھلی، مولوی مہدی حسن صاحب سلیم پوری کی طرف سے بعد از سلام آزادی سے عید کرنے اور شیر و سویاں کھانے کی عظیم الشان ... مبارکبادی پیش کر دیجئے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ از مراد آباد جیل

مکتوب نمبر ۱۳۵

جناب مولانا وحید الدین صاحب قاسمی کے نام

خواب کی تعبیر ظاہر ہے، عزیزم مولوی وحید مرحوم کی دائمی مفارقت میرے لئے معمولی تکلیف نہیں ہے، وہ میری ہی پرورش میں بچپن سے رہا تھا۔ اس کو اپنے والد مرحوم سے اتنا تعلق نہیں تھا، جتنا مجھ سے تھا۔ وہ ننھے ننھے چار بچے چھوڑ کر وہ

حاشیہ مکتوب نمبر ۱۳۰ مولانا حافظ فرید الوحیدی صاحب اس مکتوب کے متعلق مکاتیب شیخ الاسلام میں تحریر فرماتے ہیں۔ اپنے بھتیجے اور میرے والد مولانا وحید احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو دادا میاں نے ہم نے بچپن ہی سے جب کہ ان کے والد زندہ تھے اپنے سایۂ عاطفت میں لے لیا تھا اور اپنی اولاد کی طرح بڑے شوق وارمان سے ان کی تعلیم و تربیت فرمائی، اسارت مالٹا کے زمانہ میں بھی وہ ساتھ ہی رہے اس وقت ان کی عمر بہت ہی کم تھی حضرت شیخ الہند

اپنی اہلیہ کو بیوہ چھوڑ کر چلا گیا، ذالک تقدیر العزیز العلیم ۔

ولکن قلبی یا ابنۃ القوم قلب دبی مایذوب دالکتب عنی تلۃ

بہر حال آپ حضرات دعوات صالحہ سے امداد فرماتے رہیں۔

والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ بنی سڑک سلہٹ ۱۱ رمضان المبارک ۵۶ھ

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۳) سے عربی پڑھا کرتے تھے اور دوسرے ممالک کے تیدیوں سے انگریزی فرانسیسی، ترکی اور دوسری زبانیں سیکھا کرتے تھے، مالٹا سے واپسی پر کچھ دنوں دار العلوم میں مدرس رہے، پھر مدرسہ عزیزیہ بہار ضلع پٹنہ چلے گئے تھے اور وہاں ادب اور فقہ کا درس دیتے تھے، عربی تو خیر مرحوم کی مادری زبان تھی مگر ملک کی اکثر زبانوں مثلاً پشتو، بنگالی وغیرہ کے علاوہ انگریزی، فرانسیسی، ترکی، فارسی وغیرہ بے تکلف بول اور لکھ سکتے تھے، ان تمام زبانوں میں تقریر بھی کر لیتے تھے۔ بڑے دلیر، بہادر اور غضب کے ذہین تھے۔ مگر افسوس کہ عمر نے وفا نہ کی، شعبان ۵۶ھ کا واقعہ ہے کہ جب دار العلوم سے گھر پہونچا تو وہ معمولی انفلوئنزا میں مبتلا تھے۔ میرے ماموں مولانا عزیز احمد صاحب بی اے فاضل دیوبند نے ان سے فرمایا کہ فرید کے قرآن شریف کے لئے کوئی انتظام کر دیجئے انہوں نے فرمایا بس تم جانو، اب تو اس کا انتظام تم ہی کرو گے، ڈاکٹر کو بلایا گیا، تو فرمایا کہ یہ کوشش فضول ہے۔ اب خدا کے سپرد کر دو۔ اور یہ معمولی انفلوئنزا شدید نمونیہ کی صورت میں تبدیل ہو گیا۔ ہر وقت غفلت طاری رہنے لگی۔ کبھی کبھی ہوشیار ہوتے تھے تو چچا (حضرت امام العصر) کو بلاتے تھے، اعلیحضرت دار العلوم میں درس بخاری میں مصروف تھے وقت گذرتا گیا اور حالت نازک ہوتی گئی، آخر یہ وقت آیا کہ ۲۴ گھنٹہ میں کبھی ایک سکنڈ کے لئے ہوش آجاتا تو یہ کہہ کر پھر غافل ہو جایا کرتے تھے، کہ چچا نہیں آئے، آخر بخاری کے ختم سے فارغ ہو کر دادا میاں مدظلہم لکھنؤ سے ڈاکٹر سید عبد العلی کے ہمراہ لے کر ٹانڈہ پہونچے، ڈاکٹر صاحب موصوف نے اطمینان دلایا، اور دادا میاں اپنے پروگرام پر سلہٹ روانہ ہو گئے۔ ابھی

مکتوب نمبر ۱۳۱

والانامہ باعثِ عزت افزائی ہوا، یاد آوری کا شکریہ تقریر کے متعلق آپ کی جدوجہد بہت مناسب ہے، زبان کھلنے کے لئے میں دعا کرتا ہوں، آپ عالی ہمتی کے ساتھ شروع کردیجئے اور چھوٹے مجمعوں میں خود بخود کھڑے ہو جایا کیجئے تقریر سے پہلے سات یا پانچ یا تین دفعہ سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔ اور رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي۔ پڑھ کر سینہ پر دم کرلیا کیجئے، انشاء اللہ تعالیٰ اعانت خداوندی شاملِ حال ہوگی، نیز خالی کمرہ بند کرکے یہ تصور کرتے ہوئے کہ مجمع حاضر ہے، تقریر کرنے کی مشق کچھ دنوں کیجئے۔ نواب مہدی علی خاں مرحوم نے اسی طرح مشق کی تھی، اور اپنے زمانہ میں اعلیٰ درجہ کے مقرر شمار کئے جانے لگے تھے، کسی سے اثنارِ تقریر میں مرعوب نہ ہوا کیجئے، خواہ کتنا ہی بڑا ہو، البتہ مضامین کو غور سے مطالعہ کیا کیجئے، اور جس مضمون پر تقریر کرنی ہو، اگر ممکن ہو تو اولاً تنہائی میں

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۳۰) سلہٹ پہنچنے بھی نہ پائے تھے کہ والد مرحوم ۲۰ رمضان کے دن ایک بجے رات کو معبودِ حقیقی کو یاد کرتے ہوئے اس سے جاملے (انا للہ الخ) مولانا ضیاء الدین ناظم دفتر مرکزی جمعیۃ علمائے انتقال سے ایک دن پہلے خواب میں دادا میاں کو نہایت پریشان دیکھا، فوراً خط لکھ کر اپنی پریشانی کا اظہار کیا، دادا صاحب دامت برکاتہم نے جواب لکھا (فرید الوحیدی) ترجمہ شعر۔ مجھ پر وہ مصیبت آئی جس کا کم سے کم حصہ بھی مجھے خطوط کے لکھنے یا کتابوں کے پڑھنے سے روک سکتا ہے، لیکن اسے ابنۃ القوم میرا دل بڑا بدلنے والا ہے۔

مالٹا کے حالات کے لئے سفرنامہ اسیر مالٹا ملاحظہ فرمایا جائے، جو چھپ کر شائع ہوچکا ہے، اسی لئے ہم نے مالٹا کے جائے وقوع اور حالات کو نظر انداز کردیا۔ (اصلاحی)

اس پر دو تین مرتبہ یا کم از کم ایک دفعہ تقریر کر لیا کیجیے، چرچل آج تک ایسا ہی کرتا ہے، زبان جہاں تک ہو عام فہم اختیار کیجیے۔ جو لوگ الفاظ کی چمک دمک کی طرف جاتے ہیں میرے خیال میں غلطی میں مبتلا ہیں، ہاں نیت کی درستی ضروری ہے جو کہ واقعہ میں مشکل کام ہے، اپنی شہرتِ تقریر لوگوں کی واہ واہ، ریا و سمعہ وغیرہ مقصود نہ ہونی چاہیئے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے انشاء اللہ اعانت ہوگی، نیز ایک ضروری امر یہ ہے کہ نوجوانوں کی جماعت تیار ہونی چاہیئے، جو کہ تحریر و تقریر کی مشق کریں اور ضروری مقامات پر مذہبی اور سیاسی تقریریں کر سکیں، مواد کو جمع کریں۔ مباحث اور تاریخیں ایک ہفتہ پہلے متعین ہو جایا کریں، اور ضروری مطالعہ کر کے وقت معین پر تقریریں کر دیا کریں، اثناء تقریر میں صاحب تقریر اور سامعین تہذیب و متانت کو ہاتھ سے نہ دیں، اسی طرح مختلف عنوانات پر مضامین لکھیں اور علمی رسائل و اخبارات میں شائع کراتے رہیں آہستہ آہستہ اچھی خاصی قدرت حاصل ہو جائے گی، مضامین کی اصلاح کے لئے۔ حضرت مفتی صاحب اور اعلیٰ حضرت وغیرہ موجود ہیں، اور اگر اس کا موقع نہ ہو تو خود آپس میں مل کر اصلاح کر لیا کریں ڈرنا اور مرعوب ہو کر پیش قدمی سے جھجکنا سخت غلطی ہے ؎

بہر کارے کہ ہمت بستہ گردد اگر خارے بود گلدستہ گردد

چراغ محمد ۱۲/ جمادی الثانیہ ۱۳۶۳ھ

مکتوب نمبر ۱۳۲

جناب احمد شاہ ستیانہ ضلع جھنگ کے نام

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاج شریف

(۱) حاشیہ مکتوب نمبر ۱۳۲: میرا خیال ہے کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ میں اور حضرت معاویہؓ

ذالانامہ باعثِ سرفرازی ہوا، رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ۔ اس قسم کے جنگ کے خلاف نہیں ہے، کیا شفقت اور رحمت باعثِ جنگ نہیں ہوسکتی، حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام میں کس قدر اختلاف ہوا۔ کیا وہ دشمنی سے تھا؛

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۳۲) نے علی بین جمل اور صفین کی جنگ نہیں ہوئی، بلکہ یہ واقعات وضع کرلئے گئے ہیں۔ اگر ان واقعات کو بالکل صحیح مان لیں تو قرآن شریف کی آیت وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ کا کذب لازم آتا ہے۔ کیونکہ اس آیت کا منشاء ہے کہ تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم رحیم و شفیق تھے، حضور اس مسئلہ میں اپنی رائے عالی سے مطلع فرمائیں۔ احمد شاہ سیانہ ضلع جھنگ۔

اس والانامہ میں جنگ جمل اور صفین کا لفظ آ گیا ہے: جس کو صاف کرنا ضروری ہوا۔ اگرچہ یہ مسئلہ تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک اور نازک تر ہے، تاہم دلائل سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی اجتہادی غلطی عدم عصمت کی بنا پر ہوئی۔ اور مجتہد کی خطا پر بھی عند اللہ ثواب ہی کا وعدہ ہے، اور بقول حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہماری تلواروں کو اس خون سے آلودہ نہیں کیا تو ہم کیوں اپنی زبانوں کو بحث و تنقید سے آلودہ کریں، جمہور علمائے اصول کا یہ اجماعی فیصلہ ہے۔ ان آیات القرآن دالۃ علی سلامۃ احوال الصحابۃ وبراءتھم عن المطاعن واذا کان کذالک وجب علینا ان نحسن الظن بھم الی ان یقوم دلیل قاطع علی الطعن فیھم اھ" (ارشاد الفحول) مفہوم یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیات صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات کی سلامتی اور ثقاہت پر دلالت کرتی ہیں اور ان پر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں اس سے ان کی برأت ثابت ہوتی ہے اس لئے ہمارا عقیدہ ہونا چاہئے کہ ہم ان سے حسن ظن ہی رکھیں۔ تاآنکہ ان پر طعن کرنے کی کوئی قطعی دلیل قائم ہو جائے، ظاہر ہے کہ صحابہ پر طعن و تنقید کے لئے کوئی قطعی دلیل قائم نہیں ہے، اسلامی تاریخ پر نظر رکھنے والے تو

باپ بیٹوں میں زد و کوب کے واقعات کیا محبت اور رحمت سے نہیں ہوتے
کیا رحمۃ اللعالمین کے جہادات کو رحمت سے علاقہ نہ تھا، کیا جراح اور ڈاکٹر کا

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۳۲) اچھی طرح واقف ہیں لیکن مسلمانوں کا بیشتر حصہ اسلامی تاریخ سے بھی گویا واقف نہیں اس لئے، ہم احتیاط سے ان ہر دو جگہوں کا تاریخی پس منظر کچھ سامنے رکھدینا چاہتے ہیں (۱) اللہ تعالیٰ خلیفہ دوم حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر اپنی بے پایاں رحمتوں کی بارش کرتا رہے کہ آپ نے کمال دور اندیشی سے اپنے دور میں فتنہ داخلہ کا سد باب اعیان قریش کو مدینہ میں روک کر کر دیا تھا، کہ یہ لوگ باہر نہ جائیں، اس حکمت کو یہ لوگ اپنے حق میں سختی سمجھتے تھے اور حضرت عمرؓ کو تنگ کرتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے، کہ سب سے زیادہ اس امت کے لئے جس بات سے میں ڈرتا ہوں وہ یہ ہے کہ تم لوگ جب یہاں سے نکلو گے اور شہروں میں متفرق ہو گے تو تمہاری رایوں میں اتحاد نہیں رہے گا، اور پھر تمہارے اختلاف سے ساری امت میں تفرقہ پڑ جائیگا اس کا یہ اثر ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آخر عہد تک لوگ متحد اور شقاق و افتراق سے ناآشنا تھے، اور جب ارباب حل و عقد باہم متفق رہیں تو امت میں اختلاف ہو نہیں سکتا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے اصرار اور اپنی نرم مزاجی کی بنا پر اس کاوٹ کو اٹھا دیا، چنانچہ اتحاد قریش کا باقی نہ رہا، کوفہ، بصرہ، اور مصر کے شورش پسند لوگوں نے عام نکتہ چینی شروع کر دیا اور عبد اللہ بن سبا یہودی نے ان لوگوں میں شامل ہو کر مصر کے اندر ایک جماعت بنائی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی ہیں اور حضرت عثمانؓ خلافت کے مستحق نہیں ہیں جب اس سبائی فرقہ کے خطوط لوگوں کے پاس پہنچے تو حضرت عثمانؓ اور ان کے عمال کے بارے میں شکوک شبہات اور ناراضگی پیدا ہوئی۔ چنانچہ امور مملکت کے متعلق خلیفہ سے گفت و شنید کا بہانہ کر کے خلیفہ سوم کچھ مدت میں آ ... نے بغاوت کا انتظام ... جواب دیا یہ لوگ مدینہ سے آ کر چار مختلف قافلے بنا کر

نشتر لگانا اور مریض کو تکلیف دینا مظاہر رحمت سے نہیں ہے، اجتہادی غلطی میں اگر غور فرمائیں تو عموماً مظاہر رحمت ہی محسوس ہوگا، واللہ اعلم، بہر حال سمجھ میں نہیں آتا کہ

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۳۲) نکلے اور سب اس بات پر متفق تھے کہ خلیفہ کو قتل کر دیا جائے۔ ان لوگوں نے ایک جعلی خط بنایا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ ہم نے ایک خط پکڑا جو قاصد کے ہاتھ خلیفہ نے والی مصر کے نام بھیجا ہے، اور اس میں یہ حکم لکھا ہے کہ ہم جس وقت وہاں پہنچیں وہ ہم کو قتل کردے، حضرت علیؓ نے فرمایا یہ سب تمہاری سازش ہے میں اس میں شریک نہیں ہو سکتا، غرض باغیوں نے حضرت عثمانؓ کے پاس پہونچکر کہا کہ آپ نے ہمارے قتل کا فرمان لکھا ہے، لہذا آپ کا خون ہمارے لئے مباح ہے، گھر میں قید کرکے پانی بند کر دیا اور عین تلاوت قرآن مجید کی حالت میں خلیفہ برحق کو شہید کر دیا یہ حادثہ فاجعہ ۱۸/ ذی الحجہ ۳۵ھ کو ہوا: اسی منحوس تاریخ سے امت میں فتنہ کا آغاز ہوا۔ اور ایک مسلمان کی تلوار دوسرے مسلمان پر چلنے لگی، اہل علم واقف ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے انتخاب کی کیفیت سابقہ خلفاء کے انتخاب سے بالکل جداگانہ تھی، حضرت عثمانؓ کے حادثہ کے وقت بیشتر بزرگان امت دوسرے مقامات میں تھے مدینہ میں انہیں لوگوں کا غلبہ تھا جنہوں نے خلیفہ کو قتل کیا تھا، ان کی نگاہ میں حضرت علیؓ سے بہتر اور افضل کوئی اور نہ تھا، اس لئے باوجود انکار کے اصرار کرکے لوگوں نے حضرت علیؓ کو خلیفہ بنایا، آپنے خطبہ پڑھا اس کے بعد صحابہ کی ایک جماعت خدمت میں آئی اور کہا کہ خلیفہ کا پہلا فرض ہے کہ حدود شرعیہ قائم کرے، لہذا جو خلیفہ کے قتل میں شریک ہوئے، ان سے قصاص لینا چاہیئے، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آپ لوگوں کو اچھی طرح علم ہے کہ وہی لوگ مجھ پر غالب ہو رہے ہیں، قابو ملنے پر مجھ سے کہنا۔ ابھی مہلت دو، آہستہ آہستہ عام شورش نے اسلامی صوبوں کے متعدد مقامات میں ایک ہیجان برپا کر دیا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ والی شام جو بنو امیہ کے رئیس اعظم تھے، حضرت علیؓ کی خلافت پر رضامند نہ تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو

متواترات عالم کا انکار کس طرح مفید ہو سکتا ہے۔

والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۲۲ر محرم ۱۳۶۴ھ دیوبند

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۳۲) خلیفہ سوم کے قتل کی خبر حرم میں جب کہ وہ حج کے لئے تشریف لیگئی تھیں پہنچی۔ آپ کو نہایت صدمہ ہوا، اور ایک مؤثر تقریر فرمائی کہ جنہوں نے خلیفہ کو قتل کر ڈالا انہوں نے اسلام کے اصول کو توڑ ڈالا، ایسے باغیوں سے مسلمانوں کا فرض ہے کہ بدلہ لیں اور فساد کی اصلاح کریں قصہ مختصر یہ کہ حضرت عائشہؓ کو اونٹ پر سوار ہو کر خلیفہ برحق کے خون کا مطالبہ کرنا پڑا اور طرفین میں غلط فہمی اور اجتہادی فروگذاشتوں کی بنا پر ایک دوسرے کے خلاف میں آنا پڑا صحابہ کی دو معتبر جماعتیں سامنے آگئیں، ختم جنگ پر حضرت علیؓ نے بصرہ میں قیام فرمایا اور ام المومنینؓ کی خدمت میں جاکر بات چیت کی اور ان کو عزت کے ساتھ مدینہ میں روانہ کرنے کا سامان کیا اور روانگی کے وقت خود ساتھ نکلے، حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ مجھ میں اور علی میں بجز ان شکوؤں کے جو باہم رشتہ داروں میں ہوا کرتے ہیں اور کسی قسم کی عداوت یا دشمنی نہیں تھی، اور میں باوجود ناراضی کے ان کو بہترین لوگوں میں سے سمجھتی ہوں۔ جواباً حضرت علی نے فرمایا۔ ام المومنینؓ نے بالکل سچ فرمایا مجھ میں اور ان میں کوئی سابقہ رنجش نہیں تھی، ان کا رتبہ بہت بڑا ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جس طرح دنیا میں بیوی تھیں اسی طرح آخرت میں ہوں گی، اصل یہ کہ جمل کی لڑائی دراصل دیباچہ تھی، اس سے ایک دردناک جنگ کا جو مقام صفین میں دریائے فرات کے کنارے رقہ کے قریب ہے اسی طرح کی غلط فہمیوں کی بنا پر اجتہادی غلطی سے حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ میں عظیم الشان جنگ ہوئی اور ۱۳ر صفر ۳۷ھ کو اس تباہ کن جنگ کا خاتمہ ایک معاہدہ کی صورت میں ہو گیا۔ ع ایں رشتہ بانگشت نہ پیچی کہ دراز است

پس آیت رحماء بینہم کا مفہوم یہ ہوا کہ صحابہ کرامؓ میں اصول مقصد کے اتحاد اور مقام اور منزل کے اشتراک نے ان میں محبت و خوش اعتقادی ایسی ہمرنگی و سازگاری پیدا

مکتوب نمبر ۱۳۳

جناب گلزار احمد صاحب بصیرہ ضلع شاہ پور پنجاب کے نام

محترم المقام زید مجدکم

(۱) قومیں نسل مذہب وطن، پیشوں وغیرہ سب سے بنتی ہیں، اس لئے اس میں منافات نہیں ہے کہ ایک جماعت کسی حیثیت سے دوسری جماعت کے

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۳۲) کردی ہے کہ بیچ کے تمام پردے اٹھ گئے ہیں ہر ایک کا دل دوسرے کے لئے کھلا ہوا ہے، اسی ایک ٹکڑے کی تفصیل کے لئے سورہ فتح کے ساتھ سورہ حجرات لگائی گئی ہے اور اس میں وہ تمام خصوصیات گنادی گئی ہیں جو رحماء بینہم والی جماعت میں ہونی چاہیں تاریخ شاہد ہے کہ حضرت عثمان غنی رضؓ کے زمانہ سے لیکر آج تک جتنے فتنے برپا ہوئے ہیں انہیں باتوں کی خلاف ورزی کا نتیجہ تھا، جس سے صحابہ کرامؓ کی ذات بری ہے، مگر عام مسلمان قطعاً اس سے بری نہ تھے کیونکہ اجتہادی غلطی سے جنگ میں پڑ جانا رحماء بینہم کے منافی نہیں اور نہ عصمتِ صحابہ کا کوئی قائل ہے، اسی کے ساتھ صحابہ کی عدالت ثقاہت پر امت کا اجماع ہے۔ اور خارق... اجماع گمراہ ہے۔

(حاشیہ مکتوب نمبر ۱۳۳) مکتوبات شیخ الاسلام جلد اول ص ۴۲۶ میں اس طرح کی گمراہی جو جماعتِ اسلامی کی طرف سے ان کے بانی و امیر سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی نے اپنی تحریروں میں پھیلائی ہے ہم نے کچھ تدارک کر دیا ہے، وہاں ضرور ملاحظہ کرلیا جائے اور باقی لغویات و ہفوات کا یہاں جواب دینا ضروری سمجھتے ہیں، اس سوالات کے جوابات کا پس منظر بھی صرف اسی قدر ہے کہ قوم اور وطن کی محبت غیر اسلامی ہے۔ اور قومیت متحدہ کا نظریہ دلائل سے خالی ہے، حالانکہ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر موجود ہے کہ... قومیں نسل. مذہب وطن وغیرہ سے بنتی ہیں۔ ساری تصریحات تو محتاج تفصیل نہیں اگر

ہم قوم بھی ہو، قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام اور مسلمانوں کو کفار کا ہم قوم ایک دو نہیں بلکہ تراسی جگہ قرار دیا گیا ہے، اس لئے مسلمانان ہند بحیثیت وطنیت جو کہ یورپین لسان میں مدار علیہ نیشن کا ہے، دیگر اقوام ہندیہ کے ہم قوم ہیں مگر بحیثیت مذہب مغائر ہیں بحیثیت نسل خود مسلمانوں میں بہت سی قومیں ہوں گی جن میں سے متعدد قومیں غیر مسلم قوموں سے بھی نسلی بنا پر متحد ہو جائیں گی، جیسے راجپوت، جاٹ وغیرہ

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۳۳) صرف ایک ہی آیت والیٰ عاد اخاھم ھوداً الخ کو مدِنظر رکھا جائے تو بات صاف ہو جاتی ہے کہ عاد حضرت نوح علیہ السلام کے پوتے ارم کی اولاد میں ہیں یہ قوم اسی کی طرف منسوب ہے ان کی سکونت احقاف (یمن) میں تھی، حضرت ہود علیہ السلام اسی قوم سے ہیں اس لحاظ سے وہ ان کے قومی اور وطنی بھائی ہوئے۔ ارباب لغت اور جمہور مفسرین قوم کے......... معنی کی یہ تشریح کرتے ہیں، قوم الرجل اقرباء الذین یجتمعون فی جداء احد وقد یقیمہ الرجل بین الاجانب فیسمیھم قومہ مجاز اللمجاورۃ۔ وفی التنزیل قال یقوم اتبعوا المرسلین وکان مقیما بینھم ولم یکن منھم۔ ہندوستان کی آزادی سے قبل ہماری دو حیثیتیں تھیں ایک حیثیت ہندوستانی ہونے کی اور دوسری مسلمان ہونے کی، پہلی صورت میں ہم اس ملک کی تمام دوسری قوموں کے شریک حال رہتے ہوئے وطنی حیثیت سے ایک قوم تھے، اس لحاظ سے ملک کے جتنے سیاسی اور معاشی مسائل تھے، وہ سب کے سب ہمارے ابناء وطن کے درمیان مشترک تھے اسی معنی اور مفہوم کے اعتبار سے انگریزوں کے مقابل ہندی قومیں ایک نیشن کی حیثیت رکھتی ہیں دوسری حیثیت میں ہمارے ساتھ کوئی قوم ہماری شریک نہیں تھی، سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی خود ترجمان میں اسی طرح کی تحقیق کرتے ہوئے رقمطراز ہیں "پس ہماری حیات ملی کا بقاء و قومیت کا تحفظ اس پر منحصر ہے کہ ہم اس حکومت کے تسلط سے آزاد ہوں" جب ہماری یہ دونوں حیثیتیں باہم متلازم ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ان کو حل کرنے کے لئے مشترک طور پر جدوجہد نہ کی جاتی۔ جو کچھ باقی ہو

بہر حال مسلمان ہم قوم برادران وطن بھی ہیں اور غیر بھی؛

(۲) اس میں کوئی منافات نہیں ہے کہ ایک ہی وقت میں انسان ہندوستانی بھی ہو، اور مسلمان بھی، تقدم اور تاخر کا لزوم ضروری نہیں ہے، ہم ایک وقت میں بیٹے بھی ہیں، بھائی بھی ہیں، باپ بھی ہیں، ماموں بھی ہیں چچا بھی ہیں وعلیٰ ہذا القیاس۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۳۳) آزادی ہم مسلمان چاہتے ہیں وہ بھی اسی وقت حاصل ہو سکتی تھی جب کہ ہمیں ہندوستانی ہونے کی حیثیت سے آزادی حاصل ہو جائے، چنانچہ اس تعریف کی رو سے ہندی قومیں باعتبار مذہب، معاشرت، تمدن، زبان اور کلچر تہذیب وغیرہ جداگانہ قومیں مانی جائیں گی۔ ع اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا۔

میں بطور دعا کے یہ کیوں نہ پڑھ دوں، اللّٰھم اھد قومی فانھم لایعلمون ۔"

اسی کے ساتھ ملک کی محبت بھی غیر اسلامی چیز نہیں ہے، ورنہ پھر تو سوائے محبت اللہ و رسول کے کسی اور چیز کی محبت بھی غیر اسلامی کہی جائے گی، درانحالیکہ ان کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کتب حدیث و سیر میں اتنے موجود ہیں، جن کا انکار نصوص شرعیہ کے انکار کے مرادف ہوگا غور کیجئے، مکہ کی فتح اور صلح حدیبیہ کو فتح مبین کہا گیا۔ حدیث میں ہے کہ اے سرزمین مکہ تو مجھے محبوب ہے، میں تجھ سے جدا نہ ہوتا، اگر تیرے فرزند مجھے جدا نہ کرتے، ہجرت کے بعد دارالہجرت سے منتقل ہونا محبوب و مستحسن نہ تھا، اس لئے مدینہ منورہ آپکا وطن ہو گیا اس وطن جدید کے لئے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے خدا مدینہ کو ہمارے قلوب میں ایسا محبوب بنا دے جیسا ہم مکہ سے محبت کرتے ہیں یا اس سے زیادہ اے اللہ اس کے صاع اور کھجوروں میں برکت عطا فرما، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نے مجھ سے فرمایا دیکھو مجھ سے بغض نہ رکھنا ورنہ دین سے بالکل جدا ہو جاؤ گے عرض کیا یا رسول اللہ بھلا آپ سے کیسے بغض رکھ سکتا ہوں، آپ ہی کے طفیل میں تو ..... اللہ تعالیٰ نے ہم کو ہدایت نصیب فرمائی، فرمایا عرب سے بغض رکھو گے تو مجھ سے بھی بغض

اور اگر تقدم و تاخر مراتب شمار کرنا ہے، تو ہندوستانیت بحیثیت جسم اور اس کے لوازم کے ہے اور اسلامیت بحیثیت روحانیت اور اس کے لوازم و توابع ہے، بحیثیت وجود بنیادی جسمانیت مقدم ہے۔ بچہ جب تین چلے اپنی پیدائش کے پورے کرلیتا ہے تب روح آتی ہے اور بحیثیت شرف و فضل روحانیت مقدم ہے۔ (مکاتیب شیخ الاسلام)

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

مکتوب نمبر ۱۳۴

جناب مولانا احمد حسین صاحب لاہرپور ضلع سیناپور کے نام

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

مضامین مندرجہ چونکہ دفتر اور ناظم سے تعلق رکھتے تھے اس لئے رجسٹری کراکر ناظم اعلیٰ صاحب کے پاس بھیجدیئے، وہ حج کمیٹی کے ممبر بھی ہیں۔ آپ کے والانامہ مورخہ ۲۷ شعبان نے زیادہ متفکر کردیا، کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ غلہ کی اسکیم کی

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۳۳) رکھنے لگے، ترمذی اور بیہقی وغیرہ میں بھی اس قسم کی روایا موجود ہیں، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وطن اور قوم کے حدود کہاں تک ہیں، حضرت شیخ مدظلہ العالی کے اس والانامہ کی شرح حضرت کا وہ رسالہ ہے جس کو سمجھتے ہوئے مودودی صاحب نے تدلیس سے کام لیا اور تردید میں بے سروپا باتیں حسب عادت بڑھا چڑھا کر لکھیں جو علم اور عقل دونوں کی کمی پر دلالت کرتی ہیں۔

(حاشیہ مکتوب نمبر ۱۳۴) دلائل الخیرات حضرت عارف باللہ مولانا محمد سلیمان صاحب جزولی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرۂ آفاق کتاب ہے، اور بھی بہت سی کتابیں آپ نے تصنیف فرمائی ہیں، آپ کے تلامذہ کی تعداد بیس ہزار سے جو روایت حدیث آپ ہی سے کرتے ہیں

وجہ سے نصیب دشمنان شباب کو جیل کا خطرہ ہے، بہرحال دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمام مکروہات اور اذیتوں سے محفوظ و مصئون رکھے، آمین۔

جب تک اس قسم کے خطرے اور مشکلات پیش ہیں، حسبنا اللہ ونعم الوکیل روزانہ پانچ تسبیح پڑھ لیا کریں، خواہ ایک مجلس میں یا مجالس متعددہ میں۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۳۴) آپ کے دست مبارک پر تقریباً بارہ ہزار لوگوں نے توبہ کی، اتباع سنت آپ پر غالب تھا، نماز صبح کی پہلی رکعت یا دوسری کے سجدہ اولی میں ۱۶ ربیع الاول ۸۷۰ھ میں رحلت فرمائی، کوئی اولاد نہیں چھوڑی، ستر برس کے بعد سوس سے آپ کی نعش کو نکال کر مراکش میں دفن کیا گیا۔ جسد مبارک میں کوئی تغیر نہیں ہوا تھا، بلکہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ ابھی زندہ ہیں اور سو رہے ہیں، آج بھی آپ کے مزار مبارک سے مشک کی خوشبو زائرین کو محسوس ہوتی ہے، اس کتاب کے لکھنے کا سبب یہ ہوا کہ شیخ الدلائل اپنے شاگردوں کے ساتھ ایک دور دراز گاؤں کے قریب پہنچے، جہاں ظہر کی نماز کا وقت بالکل آخر ہو رہا تھا، اور پانی دینے والا کوئی نہ تھا، جستجو کے بعد ایک کنواں دکھلائی دیا تو رسی نہ تھی، کہ پانی نکالا جائے ایک نو سالہ لڑکی اپنے جھروکے سے دیکھ رہی تھی، اس نے شیخ سلیمان جزولیؒ کو آواز دی کہا کیا حال ہے، شیخ نے فرمایا کہ وقت جا رہا ہے، کنواں موجود اور پانی کے ملنے کی کوئی صورت نہیں، لڑکی نے کہا ٹھہر، پھر آئی اور کنوئیں میں درود شریف پڑھ کر لعاب دہن ڈال دیا پانی ابل پڑا اور شیخ نے اپنی ضرورت پوری کر لی، بعد فراغت شیخ لڑکی کے دروازے پر حاضر ہوئے اور بہت منت سماجت کر کے دریافت فرمایا کہ آخر تو اس مرتبہ پر کیسے پہنچ گئی، لڑکی نے عرض کیا کہ ایک درود شریف ہے جسکا ورد اور وظیفہ میں برابر کرتی رہتی ہوں اسی کی برکت سے خدا نے اس مرتبہ پر پہنچایا، شیخ نے وہ درود شریف بھی معلوم کر لیا، اور اپنی کتاب دلائل الخیرات میں درج کر کے ساری کتاب کو درود شریف سے بھر دیا، یہ کتاب اس درجہ مقبول ہوئی کہ اس کی سند اجازت مشایخ برابر دیتے چلے آتے ہیں اور قیامت تک انشاء اللہ تعالیٰ یہ سلسلہ قائم رہے گا، درود شریف کے فضائل

ارادۂ سفرِ حجاز سے مع اہلیہ محترمہ بہت خوشی ہوئی، دعا کرتا ہوں مسبب الاسباب تمام وسائل کو پورا کر کے مقصد میں کامیاب فرمائے آمین، دلائل الخیرات کی آپکو اجازت دیتا ہوں، کراچی کیس میں قتل مسلم کی بحث کے شبہے بوقت ملاقات متعین ہوجائیں، تو اس کی تفصیل زبانی ہوگی، آپ کے پرانے خطوط میں یہ ٹکٹ تھے علیحدہ لکھنے کی وجہ سے یہ ٹکٹ واپس ہیں۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ، ۱۴ رمضان المبارک ۶۲ھ از ٹانڈہ

مکتوب نمبر ۱۳۵

جناب مولانا عزیز الرحمن صاحب نمرولی ضلع دربھنگہ کے نام

واقعی ذکر قلبی کے لئے کسی وقت کی تقیید نہیں ہے، اس لئے جو طریقہ بھی آپ نے حسب فرصت اختیار فرمایا ہے مستحسن ہے، ذکر کے وقت میں جو کیفیت محسوس ہوتی ہے مبارک ہے، اللہم زد فزد اور دوسری کیفیتیں کشادگی وغیرہ اور خفیف سرد ی کی یہ سب جسم عنصری کے ذکر سے متاثر ہونے کے آثار ہیں جس کو سلطان الاذکار[1]

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۳۴) وبرکات آفتاب سے زیادہ روشن ہیں، بعد تلاوت قرآن کریم درود شریف اور کلمہ طیبہ وغیرہ کے ثواب پر امت محمدیہ کا اتفاق ہے ترک فرائض کر کے درود شریف کا پڑھنا مثمر برکات نہیں خوب سمجھ لیا جائے۔

(حاشیہ مکتوب نمبر ۱۳۵) [1] سلطان الاذکار کے مختلف طریقے ضیاء القلوب وغیرہ کے اندر درج ہیں حضرت امام العصر کے اس والا نامہ میں بھی سلطان الاذکار کا نام آگیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ مرید کو چاہیئے کہ سر سے پیر تک اس کا ہر بن مو اپنی ذات کی طرف متوجہ ہو کر اسم ذات کو ملاحظہ کرے، اور مرشد بھی اسکے تمام اجزا کی طرف تمام و کمال صرف ہمت فرمائے اور اس شغل کو اس حد تک کرے کہ ہر بن موسے ذکر جاری ہو جائے یہاں تک کہ اگر خود اپنے کو غافل رکھنا چاہے ممکن نہ ہو اسی کا نام سلطان الاذکار ہے۔

کہتے ہیں، فللہ الحمد والمنۃ اللہ تعالیٰ ہر روز افزوں ترقی عطا فرمائے. آمین،
یقیناً نفس جو کہ مادیات سے پیدا ہوا ہے، اور سب سے بڑا دشمن روحانیت اور
ملکیت کا ہے. کما قال علیہ السلام ان اعدا عدوک نفسک التی بین جنبیک،، وہ اپنے
...... مالوفات اور خواہشات پیش کرتا ہوا منازعت کریگا شرع کی روشنی سے
اس کی ظلمتوں کو مٹائیے اور استقامت کی داد دیجئے، قرآن اور سنت کی پیروی میں
کوشاں رہیں، اللہ تعالیٰ مدد فرمائے گا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّہُمْ طَآئِفٌ
مِّنَ الشَّیْطَانِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ھُمْ مُّبْصِرُوْنَ وَاِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطَانِ نَزْغٌ
فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ (الآیۃ) گناہوں پر ندامت ہوئی بڑی نعمت ہے، شکر ادا کرتے
رہیئے، نماز کی طرف رغبت اور نماز کی شیرینی حلاوت ایمان سے ہے اللہ تعالےٰ
روز افزوں اس میں ترقی عطا فرمائے آمین، ہمیشہ ذات مقدسہ فاطر السموٰت
والارض مالک الملک رب العلمین کا خیال اور دھیان ہونا چاہیئے، کسی مخلوق
کا خیال غیر اللہ کا خیال ہے، حتی الوسع اس کے تحت لا کھینچئے اور کنارہ کشی کیجئے۔
زیارت باسعادت کے لئے بعد از عشا غسل کر کے (شب جمعہ میں) دھوئے ہوئے یا نئے کپڑے
پہنئے، خوشبو لگائیے، پاک صاف جگہ میں اگر بتی جلا کر دو رکعت نماز بہ نیت حصول زیارت پڑھیئے، ہر
رکعت میں بعد از فاتحہ پچیس ۲۵ مرتبہ سورۂ اخلاص (قل ہو اللہ) پڑھئے سلام پھیرنے کے بعد
(صلی اللہ علی محمد النبی الامی) ایکہزار مرتبہ پڑھئے، اور پھر اسی جگہ پر قبلہ رو داہنی کروٹ سو جائیے
اگر اس شب میں زیارت ہو گئی فبہا ورنہ اگلی شب میں بھی ایسا ہی کیجئے انشاء اللہ اگلے جمعہ تک میں یہ
شرف حاصل ہو جائے گا تا حصول زیارت ہر رات میں عمل مذکورہ بالا رہنا چاہیئے، تہجد کے پڑھنے کی
اجازت طلب کرنی کیسی؟ ہمت کیجئے اور کوشش جاری رکھیئے اللہ تعالیٰ مدد فرمائے اسکا کوئی خصوصی
طریقہ نہیں، ہاں قرآن جسقدر بھی ممکن ہو اس میں پڑھنا بہت بہتر ہے۔ والسلام)
ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ وارد حال نئی سڑک سلہٹ ۲۳ رمضان المبارک ۶۴ھ

مکتوب نمبر ۱۳۶

جناب مولوی عبدالحمید صاحب مدرسہ اشرف العلوم گنگوہ ضلع سہارنپور کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج مبارک۔

جن باتوں کے متعلق آپ نے سوال فرمایا ہے، ان کا جواب حسب ذیل ہے۔

(۱) اولاً بطور تمہید یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام انسان ہوتے ہیں جو بشری لوازم ہیں، ان میں بھی پائے جاتے ہیں بھوک، پیاس، سردی، گرمی، نیند، بیماری، دکھ، درد محبت اولاد نفرت از اعداء وغیرہ اوصاف بشریہ ہیں مثل تمام انسانوں کے ہوتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ بھی مثل تمام انسانوں کے احکام خداوندی کے مکلف ہیں، وہ مثل فرشتوں اور ارواح قدسیہ کے ان احساسات بشریہ اور خواہشات نفسانیہ سے منزہ اور بے لوث نہیں ہوتے، بلکہ بسا اوقات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قویٰ... اور استعدادات بشریہ عام انسانوں سے بدرجہا زاید ہوتے ہیں، لیکن انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں خیر اور خشیت الہیہ کا غلبہ ہوتا ہے، حضور دائمی جناب باری عزاسمہٗ کا حاصل رہتا ہے، جس کی وجہ سے خیر کی رغبت اور شرور سے نفرت اور دوری ہتی

(حاشیہ مکتوب نمبر ۱۳۶) استاذنا المکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

بندہ کے دل میں ایک اشکال پیدا ہوا ہے جو کہ ایک مسلمان کے دل میں نہ ہونا چاہئے اور وہ یہ ہے کہ جب کہ یہ امر مسلم ہے کہ جمیع انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں تو پھر آیات اوّل سورہ تحریم نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کے مخالف حضرت عمرؓ کی رائے کے موافق وحی کا نازل ہونا یا ان شاء اللہ نہ کہنے پر وحی کا رک جانا وغیرہ کا کیا بھی ہو گا عصمت کیا ہے؟

(۲) یہ خیال اس وقت سے پیدا ہوا جب سے مودودیت جو گنگوہ میں صورت فتنہ

ہے۔ اگر کبھی کبھی ، بمقتضائے طبیعت یا وساوس شیطانیہ کسی معصیت کی طرف میلان ہوتا ہے تو حفاظت خداوندی اور نگہبانی ربانی رکاوٹ پیدا کردیتی ہے اور بیچ میں حائل ہوجاتی ہے، اسی حیلولہ اور رکاوٹ کا نام عصمت ہے، بخلاف فرشتوں کی معصومیت کے کہ ان کے یہاں ایسی خواہشات کا مادہ ہی نہیں ہوتا ان کا معصوم ہونا ایسا ہی ہے جیسے کہ بچہ اور عنین میں مادہ جماع اور رغبت الی النساً کا مادہ ہی نہیں ہے، اس لئے ان کو معصوم کہنا حقیقی نہیں ہے بلکہ مجازی ہے۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں یہ عصمت گناہوں اور ان اعمال کے متعلق ہوتی ہے، جوکہ از قبیل جوارح یا عمل قلب ہیں اور جو چیز از قبیل علم اور رائے ہیں ان میں عصمت کو دخل نہیں ہے، ممکن ہے پیغمبر کی کوئی رائے غلط ہو، البتہ اس کو جب کبھی عملی جامہ پہننے کا موقع آتا ہے تو وہاں عصمت خداوندی آکر حائل ہوجاتی ہے اور رائے کی غلطی پر متنبہ کردیتی ہے، بشرطیکہ وہ عمل از قسم معاصی ہو اور اگر وہ عمل درجۂ معصیت نہیں رکھتا ہے بلکہ از قسم ترک اولیٰ یا بعض درجہ والوں کے لئے معصیت اور بعض درجہ والوں کے لئے معصیت نہیں ہے یا از قسم صغائر ہے تو وہاں عمل کے وقت میں بھی عصمت رکاوٹ نہیں ڈالتی، ہاں چونکہ پیغمبری کے درجہ والوں کے لئے وہ سیئہ تھی، اس پر مواخذہ الوہیت ہوجاتا ہے جیساکہ بعض صغائر پر مقربین کی گرفت ہوجاتی ہے، حسنات الابرار سیئات المقربین، انبیاءؑ سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام پر گرفتیں اسی قسم کی ہیں۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۳۲) اختیار کئے ہوئے ہے کچھ تبادلۂ خیالات اور کچھ ان کے اخبارات کا مطالعہ تردید آگیا، یہ لوگ صحابہ تک کو متجاوز کہہ دیتے ہیں، چنانچہ حضرت علی و ابن عمر و حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کو احیاء تبلیغ دین میں متجاوز عن الاعتدال کے الفاظ اختیار کئے ہیں نیز خود مسلک اعتدال میں فرماتے ہیں کہ میں نے اشخاص ماضی و حال کے بلا واسطہ دین کو

اس تمہید کے بعد عرض یہ ہے کہ جو شبہات آپ کو پیش آئے ہیں، ان میں غور فرمائیے وہ از قسم معاصی ہیں ہی نہیں سورہ تحریم میں جو واقعہ پیش آیا ہے کہ آنجناب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قسم کھائی کہ اب سے حضرت زینبؓ کے یہاں کا شہد نہ پیوں گا۔ یا اب سے اپنی مملوکہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے جماع نہ کروں گا، یہ دونوں چیزیں از قسم معصیت ہی نہیں، دوسری ازواج کو خوش کرنے کی بنار پر یہ عمل کیا گیا تھا، جو کہ آپ جیسے اولعزم مقرب کے مقام عالی کے مناسب نہ تھا، اس لئے اس پر عتاب کیا گیا لہٰذا یہ بابِ عصمت میں آتا ہی نہیں ہے۔

حضرت عمرؓ کی رائے پر وحی کا آنا اکثر امور میں تو ان کی رائے ہے جس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت نہیں ہے، البتہ بعض امور میں مخالفت بھی ہے، جن میں رائے نبویہ علیہ السلام اور اس پر عمل میں کوئی معصیت نہیں تھی۔ فقط ترک اولیٰ کی بنار پر عتاب کیا گیا جیسے اساری بدر کا واقعہ تھا۔ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے مشورہ لیا، کیونکہ باوجود انتظار کوئی حکم نہیں آیا تھا، ایک جماعت نے مشورہ فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا دیا، کہ توقع امید ہے کہ آیندہ مسلمان ہو جائیں اور اس وقت فدیہ لے کر مسلمانوں کا فقروفاقہ دور ہو جائے اور جہاد مستقل کے لئے سامان تیار کر لیا جائے، دوسری جماعت نے

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۳۶) کتاب وسنت سے سمجھا ہے، نیز حضرت حاجی علیہ الرحمۃ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے متعلق لکھتے ہیں، ان حضرات نے ابتدائی زندگی میں تو اچھا کام کیا مگر آخر عمر میں ایسی مسموم غذا مسلمانوں کو دے گئے ہیں کہ آج تک مسلمان اس کے زہر سے محفوظ نہیں ہیں۔ اور بھی تنقیدات تصوف پر بہت کی ہیں، بعض اہل گنگوہ دیگر بعض کو حضرت ابوسعید سعید علیہ الرحمۃ کے مزار پر جانے سے روکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک سنیاسی ہے، جو

مشورہ ان کے قتل کر دینے کا دیا کہ یہ دشمنوں کے سردار اور لیڈر ہیں ان کے قتل سے کفر کی ہیبت ٹوٹ جائے گی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہی مشورہ تھا، رحمۃ للعالمین کو پہلا مشورہ پسند آیا، اور آپ نے اسی کا حکم دیا۔ اس پر عتاب کیا گیا۔ اور آیت حسب رائے عمر رضی اللہ عنہ اتری حقیقت میں کوئی جائے معصیت نہ تھی، رائے کی غلطی کوئی گناہ نہیں، خصوصاً جبکہ کوئی حکم اس بارہ میں آیا ہی نہ ہو اور بالاخص جبکہ اس رائے میں امور شرعیہ کا لحاظ ہی باعث ہوا ہو، انبیاء کی عصمت اس سے کب دور ہوتی ہے، نہ یکھئے حضرت داؤد علیہ السلام نے جو فیصلہ عادلانہ دیا تھا، اور .... وہی فیصلہ آج شریعت محمدیہ کا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا صلح جویانہ فیصلہ جس کو ففہمنا ہا سلیمان کے ساتھ فرمایا گیا ہے، اور اس پر پسندیدگی کا اظہار فرمایا گیا ہے، اس کے خلاف ہے، مگر حضرت داؤد علیہ السلام کے فیصلہ کو معصیت نہیں قرار دیا گیا، اور فرمایا گیا وَکُلًّا آتَیْنَا حُکْمًا وَّعِلْمًا، جس سے صاف ظاہر ہے کہ ہر دو فیصلے اپنی اپنی جگہ پر ٹھیک تھے، مگر اولیٰ اور بہتر حضرت سلیمان علیہ السلام کا فیصلہ تھا، یہی صورت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رایوں کی ہے، یہ بات دوسری ہے کہ بارگاہ خداوندی کسی امر پر گرفت فرمائے اس کو حق ہے کہ صغائر اور خلاف اولیٰ پر بھی گرفت کر بیٹھے، یہ ضرور نہیں.....کہ معصیت ہی پر گرفت کیا کرے، لفظ انشاء اللہ نہ کہنے پر گرفت کا ہونا بھی اسی قبیل ترک اولیٰ سے ہے، خصوصاً اس وقت میں جب کہ اس کے متعلق کوئی حکم نہیں آیا تھا۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۳۲) پتھروں میں پڑا ہے، اور یہ مشہور مقولہ ہے مودودیوں کا کہ دیوبند اور مظاہر میں قربانی کے مینڈھے تیار کئے جاتے ہیں، علماء پر زبردست، ریمارک خاص کر ماضی قریب کے بزرگوں پر، اس وقت یہ عرض کرنے کا مقصد ہے کہ آیا ہم کھل کر ان لوگوں کو جواب

سردار انبیاء علیہم السلام کا منصب اعلیٰ اس کا مقتضی تھا کہ وہ تمام امور کو اللہ تعالےٰ پر مفوض فرماتے، مگر آپ بھول گئے، آپ کی اس نسیان پر عتاب آمیز کلمات اور امساک عن الوحی بطور تادیب ارشاد عمل میں لائے گئے، آج بالاتفاق نہ تو سہو اور نسیان گناہ ہے اور نہ قصداً ترک انشاء اللہ معصیت ہے نہ کبیرہ نہ صغیرہ جب کہ خطرہ حدیث نفس، ہم[1] وغیرہ معصیت نہیں ہیں تو ان سے عصمت کیوں ضروری ہوگی، آپ کا یہ فرمانا کہ عصمت کلی نہ رہ جائے گی، یہ کس طرح صحیح ہو سکتا ہے، کیونکہ عصمت معصیت اور گناہ سے ہوتی ہے، اور یہ چیزیں گناہ ہی نہیں ہیں۔

(۲) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ خواہ صحابۂ کرام ہوں یا اولیائے عظام یا آئمۂ حدیث و فقہ و کلام کوئی بھی معصوم نہیں ہے سب سے غلطیاں ہو سکتی ہیں مگر ان کے متعلق اعتمادیت کی شہادتیں، قرآن و حدیث میں بکثرت موجود ہیں، اور ان کے اعمال نامے اور اتقاء و علم کی تاریخی روایات معتبرہ اس قدر امت کے پاس موجود ہیں کہ قرون حالیہ کے پاس ان کا عشر عشیر بھی نہیں ہے ان پر تنقید انہیں جیسے پایۂ علم و اتقا والا کر سکتا ہے، ہمارے زمانہ کے ٹٹپو نجیے جنکے پاس نہ علم ہے نہ تقویٰ کیا منہ رکھتے ہیں کہ زبان دراز کریں، سوائے اپنی بدبختی کے اظہار کے اور کیا حیثیت رکھتے ہیں، ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد   میلش اندر طعنۂ پاکان برد

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۳۶) دیں کیونکہ خاص کر گنگوہ سے جملہ واسطہ ہے۔

(۳) یہ کہ بندہ حضرت سے ارادت بھی رکھتا ہے اور اپنے اندر بہت زیادہ عملی کوتاہی پاتا ہے لہذا درخواست ہے کہ دعا فرماویں۔ والسلام۔ (عبدالحمید)

آیات قرآنی کا ترجمہ گذر چکا ہے۔ [1] لفظ ہم۔ کے معنے ہیں خیال اور وسوسہ کے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تو ان کی تعریف فرماتا ہوا ارشاد کرتا ہے محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار الآیۃ ...... دوسری جگہ ہے ولکن اللہ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم الآیۃ ...... تیسری جگہ ہے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس الآیۃ ...... چوتھی جگہ ہے ...... وکذالک جعلناکم امۃ وسطاً الآیۃ ...... اور یہ کم بخت ان کی شان میں ہذیان بکتے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوا ھم من بعدی غرضا[1] آپ فرماتے ہیں۔ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم۔ اور یہ بدبخت ان کی شان میں بدگوئیاں کرتے ہیں، سوائے بدنصیبی کے اور کیا ہے، ان خبیثوں سے گفتگو اور مناظرہ کرنا اپنے وقت کو ضائع کرنا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی اور ہماری ہدایت فرمائے آمین، دارالعلوم اور مظاہرالعلوم یا ان کی بنیاد رکھنے والوں اور طلبہ اور مدرسین کے متعلق ہر گمراہ اور مخالف اسلام و مخالف اہلسنت ایسے ہی الفاظ کہتا ہے۔

(۳) ذکر اور عبادت اور اتباع شریعت اور سنت میں ہمیشہ مشغول ہیں علوم دینیہ کی اشاعت اور تبلیغ میں جس قدر ممکن ہو عمر عزیز کو صرف کرتے رہیں دعا کرتا ہوں۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ

---

[1] ترجمہ:۔ خدا سے ڈرو، خدا سے ڈرو:۔ میرے اصحاب کے متعلق میرے بعد ان کو نشانہ تنقید نہ بناؤ۔ اس حدیث کے باقی حصہ کا ترجمہ یہ ہے کہ جو شخص میرے اصحاب سے محبت رکھتا ہے تو ..... درحقیقت اس کو مجھ سے محبت ہے اور میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھتا ہے۔ اور جو شخص ان سے بغض رکھتا ہے تو درحقیقت اسکو مجھ سے بغض ہے اور اس سبب سے ان سے بغض رکھتا ہے، (معاذ اللہ)

مکتوب نمبر ۱۳۷

جناب اقبال احمد خانصاحب سہیل ایل ایل بی کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، مزاج مبارک

مجکو بعض ضروری گذارشات عرض کرنی ہیں، مگر چونکہ عرصہ سے اعظم گڈھ حاضر ہونے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اس لئے اب تک ان کے پیش کرنے کا موقع نہیں ملا اس مرتبہ رمضان شریف میں سخت بیمار ہوگیا تھا، جس کا اثر اب تک ہے، اس لئے

(حاشیہ مکتوب نمبر ۱۳۷) مدرسۃ الاصلاح سرائے میر سے حضرت شیخ الاسلام مدظلہ العالی کا قدیم تعلق ہونا تو ایک جانی بوجھی بات ہے، ممکن ہے کہ حالت کے الٹ پھیر میں باتیں ضائع ہوجائیں اور مدرسہ مذکور کے تاریخ نگار کو زحمت پیش آئے۔ اس لئے ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ بعض اصولی اور تاریخی امور کو مختصراً یہاں پر درج کردیں تاکہ سند رہے اور وقت پر کام آئے، یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ضلع اعظم گڈھ کے اطراف و دیار کے باہوش اور درد مند مسلمانوں نے جس مجلس کی داغ بیل بنام انجمن اصلاح قوم و برادری ضلع اعظم گڈھ ۱۳۲۱ھ میں ڈالی تھی اور جس کے کل بارہ جلسے مدرسہ مذکور کے قریبی مواضعات سیدھا سلطانپور، مرزا پور، بینا دج، سرائے میر، راجہ پور سکرور، بڈھریا، نظام آباد، سہریا، سلم پٹی، منجیر پٹی وغیرہ میں ہوئے تھے۔ جیسا کہ دستخط ممبران مواضعات و شرکائے انجمن اور اس کی عہد بعہد کامیابی کی تفصیلات سے ظاہر ہے، یہی مجلس انجمن اصلاح اعظم گڈھ ترقی کرکے مدرسۃ الاصلاح المسلمین سرائے میر کی شکل میں منتقل ہوگئی۔ جس کے اصلی روح رواں مولانا محمد شفیع صاحب مرحوم سیدھا اور مولانا عبد الاحد صاحب مرحوم فاضل دیوبند تھے، اس مدرسہ کا سنگ بنیاد ۱۳۲۶ھ کے موسم بہار میں مولانا سید ابن حسن صاحب مرحوم، مغفور شاگرد حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دست مبارک سے رکھا اور مذکور مدرسہ کی ترقی و کامیابی کی بنائیں

اس سفر میں حاضری سے محروم رہا، مجبوراً تحریر کرنا ضروری معلوم ہوا، مدرسۃ اصلاح سرائمیر سے مجھکو جو کچھ قدیم سے تعلق ہے، وہ آپ حضرات کو بخوبی معلوم ہے، مدرسہ مذکور

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۳۷) فرمائیں، گو بعد کو قوم و برادری کے دیگر علمائے کرام تکمیل کے نقشے مرتب کرتے رہے، لیکن اولیت اور الفضل للمتقدم کا طغرائے امتیاز اول الذکر حضرات ہی کے بے لوث ایثار اور خلوص کا مرہونِ منت نہ ہے، اور اب اس مدرسہ کا نام بھی بدل کر مدرسۃ اصلاح ہوگیا ہے، پھر عرصہ کے بعد علامہ شبلی نعمانی مرحوم نے اس کے ابتدائی اغراض و مقاصد، نصاب تعلیم اور طریقۂ کار کا خاکہ تیار کیا، اور استاد امام مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائے قیام سے اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک بحیثیت ناظم اس کی خدمت کی اس کے ناتمام شعبوں کی تکمیل فرمائی اور اس کی خاطر دنیا کے تمام دوسرے مشاغل سے علیحدہ ہوگئے اور مدرسہ کا یہ پہلا دور آپ کی وفات ۱۹۳۰ء پر جاکر ختم ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون حضرت مولانا مدنی مدظلہ العالی کا مدرسہ مذکور سے پہلا تعلق تو یہ ہے کہ اس کا سنگِ بنیاد ایک دیوبندی عالم اور شیخ الہندؒ کے شاگرد نے رکھا ہے، دوسرے یہ کہ مولانا فراہیؒ اور مولانا مدنی کی پہلی ملاقات کلکتہ میں اس وقت ہوئی جب مولانا فراہی مرحوم مدرسہ کے کام سے رنگون تشریف لیجارہے تھے اس کے بعد پھر ۱۹۳۲ء میں مدرسہ پر مولانا مدنی مدظلہ العالی پہلی بار تشریف لائے اور پھر سیاسی مشاغل قید و بند کے مصائب سے تشریف لانا ممکن نہیں ہوا حسنِ اتفاق کہیئے یا سوئے اتفاق کہ ۱۹۳۶ء میں مدرسہ کے آرگن رسالہ الاصلاح فروری ۱۹۳۶ء کی شائع شدہ ایک ناقص تحریر کی بناء پر مولانا شبلی نعمانی اور مولانا حمید الدین فراہی رحمہما اللہ کی تکفیر کی گئی، اور انہیں کے تعلق سے مدرسۃ الاصلاح کے اساتذہ کارکنوں اور تمام متعلقین اور ہمدردوں کو بھی کافر قرار دیا گیا، اور اس کا اثر مدرسہ پر بڑی تیزی سے پڑا، اطراف و دیار کے مسلمان مدرسہ سے درجہ بدظن اور سارے ضلع اور ملک میں ایک آگ سی لگ رہی تھی، ان حالات کو دیکھ کر شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی مدظلہ العالی نے مدرسہ پر ایک دالانامہ اس

کے روح رواں مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ تھے، جو کہ قرآن شریف کے مُسلّم عالم تھے، اور ایک خاص فکرو خیال رکھتے تھے ضرورت تھی کہ مدرسہ مذکور کے

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۳۰) مضمون کا روانہ فرمایا کہ مولانا حمید الدین فراہی مرحوم ....

..... اور مولانا شبلی مرحوم کی تکفیر الاصلاح فروری ۱۹۳۶ء کے جس مضمون کی بنا پر کی گئی ہے اس کو میرے پاس روانہ کر دیا جائے، پرچہ روانہ کر دیا گیا اس کے بعد حضرت مولانا مدنی مدظلہٗ العالی نے تحریر فرمایا کہ میں فلاں تاریخ کو مدرسۃ الاصلاح پہنچ رہا ہوں، چنانچہ تشریف لائے الاصلاح کی جن عبارتوں پر تکفیر کی گئی تھی ان کو دیکھنے اور اساتذہ مدرسہ سے چند استفسارات کے بعد حضرت مولانا مدنی ظلہٗ العالی نے مندرجہ ذیل بیان بغرض اشاعت عنایت فرمایا۔

محترم المقام زید مجدکم۔　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ حضرات کے منسلکہ جوابات کو دیکھ کر مجھے اطمینان کلی ہو گیا اور جو شکوک و شبہات مجھ کو مولوی محمد فاروق صاحب کے کھلے معروضہ کو دیکھنے اور دیگر حضرات کے کلمات کی بنا پر پیدا ہوئے تھے وہ سب رفع ہو گئے، مجھے سخت تعجب ہے کہ ان حضرات نے ایسے سخت گذار خطرناک راستہ یعنی تکفیر مومنین کو کیوں اختیار فرمایا ہے، حالانکہ اس کے اور اس کے مماثل امور کے لئے نہایت شدید وعیدیں وارد ہوئی ہیں، کیا "فقد باء بہ احدھما" الحدیث اور کل المسلم علی المسلم حرام الحدیث وغیرہ احادیث نبویہ انزجار کے لئے کافی نہیں ہیں، کیا آپس کے نزاعات نفسانیہ اس کی اجازت دیتے ہیں، کہ افتراآت اور بہتانوں کا طومار باندھ کر تکفیر کے فتاویٰ حاصل کئے جائیں، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ،

ہم نے مدرسۃ الاصلاح کے پرچے دیکھے، مجھکو ان میں ایسی کوئی چیز نہیں ملی جس کا کوئی صحیح محل نہ ہو سکتا ہو، مجھکو سخت افسوس ہے کہ مولانا فاروق صاحب اور انکے

اساتذہ اور طلبہ مولانا مرحوم کی زندگی کو اپناتے اور سلف صالحین و اکابر اہل سنت و الجماعت کے طریقہ کو مضبوطی سے پکڑتے ہوئے مولانا مرحوم کے اصول کے مطابق علمی جد و جہد جاری رکھتے، لیکن یہ معلوم کرکے سخت صدمہ ہے کہ اب اس مدرسہ میں مودودی جماعت کا

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۳) ہوا نقین نے وہی ناپاک طریقہ اختیار فرمایا ہے، جو کہ مولوی احمد رضا خاں بریلوی اور ان کے ہمنواؤں کا تھا، اور ہے فالی اللہ المشتکی آخر میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم کو اور ان حضرات کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، اور "ان النفس لامارۃ بالسوء" کا مظہر بننے سے محفوظ رکھے، واللہ ولی التوفیق۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۱۰ر صفر ۱۳۵۵ھ)

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی مدظلہ العالی کے اس قول فیصل نے قصر تکفیر کے ایک ایک ستون اور ایک ایک اینٹ کو منتشر کر دیا، غوغا تکفیر اور کافرگری کا ناس ہو گیا حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم وغیرہم اکابر علماء اور مفتیان ہند نے بعض تشریحی مضامین پڑھنے اور مولانا مدنی مدظلہ العالی کے محاکمہ پر تکفیر سے رجوع کر لیا مدرسۃ الاصلاح سرائے میر کی اس نشاۃ ثانیہ کا سہرا حضرت مولانا مدنی مدظلہ العالی کے سر رہا، اگر یہ بطل حریت اور زعیم ملک و ملت پیکر زہد و تقویٰ اپنے غیر معمولی خلوص اور علم و عمل کی بے پناہ طاقت سے مسلح ہو کر اس فتنہ کا سد باب نہ کرتا تو ہندوستان کے اندر کسی عالم اور مائی کے لال کو اتنی طاقت نہ تھی جو مدرسہ مذکور کو تباہی سے بچا سکتا حضرت مولانا مدنی کا مدرسہ پر یہ وہ احسان ہے کہ اس سے بڑا کسی اور کا کوئی احسان نہیں اور مدرسہ سے مولانا ممدوح کو جو تعلق ہے کیا اس سے بڑا اور اہم کوئی علاقہ ہو سکتا ہے، بس یہی وہ چیزیں ہیں کہ مولانا مدنی مدظلہ العالی نے جماعت اسلامی کے لوگوں کے خیالات اور لٹریچر کی اشاعت کو مسلمانوں کے لئے سخت مضر سمجھ کر رد کیا ہے۔ "زندگی" رام پور جس کا حوالہ

زور ہے، جیسا کہ جماعت کا آرگن زندگی رام پور مورخہ دسمبر و جنوری ۶۲-۱۹۶۳ء صفحہ ۱۰۲ سے ظاہر ہے، ایسی صورت میں آپ جیسے اراکین مدرسہ کا فرض ہے کہ اس خیال

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۳۷) حضرت مولانا مدنی مدظلہ العالی نے اپنے والا نامہ میں دیا ہے اس کے اندر یہ عبارت موجود ہے۔

"ملک کی کوئی بھی مشہور دینی درسگاہ ایسی نہیں ہے، جہاں ہمارا لٹریچر پڑھا جاتا ہو اور کچھ لوگ متاثر نہ ہوں، لیکن اس سلسلہ میں مدرسۃ الاصلاح سرائمیر خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں، ان درسگاہوں میں طلبہ اور اساتذہ کی معتدبہ تعداد تحریک سے روز بروز متاثر ہوتی چلی جارہی ہے۔"

حضرت مولانا فیض الحسن سہارنپوریؒ شارح حماسہ جو مولانا فضل حق خیرآبادی کے ممتاز شاگردوں میں تھے، اور اپنے زمانہ کے سب سے بڑے ادیب تھے، قرآن پاک کی معجزانہ وسعت بلاغت کی نکتہ رسی آپ کا سب سے بڑا فیض تھا، استاذ امام مولانا حمید الدین فراہیؒ آپ ہی کے شاگرد تھے، جو اپنی فطری جودتِ طبع اور قرآنی معرفت کی بدولت اپنے عہد کے سب سے بڑے ماہر قرآن تھے، مولانا تھانویؒ اور مولانا فراہیؒ ایک ہی استاذ کے شاگرد تھے آپ کی بیعتِ ارادت حضرت شاہ وارث حسن صاحبؒ کوڑا جہاں آبادی خلیفہ مجاز حضرت قطب گنگوہیؒ سے حاصل تھی، آپ کے زہد و اتقاء، علم و عمل کے بارے میں ہم عہد حاضر کے ایک ممتاز عالم امام الہند مولانا آزاد مدظلہ کی شہادت پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

"مولانا حمید الدین مرحوم۔ ان علمائے حق میں سے تھے، جن کا سرمایۂ امتیاز صرف علم ہی نہیں ہوتا کہ بلکہ عمل بھی ہوتا ہے اور اس دوسری جنس کی کمیابی کا جو عالم ہے وہ اہلِ نظر سے پوشیدہ نہیں، میں جب کبھی ان سے ملا، مجھ پر ان کے علم سے زیادہ ان کی عملی پاکی کا اثر ہوا۔ وہ پورے معنوں میں ایک متقی ... اور راست باز انسان تھے، ان کے دل کی پاکی اور نفس کی طہارت دیکھ کر رشک آتا تھا

کے لوگوں سے مدرسہ کو پاک فرمائیں، یا کم از کم یہ کریں کہ مدرسے سے ان کے لٹریچر اور خیالات کی (جو کہ گمراہیوں سے بھرے ہوئے ہیں) نشر و اشاعت قطعاً نہ ہو،

ابو الکلام کلکتہ ۴ جنوری ۳۶ء۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۳۰)

ان عبارتوں کے نقل کرنے اور مولانا حمید الدین رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مدرسۃ الاصلاح سرائمیر کو آج جاری ہنگامۂ تکفیر کو نہ تو فراموش کرنا اور مولانا حمید الدین فراہیؒ کو بھول جانا چاہیئے تھا، ۳۶ء اور اس کے کچھ دنوں بعد تک حضرت مولانا مدنی مدظلہ العالی ہی کا نام آپ ہی کے انقار و اخلاص، علم و عمل جہاد اور قربانی وغیرہ کا اساتذہ و طلباء مدرسہ میں چرچا تھا، اب انہیں سے علی الرغم جماعت اسلامی کا اڈا اور مودودی لٹریچر کے سپلائی کا مرکز مدرسۃ الاصلاح کو بنا دیا گیا ہے، ہفتہ وار، ماہانہ، بلکہ سالانہ اجتماع بھی ہوتا رہتا ہے، افسوس جس ذاتِ گرامی کی بدولت مدرسہ کی اینٹ سے اینٹ ٹکرا کر ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گئی تھی، آج اسی ذات پر جماعتِ اسلامی مدرسۃ الاصلاح کے اندر رہ کر جو جرح کر رہی ہے وہ محتاج بیان نہیں، مگر ان نادانوں کو معلوم نہیں کہ حضرت مولانا مدنی مدظلہ العالی کا دل اپنے ہم قوموں کی اس قسم کی نادانیوں کو معاف کر دینے کیلئے پوری طرح فیاض ہے، مولانا مدنی ان علمائے حق میں ہیں جن کا سرمایۂ امتیاز محض خانقاہ نشینی اور علم و فن کی خدمت نہیں رہا ہے، بلکہ جو جہاد اور حریت، انقار و اخلاص میں اپنے عہد کے ممتاز فرد اور ان خواص امت میں سے ہیں کہ جن کا شیوہ گفتار سے زیادہ کردار رہا ہے اور ہر طرح کے باطل کا مقابلہ آپ کا سب سے بڑا طرۂ امتیاز ہے جس سے سلف کی تاریخ زندہ ہے۔ مولانا مدنی مدظلہ العالی جماعت اسلامی کو مسلمانوں کے لئے سخت مضر سمجھ رہے ہیں اس لئے ان کا دینی فریضہ تھا کہ مدرسہ سرائمیر کے ارکان کو خیر خواہانہ مشورہ دیکر مدرسۃ الاصلاح کو آیندہ کی تباہی سے متنبہ فرما دیں، باقی فیصلہ تو زمانہ کرے گا، افسوس تو اس کا ہے کہ ابھی مولانا فراہیؒ کا کفن بھی میلا نہ ہوا ہوگا، اور اتنی جلدی ان کے کام اور نام

میں نے ان کو بغور دیکھا ہے میں جہاں تک سمجھ سکا ہوں یہ جماعت مسلمانوں کے عقائد اور اصول کے لئے سخت مضر اور گمراہ کن ہے، یہ رائے صرف میری نہیں ہے بلکہ تمام علماء دیوبند و سہارنپور و دہلی وغیرہ اسی نتیجہ پر ہیں، اگر زندگی باقی ہے اور حاضری کا کوئی موقع ملا تو ان شاء اللہ مزید توضیحات پیش کروں گا۔

والسلام: ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ٹانڈہ فیض آباد ۴ جولائی ۵۳ء

مکتوب نمبر ۱۳۸

جناب مولانا عبداللہ بستی کے نام

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

محترما! مودودی جماعت کے لٹریچر جن کی اشاعت کی جارہی ہے وہ ایسے مضامین سے لبریز ہیں جو کہ ضلال سے پر ہیں گمراہی کے پھیلانے والے ہیں، "مشتے نمونہ از خروارے" چند باتیں پیش کرتا ہوں۔

صفحہ ۳۲ ترجمان ۳۵/۳۶ میں بطور قاعدہ کلیہ لکھا گیا ہے:

"اگر کسی شخص کے احترام کے لئے یہ ضروری ہو کہ اس پر کسی پہلو سے کوئی تنقید نہ کیجائے

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۳۷) پر جماعت اسلامی کے غیر ممبر افراد کے کاغذی اور ہوائی مزخرفات کو ترجیح دیدی گئی، نالی اللہ المشتکی یہ فکر و نظر کی گمراہی نہیں تو اور کیا ہے؟۔

(حاشیہ مکتوب نمبر ۱۳۸) سیدی و مطاعی استاذی و مرشدی ادام اللہ فیضکم نفعنا آ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آج یکم ذیقعدہ بروز جمعہ گرامی نامہ دستیاب ہوا، بغور پڑھا، ایسے مکاتیب سے جو صدمات ہونے چاہئیں ہوئے اور نہ جانے کب تک رہیں گے، اللھم ارحم رحمۃ کاملۃ، سر نامہ پر سلام اور نقش تسمیہ نہیں تھا، اخیر میں سلام کے لئے وہ الفاظ استعمال کئے گئے، جو...... کے لئے

تو ہم اس کو احترام نہیں سمجھتے بلکہ بت پرستی سمجھتے ہیں اور اس بت پرستی کو مٹانا منجملہ ان مقاصد کے ایک اہم مقصد ہے جس کو جماعت اسلامی اپنے پیش نظر رکھتی ہے۔

غور فرمائیے اس کے الفاظ میں وہ عموم ہے جو کہ انبیاء، اولیاء، صحابہ تابعین، آئمہ مذاہب و محدثین فقہاء، عوام و خواص سب کو شامل ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ رسول صلعم اور نہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام اور نہ خلفائے راشدین وغیرہ میں سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں ہے، کسی کو بھی تنقید سے بالاتر کہنا اور سمجھنا بت پرستی اور شرک ہے۔

ادھر دستور جماعت مطبوعہ مکتبہ جماعت اسلامی لاہور صفحہ ۵ میں ہے،

• رسولِ خدا کے سوا کسی انسان کو معیارِ حق نہ بنائے، کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو۔ الخ۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۴۰) استعمال ہوتے ہیں، اس سے مجھے اچھی طرح یقین ہو گیا کہ حضرت نے میرے متعلق کیا نظریات قائم کئے ہیں، اور غالباً میرے عریضہ کی سطروں پر نظر مبارک بھی نہیں ڈالی گئی۔ سمع خراشی معاف فرما کر میرے مختصر حالات معلوم کرلیں لعل اللہ یرزقنی صالحا۔

غالباً ۱۳۵۶ھ میں اللہ کے فضل نے دستگیری فرمائی اور دولتِ ایمان نصیب ہوئی، اتفاق سے حضرت استاذی مولانا عبدالوہاب صاحب کا ساتھ ہوا، موصوف نے اپنے بچے کی طرح پرورش کی اور تعلیم دلائی، دارالعلوم بھیجا، تعلیم کے بعد شادی کر دی اب ان کے مدرسہ میں تعلیم دے رہا ہوں، اکثر کاروبار مجھی سے متعلق ہیں، ان کو مجھی سے بڑی بڑی امیدیں ہیں میں نے ایک دکان کرلی ہے جس کا کام قرض سے چل رہا ہے، اس وقت بھی تقریباً تین ہزار روپیہ کا قرض ہے یہ ہیں میرے حالات۔

• موذی ہونے اور نہ ہونے کے متعلق بہترین جواب تو وہی ہے جو حضرت عائشہؓ نے

آپ ان دونوں اعلانوں اور اصولوں پر غور کیجئے کیا ان میں احکام قرآنیہ اور اصول اسلام اور مسلمات اہلِ سنت والجماعت سے بغاوت نہیں ہے، اور تمام ان مسلمانوں کی تکفیر و تضلیل نہیں ہے جو کہ امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کی تقلید کرتے ہیں، قرآن اور حدیث صحیح صحابہ کو معیاراً حق بتاتے ہیں، ان کی ہر طرح مدح سرائی کرتے ہیں، ان کے اتباع کا حکم کرتے ہیں، مگر یہ جماعت ان کے اتباع کو بت پرستی بتلاتی ہے، اور اس قدر عموم کے ساتھ نفرت دلاتے ہیں کہ جن سے نہ صرف صحابۂ کرام اور اولیاء اللہ سے انقطاع ہوتا ہے، بلکہ انبیاء علیہم السلام اور خود سید المرسلین علیہ السلام کی تابعداری سے بھی انقطاع پیدا ہوتا ہے، نہ اجماع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین قابلِ اعتماد رہتا ہے، نہ اوامر خلفائے راشدین و شیخین رضی اللہ عنہم اجمعین نہ فتاویٰ دیگر صحابہ و تابعین اور اوامر و مجتہدات و اجماع اہلِ قرون مشہود لہا بالخیر اور ائمہ مذاہب قابلِ اعتماد رہتے ہیں، اور نہ ان کے مقلدین اور اتباع مسلمان رہتے ہیں بلکہ

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۳۸) عند الافتراء دیا تھا، دیکھنے والے سمجھ رہے ہیں، کہنے والوں کی یہ توقع ہے، مگر واقعہ یہ ہے کہ میں جماعتِ اسلامی میں داخل نہیں، البتہ ابتک اس کے تعلیمی نظام کو پسند کرتا تھا، دیگر طریق کار سے مجھے قطعاً اطمینان نہیں، آج تک صرف ایک اجتماع میں شریک ہوا ہوں، وہ بھی صرف دیکھنے کی غرض سے، جب آپس میں تعارف کرا رہے تھے تو اپنی باری پر میں نے یوں کہا تھا کہ فلاں جگہ ضلع بستی میں ایک جماعتی طرز کے مدرسہ میں تعلیم دیتا ہوں جماعت سے میرا کیا تعلق ہے، میں نہیں جانتا اسے جماعت والے جانیں (ہر شخص اپنا تعلق بھی بتلاتا تھا) میرا مطلب یہ تھا کہ ذمہ دارانہ اور عہدہ دارانہ تعلق بالکل نہیں، اجتماع کے ناظم کو رجوراً صورت آئے تھے سوال یہ کہ جناب نے کیا ترقی کی اور لٹریچروں میں سے کن کن کا مطالعہ کیا، جواب دیا کہ دارالعلوم میں جن رسالوں کو دیکھا تھا بس انہیں کو دیکھا ہے اور اس وقت

سب کے سب بت پرست اور ضال ہو جاتے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین،
کے متعلق اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے ،۔

وَالسّابِقُونَ الْاَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ	اور سبقت کرنے والے پہلے مہاجرین اور انصا
وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ	اور جنہوں نے انکی پیروی کی نیکو کاری میں
بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا	اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور
عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ	اللہ نے تیار کر رکھے ہیں ان کے لئے باغ
تَحْتَهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا	کہ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں اس میں
ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ. (سورہ توبہ)	ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہی بڑی کامیابی ہے

دوسری جگہ فرماتا ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ	محمد اللہ کا رسول ہے اور جو لوگ آپکے
اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ	ساتھ ہیں سخت ہیں کافروں پر نرم دل ہیں
تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا	آپس میں تو ان کو دیکھتا ہے رکوع کرنیوالے
مِنَ اللهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ	سجدے کرنے والے طلب کرتے ہیں اللہ کا فضل
وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ	اور خوشنودی ان کی نشانی ان کے چہروں
مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي	پر ہے، سجدوں کے اثر سے یہی انکی صفت
الْاِنْجِيْلِ (سورہ فتح)	ہے، توریت میں اور انکی صفت انجیل میں

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۳۰) جس سطح پر تھا اس پر ہوں، اس میں فرق نہیں آیا۔
اب حضرت والا کو کس طرح یقین دلاؤں، کہ میں اپنے قول میں صادق ہوں، یہاں رہکر
استاذ محترم مولانا عبدالوہاب صاحب کا مقابلہ کرنا، یا تبادلۂ خیالات کرنا نہ مفید ہے اور نہ
ہو سکے گا، یہاں رہتے ہوئے ہر قسم کے تعلقات تو منقطع ہو سکتے ہیں بلکہ ہیں ہی نہیں
البتہ تعلیمی نظام پر عمل ضرور ہوگا، کم از کم اس معیار پر رہنا ضروری ہوگا، جس پر ہوں۔ آگے

تیسری جگہ فرماتا ہے۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ	لیکن اللہ نے محبت ڈالدی تمہارے دلوں میں
وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ	ایمان کی اور اس کو عمدہ کر دکھایا تمہارے دلوں
الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ	میں، تمہاری نظروں میں برا بنا دیا کفر اور
هُمُ الرّٰشِدُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ	فسق اور نافرمانی کو یہی لوگ ہیں جو نیک چلن
وَنِعْمَةً الخ (سورہ حجرات)	ہیں اللہ کے فضل اور احسان سے،

چوتھی جگہ فرماتا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ	تم بہتر ہو ان امتوں میں جو پیدا ہوئیں لوگوں
تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ	کے لئے، تم حکم کرتے ہو نیک کاموں کا اور
عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ الخ	منع کرتے ہو برے کاموں سے اور ایمان
(آل عمران)	رکھتے ہو اللہ پر۔

پانچویں جگہ فرماتا ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً	اور اسی طرح ہم نے تم کو بنایا ہے امت
وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ	معتدل تاکہ بنو تم گواہ لوگوں پر اور بنے
وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا	رسول تم پر گواہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں (معیار حقانیت بتلاتے ہوئے) ما انا علیہ اصحابی[۵] مگر یہ جماعت ان کے معیار حق ہونے کو اور ان کو مبرا از تنقید کہنے کو

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۳۰) آپ کا جو حکم ہو انشاء اللہ بسر و چشم قبول کروں گا اور نہ ہی میرے اس دعوی کی دلیل ہوگا کہ میں مودودی نہیں ہوں، اللہ میرے حال پر رحم فرمائیں۔ احسن کما احسن اللہ الیک۔ خویدکم عبداللہ البستوی۔

[۵] جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

بت پرستی کہتی ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، علیکم[۱] بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین عضوا علیها بالنواجذ" اور یہ جماعت ان کی ذہنی غلامی اور معیار حق سمجھنے کو ضلالت اور بت پرستی قرار دیتی ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، علیکم[۲] بالذین من بعدی ابی بکر و عمر اور جماعت اس سے منع کرتی ہے اور بت پرستی کہتی ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، اصحابی[۳] کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم اور یہ جماعت اس کو بت پرستی قرار دیتی ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، رضیت[۴] لامتی ما رضی بها ابن ام عبد۔ اور یہ جماعت اس کو ضلالت اور شرک قرار دیتی ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، لو کان مستخلفاً احداً بغیر مشورة[۵] لاستخلف ابن ام عبد، اور یہ جماعت ان کو معیار حق بنانے کا انکار کرتی ہے اور شرک اور اتخاذ ارباب من دون اللہ قرار دیتی ہے۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۳۸) [۱] تم پر لازم ہے میری سنت پر عمل کرنا اور ان خلفاء کی سنت پر عمل کرنا جو راشدین هدایت یافتہ ہیں اسی سنت کو دانتوں سے پکڑ لو۔

[۲] تم پر لازم ہے ان دو کی اتباع اور پیروی جو میرے بعد ہوں گے یعنی ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما) [۳] میرے صحابہ مثل ستاروں کے ہیں، ان میں سے تم لوگ جس کی اقتدا کروگے ہدایت پا جاؤ گے۔ [۴] میں نے اپنی امت کے لئے وہی پسند کیا جس کو ابن ام عبد نے پسند کیا۔ [۵] اگر میں کسی کو بغیر مشورہ کے خلیفہ بناتا تو بناتا بیٹے ام عبد کو، مراد اس سے یہ ہے کہ کسی لشکر کی امارت یا زندگی میں کسی امر میں خلیفہ وغیرہ کرتا کیونکہ علماء کی تحقیق ہے کہ خلافت راشدہ پر اس کو محمول کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ وہ قریش سے مخصوص ہے اور عبداللہ بن مسعودؓ قریشی نہ تھے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لوکان الدین عند الثریا لنالہ رجل من ابناء فارس۔ اور یہ جماعت اس کے مصداق اول حضرت امام ابوحنیفہ کو غیر حقانی ان کے اتباع کو بت پرستی قرار دیتی ہے اور جماعت اسلامی کا نصب العین ایسے امور کو بتلاتی ہے۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۳۸) جماعت اسلامی کے مولویوں کے مبلغ علم وتحقیق کی بے بسی علم خرد کی کمی کا اس سے زبردست کوئی ثبوت نہیں ہوسکتا، کہ ان نادانوں کو ابھی تک تعظیم، احترام اور بت پرستی میں کوئی فرق نظر نہیں آتا ہے، حالانکہ تعظیم اور عبادت دو الگ الگ چیزیں ہیں، غیر اللہ کی تعظیم کا بتہً ممنوع نہیں، البتہ غیر اللہ کی عبادت شرک جلی ہے جس کی اجازت ایک لمحہ کے لئے کبھی نہیں ہوئی اور نہ ہوسکتی ہے، سجدہ عبادت یعنی غیر اللہ کو کسی درجہ میں نفع و ضرر کا مستقل مالک سمجھ کر سجدہ کرنا شرک جلی ہے، جس کی اجازت کبھی کسی ملت سماوی میں نہیں ہوئی ہاں سجود تعظیم یعنی عقیدہ مذکورہ بالا سے خالی ہو کر محض تعظیم تکریم کے طور پر سجدہ ہونا شرائع سابقہ میں جائز تھا، شریعت محمدیہ میں اس کی بھی جڑ کاٹ دی۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو حجۃ اللہ البالغہ بحث اقسام شرک)

قرآن حکیم کی آیات کے عموم سے تو جملہ صحابہ وتابعین صالح، عادل، ثقہ اور مومن قطعی طور پر ثابت ہیں جو لوگ احادیث میں از سر نو کتر بیونت کرنا اور پھر سے چھان بین کر کے اپنی جہالت کا ثبوت دینا چاہتے ہیں اور احادیث صحیحہ کے حجت دینی کے منکر ہیں، ان کو تو بہرحال صحابہ کی عدالت، ثقاہت اور معیار حق ہونا قرآن ہی سے ماننا پڑے گا، جیساکہ آیات قرآنی سے امام العصر مدظلہ العالی نے ثابت کیا ہے صحابہ کی عدالت اور ثقاہت پر استیعاب میں، علامہ ابن البر نے اور اصابہ میں شیخ الاسلام ابن حجرؒ نے بڑی جچی تلی اور محققانہ بحث فرمائی ہے۔ جس کو ہم اختصار کے ساتھ درج کر رہے ہیں، ارشاد ہوتا ہے۔

محترما! اگر میں تمام ضلالت اس جماعت کی اور ان احادیث کو جو تمام صحابہ کرام اور تابعین کے معیار حق ہونے اور ان کی ذہنی غلامی کے واجب ہونے کی ہیں ذکر کروں تو ایک طویل و ضخیم کتاب ہو جائے، یہ چند باتیں ذکر کر کے امیدوار ہوں کہ غور کیجئے، اگر سمجھ میں آئے تو جلد از جلد ان سے علیحدہ ہو جایئے اور انکی ضلالتوں سے مسلمانوں کو آگاہ کیجئے، ورنہ عذاب آخرت کے لئے تیار ہو جایئے یہ استاد کا احترام اسی وقت تک ہے، جب تک وہ صراط مستقیم پر ہے اور جب کہ اس نے صحابہ کرام کا احترام اور اتباع سلف کرام چھوڑ دیا، اور تمام مسلمانوں کے استاذہ کرام کو چھوڑ دیا، اور باغیوں اور غیر مقلدوں اور اہل ضلال میں شامل ہو گیا. تو کوئی احترام اس کا باقی نہیں رہا، مودودیوں کی کتابوں کو پڑھنا ضلالت اور گمراہی ہے۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل، فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الضالین، ھدانا اللہ و ایاکم لما یحبہ و یرضاہ آمین، والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۳۸) حضرات اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ صحابہ عادل ہیں اس باب میں کوئی اختلاف نہیں ہے، سوائے مبتدعہ کی ایک مختصر سی ٹولی کے خطیب نے کفایہ میں نہایت نفیس بحث اس موضوع پر کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ صحابہؓ کی عدالت و ثقاہت تو خود قرآن کی تعدیل کے بموجب ہم مانتے ہیں۔ آیاتِ قرآنی سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعدیل کے بعد اب کسی تعدیل کے محتاج نہیں ہیں، ابو زرعہ رازی کہتے ہیں کہ جب تم کسی ایسے آدمی کو دیکھو جو صحابہ میں سے کسی کی تنقیص کر رہا ہو، تو سمجھ لو کہ: زندیق (بددین) ہے۔ وہ تمام لوگ جو ان پر جرح کرنا چاہتے ہیں، وہ کتاب و سنت کو باطل کرنا چاہتے ہیں، وہ خود اس کے مستحق ہیں کہ ان پر جرح (تنقید) کی جائے وہ سب کے سب زنادقہ و گمراہ ہیں. اصابہ اصحاب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و سیرت توریت اور انجیل میں بھی بیان

مکتوب نمبر ۱۳۹ (۱)

احوال سے صدمہ ہوا، میں دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم کو اپنی مرضیات کی توفیق عنایت فرمائے اور موجبات غضب سے بچائے آمین۔

میرے محترم۔ رحمت خداوندی سے کبھی اور کسی حال میں مایوس نہ ہونا چاہیے اور اس کے انتقام اور قہر سے بھی مطمئن نہ ہونا چاہیے، الایمان بین الخوف والرجاء۔

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعاً الآیۃ دوسری آیت میں ہے۔ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ فَلَا یَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ۔

گناہ اگر غلبۂ شیطان اور غلبۂ نفس سے صادر ہو جائے، تو جلد توبہ کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا چاہیے کہ اس گناہ سے بچائے۔ رباعی۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۳۸) ہوئی ہے، ملاحظہ ہو، استثنا، باب ۳۳ عـ ۲۰

: وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا۔ اور لاکھوں قدسیوں میں سے آیا۔ اس کے سب مقدس لوگ تیرے ہاتھ میں ہیں۔

پس خلاصہ بحث یہ ہے کہ جو لوگ رسول خدا کے سوا پر تنقید روا رکھتے ہیں اور انکی اتباع کو ذہنی غلامی بتاتے اور ان کو معیار حق بنانے کی نفی کرتے ہیں بلکہ خدا کے سوا کسی کے احترام اور تعظیم کو بت پرستی کہتے ہیں ایسے لوگ سخت گمراہی میں مبتلا ہیں اللہ تعالیٰ ان کو توبہ کی توفیق بخشے اور بے ادبی سے بچائے تفصیلی بحث ہماری کتاب دلائل السنن والآثار میں زیر عنوان عدالت صحابہ ملاحظہ فرمائی جائے۔

(۱) مکتوب نمبر ۱۳۹) حضرت الادامت برکاتہم کی خدمت میں اپنے بعض معاصی اور عادات قبیحہ کا ذکر کیا تھا، اور علاج کی درخواست کی تھی، اسکے جواب میں یہ والا نامہ شرف صدور ہوا۔ (عبداللہ بستی)

بازآ بازآ ہرآنچہ ہستی بازآ گر کافر و گبر و بت پرستی بازآ
ایں درگہِ ما درگہِ نومیدی نیست صد بار اگر توبہ شکستی بازآ

ہمیشہ رحمتِ خداوندی کے طلب گار رہیں، روزانہ کم از کم چھ ہزار مرتبہ اسم ذات یعنی لفظ اللہ آہستہ آہستہ ذکر کیا کریں، خواہ ایک مجلس میں ہو یا مجلسِ متعددہ میں اور یہ دھیان بوقت ذکر رہے، کہ میرا محبوب فقط اللہ ہے، اور من احب شیئاً اکثر ذکرہ، اس کی محبت اور فریفتگی کی وجہ سے اس کا نام نامی میری زبان پر جاری ہے، اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے گا۔ والسلام

ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ یکم رجب ۱۳۶۱ھ

مکتوب نمبر ۱۴۰

جماعتِ اسلامی کے امیر کے نام

درمجلسِ خود راہ مدہ ہمچو منے را افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

والا نامہ باعثِ سرفرازی ہوا۔ اس سے پہلے دعوت نامہ پہنچا تھا، اجلاس سالانہ جمعیۃ کے سر پر آجانے کی وجہ سے میری مصروفیتوں کا عذر جناب نے صحیح طور پر اندازہ کیا، مگر اس کے علاوہ اور بھی ایسے ہی یا اس سے زائد قوی اعذار اس وقت درپیش ہیں مثلاً دارالعلوم کا سالانہ امتحان ہے، جو کہ رجب کی آخری تاریخوں سے

(حاشیہ مکتوب نمبر ۱۴۰) مخدومی السلام علیکم۔ امید ہے کہ مزاجِ گرامی بخیر ہوگا۔
جماعتِ اسلامی کے سالانہ اجتماع میں آنجناب کی شرکت کے لئے ایک دعوت نامہ کئی روز ہوئے ارسالِ خدمت کیا گیا تھا، اب تک یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آپ نے اسے قبول فرمایا یا نہیں، جمعیۃ العلماء کے سالانہ اجتماع کی وجہ سے آنجناب کی مصروفیتوں کا بخوبی اندازہ

شروع ہو کر ۲۳-۲۴ر شعبان پر ختم ہوتا ہے، نیز دارالعلوم کے تعلیمی سال کا اختتام ہے جس میں کتب مفوضہ بخاری شریف اور ترمذی شریف کا ختم کرانا ہے جس کو ۲۷ر ۲۸ر شعبان تک انجام دینا ہے، یہ امور علاوہ ان امور کے ہیں جو کہ تمام سال میں انتہائی مصروفیتوں کے باعث ہوتے ہیں، جن موٹی موٹی سرخیوں والے اشتہارات کو آنجناب ذکر فرماتے ہیں ان کا مجھکو آپ کے والانامہ سے پہلے کوئی علم نہ تھا، صرف سہارنپور سے ایک رسالہ مسمی بہ کشف حقیقت یعنی تحریک مودودیت اپنے اصلی رنگ میں ایک صاحب نے بھیجا تھا، اس کا البتہ علم ہوا تھا۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۴۰) لیکن ان دونوں اجتماعات کی تاریخوں میں اتنا تفاوت ہے کہ آپ تھوڑا وقت ہمیں بھی مرحمت فرمائیں گے، ہمارا اجتماع انشاء اللہ ۲۰ر اپریل سے شروع ہوگا۔ آنجناب سے ملنے کا اشتیاق تو بہت عرصے سے ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں میں نے خط وکتابت بھی کی تھی لیکن بدقسمتی سے آپ اپنی مصروفیتوں کی وجہ سے اس وقت کوئی وقت نہیں دے سکے اس کے بعد مولانا حفظ الرحمن صاحب کے ذریعہ وقت کے ..... تعین کی خواہش کی تھی لیکن اس موقع پر بھی ملاقات کی کوئی سبیل پیدا نہیں ہو سکی، بہرحال میں متعدد مسائل پر تبادلۂ خیال کی ضرورت شدت سے محسوس کر رہا ہوں اور بہت سے امور میں آنجناب سے کچھ مشورے بھی کرنے ہیں اگر اس اجتماع کے موقع پر آپ تشریف لے آسکیں تو یہ ہماری عزت افزائی کا بھی موجب ہوگا، اور یہ پیش نظر مقصد بھی حاصل ہو سکے گا، لیکن اگر خدانخواستہ یہ ممکن نہ ہو تو پھر اجتماع حیدرآباد سے واپسی کے بعد آپ مجھے کوئی موقع عنایت فرمائیں، تو انشاء اللہ میں خود حاضر خدمت ہوں گا۔ اس وقت فوری مسئلہ جس پر میں گفتگو کی سخت ضرورت محسوس کر رہا ہوں وہ دارالافتاء دیوبند کا وہ فتویٰ ہے جو سہارنپور سے مودودی فتنہ کے عنوان: مودودی تحریک مہلک اور زہر قاتل ہے، مودودی کے ہم خیال گمراہ ہیں، مودودیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھو، کی موٹی موٹی سرخیوں سے شائع ہوا ہے، معلوم نہیں یہ فتویٰ آنجناب کی نگا

محترما! میرا پہلے یہ خیال تھا کہ آپ کی تحریک اسلامی مسلمانوں کی علمی اور عملی بنیادی اور دینی کمزوریوں اور ان کے انتشارات کے دور کرنے اور مسلمانوں کو منظم کرنے تک ہی محدود ہے، اگرچہ طریق تنظیم میں اختلاف رائے ہو، اس لئے میں نے اسکے خلاف آواز اٹھانا یا تحریر کرنا مناسب نہ سمجھا تھا، اگرچہ افراد جماعت اور قائد جماعت کی طرف سے بسا اوقات ناشائستہ کلمات تقریر اور تحریر میں معلوم ہوئے ہیں، مگر ان سب سے چشم پوشی کرنا ہی انسب معلوم ہوا، مگر آج جب کہ میرے سامنے اطراف و جوانب ہند و پاکستان سے آنے والے مودودی صاحب کی تصانیف کے اقتباسات کا ڈھیر لگا ہوا ہے، اور پانی سر سے گزر گیا ہے تو میں ان کے دیکھنے اور سمجھنے سے مندرجہ ذیل نتیجہ پر پہنچنے میں اپنے آپ کو مجبور پاتا ہوں۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۴۰) سے ابھی گذرا ہے یا نہیں، یہ فتویٰ قدرتی طور پر ان تمام لوگوں کے لئے انتہائی حد تک تکلیف دہ اور دلآزار ہے جو تحریک اسلامی کو حق سمجھکر اس میں شریک ہوئے ہیں، یا اس کو حق سمجھتے ہیں، ایسے فتویٰ کا دارالعلوم دیوبند سے شائع ہونا، جہاں آپ جیسی محتاط حضرات ہیں، ہمارے لئے انتہائی حیرت اور قلق کا موجب ہوا ہے بالخصوص ایسی حالت میں کہ ان امور کے بارہ میں جن پر اس فتویٰ کی بنیاد قائم کیگئی ہے متعدد بار ہماری طرف سے توضیحات شائع کی جاچکی ہیں، اور جن کے بارہ میں ذمہ داران دارالعلوم سے براہ راست خط و کتابت بھی ہو چکی ہے جس کا سلسلہ ابھی جاری ہے، امید ہے کہ آنجناب جواب سے جلد مشرف فرمائیں گے۔ والسلام (ابواللیث)

مودودی تحریک جو جماعت اسلامی کے نام سے ہند و پاکستان میں چلائی جا رہی ہے اور دیوبند، سہارنپور، دہلی، پھلواری شریف خانقاہ امدادیہ، اعظم گڈھ، لکھنؤ، کلکتہ، جونپور مئو خانقاہ رحمانیہ کچھوچھہ شریف، سورت ڈابھیل، بمبئی، کانپور، بنارس، دارۂ اجمل الہ آباد وغیرہ کے مفتی صاحبان اور معتبر علماء کی اکثریت اس جماعت کو مسلمانوں کے لئے

آپ کی تحریک اسلامی، خلاف سلف صالحین مثل معتزلہ، خوارج، روافض جہمیہ وغیرہ فرق قدیمہ اور مثل قادیانی، چکڑالوی، مشرقی، نیچری، مہدوی، بہائی وغیرہ فرق جدیدہ ایک نیا اسلام بنانا چاہتی ہے، اور اسی کی طرف لوگوں کو کھینچ رہی ہے۔ وہ ان اصول وعقائد واعمال پر مشتمل ہے۔ جو کہ اہلسنت والجماعت اور اسلاف کرام کے خلاف ہیں۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۴۰) منفر سمجھتی ہے اور جمعیۃ علماء تبلیغی جماعت، احرار، مسلم لیگ اور اہلحدیث جماعتی حیثیت سے اس تحریک کے اندر مذہبی اور سیاسی گمراہیاں پاکر مسلمانوں کو یہ مشورہ دیتی ہے کہ مسلمان اس جماعت سے کنارہ کش رہیں، دین کی سلامتی اسی میں ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں نہ جانے کتنے مضامین اس جماعت کی تردید میں شائع ہوئے اور ابھی کتنے باقی ہیں، ان تمام مضامین کو مطابقت کرکے پڑھنے کے بعد ہر پڑھا لکھا انشاء اللہ ضرور اس نتیجہ پر پہنچے گا، کہ مانا کہ تھوڑا سا فائدہ کالج کے صاحبزادوں کو تو ضرور پہنچ گیا، مگر اسی کے ساتھ سواد امت اور عام مسلمانوں کو نہ تو فائدہ پہونچا، اور نہ پہنچنے کی امید ہے، بلکہ الٹا یہ نقصان عزید ہوگا کہ سلف صالحین کے بارے میں جو حسن ظن تھا، وہ مودودی لٹریچر کے پڑھنے سے عام مسلمانوں کے اندر سے کم ہوتا جارہا ہے، اس میں راز یہ ہے کہ عوام اور انگریزی داں طبقہ دین کے علم سے بڑی حد تک ناواقف ہیں جن مسائل پر جماعت والے گفتگو کرتے ہیں، وہ مسائل ایسے ہیں کہ جن پر گرفت ایسا ہی عالم دین کرسکتا ہے، جو دین کے ہمہ گیر تصور سے واقف ہو اور اس کی نظر کتاب وسنت آثار صحابہ اسلامی تاریخ فقہاء امصار کے فیصلہ جات اور صوفیائے کبار کے کارناموں وغیرہ پر ہو، اور نتیجہ یہ نہ ہوں ہوسکتا ہے کہ جماعت اسلامی کے دماغ میں حکومت الہٰی کا ناقص نقشہ ہو مگر اس دماغی تصور سے حکومت الٰہیہ کا قیام اس وجہ سے نہیں ہوسکتا کہ اس کے لئے جب تک دین الٰہی کا کامل نقشہ اور علم نہ ہو یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا، تاریخ شاہد ہے کہ

(۱) وہ تفسیر بالرائے کی قائل ہے، ہر وہ پروفیسر جو کہ ملحدانِ یورپ از رانکی نئی روشنی کا حامل اور تھوڑی بہت عربی زبان سے واقف ہے اس کے نزدیک یہ حق رکھتا ہے کہ اپنے رائے اور مذاق سے تفسیر کر کے مسلمانوں کے لئے مشعل راہ بنے، اور یہی آپ کے یہاں ہو رہا ہے، خواہ اس کی تفسیر کتنی بھی سلف صالحین اور اقوال صحابہ کرام کے خلاف ہو،

حالانکہ سب سے پہلے یہی فتنہ اسلام میں پیدا ہوا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تحکیم پر "اِنِ الحُکمُ اِلّا لِلّٰہِ" کی تفسیر بالرائے کر کے بارہ ہزار کی جماعت نے بغاوت کی، اور علیحدہ ہو گئی۔ اس کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۴۰) اس طرح کی جماعتیں مسلمانوں کے اندر بہت قائم ہوئیں جس سے امت کے اندر بجز اختلاف بڑھنے کے گھٹا نہیں، ضرورت ہے کہ پوری دیانت سے اس کا جائزہ لیا جائے، چنانچہ ہم نے اس سلسلہ میں ملل و نحل (شہرستانی)، و ابن حزم مقریزی اور تاریخ اسلام کا ایک سال تک مکمل مطالعہ جاری رکھا اور خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہماری صحیح رہنمائی فرمائی اور ہم اس نتیجہ پر آسانی سے پہونچ گئے کہ یہ جماعت فرق باطلہ اور خوارج وغیرہ کے نقش قدم پر ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔

تاریخ تخلیق آدم علیہ السلام سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ انسان کے عقاید اور ایمانیات اور دین کے عالمگیر تصور کے بارے میں جو شکوک و شبہات، وساوس اور طرح طرح کے فاسد خیالات پیدا ہوتے ہیں، ان سب میں شیطان رجیم کے پیدا کردہ وساوس اور شبہات ہی اصل اور اساس کا حکم رکھتے ہیں، جس کی تخم ریزی ابلیس نے پہلے ہی دن کر دی تھی: چنانچہ جو شبہات اور بزرگوں پر تنقیدات آج کی جاتی ہیں وہی تمام اعتراضات و مطاعن کفار، منافقین معاندین ملاحدہ اور اہل بدعت ابتدائے اسلام میں کرتے تھے جس کے سبب امت میں وہ تفرقہ پڑ گیا کہ سوائے اضافہ کے کمی نہ ہو سکی، اسی کی نشاندھی آیت "ولا یزالون مختلفین الا من

"حق اُرید بہا الباطل"۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو سمجھانے کے لئے بھیجا، اور فرمایا کہ قرآن ذو وجوہ ہے، ان لوگوں کو سنت سے سمجھانا، چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سمجھایا جس پر آٹھ ہزار آدمی تائب ہو گئے مگر چار ہزار اپنی ضد اور رائے پر قایم رہے اور تکفیر و قتل کا بازار گرم کرتے رہے، یہی فرقہ خوارج کے نام سے مشہور و معروف ہوا، اس کے بعد اس تفسیر بالرائے کی وبا اس قدر پھیلی کہ نہ صرف مسئلہ تحکیم میں بلکہ دیگر مسائل میں بھی اپنی آرا کو عمل میں لایا گیا، مرتکب کبائر وغیرہ دیگر مسائل میں بہت زیادہ افراط و تفریط جاری ہوئی۔ اور نہ صرف خوارج ہی تک اس کی محدودیت رہی، بلکہ فتنہ ہائے معتزلہ روافض جہمیہ کرامیہ، مجسمہ، مرجیہ وغیرہ اسی تفسیر بالرائے کی وجہ سے ظہور پذیر ہوئے۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۴۰) ساحر ہا باش میں تکوینی طور پر وممن خلقنا امۃ یہدون تشریعی طور پر قرآن نے کی، اور حدیث ستفترق امتی ثلاث وسبعین فرقۃ الخ کی پیش گوئی حرف بحرف صادق آئی، جس کو ابوداؤد و ترمذی ابن ماجہ و بیہقی اور ابن حبان نے ابو ہریرہؓ سے اور حاکم نے فضل بن موسیٰ کے طریق سے روایت کر کے فرمایا، ہذا حدیث کبیر فی الاصول، چنانچہ یہ روایت عوف بن مالک سے بھی حاکم روایت کرتے ہیں، امام بیہقی اور دیگر محدثین حسن اور صحیح کا فیصلہ دیتے ہیں، حتیٰ کہ امام مسلم نے محمد بن عمرو عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرہ سے احتجاج کیا ہے اور تمام فضل بن موسیٰ کے تفرد ہونے کے قائل ہیں، اسی روایت کی بنا پر علمائے سلف و خلف نے جملہ فرقِ باطلہ کے دعاوی اور ان کی تحریروں اور تقریروں کو سامنے رکھ کر ان کے کاموں کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ قرآن حکیم کے اندر ابلیس کا یہ جملہ "خلقتنی من نار و خلقتہ من طین" کی تشریح اور اس کا پس منظر حدیث ستفترق امتی الخ سے ظاہر ہے، اور اس نقطہ کو علمائے سنت والجماعت نے دریا بنا کر خزف ریزے اور صدف راسخ میں تمیز کرنا اور درشاہوار کو پرکھنا بتادیا تاکہ اسی روشنی سے قیامت تک امتِ محمدیہ مستفید ہوتی رہے

اہل سنت والجماعت ہمیشہ اتباع سنت اور اسلاف صالحین صحابہ کرام اور افاضل تابعین کو پیشوا اور رہبر بناتے ہوئے اپنی آراء اور مذاق کو انہیں کے رنگ سے رنگ کر فائز المرام ہوتے رہے، اور ما انا علیہ واصحابی کی سند حاصل کرتے رہے یہی بعینہ واقعہ ان ازمنہ اخیرہ میں پیش آیا، نیچریہ، قرآنیہ (اتباع چکڑالویہ) قادیانیہ خاکسار بہائیہ وغیرہ نے بھی یہی تفسیر بالرائے اور اپنی عقل اور مذاق کو پیشوا بنایا اور نصوص کو اس طرف کھینچنا یا ترک کردینا اختیار کیا، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کی پیش بندی کرتے ہوئے فرمادیا تھا من فسر القرآن برایہ فقد کفر (او کما قال) کیا تعجب کی بات نہیں ہے کہ وہ صحابہ کرام اور ان کے تلامیذ جن کی

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۴۲) پس امت محمدیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض اور وفات کے بعد صحابہ میں جو اختلافات ہوئے، وہ سب اختلافات اجتہادی، اقامت دین اور مناہج شرعیہ ہی کے لئے ہوئے تھے، یہ تنازعہ ائتونی بدواۃ وقرطاس کا سب سے پہلا مشہور تنازعہ ہے اور دوسرا اختلاف مرض ہی کی حالت میں جیش اسامہ کے سلسلہ میں ہوا، تیسرا اختلاف آنحضرت صلعم کے وصال پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمانا۔ من قال ان محمدا مات الخ شاہد عادل ہے۔

چوتھا اختلاف آنحضرت صلعم کے دفن کے بارے میں ہوا، کہ مکہ میں دفن کیا جائے یا مدینہ میں، پانچواں اختلاف امامت وخلافت کے بارے میں "منا امیر ومنکم امیر" کی صورت میں ظاہر ہوا۔ چھٹا اختلاف باغ فدک کے بارے میں ہوا، جو آنحضرت صلعم کے ارشاد عالی "نحن معاشر الانبیاء" الخ سے ختم ہوا۔

ساتواں اختلاف مانعین زکوۃ کے متعلق رونما ہوا، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کے فیصلہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کو صاد کرنا پڑا۔ آٹھواں اختلاف خلیفہ اول کا حضرت عمرؓ کو اپنے بعد خلافت کے لئے پیش کردینے پر ہوا اور لوگوں کا یہ کہنا ولیت علینا فظاً غلیظا الخ اور حضرت ابوبکرؓ کا یہ فرماکر تسلی کردینا۔ لوسالنی ربی یوم القیامۃ

زبان مادری عربی تھی، اور جنہوں نے وحی خداوندی کا مشاہدہ کیا تھا، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود اور آپ کے اعمال اور سنن کو دیکھنے والے تھے اور تابعین جو مشاہدین وحی کے شاگرد رشید تھے ان کی تفسیریں تو بالائے طاق رکھدی جائیں اور ان کو مردود اور غلط قرار دیدیا جائے، اور ان کے مقابلہ میں تیرہ سو برس بعد کے پیدا ہونے والے عجمی اشخاص جن کو زبان عربی اور اس کے ادب اور اصول دین وغیرہ میں کوئی مہارتِ تامہ بلکہ ناقصہ بھی نہ ہو صرف کیمرج یا اکسفورڈ یا کسی یونیورسٹی یا کالج کی ڈگریوں اور معمولی عربیت کی بنا پر ان کی تفسیروں کو معتمد علیہ قرار دیا جائے جن لوگوں کی عمریں زبان عربی اور علوم دینیہ میں پڑھتے پڑھاتے گذر گئی ہیں، ان کی تفسیر کو غلط اور تاریک خیال قرار دیا جائے اور پروفیسران علوم ملاحدہ یورپ کی ستم ظریفیوں کو مراد خداوندی اور مقصود الٰہی بنایا جائے، کیا کوئی

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۴۰) تغلت ولیت علیھم خیرا ہم، دوسرا اختلاف حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیعت کے تحت مجلس شوری میں ہوا، مگر پھر سب نے باتفاق آرا حضرت عثمان رض کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ تیسرا اختلاف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ میں جنگ جمل وغیرہ کی صورت میں رونما ہوا۔

ایک اصولی نکتہ مدنظر رکھنے کی بنا پر عہد اول کے اختلافات کی تہ تک پہنچنے میں دشواریاں پیش آئیں انا ذہ کے خیال سے ہم ذکر کرتے ہیں، جیساکہ حافظ ابن تیمیہؒ نے اپنی مشہور کتاب منہاج السنۃ میں حضرت امام احمد بن حنبل اور دوسرے علمائے سلف کے حوالہ سے تحریر فرمایا ہے کہ مہاجرین میں کوئی منافق نہ تھا بلکہ نفاق انصار کے قبیلوں میں ظاہر ہوا، جب مدینہ میں اسلام کا غلبہ ہوا، اور اس میں اوس اور خزرج کے قبیلے داخل ہوئے اور مسلمانوں کو ایک ایسا محفوظ گھر مل گیا، جس کے ذریعے سے وہ اپنی حفاظت کرنے اور لڑنے پر قادر ہو گئے تو مدینہ کے باشندے اسلام میں داخل ہو گئے اور اس کے قرب جوار کے

عقلمند یا کوئی قوم اس بات کو روا رکھتی ہے کہ کسی فوجی کالج کے سند یافتہ کو یا انجینئرنگ کالج کے فارغ التحصیل کو اگرچہ ان کی ڈگریاں کتنی ہی اونچی کیوں نہ ہوں میڈیکل ڈیپارٹمنٹ میں کام کرنے اور بیماروں میں معالجہ کو عمل میں لانے کی اجازت دیجائیگی، جب کہ وہ کسی میڈیکل کالج کی طبی سند بھی نہیں رکھتا ہے، ہر شخص جانتا اور سمجھتا ہے کہ ایسا کرنا انسانوں کو برباد کر دینے کے مرادف ہے اور بجائے نفع رسانی مضرت اور بجائے تعمیر تخریب کا باعث ہوگا، یہی حال ایسے مفسرین کی تفسیر بالرائے کا ہے کہ سلف صالحین کی تفسیر اور اصول دینیہ کے خلاف بجائے ہدایت ضلالت اور گمراہی کی پیش خیمہ ہوگی۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۴۰) اعراب جان بچانے کے لئے اسلام لائے، یہ لوگ منافق تھے اسی لئے نفاق کا ذکر مدنی سورتوں میں ہے، مکی سورتوں میں نہیں ہے، چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ خلیفہ دوم اور سوم کی شہادت کے بعد منافقین کا زور بڑھا اور اختلاف عقائد وغیرہ کی بنا پر امت کا شیرازہ بکھر گیا، اور امت پانچ گروہوں میں بٹ کر، یعنی اہل سنت، مرجیہ، معتزلہ، شیعہ اور خوارج ۷۲ اور ۷۳ فرقوں میں منقسم ہو گئی، اہل علم واقف ہیں اور احادیث و آثار سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ صحابہ کرام نے آنحضرت صلعم سے جس طرح نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ حرام اور حلال، جنت اور دوزخ وغیرہ کے بارے میں سوال کیا ہے، اسی طرح وہ صفات باری جو کتاب سنت میں از قبیل علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر، جود، جلال، اکرام، عزت عظمت وغیرہ جس کا اثبات قرآن حکیم اور احادیث نبی کریم نے کیا ہے کبھی بھی کوئی سوال صحیح روایت کے اندر صحابہ رضؓ سے منقول نہیں ہے، بلکہ یہ حضرات ان باتوں کے معانی کو سمجھتے تھے، اور بحث و کلام سے سکوت اختیار فرماتے تھے اور سوائے کتاب و سنت کے کسی اور چیز کے ذریعہ اثبات صفات پر دلائل نہیں قائم کرتے تھے، تقریباً صحابہ کرام کا کل زمانہ اسی خیال پر ختم ہوا، اور انہیں کے زمانہ سے بالکل متصل سب سے پہلے معبد بن خالد الجہنی

(۲) وہ پیغمبر اسلام حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے قیاسات اور اٹکلوں پر چلانے والا ابتلائی ہوئی تاریخی واقعات کے ذریعہ سے احادیث صحیحہ اور حسنہ کو ردی کی ٹوکری کی نذر کرتی ہے، حالانکہ آیاتِ قرآنیہ اور احادیث صحیحہ پیغمبروں کی جملہ تبلیغات کو وحی خداوندی قرار دیتی ہیں، دنیاوی مشوروں اور جزئیات یومیہ اور روزمرہ کی ضروریات زندگی پہ اخبارہائے نبویہ اور احکامات سماویہ تبلیغیہ کو قیاس کرنا سراسر تلبیس اور مخالفت نصوص قطعیہ ہے، ابتداع فی الدین کی کھلی ہوئی تجویز ہے۔

(۳) وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو سقیم یا صحیح غیر حقیقی المراد روایات کی بنا پر مثل روافض غیر قابلِ وثوق اور ہدف ملامت بناتی ہے، حالانکہ انہیں کے اعتماد و

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۴۴) نے جو حضرت حسن بصریؒ کی صحبت میں بیٹھا کرتا تھا، تقدیر پر گفتگو کا آغاز کیا اور پھر اہلِ بصرہ نے اس خیال کو اپنایا، اور جب فتنہ بڑھ گیا تو حجاج نے اس کو سزا دی، اور پھر عبدالملک بن مروان کے حکم سے اس کو پھانسی دی گئی، جب حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو یہ بات معلوم ہوئی تو قدریہ سے آپ نے تبری فرمائی اس کے بعد سلف نے برابر اس کی تردید کی جیساکہ کتب حدیث سے ظاہر ہے، صحابہ ہی کے زمانہ میں خوارج کا فتنہ برپا ہوا، جن کا مذہب یہ تھا کہ گناہ کے بعد آدمی کافر ہو جاتا ہے، اور امام پر خروج کرنا وغیرہ جائز ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس جماعت سے مناظرہ کیا اور ایک بڑی تعداد مسلمانوں کی تائب ہوئی خوارج کی اس دعوت میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد داخل ہوگئی، خوارج کی یہ جماعت نواصب اور حروریہ کے اسماء سے بھی یاد کی جاتی ہے، جو آگے چل کر بیس ٹولیوں میں بٹ گئی۔ جن کے اسماء یہ ہیں، محکمیہ ازارقہ، نجدات، صفریہ، عجاردہ، میمونیہ، شعبیہ، خمریہ، حازمیہ، معلومیہ، علیتہ، ثعلبیہ، معبدیہ، شیبانیہ، شبیبیہ، رشیدیہ، مکرمتہ، حفصیہ، اباضیہ، یزیدیہ، ان ناموں کے علاوہ اور بھی اسماء کتب تواریخ وغیرہ کے اندر ملتے ہیں، جن کے عقائد وخیالات سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ ان سب میں اصحاب عبداللہ بن یزید الاباضی اسلام کے زیادہ قریب ہے اور

ثقاہت پر پیچھے آنے والوں کے لئے اسلام کا مدار ہے، اگر معاذ اللہ یہ اولین اساتذۂ اسلام غیر قابلِ اعتماد ہو گئے تو تمام عماراتِ دین بالکل ڈھ جائے گی، قرآن مجید اور احادیث صحیحہ نے ان کی جگہ جگہ پر تعدیل کی ہے، بیشمار احادیث اور کتب سابقہ ان کو معتمد علیہ قرار دیتے ہیں، اور زوردار الفاظ میں ان کی مدح سرائی کرتے ہوئے تمام انسانوں سے افضل اور اعلیٰ قرار دیتے ہیں، اس دروازہ کے کھلنے سے تمام دینی اصول و فروع ملیامیٹ ہو جاتے ہیں۔

(۴) وہ صحابہ کرام کی متعدد روایتوں کو خواہ وہ کتنی ہی صحیح کیوں نہ ہوں ان کی خوش اعتقادی پر مبنی بتاتی ہوئی واقعیت سے دور کر دیتی ہے حالانکہ اس دروازہ

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۴) از ارتہ اسلام سے کوسوں دور ہے، غرض صحابہ ہی کے زمانہ میں شیعہ مذہب کی ابتدا ہوئی، جس کا بانی عبداللہ بن سبا یہودی تھا، اسی نابکار نے حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ میں وہ فتنہ کھڑا کیا، کہ خلیفہ برحق کو شہادت نصیب ہوئی، صحابہ کے زمانہ کے ختم کے بالکل قریب جہم بن صفوان کا مذہب مشرق کے اندر پھیلا، اور وہ عظیم قیامت قائم ہو گئی کہ اسلام کی اینٹ سے اینٹ ٹکرا گئی، اور مذہبِ اعتزال کو اپنے تمام لوازمات کے ساتھ ہاتھ پیر پھیلانے کا پورا پورا موقع ہاتھ آیا، معتزلہ کی حماقتوں کے جواب میں مذہب تجسیم کا ظہور ہوا جس کا لیڈر محمد بن کرام بن حراق بن خرابہ ابو عبداللہ السجستانی تھا، پھر معتزلہ اور کرامیہ میں مشرق کے اندر خوب خوب مناظرے اور فتنے رونما ہوئے اور شیعہ مذہب لوگوں میں بڑھتا رہا، اور قرامطہ کا ظہور ہوا کوفہ، عراق، شام، وغیرہ کے لوگ اس خیال سے متاثر ہوئے اور انہیں کے بطن سے علم باطن کی اصطلاح اور شرائع اسلام میں تاویل کا دروازہ کھلا ظواہر کو اپنے من مانی باتوں کی طرف پھیر کر خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کو گمراہ کیا۔

بغداد میں جب دولتِ بنی بویہ قایم ہوئی، اور ۳۳۴ھ سے لے کر ۴۳۵ھ تک قائم رہی تو مذہب تشیع نے از زور پکڑا، اور مساجد کے دروازوں پر حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ

کے کھلنے سے تمام معجزات اور اعلیٰ ترین اخلاق واعمال نبویہ کی عمارت بالکل کھوکھلی ہو جاتی ہے اور ملاحدہ کو اس سے بڑا کاری ہتھیار ہاتھ آجاتا ہے۔

(۵) وہ احادیثِ صحیحہ کے راویوں اور ائمہ حدیث کو مجروح اور غیر ثقہ بتاتی ہوئی اقوال ضعیفہ یا غیر ظاہر المراد اقوال صحیحہ یا ان جیسے خود غرض اہلِ ہوا، دشمنوں کے اقوال کو پیش کرتی ہے، مشاہیر عالم ائمہ ثقات کو غیر قابل اعتبار قرار دیتی ہے حالانکہ اس سے تمام ذخائرِ احادیث بالکل فنا ہو جاتے ہیں، اور لعن آخر ہذہ الامۃ اولہا کا سماں پیش آجاتا ہے۔

(۶) وہ تقلید شخصی کو نہایت گمراہی اور ضلالت قرار دیتی ہے، حالانکہ یہ امر

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۴۰) پر (معاذ اللہ) لعنت اور اس پر لعنت جس نے حضرت فاطمہؓ پر غضب کیا، اور حضرت حسنؓ کو اپنے نانا جان کے ساتھ دفن میں مانع ہوا، اور حضرت عباسؓ کو شوریٰ سے علیحدہ کیا وغیرہ، جب رات ہوئی تو بعض لوگوں نے اس کو مٹا دیا، اور وزیر مہلبی نے معز الدولہ کے حکم سے یہ تحریر کرایا "لعن اللہ الظالمین لاھل البیت" سوائے حضرت معاویہؓ کے کسی اور کا نام درج نہیں کرایا گیا جس سے بغداد کے اندر شیعہ اور اہلِ سنت میں وہ کربلا مچ گیا کہ الامان والحفیظ، اس کے بعد مذہب اعتزال عراق، خراسان اور ماوراء النہر وغیرہ میں خوب پھیلا اور مشاہیر فقہاء کی جماعت اس طرف مائل ہو گئی، خلفاء فاطمیہ افریقہ میں ترقی کر گئے، اور مذہب اسماعیلیہ بلاد مغرب کے اندر اور ان کے دعاۃ مصر میں بھی پھیل گئے جس کے سبب صد درجہ خونریزی ہوئی، اور روافض کا مذہب مصر، دیار بکر، کوفہ، بصرہ بغداد، عراق، خراسان، حجاز، یمن، بحرین، وغیرہ میں پھیل گیا، اور قدریہ، جہمیہ معتزلہ کرامیہ، خوارج، روافض، قرامطہ، باطنیہ، سے روئے زمین بھر گئی اور مامون عباسی کے لگائے ہوئے فلسفہ اور کلام ہی سب کا مطمح نظر ہو گیا، اور عقائد وایمانیات تک میں اسی راہ سے دین کو انوکھے روپ میں ڈھالنا شروع ہوا، امام ابو الحسن اشعریؒ بھی اسی راہ میں ابتداءً بہہ گئے

آیات قرآنیہ فاسئلوا اھل الذکر، واتبع سبیل من اناب الی، ومن یتبع غیر سبیل المومنین الآیۃ۔ کی بنا پر فی زماننا (جب کہ اہلِ علم و جامعین شروط اجتہاد معدوم ہیں، جیسا کہ چوتھی صدی کے بعد سے آج تک احوال اور وقائع بتا رہے ہیں) تمام مسلمانوں پر واجب ہے اور تارک تقلید نہایت خطرہ اور گمراہی میں مبتلا ہے اس سے ایسی آزادی کا دروازہ کھلتا ہے، جو کہ دین اور مذہب سے بھی بیگانہ بنا دیتا ہے اور فسق و فجور میں مبتلا کر دینا تو اس کا معمولی اثر ہے۔

(۷) وہ آئمہ اربعہ امام ابوحنیفہ امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کی تقلید کو گمراہی اور حرام بتلاتی ہے حالانکہ یہ آئمہ کرام اپنے اپنے زمانہ میں آفتاب ہائے ہدایت و تقویٰ اور علوم دینیہ اور فقہ کے نہایت روشن چراغ اور انابت الی اللہ کے درخشاں ستارے ہیں انکی تقلید شخصی پر چوتھی صدی کے بعد تمام امت مسلمہ کا اجماع ہے۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۴۰) اور جبائی معتزلی کی صحبت میں چند دنوں رہ کر پھر علیحدہ ہو گئے صفات میں امام اشعری نے نفی میں اعتزال کے مابین اور اثبات میں مذہب تجسیم کے بین بین اپنا مسلک بنایا، اور جم کر تمام فرق باطلہ سے مناظرہ کیا، جس کا اثر یہ ہوا کہ اہلِ حق کی ایک جماعت آپ کے عقائد و خیالات کی طرف نہ صرف مائل ہوئی بلکہ پورے طور پر نشر و اشاعت شروع کر دی، انہیں میں سے قاضی ابوبکر باقلانی ابن فورک شیخ ابواسحاق اسفرائنی ابواسحاق شیرازی، عبدالکریم شہرستانی، امام غزالی اور امام رازی وغیرہم اکابر اہلِ سنت والجماعت ہیں، جنہوں نے مذہب حق کی حمایت میں فرق باطلہ کا رد اور عقائد حقہ کا اثبات اتنے قوی دلائل کے ساتھ کیا کہ پھر مذہب اشعری عراق وغیرہ میں باقاعدہ پھیل گیا اس کے بعد جب سلطان صلاح الدین بن ایوب ملک مصر پر قابض ہوا تو مذہب تشیع اور فرقہ اسماعیلیہ کے استیصال پر کمر باندھی اور مصر میں فقہائے مالکیہ اور شافعیہ کے مدارس قائم کر دیئے اور قضائے مصر جو شیعوں کے ہاتھ میں تھا، اس کو صدرالدین عبدالملک بن درباس مارانی کو

(۸) وہ ہر پروفیسر اور عامی کی رائے کو آزادی دیتا ہے، کہ وہ اپنے مذاق اور اپنی رائے کو عمل میں لائیں اور مسلمانوں کو اس پر چلائیں، خواہ اس سے سلف صالحین کے مذاق اور رائے کے کتنا بھی خلاف کیوں نہ ہو۔

حالانکہ منکرین تقلید بھی اس کے مخالف ہیں ان کو بھی تجربہ کے بعد اس کی مضرتوں کا قوی احساس ہوا ہے، مولانا محمد حسین صاحب مرحوم بٹالوی جو کہ غیر مقلدوں کے نہایت جوشیلے امام تھے اور عدم تقلید کے زوردار حامی اور ہندوستان میں اس کے پھیلانے والے تھے، اپنے رسالہ اشاعت السنۃ جلد دوم نمبر ۲ ص ۵۱-۵۲، ۵۳ میں لکھتے ہیں پچیس ۲۵ برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور تقلید مطلق کے تارک بن جاتے ہیں، وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۴۰) تفویض کر دیا، جس کا اثر یہ ہوا کہ ملک مصر سے مذہب شیعہ، فرقہ اسماعیلیہ اور امامیہ کا نام و نشان باقی نہیں رہا، چونکہ سلطان نور الدین زنگی حنفی المذہب تھا اس سے شام اور مصر میں فقہائے احناف کا بھی زور بڑھ گیا، اور سلطان صلاح الدین نے تمام لوگوں کو مذہب اشعری اختیار کرنے پر مجبور کر دیا حتی کہ اذان میں بھی عقیدۂ اشعری کو ترجیح دی اور شرط قرار دیا، یہ شرط قاہرہ کی خانقاہ سعید السعداء میں بھی لگا دی، پھر شام، مصر، یمن، حجاز، بلاد مغرب وغیرہ سب کے سب اسی عقیدہ پر ہو گئے، یہاں تک کہ محمد بن تومرت نے بھی امام ابوالحسن اشعری کے خلاف کو اپنا عقیدہ بنا لیا، اور پھر تمام شہروں میں یہی عقیدہ قائم ہو گیا تاریخ سے پتہ چلتا ہے پھر ایک متنفس ائمہ اربعہ کے مذہب اور امام ابوالحسن اشعری کے عقائد کے خلاف باقی نہیں رہا، ہاں مذہب حنابلہ میں سے کچھ لوگوں نے امام ابوالحسن اشعری کے مسلک سے انحراف کیا اور اپنا ایک الگ مذہب بنایا حنابلہ میں ابوالخطاب بغدادی ابن عقیل امام البنا شیخ الاسلام ابن تیمیۃ بھی انہیں میں سے ہوئے آپ نے سلف کا نام لیکر اشاعرہ کے قائم کردہ مذہب پر اور ایک ہی ذات سے صوفیائے کرام کے طریق پر بھی بہت زیادہ تنقید فرمائی۔

ان میں سے بعض عیسائی ہو جاتے ہیں، اور بعض لا مذہب جو کسی دین و مذہب کے پابند نہیں رہتے، اور احکام شریعت سے فسق و خروج تو آزادی کا ادنیٰ نتیجہ ہے ان فاسقوں میں بعض تو کھلم کھلا جمعہ جماعت نماز، روزہ چھوڑ بیٹھتے ہیں، سود و شراب سے پرہیز نہیں کرتے اور بعض جو کسی مصلحت دنیاوی سے فسق ظاہری سے بچتے ہیں، وہ فسق مخفی میں سرگرم رہتے ہیں، ناجائز طور پر عورتوں کو نکاح میں پھنسا لیتے ہیں، ناجائز حیلوں سے لوگوں کے مال خدا کے مال و حقوق کو دبا رکھتے ہیں، کفر و ارتداد و فسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں۔ مگر دینداروں کے بے دین ہو جانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے، اھ مختصراً۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۴۰) ایک جماعت نے ابن تیمیہؒ کی رایوں کو غلط قرار دیا اور ایک فریق ابن تیمیہؒ کے ساتھ ہو گیا، چنانچہ ایک جماعت علمائے کے تفردات ہی کو معیار اجتہاد سمجھ کر آج تک اسی راہ پر چل رہی ہے، اور ابو منصور ماتریدی اور اشاعرہ کے درمیان بعض مسائل میں اختلاف کو اصل قرار دیکر فقہاء احناف جو عقیدہ ماتریدیہ کے قائل ہیں، ان سے کنارہ کش ہو گئی ہے۔ حالانکہ اشاعرہ اور ماتریدیہ میں جو اختلاف ہے وہ کتب عقائد و کلام میں چند ہی ہیں اور ان میں اصولی کوئی فرق نہیں ہے، بلکہ تعبیرات اور طریق استدلال کا فرق ہے بات ایک ہی ہے (ملاحظہ ہو کشف المبہم محب اللہ بہاری)۔

یہاں تک ہم نے جو تاریخ اسلام کی ورق گردانی سے سمجھا ہے پیش کر دیا، اب اس کے بعد ہندوستان میں فقہ حنفی کے قیام پر تھوڑی سی روشنی ڈالنا ضروری ہے، کیونکہ ہندوستان جب سے فتح ہوا برابر فقہ حنفی برسر اقتدار رہی، بلکہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ شروع اسلام سے یہاں فقہ حنفی کے سوا کوئی اور فقہ معلوم نہیں ہوئی، ابتدا اس طرح ہوئی کہ بغداد کے زوال کے بعد بخارا کی حکومتیں قائم ہو گئیں، اور پھر غزنی سے لاہور اور لاہور سے دہلی عجمیوں

جس بے علمی کو مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی مذکور نے ذکر فرمایا ہے وہ تو اس زمانہ میں عام طور پر اہل علم میں بھی موجود ہے، بالخصوص پروفیسروں اور انگریزی تعلیم یافتہ حضرات میں یہ حضرات تو علوم اسلامیہ اور فنون عربیہ اور ادب عربی سے اسی طرح ناواقف ہیں جس طرح عوام مسلمین اور اگر کسی میں قلیل شدید موجود بھی ہے تو وہ بمنزلہ عدم ہے عموماً یہ حضرات اردو فارسی یا انگریزی ترجموں سے کام لیتے ہوئے پائے جاتے ہیں، ان میں سے جو لوگ کسی یونیورسٹی میں خواہ ہندوستانی ہوں یا یورپین، عربی کے ایم اے اور فاضل بھی ہیں، وہ عربی درسگاہوں کے فاضل کے سامنے بمنزلہ طفل مکتب ہیں نہ صحیح عبارت عربی کے قواعد کے مطابق پڑھ سکتے ہیں نہ لکھ سکتے ہیں، نہ بے تکلف بول سکتے ہیں، اور اگر بعض چیدہ اشخاص میں ایسی قابلیت بھی پائی جاتی ہے تو وہ ان دیگر علوم سے یقیناً بے بہرہ ہوتے ہیں

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۴۰) کے مرکز بن گئے، تغلقوں کے عہد میں فتاوی تاتارخانیہ اور پھر عہد عالمگیر میں فتاوی عالمگیری کے فیصلے تمام قلمرو میں نافذ رہے، حتیٰ کہ نادر شاہ کے حملے تک فقہ حنفی اور عقیدہ اشعریہ ماتریدیہ پورے ہندوستان میں قایم رہا اور اس خاک ہند کا حنفیت قومی مذہب قرار پایا، اور کسی مجدد اور مصلح نے حنفیت سے باہر قدم نہیں رکھا، چنانچہ ہندوستان کے اندر جس قدر علمی تحریکات اٹھیں وہ سب کی سب ایسے اساتذہ پر ختم ہوئیں جو عالمگیری عہد کے ممتاز فرد تھے، حضرت شاہ عبدالرحیم فتاوی عالمگیری کے مصنفین میں سے تھے، جن کی صلب سے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سا محقق اور فقہ حنفی و شافعی کا مجتہد پیدا ہوا، آپ نے اپنے خصوصی فکر کی بنا پر بعض مسائل، عقائد اور فقہ میں تحقیقی شان ظاہر فرمائی اور اسی کے ساتھ اپنی تحریک کی بنیاد اتباع سلف صالحین پر رکھی، کیونکہ اتباع سلف ہی اصل اور اساس دین ہے، آنحضرت صلعم کی اتباع صحابہ نے کی اور صحابہ کی تابعین نے اور پھر یہ سلسلہ آج تک مسلسل اور متواتر چلا آرہا ہے، اگر اتباع سلف اور خلف کو مضبوطی سے قائم رکھا

جن پر اجتہاد فی الدین کے علاوہ ادب عربی کا مدار ہے، چنانچہ مشاہدہ اور تجربہ ہے ایسی صورت میں ان پروفیسروں کو اجتہاد اور ترک تقلید کرنا اور اس کی اجازت دینا سراسر دین اور شریعت کی جڑ کھودنا اور ضلالت اور گمراہی کو پھیلانا ہے۔ ہم نے خود اس زمانہ کے مجتہدین مطلق کو آزما کر دیکھا ہے۔

(۹) وہ طرق تصوف اور سلوک اور اس کے اعمال کو جاہلیت اور الحاد و زندقہ قرار دیتی ہے، اس کو بدھ ازم اور یوگ بتلاتی ہے، حالانکہ یہی طرق اور اعمال ہیں کہ فی زمانہ اسلام اور اعمال کی تکمیل اور احسان کے ' ماموربہ کی تحصیل اور عبودیت

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۴۰) جاتا تو امت میں وہ بے راہ روی نہ پیدا ہوتی جو کہ ہوئی، حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد بزرگوار کے جملہ علوم و فنون، عقائد اور خیالات کو اپنایا اور شاہ ولی اللہ کے چھوڑے ہوئے کام کو نہ صرف ہند بلکہ سمرقند اور بخارا، حجاز اور دیگر ممالک تک پہنچایا اور پورا کیا، اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنے والد بزرگوار کے مسلک اور مذہب کو دلائل سے مان کر اپنے تلامذہ میں سے حضرت شاہ اسحاقؒ صاحب کو سختی سے اتباع فقہ حنفی پر دور دیا۔ جسکا اثر یہ ہوا کہ چاہے وہ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ ہوں یا مولانا فضل حق کوئی بھی شاہ ولی اللہ کی تحقیق سے باہر قدم نہیں نکال سکا، اسی پر بس نہیں کیا بلکہ اپنے وصیت نامہ تک میں تحریر فرما دیا کہ۔ در عقاید مذہب قدمائے اہل سنت اختیار کردن و از تفصیل تفتیش آنچہ سلف تفتیش نہ کردہ اند اعراض نمودن الخ۔ شاہ ولی اللہؒ نے جو علمی انقلاب پیدا کیا اس کا اثر لوگوں کے عمل اور کردار میں نمایاں ہوا کہ پھر مذہب اور سیاست دو چیزیں نہیں رہ گئیں اور مذہب کے نام پر جو بدعات اہل علم تک میں رائج تھیں ان کی بنیاد متزلزل ہونا شروع ہو گئی اور دینی سیاست کے ساتھ ہندوستان کی آزادی کا لائحہ عمل بھی حضرت شاہ صاحبؒ ہی نے پیش فرمایا جسکو شاہ عبدالعزیزؒ اور شاہ اسحاقؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے پوری طرح اپنایا، اور ہر ممکن جد و جہد اور کوشش خود کی اور اپنے تلامذہ اور مریدین کو اس کے لئے تیار کر دیا، خاک ہند کا ذرہ ذرہ شاہد ہے کہ بالاکوٹ کے

کاملہ کا استحصال بغیران کے اسی طرح غیر ممکن ہے، جیسے کہ فی زماننا قرآن کا صحیح پڑھنا۔ بغیر زیر، زبر، پیش، جزم و تشدید اور بغیر تجوید غیر ممکن ہے، اور جیسے کہ قرآن و حدیث کا فی زماننا سمجھنا اور بیت عربی کو حاصل کرنا۔ بغیر صرف و نحو معانی و بیان، بدیع کتب لغت غیر ممکن ہی، قرون اولیٰ کو تلاوت صحیح اور فہم معانی میں ان چیزوں کی حاجت نہ تھی، مگر آج ہم کو بغیر ان کے کوئی کامیابی حاصل ہی نہیں ہو سکتی، بلکہ خود ملک عرب اور عراق و شام و مصر کے باشندے بھی (جنکی مادری اور روزمرہ کی بول چال عربی ہی)، ان علوم کے آج ہماری طرح محتاج ہیں، کم و بیش کا فرق دوسری بات ہے اختلافاً بالعجم فی

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۴۰) شہیدان پاک باز کا بانکپن رنگ لایا، اور شاہ ولی اللہ کے بواسطہ اور بلا واسطہ شاگردوں اور مریدوں نے ہندوستان کو آزاد کرایا جس میں علمائے دیوبند کا مخصوص مقام ہے شاہ ولی اللہؒ کے بعد ہندوستان میں جتنی تحریکات اٹھیں ان میں سے اکثر ہندوستان کی آزادی کو مقدم رکھتے ہوئے اس مسئلہ خاص میں علمائے دیوبند جو شاہ صاحب کے سچے جانشین ہیں ان سے اشتراک عمل کیا، تھوڑے سے لوگ جن میں سید ابوالاعلیٰ مودودی ہیں اپنی راہ الگ نکالی، یہاں تک کوئی قباحت نہ تھی لیکن ستم بالائے ستم اس اللہ کے بندے نے آہستہ آہستہ الیسار دیہ اپنی تحریر میں اختیار کیا کہ بقول علامہ اقبال احمد خانصاحب سہیل اعظم گڈھ شربت کے بھرے گلاس میں ایک قطرہ پیشاب ڈال کر دکانداری شروع کر دی یہ ایسی نازک اور لطیف علمی اور تحقیقی تنقید ہے کہ جس کو سہیل صاحب ہی فرما سکتے ہیں، چند دن تک تو اس تحریک کے زہر کے اثر کا اندازہ نہیں ہوا مگر تھا زہر ہلاہل جسکی خاصیت یہ ہے کہ اس کے ساتھ اگر اس کے مصلح کو بھی استعمال کیا جائے تو چنداں مضائقہ نہیں ورنہ بدن ٹوٹ جاتا ہے اور جسم انسانی کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے، چنانچہ اس تحریک مودودی المسمی بہ جماعت اسلامی کے بطن سے اکابر امت کی تحمیق، تفضیحک ان کی خدمات کی ہیچ بیچ بزرگوں سے بیزاری علم تصوف اور احسان سے نفرت، اولیاء اللہ کی حقارت، امام مہدی کے بارے میں اسلامی تصورات کا

ان کو عجمی بنا دیا ہے، زمانہ ہائے قدیمہ اور قرون اولی میں احسان اور عبدیت کاملہ قرب زمانہ نبویہ کی بنا پر ان طرق و اعمال کی محتاج نہ تھی، مگر آج بغیر ان کے ان مامور بہا کمالات کا حاصل کرنا عادتاً غیر ممکن ہو گیا ہے، انکو بدعت قرار دینا سراسر ظلم اور ناانصافی ہے۔

(۱۰) وہ سلف صالحین اور اولیاء اللہ سابقین کی شان میں نہایت زیادہ زبان درازی کرتی ہوئی سخت گستاخانہ لفظ استعمال کرتی اور ان کو عوام الناس میں نہایت ذلیل و خوار کرتی ہے، حالانکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۴۰) مذاق جمعیۃ علماء اور لیگ میں شرکت کرنے والے علماء کی ناقابل برداشت توہین، مسائل فقہی میں غیر معمولی آزادی سے فتویٰ نویسی سیاد امت کے خلاف رائے زنی... ڈاڑھی کے سنت رسول ہونے سے انکار، بلکہ اصرار کرنے پر بدعت کا حکم لگانا حتیٰ کہ حضرات انبیاء اور صحابہ تک پر تنقید کرنا اور ان کی اتباع اور پیروی کو عام انسانوں کی پیروی کے برابر سمجھنا اور ہم رجال و نحن رجال کا خواب دیکھنا وغیرہ وغیرہ وہ گمراہی ہے جس کا رشتہ خوارج، معتزلہ اور دیگر فرق باطلہ سے ملتا جلتا ہے، ملاحظہ ہو ایمان و عمل حضرت شیخ مدنی مدظلہ العالی، اور پڑھنے بیان کو پڑھ جائیے، اور فرق باطلہ کی ہر شاخوں کے عقائد و خیالات کو دیکھئے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح خوارج نے سب سے پہلے حکومت الٰہی کا اسلامی ٹائیٹل لگا کر دعوت دی تو اس کے پیٹ سے سوائے اس کے اور کیا پیدا ہوا کہ عقائد میں خرابی اور قتل صحابہ وغیرہ کے غیر اسلامی مقاصد نکل آئے، روافض نے محبت اہل بیت کا دینی نعرہ لگایا، اس کے بطن سے سب و شتم صحابہ اور انہدام خلافت کا مفسدہ ظہور پذیر ہوا، معتزلہ نے عدل اور توحید کا اسلامی نظریہ پیش کرتے ہوئے نفی صفات الہیہ کا کیا جس کے اندر سے عذاب قبر شفاعت اور رویت باری تعالی کا انکار نکل آیا اور امت میں پھوٹ پڑ گئی، غرض اسی ہندوستان میں سرسید مرحوم نے تعلیم و ترقی کا اسلامی پروپیگنڈا کیا، مگر ہوا یہ کہ اس جماعت کی اکثریت نے خوارق و معجزات کا انکار کیا جس نتنہ عقائد دینی و سیاسی حد درجہ بڑھ گیا اور آخر میں وہ قیامت صغری

من[۱] اذی اولیائی اذنتہ بالحرب۔ اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔ اُذکروا موتاکم[۲] بخیراً، اور تیسری جگہ فرمایا۔ لعن[۳] آخر ہذہ الامۃ اولہا، جس سے تحذیر مقصود ہے۔

(۱۱) وہ حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شیخ احمد سرہندی قدس اللہ سرہٗ العزیز، اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہٗ العزیز اور ان کے اتباع و احفاد اور دیگر ائمہ ہدیٰ حضرت خواجہ معین الدین چشتی، حضرت شیخ عبد القادر جیلانی اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ اسرارہم ائمہ طریقت کو مسلمانوں میں افیون اور ضلال و گمراہی کے انجکشن دینے والے اشخاص بتلاتی ہے حالانکہ یہ وہ اکابر اور اسلاف کرام ہیں جنہوں نے تمام دنیائے اسلام میں دین و سنت کو

---

[۱] جو میرے دوستوں کو ایذا پہونچائے میں اس سے جنگ کا اعلان کرتا ہوں۔

[۲] اپنے مردوں کا تذکرہ بھلائی کے ساتھ کرو۔

[۳] یعنی قرب قیامت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ اس امت کے پچھلے پہلوں پر لعنت کریں (ان کی غلطیاں اچھالیں)

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۴۰) قایم ہوگئی کہ ہند کے حصے بخرے ہو گئے، قادیانی احیاء اسلام اور تجدید دین کا ڈھنڈورا پیٹا، نیچے سے انکار ختم نبوت اور اہانت انبیاء و رسل کا فتنہ برپا ہوگیا مشرقی نے عسکریت اور تنظیم کا شور مچایا، اندر سے مولوی کا غلط مذہب نکل آیا، غرض صدر اول سے لیکر آجتک امت کے اندر تفریق و اختلاف برپا کرنے کے لئے اسلام ہی کو سب سے زیادہ استعمال کیا گیا اور یہی مودودی صاحب بھی کر رہے ہیں، نتیجہ ظاہر ہوا، جس کا اشارہ اوپر کیا گیا، اگر کسی کو شبہ ہو تو سیاسی کشمکش، تجدید و احیائے دین، رسائل و مسائل اور کارکنان تحریک اسلامی کے لئے اہم ہدایتیں شائع شدہ رامپور اور دستور العمل جماعت اسلامی ہند ملاحظہ فرمایئے، اسی میں مودودی صاحب کا یہ ارشاد خاص طور پر ان کی ذہنی ترتیب اور دماغی اپج کا آئینہ دار ہے اور جس کو ہندی جماعت اسلامی کے امیر اور قیم اپنے علم و عمل فہم اور تجربہ کی کمی کی بنا پر مودودی صاحب کے پس خوردہ پر قناعت کر کے سلف کے کاتب اور تمام صدیقین کرام یعنی علماء حق کی پگڑی اچھال رہے ہیں۔ اور بزعم خویش سلف صالحین سے بلند تر ین جماعت اسلامی

زندہ کیا، اوران کے فیوض و برکات سے لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کو وصول الی اللہ اور حقیقی تقویٰ کی نعمت حاصل ہوئی ان کے ماثر اور برکات سے تواریخ کے صفحات بھرے ہوئے ہیں۔

(۱۲) مذکورہ بالامشائخ طریقت رحمہم اللہ تعالیٰ کو یہ لوگ بدعات اور ضلالت کے پھیلانے والے بتاتی ہوئی ان کی تذلیل کرتی ہے حالانکہ اعمال طریقت خواہ نقشبندیہ کے ہوں یا چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ وغیرہ کے یہ لوگ اور بدعات سے کوسوں دور ہیں، طریقت کی تعلیم سراسر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ اور توحید اور رسالت کی تعلیم اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال واقوال سے بھری ہوئی ہے اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چلنے کی سخت تاکید ہے جیسے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۴۰) کے اندر داخل ہونے والوں کو یہ تلقین کر رہے ہیں اور جماعت اسلامی کو سراہ رہے ہیں، ص ۸۲ میں لکھا گیا ہے، ایک صحیح دینی حس رکھنے والا آدمی خود ہی محسوس کرے کہ جماعت اسلامی کا اثر قبول کرنے کے بعد ابتدائی مرحلہ میں انسان کے اندر تقویٰ اور احسان کی جو کیفیت پیدا ہونے لگتی ہے وہ عمر بھر تزکیہ نفس کی تربیت پانے والے بادیہ والوں میں بھی نظر نہیں آتی قارئین اس بیجا پندار پر ناطقہ سر بگریباں اور مودودی صاحب کی اس مذبوحی حرکت پر انسانیت ماتم کناں ہے اس کے سوا اور کیا عرض کیا جائے ؎

اتنا نہ بڑھا پاکئی داماں کی حکایت دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

سچ فرمایا قرآن حکیم نے "اضلہ اللہ علی علم" جو گمراہی سطحی علم کے ساتھ آتی ہے وہ اپنے لپیٹ میں نہ جانے کتنوں کو لے لیتی ہے اور ایسے حضرات مسخر انگیز تناسخ کی صورت میں اپنی مہدویت پر مصر اور عام مسلمانوں سے گذر کر خواص تک کو مجروح کرنا ہی اقامت فی الدین اور حکومت الٰہیہ کے قیام کی اساس اور بنیاد قرار دیتے ہیں جو اس وجہ سے کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتی کہ

کے مکاتیب شاہد عادل ہیں، دیکھو تصانیف امام ربانی و تصانیف حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور عوارف المعارف فتوح الغیب وغیرہ۔

(۱۳) وہ علمائے ظاہر اور محافظین علوم شرعیہ کی شان میں گستاخی کے الفاظ استعمال کرتی ہوئی عوام کو ان سے متنفر کرتی ہے، اور ان کی تذلیل تو ہین عمل میں لاتی ہے، اور ان کو غیر قابلِ اعتماد ٹھہراتی ہے اور مسلمانوں کو نئے اسلام اور اس کے لیڈر کی تقلید اور تابعداری کی طرف لیجاتی ہے۔

حالانکہ اس پر آشوب پرفتن زمانہ میں جب کہ فسق و فجور اور الحاد و کفر ہوا پرستی اور خواہشات نفسانی کا چاروں طرف دور دورہ ہے، خدا اور رسول سے لوگ دور ہوتے جارہے ہیں اور شریعت کو پس پشت ڈالتے جاتے ہیں، ضروری تھا کہ محافظین شرع اور مبلغین دین و ہدایت کا وقار عام میں قائم کیا جاتا، اور احیائے دین اور اتباع شریعت کی صورتیں پیدا کی جاتیں، عوام کے اذہان میں اس کے برعکس توہین اور تذلیل کو جانا دین کے مٹانے کے مرادف ہے، یہی طریقہ تمام مبتدعہ نے ہمیشہ سے جاری کر رکھا ہے، یہی طریقہ نیچریوں، قادیانیوں اور خاکساروں وغیرہ نے کیا۔ بلکہ مشرقی کا رسالہ ماہواری "مولوی کا ایمان" تو اس باب میں خوب کھل کھیلا، اور ہر مبتدع اور ضال اپنے عیوب کو چھپانے اور اپنی ضلالت و گمراہی کے پھیلانے کے لئے یہی طریقہ عمل میں لاتا رہتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۱۴۰) حکومت الٰہیہ کا نقشہ اگر ہم مان بھی لیں کہ ان کے دماغ میں ہو لیکن دینِ الٰہی کا نقشہ قطعاً ان کے اندر نہیں ہے، ثبوت کے لئے اوپر کی مختصر تحریر نیز اور اس جماعت کے کارنامے اور عہدہ داروں کے حالات کافی سے زیادہ ہیں، والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۔ یکم ربیع الاول ۶۳ھ

(۱۴) وہ احادیث صحیحہ کو صرف اپنی عقل اور اپنے مذاق سے مجروح قرار دیکر عام مسلمانوں کو انسے منحرف کرتی ہے، حالانکہ سلف صالحین صحابہ کرام تابعین عظام قرون مشہود لہا بالخیر نے انکو قبول فرمایا ہے، اور جو شبہات اسپر وارد کئے جا سکتے ہیں انکے دفعیہ کی صورتیں بتائی ہیں، اپنی عقول اور اپنے مذاق کو ہم کتنا بھی اعلیٰ درجہ عطا کریں مگر وہ ناقص اور نارسا ہی ہیں جنپر تجربہ اور واقعات شہادت دیتے ہیں احمق سے احمق شخص بھی اپنی عقل اور سمجھ کو سب سے اعلیٰ خیال کرتا ہے ؎

گر از بسیط زمین عقل منعدم گردد   بخود گمان نہ برد ہیچ کس کہ نادانم

(۱۵) وہ مثل خوارج ان الحکم الا للہ اور من لم یحکم بما انزل اللہ کا لیبل لگاکر مسلمانوں کو کافر قرار دیتی ہے حالانکہ یہ اس کی غلط تاویلات اور بے ربط توجیہات کا ثمرہ اور کلمۃ حق ارید بہا الباطل[۱] کا نتیجہ ہے، نیز سلف صالحین کی آرا اور اعمال سے بغاوت اور انحراف ہے۔

(۱۶) وہ چکڑالوی کیطرح ذخیرۂ احادیث دین متین کو (معاذ اللہ) ناقابل اعتبار قرار دیتی ہے اگرچہ وہ اخبار احاد ہی کیوں نہ ہوں، حالانکہ ابتدائے اسلام سے لیکر آجتک انکو اصول دین قرار دیا گیا ہے، اور بہ نسبت روایات تاریخیہ ان کو زیادہ قابل اعتماد سمجھا گیا ہے۔

(۱۷) وہ مثل فرقہ قادیانیہ اپنے قائد اعظم اور امیر کو ایسا مختار بتاتی ہے کہ اپنے مذاق سے جس حدیث کو چاہے قابل اعتماد قرار دے اور جسکو چاہے ردی کی ٹوکری میں پھینک دے حالانکہ ایسی مطلق العنانی رائے اور حکم میں نہ کسی میں پہلے ازمنہ مشہود لہا بالخیر میں مانی گئی اور نہ اس زمانہ فتنہ و فساد میں مانی جا سکتی ہے جب کہ رائے صائب) امانتہ کاملہ اور علم کامل عنقا ہو رہے ہیں، بلکہ حسب ارشاد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ "من کان منکم مستنا فلیستن بمن قد مات فان الحی لایومن علیہ الفتنۃ"[۲] ایسا امر تو موجودہ دور کے اشخاص میں انتہائی ضلالت کا پیش خیمہ ہے۔

(۱۸) وہ ذخائر فقہ کو غلط اور ذخیرۂ ضلالت بتلاتی ہوئی ترمیم اور اصلاح اور حذف کا حکم دیتی ہے اور مسلمانوں کے آجتک تیرہ سو برس کے عملدرآمد کو جاہلیت اور گمراہی بتلاتی ہے اور سر گذشتہ مسلمانوں کو

[۱] الفاظ تو صحیح مگر انکا منشا اور مقصد باطل اور غلط۔ [۲] جسکو پیروی کرنی ہے تو وہ انکے طریقوں کی پیروی کرے جنکی وفات ہو چکی ہے (صحابہ کرام) کیونکہ جو زندہ ہیں وہ فتنہ سے مامون نہیں ہیں۔

غیر ناجی کہتی ہے۔ حالانکہ یہ ایسا فتنہ ہے کہ جسپر جسقدر بھی افسوس اور رنج کیا جائے کم ہے۔

(۱۹) وہ مثل معتزلہ و روافض وغیرہ اپنے سائن بورڈ وغیرہ پر "حقیقی توحید کا دفتر جماعت موحدین حقیقی کا یا مین اسلام یا اسکے مرادف الفاظ میں لکھتی ہے جسطرح معتزلہ اپنے آپ کو اصحاب العدل اور اصحاب التوحید کہتے اور لکھتے تھے، شیعہ اپنے آپکو محبین اہلبیت لکھتے ہیں جسکے معنی یہ سمجھے گئے کہ ہم سے علیحدہ ہونے والے افراد اور فرقے اصحاب عدل نہیں اصحاب توحید ہیں اور نہ اہل بیت سے محبت رکھنے والے ہیں۔

اس قسم کے سائن بورڈوں سے عوام مسلمین میں زمانہ ہائے گزشتہ میں جو زہریلا اثر پھیلا وہ ان تاریخی واقعات سے ظاہر ہے جو کہ ازمنہ سابقہ میں معتزلہ خوارج، روافض وغیرہ اور اہلسنت کے آپسمیں پیش آئے اور ازمنہ آخیر میں بھی اسی قسم کی حرکتوں سے غیر مقلدوں اور مقلدوں، قرآنیوں نیچریوں... قادیانیوں خاکساروں وغیرہ میں ظہور پذیر ہوئے ہر ایک اپنے اس قسم کے سین بورڈوں سے دوسرے فرقوں پر اس قسم کا حملہ کرتا ہے کہ وہ اس کمال سے محروم اور خالی ہیں، غیر مقلد اپنے آپ کو اہل حدیث والتوحید کے خوشنما سین بورڈ سے مزین کر کے آوازہ بلند کرتا ہے کہ احناف حدیث نبوی سے محروم اور توحید خالی ہیں وغیرہ وغیرہ آپکے سین بورڈ سے بھی یہی چرکا لگتا ہے کہ جو لوگ اسلامی جماعت کے ممبر نہیں ہیں وہ حقیقی موحد نہیں ہیں، وہ اسلامیت کاملہ نہیں رکھتے، اس سے عوام کو جسقدر انتشار اور افتراق میں مبتلا کیا جاتا ہے وہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے جسکا ادنی اثر یہ ہوگا کہ اسلامی جماعت میں داخل ہونیوالے شرکاء کا نزغیر ناجی ہیں ہر ایک من مانی باتوں پر بحث کریگا، اور گالی گلوچ، مناظرہ، مجادلہ ماپیٹ بلکہ کا بازار گرم ہوگا، اور عوام کو سنبھالنا قبضہ سے باہر ہوکر امت مسلمہ کو انتہائی مشکلات میں مبتلا کریگا

محترما! دور حاضر کے ہم مسلمانان انڈین یونین کی مشکلات جو کہ اکثریت کی طرف سے مسلمانوں کو گھیرے ہوئے ہیں، مہاسبھائیوں کی فرقہ وارانہ ذہنیت آر، ایس، ایس کی اسلام دشمنی، آریوں کی جارحانہ ذہنی پالیسی اور مرتد بنانیکی جان توڑ کوششیں مسلمانوں کی ہر قسم کی مادی اور روحانی کمزوری اور انکی منتشر حالت ان میں احساس کمتری کا روز افزوں مرض ملحدان مغرب کی طرف سے الحاد و زندقہ کی سموم آندھیاں مادہ پرستی کی زور دار

اسکولوں، کالجوں کی تعلیم نفوس انسانیہ کا دنیاوی اور مادی ترقی کا طبعی رجحان وغیرہ وغیرہ امور تو متقاضی تھے کہ مسلمانوں کے شیرازہ کو زیادہ سے زیادہ مضبوط بنایا جاتا اور حکیمانہ عاقلانہ تنظیم عمل میں لاکر انکے خوف و ہراس بدحواسی اور بزدلی بے دینی اور بدعملی کو دور کیا جاتا ہم دیکھتے ہیں کہ آپکی تحریک اسکے برخلاف دینی اور دنیاوی بربادی کی وبائی ہوا فضا میں پیدا کر رہی ہے اور آیندہ تمام ملک کو اس سے مسموم کردینے کا سامان مہیا کیا جارہا ہے اسلئے میں مناسب جانتا ہوں کہ مسلمانوں کو اس تحریک سے علیحدہ رہنے اور مودودی صاحب کے لٹریچروں کے نہ دیکھنے کا مشورہ دوں۔

آپ حضرات کا یہ ارشاد کہ ہمکو مودودی صاحب کے اعتقادات اور شخصی خیالات سے سرکار نہیں ہے ہم اسکا بار بار اعلان کر چکے ہیں، ایسا ہی ہے جیسے کہ مشرقی صاحب نے لوگوں کے اعتراضات کو تحریک خاکساران میں رکاوٹ دیکھ کر اعلان کیا کہ ہم تو مسلمانوں میں جنگی اور حربی تعلیم اور اسپرٹ پیدا کرنا اور اسکو پھیلانا چاہتے ہیں ہمارے عقائد اور ہماری تصانیف سے مسلمانوں کو کوئی سرکار نہیں ہے پھر کیا ایسا ہوا اور جماعت خاکساران کیا اپنے لیڈر کے عقائد و اخلاق اور اسکی تصانیف کی گندگیوں سے محفوظ رہی۔ خود مودودی صاحب ہی کی زبان سے سن لیجئے، دیکھو الفرقان نمبر ۲-۳ ص ۹-۱۰، بابتہ ماہ صفر و ربیع الاول بعنوان خاکسار تحریک اور علامہ مشرقی۔

محترما! جب کوئی تحریک کسی شخص کیطرف منسوب ہوگی تو وہ قبلہ توجہ ہوگا اور اس شخص کے عقائد اور اخلاق کا اثر ممبروں پر قطعی طور پر ضرور پڑیگا، خصوصاً جبکہ مودودی صاحب کے لٹریچر برابر زور و شور سے شائع کئے جارہے ہیں اور ممبروں اور غیر ممبروں کو انکے مطالعہ کی ترغیب دی جارہی ہے، ایسے وقت میں وہ زہریلے مواد جو نہایت چالاکی سے زوردار تحریروں میں لکھے گئے ہیں اپنے اثر سے خالی نہیں رہ سکتے۔ میرے محترم امور مذکورہ بالا کے ہوتے ہوئے میں نہیں سمجھ سکتا کہ جناب سے شرف ملاقات سے کیا نتیجہ حاصل ہو سکتا ہے میں ایک ادنا مسلمان اور مقلد حنفی خادم مشائخ طریقت ہوں آپ حضرات نئے اسلام کے روشن چراغ ہیں میں مسلمانوں کو سلف صالحین کے راستہ پر چلانا چاہتا ہوں اور اسمیں انکی نجات سمجھتا ہوں آپ حضرات مودودی صاحب کے نئے اسلام پر مسلمانوں کو چلانا چاہتے ہیں انکی تجدید اور احیاء کو جو کہ حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت سید احمد شہید وغیرہ رحمہم اللہ کو بھی نصیب نہیں ہوسکی ذریعہ نجات مسلمانوں کیلئے قرار دیتے ہیں آپ سلف صالحین کی تیرہ سو سالہ

جاہلیت سے جو کہ مسلمانوں میں اسوقت سے لیکر آجتک جاری رہی اور ہر مقتدی اور امام اسلام بجز شرذمۂ قلیلہ اسمیں مبتلا رہا اس سے نجات دلانا چاہتی ہیں، پھر اس اصول بون بعید پر کیا امید ہو کہ آپ مجھپر اثر ڈالیں اور میں آپ پر کوئی اثر ڈالسکوں آپ اس تحریک کے عرصۂ دراز سے چلا رہے ہیں کئی برس ہوچکے ہیں کبھی آپنے دیوبند تشریف ارزانی کی تکلیف گوارہ نہ فرمائی، نہ آپنے جمعیۃ علماء کے دفتر میں آکر اسکے کارکنوں سے تبادلۂ خیالات کرکے مسلمانوں کی بہتری کی راہ پر غور و فکر فرمایا، میں نہیں سمجھ سکتا کہ آج کس وجہ سے آپکو اسطرف توجہ ہوئی ہے، بہرحال میں آپکی توجہ کا شکر گذار ہوں مگر اس بون بعید کے ہوتے ہوئے مجھکو کوئی امید فائدہ نہیں معلوم ہوتی، خصوصاً جبکہ آپکا رامپور کا جلسۂ عام بڑے درجہ پر آپکو پہنچا چکا ہے، تو بجز اسکے کہ لکم دینکم ولی دین کہکر آپکو تکلیف فرمانے کی زحمت سے سبکدوش کروں اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

میں حیدرآباد کے اجلاس اور دیگر مصروفیتوں کی بنا پر اس عریضہ کو روانہ کرسکا تھا کہ آپکا دوسرا والانامہ جوابی رجسٹری والا باعث سرفرازی ہوا، اسکا بھی شکر گذار ہوں، جیسے کہ پہلے والانامہ کا شکر گذار ہوں محترم! مذکورہ بالا مضامین جو کہ بہت زیادہ اقتباسات ہوگئے ہیں، بجائے خود مایوس کن ہیں دارالافتاء کے مضامین کا جناب کو شکوہ ہے اور اسکے روکنے کا آپ اجتماع حکم دیتے ہیں اسکے متعلق عرض یہ ہے کہ دارالافتاء دارالعلوم دیوبند میں ایک مستقل ادارہ ہے اسکے سرپرست جناب مولانا المفتی سید مہدی حسن صاحب ایک معمر تجربہ کار فاضل محقق ہیں۔ روزانہ انکے پاس تیس چالیس بلکہ اس سے زائد استفتے آتے رہتے ہیں جنکے جوابات انکو چکانے ضروری ہوتے ہیں، تحریک اسلامی مذکور کے متعلق بھی جب بہت زیادہ ہوئے اور استفتوں کی بھرمار ہوگئی تو قلم اٹھانا اور مودودی صاحب کی تصانیف کو مطالعہ کرنا پڑا، انکے پاس ان تصانیف کا معتدبہ ذخیرہ بھی ہے۔ انکا روکنا میرے اختیار سے باہر ہے اللہ تعالی اپنا فضل فرمائے اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ آمین

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ، دیوبند

تمت بالخیر